UNIVERSAL LIBRARY
OU_224891
UNIVERSAL LIBRARY

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ

تاریخ مغرب

یعنی

شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی تاریخ

مترجمہ

محمد جمیل الرحمن۔ ایم۔ اے

پروفیسر تاریخ اسلامی کلیۂ جامعۂ عثمانیہ
رفیق جامعۂ عثمانیہ، حیدرآباد دکن
ممبر رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن

سنہ ۱۳۴۲ھ

۱۹۲۴ء

مقتدر کلیم الرحمن بی۔ اے نے نصیر کا شیخ۔ ربانی روڈ لاہور سے شائع کیا

ترجمہ

اَلْبَیَانُ الْمُغْرِبْ فِی اَخْبَارِ الْمَغْرِبْ

مصنفہ علامہ ابن العذاری المراکشی

جلد اوّل

مطبوعہ کوآپریٹو سٹیم پریس لاہور

فہرست مضامین

مضمون

دیباچہ ۳

× × × × ۹

ابن ابی سرح کی فتح افریقیہ کا ذکر ۱۱

عبداللہ ابن سعد بن ابو سرح العامری کی امارت اور اُن کے ہاتھ سے

فتح افریقیہ کے مختصر حالات ۱۱

عبداللہؓ ابن زبیرؓ کے جرجیر حاکم افریقیہ ومغرب کو قتل کرنے کا بیان ۱۳

افریقیہ میں معاویہ بن حدیج الکندی کے حالات ۱۹

ابوالمہاجر کی ولائت افریقیہ اور عقبہ بن نافع کے وہاں سے معزول ہونے کا بیان ۲۷

زہیر بن قیس البلوی کے کسلانہ بن لمزم البرنسی کے ساتھ جنگ کرنے

کا بیان ۳۱

زہیر کے برقہ کی طرف جانے اور وہاں اُس کے قتل ہونے کی کیفیت ۳۲

حسان ابن نعمان کی ولایت افریقیہ کا بیان ۳۴

حسان ابن نعمان کے مختصر حالات ۳۴

حسان اور ملکہ کاہنہ کے حالات اور ملکہ کو شکست دینے کا ذکر .. ۳۶

کاہنہ کے قتل کا بیان ۳۹

ابو عبدالرحمٰن موسیٰ ابن نصیر کی ولایت افریقیہ ومغرب کا بیان اور

اُن کے مختصر حالات ۴۲

مضمون	صفحہ
موسےٰ ابن نصیر کے ہاتھ پر مغرب الاقصےٰ کی فتح کا بیان	۴۶
محمد ابن یزید کی ولایت افریقیہ و مغرب کا بیان	۵۳
بشر بن صفوان کی ولایت افریقیہ کا بیان	۵۷
عبیدہ بن عبدالرحمٰن السُلمی کی ولایت کا بیان	۵۸
عبیداللہ بن الحبحاب کی ولایت افریقیہ کا بیان	۶۰
کلثوم بن عیاض کی ولایت افریقیہ اور اُس کے امیر غرب خالد بن حمید الزناتی کے ساتھ جنگ کرنے کا بیان	۶۵
برغواطہ اور اُن کے اسلام سے مرتد ہونے کا بیان	۶۸
افریقیہ اور مغرب پر حنظلہ بن صفوان کی ولایت کا بیان	۷۰
عبدالرحمٰن بن حبیب الفہری کے افریقیہ میں فساد مچانے اور اُس کے بعض حالات	۷۳
عبدالرحمٰن بن حبیب امیر افریقیہ کے باقی ماندہ حالات	۸۳
عبدالرحمٰن کے قتل کا بیان	۸۴
الیاس بن حبیب کی ولائت افریقیہ کا بیان	۸۵
حبیب بن عبدالرحمٰن بن حبیب کا اپنے چچا الیاس کے برخلاف خروج کرنے اور آخر کار بلاد افریقیہ پر غلبہ حاصل کرنے کا بیان	۸۷
عیسےٰ ابن موسےٰ کے قیروان اور بعض بلاد افریقیہ پر غلبہ پانے کا بیان	۹۳
اغلب ابن سالم التیمی کی ولایت کا بیان	۹۳
عمرو بن حفص بن قبیصہ کی ولایت کا بیان	۹۶
یزید بن حاتم کی ولایت افریقیہ و مغرب کا بیان	۱۰۰

مضمون

داؤد بن یزید بن حاتم کی ولایت کا بیان ۱۰۶

بلاد مغرب میں دولت ہاشمیہ یعنی بنی ادریس کی سلطنت کی ابتداء کا ذکر ۱۰۶

روح بن حاتم بن قبیصہ بن المہلب کی ولایت افریقیہ کا بیان ۱۰۹

نصیر بن حبیب المہلبی کی ولایت افریقیہ کا بیان ۱۰۹

ہرثمہ بن اعین کی ولایت افریقیہ ۱۱۶

محمد بن مقاتل العکی کی ولایت افریقیہ ۱۱۶

تمام بن تمیم التمیمی کی بغاوت محمد بن مقاتل العکی کے برخلاف .. ۱۱۷

ابراہیم بن الاغلب بن سالم بن عقال التمیمی کی ولایت افریقیہ کا بیان ۱۲۱

زیادۃ اللہ (اول) بن الاغلب کی ولایت افریقیہ اور اس کے بعض حالات ۱۲۷

ابی عقال الاغلب بن ابراہیم بن الاغلب کی ولایت افریقیہ کا بیان ۱۴۳

ابوعباس محمد بن الاغلب کی ولایت افریقیہ کا بیان ۱۴۴

عباس بن فضل کی ولایت صقلیہ کا بیان ۱۴۹

ابوابراہیم احمد بن محمد بن اغلب کی ولایت افریقیہ کا بیان ۱۵۱

زیادۃ اللہ بن محمد بن اغلب بن ابراہیم بن اغلب کی ولایت افریقیہ کا بیان ۱۵۳

ولایت ابوالغرانیق محمد بن احمد بن محمد بن الاغلب ۱۵۴

ابراہیم (ثانی) بن احمد بن محمد بن اغلب کی ولایت افریقیہ کا بیان .. ۱۵۷

ابتداء سلطنت عبیدیہ شیعہ ۱۶۸

ابراہیم بن احمد کا مجمل حال اور اس کی وفات کا بیان ۱۸۱

ابوعباس عبداللہ بن ابراہیم بن احمد کی ولایت اور اس کی سیرت کا بیان ۸۳

مضمون	صفحہ
ابو عباس (عبد اللہ) بن ابراہیم بن احمد کے قتل کا بیان ..	۱۸۴
زیادۃ اللہ بن ابو عباس عبد اللہ بن ابراہیم بن احمد کی ولایت کا بیان	۱۸۴
بنو اغلب کے افریقیہ سے خروج اور زیادۃ اللہ کے رقادہ سے فرار کا بیان ..	۲۰۰
دولت شیعہ ..	۲۰۵
ابو عبد اللہ شیعی کے رقادہ اور قیروان میں داخل ہونے اور وہاں اُس کے احوال ..	۲۰۵
ابو عبد اللہ داعی کے سجلماسہ جانے اور عبید اللہ شیعی سے ملاقی ہونے کا بیان	۲۰۹
سجلماسہ کے معاملے کے شروع سے سنہ زیر غور تک کے حالات ..	۲۱۵
عبید اللہ شیعی کے رقادہ پہنچنے اُس کے مختصر حالات اور اُس کے نسب کے متعلق روایات کا بیان ..	۲۱۷
عبید اللہ (شیعی) کے ابو عبد اللہ اور ابو زاکی کو قتل کرانے کا بیان	۲۲۶
مصر میں جنگ کے قصد سے ابو القاسم شیعی کے روانہ ہونے کا بیان	۲۳۵
ناکور کی بناء سے سنہ مورخہ تک وہاں کے امیروں کے مختصر حالات	۲۴۲
شہر جراوہ کا حال ..	۲۷۴
شہر تاہرت کی ابتداء سے وہاں کے بنو رستم وغیرہ بادشاہوں کا بیان	۲۷۵
عدوہ کے شہر سبتہ کی فتح کا بیان ..	۲۸۱
شیعی کی فتح سجلماسہ کے بعد وہاں کے والیوں کا بیان ..	۲۸۷
ادارسہ رحمہم اللہ کی تاریخ؛ مغرب میں ان کے داخل ہونے کا سبب بناء شہر فاس کا حال اور سنہ مؤرخہ تک اُن کے بادشاہوں کا بیان	۲۹۱

مضمون	صفحہ
امارت اسماعیل بن ابو القاسم بن عبید اللہ شیعی	۳۰۳
امارت معد بن اسماعیل المعز لدین اللہ عبیدی	۳۰۷
ابتداء دولت صنہاجیہ بہ افریقیہ ولایت ابو الفتوح یوسف ابن زیری بن مناد صنہاجی بہ افریقیہ	۳۱۷
ذکر شہر اصیلا	۳۲۲
شہر بصرہ کے والیوں کا ذکر	۳۲۶
ذکر وفات ابو الفتوح یوسف بن زیری بن مناد الصنہاجی ..	۳۳۲
ابو الفتح منصور بن ابی الفتوح کی ولایت افریقیہ کا بیان	۳۳۲
امارت ابو مناد بادیس بن ابو الفتح منصور بن ابو الفتوح یوسف بن زیری بن مناد	۳۴۵
افریقیہ کے لشکر کی ہزیمت، زیری بن عطیہ کا غلبہ اور زناتہ کا صنہاجہ کے خلاف ظہور	۳۴۸
مرابطین کے ظاہر ہونے تک زناتہ اور مغرب میں اُن کی سلطنت کے حالات	۳۵۱
سنۂ تحریر کی طرف رجوع	۳۵۷
نصیر الدولہ بادیس بن منصور کی وفات کا بیان	۳۷۳
ولایت معز بن بادیس نصیر الدولہ اور رأس کا عرصۂ حکومت ..	۳۷۶
معز شرف الدولہ کی امارت کا قیام اور افریقیہ سے شیعان عبیدیہ کی دعوت کا انقطاع	۳۸۴
قیروان وغیرہ میں خطبہ سے دعوت عبیدئین کے انقطاع کا سبب	۳۸۹

مضمون | صفحہ

تمام افریقیہ میں خطبوں میں صراحتہً اُن پر لعنت بھیجے جانے اور
اُن سے خلع کرنے کا ذکر ۳۹۰
سکوں میں بنی عبید کی نام کی تبدیلی کا ذکر ۳۹۱
تمیم بن معز کے ولی عہد ہونے کا بیان ۳۹۳
بنو عبید کے مختصر حالات ۳۹۴
رجوع الی الخبر ۴۰۵
فتنۂ عظیم اور بربادیٔ قیروان کا مختصر حال ۴۰۶
عربوں کے معز ابن بادیس کو شکست دینے کا حال ۴۰۸
قیروان کے باب تونس کے واقعہ کا مختصر حال ۴۱۱
صنہاجہ کا جبل حیدران میں پسپا ہونا اور معز کی دوسری جانب پسپائی ۴۱۲
دولت صنہاجیہ کی ابتداء کے متعلق حکایت ۴۱۲
تمیم بن معز کی حکومت کے مختصر حالات ۴۱۶
مہدیہ میں نصاریٰ کے داخل ہونے کا بیان ۴۲۰
یحییٰ بن تمیم بن معز کی حکومت اور اُس کے مختصر حالات ۴۲۵
علی بن یحییٰ بن تمیم بن معز کی مہدیہ اور بعض بلاد افریقیہ میں حکومت
کا بیان ۴۲۷
افریقیہ میں حسن بن علی بن یحییٰ کی حکومت کا بیان ۴۳۰
معز بن بادیس کے زوال ملک کے بعد امراء تونس کا بیان .. ۴۴۰
اسماء امراء و والیان افریقیہ ۴۴۳
تعلیقات ۴۴۶

مَنْ وَرَّخَ مُؤْمِنًا فَكَأَنَّمَا أَحْيَاهُ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

بخدائے کہ رخشِ عزّت او — در سرائے کہن نمی گنجد
از عدم ذرّہ بے اجازت او — در خم کاف کن نمے گنجد
کانچہ اندر ضمیر شوق من است — در دہان سخن نمے گنجد

وصلی اللہ علیٰ سیدنا خیر خلقک و افضل انبیائک محمد ارسلتہ
بالہدے و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

اللہم متع الاسلام بطول بقاء کہف المسلمین و رجاء المومنین مولانا السلطان ابن سلطان میر عثمان علی خان
خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

ایک طرف تو ہندوستان کی متفقہ زبان اُردو کی یقینی خوش بختی یہ ہے کہ اس کے چمن کی آبیاری خداوند نعمت، اعلیٰ حضرت، قدر قدرت، بندگان عالی متعالی، رستم دوران، ارسطوی زمان، سپہ سالار آصف جاہ، مظفر الممالک، نظام الملک، نظام الدولہ ہز اکزالٹڈ ہائینس فتح جنگ، سلطان العلوم، جی سی ایس آئی، جی سی بی ای، خسرو دکن متع اللہ المسلمین بطول بقایہ نے اپنے دست مبارک

میں لی ہے۔ دوسری طرف مجدد خلافت، قائد اعظم مصطفیٰ کمال پاشا، ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی فتوحات، اور اُن کی وجہ سے دنیاء اسلام میں موجودہ انقلاب اور اس کے ساتھ ہندوستان میں تحریک خلافت، سے اور کچھ نہیں تو اتنا فائدہ تو ضرور ہُوا کہ مسلمانوں اور خاص کر ہندی مسلمانوں کو اپنی گزشتہ تاریخ کا بھولا ہوا سبق پھر یاد آگیا، اور ان میں اپنی اُن عظیم الشان ہستیوں کے حالات معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا، جن کے کارنامے اس وقت تک تاریخ عالم کے صفحات پر جواہرات کی طرح ومک رہے ہیں۔ لیکن عوام الناس اگر خود ہندوستان کو چھوڑ کر اپنی مٹی ہوئی عظمت کی بہترین نشانیاں تلاش کرتے ہیں تو ان کی نگاہیں اندلس سے آگے نہیں بڑھتیں۔ اندلس ہی وہ خوش قسمت ملک ہے جس کو ہندی مسلمانوں نے قابل اعتنا سمجھا اور اس کی تاریخیں تالیف یا ترجمہ کیں، یا دوسرے الفاظ میں اس کی عظمت و شان کو کم از کم ہندوستان میں باقی رکھا چنانچہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کا کانڈے کی کتاب کا، منشی حامد علی صاحب صدیقی کا لین پول کی کتاب کا ترجمہ، نواب ذوالقدر جنگ بہادر کی خلافت اندلس اور والد ماجد کی مفصل تاریخ اندلس، موسومہ اخبار الاندلس (تین جلدیں) عرصہ ہوا کہ ملک میں کافی شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ اس میں کلام نہیں کہ اندلس جیسے عظیم الشان ملک، اور وہاں کے مسلمان حکمرانوں جیسے رفیع الدرجات ہستیوں کے حالات میں یہ تمام تالیفات و تراجم بالکل ناکافی ہیں لیکن اُن ملکوں کے مقابلے میں اندلس یقیناً خوش قسمت ہے جن کے متعلق عوام کو یہ علم بھی نہیں کہ وہاں بھی کبھی وہ حکمران رہے ہیں اور ہر جگہ کی طرح وہاں بھی اُنہوں نے تہذیب و تمدن کی روشنی پھیلائی ہے۔

اندلس اور اُس کی تاریخ کی طرف مسلمانوں کی روز افزوں توجہ یقیناً فال نیک ہے لیکن اصلیت یہ ہے کہ اندلس کی تاریخ اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتی

جب تک کہ اُس کے ساتھ مغرب و افریقیہ کی تاریخ کو شامل نہ کیا جائے؛ بلکہ یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ مغرب افریقیہ کی تاریخ اندلس کی تاریخ کا مقدمہ ہے وجہ یہ ہے کہ اندلس کے فتح ہونے سے بنو امیہ کی سلطنت قائم ہونے تک یہ ملک افریقیہ کے ماتحت رہا، افریقیہ کا والی ہی اندلس کے امیر مقرر کرتا رہا؛ جس کے یہ معنی ہیں کہ تقریباً نصف صدی تک اندلس کو افریقیہ سے براہِ راست تعلق رہا۔ بنو امیہ کی سلطنت قائم ہو جانے کے بعد اندلس اور افریقیہ کے حکمرانوں کے تعلقات سیاسی حیثیت سے ہمسرانہ ہو گئے؛ اور افریقیہ کے اکثر امراء اور عوام الناس اندلس جاتے آتے رہے اور وہاں کے علماء کی صحبت سے فیض حاصل کرتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ملکوں کے حکمرانوں اور رعایا میں رشتۂ ارتباط باہمی قائم ہو گیا لیکن یہ حالت بہت مدت قائم نہ رہی کیونکہ فاطمیین کی سلطنت قائم ہوتے ہی ان کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوئی اور یہ دونوں حکومتیں ایک دوسرے کی مد مقابل بن گئیں۔ اندلس نے فاطمیین کی طاقت کو آبنائے جبل طارق کی طرف بڑھنے سے روکنا چاہا، جس کی وجہ سے بنو امیہ کے خلفاء کو افریقیہ کی سیاسیات میں دخل دینا پڑا۔ ان تمام کوائف سے ظاہر ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک افریقیہ اور اندلس میں کسی نہ کسی قسم کا تعلق رہا اور اسی تعلق کی وجہ سے ایک ملک کی تاریخ کو سمجھنے کے لئے دوسرے کی تاریخ کا مطالعہ لازمی ہے۔

جہاں تک مجھے علم ہے اُردو میں اس وقت تک افریقیہ و مغرب کی کوئی مجمل یا مفصل تاریخ موجود نہیں۔ حالانکہ اس ملک کی تاریخ اندلس کی تاریخ کا لازمی حصہ ہی نہیں، بلکہ بذاتِ خود بہت مہتم بالشان بھی ہے؛ اور اس قابل ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ عرصہ دراز سے میرا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کو ترجمہ یا تالیف کے ذریعے سے اس ملک کی تاریخ سے روشناس کرایا جائے؛ اسی اثناء میں برادر عزیز گرامی قدر

ڈاکٹر محمد بذل الرحمن صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی، پروفیسر فارسی لکھنؤ یونیورسٹی، نے علامہ ابن العذاری المراکشی کی کتاب "البیان المغرب فی اخبار المغرب" کی طرف میری توجہ منعطف کرائی۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد میں افریقیہ کی تاریخ ہے اور دوسری میں اندلس کی۔ سردست میں صرف جلد اوّل کا ترجمہ شائقین کے ہاتھوں میں دے رہا ہوں۔ دوسری جلد کا بھی ترجمہ ہو رہا ہے، جو اس کے بعد شایع کیا جائیگا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اس کتاب کو علامہ ڈوزی نے بہ تصحیح و تعلیقات ۱۸۴۸-۵۱ء میں لیڈن سے شایع کیا۔ یہی ایڈیشن ترجمہ کے وقت میرے پیش نظر تھی۔ اس کے شروع میں انھوں نے ۱۰۰ صفحات کا مقدمہ لکھا ہے جس میں کتاب کی تاریخ اور ابن العذاری کے سوانح حیات پر بحث کی ہے۔ افسوس ہے کہ یہ مقدمہ مغلق فرانسیسی زبان میں ہے اور وہاں تک میری دسترس نہیں۔ برادر عزیز القدر ڈاکٹر محمد بذل الرحمن نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کا ترجمہ میرے لئے کر دینگے لیکن وہ اپنی گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے اپنے وعدے کا ایفاء نہ کر سکے۔ اُدھر احباب اور شائقین کا تقاضا ہے کہ اس ترجمہ کو جلد شایع کر دیا جائے، لہٰذا میں اس کو بغیر مقدمہ ہی کے شایع کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ اس کی دوسری جلد کے ساتھ مقدمہ بھی شامل ہو سکیگا۔

ترجمہ کے متعلق میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ:-

"فما کان فیہ من صواب فمن اللہ وما کان فیہ من خطاءٍ فھو من شان الانسان، والمسئول من کل من وقف علیہ من الاخوان فی اللہ تعالے ستر ما فیہ من الخطاء و اصلاح ما یمکن اصلاحہ و عدم المواخذۃ بما فیہ من نقصٍ او خللٍ"۔

آخر میں میں برادر عزیز مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب ایم اے، ایم آر اے ایس، پروفیسر فارسی و عربی مدراس یونیورسٹی کا سپاس گزار ہوں کہ اُنھوں نے مسودہ

بی نظر بانی بی اور سعید سوروں سے میری مدد کی۔ ان کے علاوہ برادر عزیز معتمد کلیم الرحمٰن صاحب بی اے نے اس کی طباعت و اشاعت کا کام اپنے ذمہ لے کر مجھ کو بہت سی تکلیفوں سے بچایا۔ ان کا بھی میں ممنون ہوں۔ اس کتاب کے شروع میں جو افریقیہ و مغرب کا نقشہ ہے وہ عثمانیہ یونیورسٹی کے ہونہار طالب علم اور میرے عزیز شاگرد مولوی احمد الدین احمد صاحب کے شوق اور محنت کا نتیجہ ہے۔ ان کا بھی میں شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میری مدد کی۔

حیدرآباد دکن
۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۱ھ

محمد جمیل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ب[۱] . . . . افریقیہ میں ایک ساحل ہے جس کا نام مُنستیر ہے، اور وہ جنت کے اور دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اور اسی ملک میں ایک پہاڑ مَمطور نامی ہے، جو جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے . . . ایسے . . .

ایک حدیث میں ہے کہ افریقیہ سے قیامت کے دن ستّر ہزار شہید اُٹھینگے، جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کے مانند ہونگے۔ ابن وہب سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل افریقیہ کے لئے سخت سردی اور اجرِ عظیم مخصوص ہے۔ سفیان بن عُیینہ نے روایت بیان کی ہے کہ مغرب میں توبہ کا ایک دروازہ کھُلا ہوا ہے، جو چالیس خریف (؟) کے فاصلہ پر واقع ہے، اس کو اللہ اُس وقت تک بند نہ کریگا کہ جب تک سورج اس سے طلوع نہ کرے۔

---

[۱] یہاں متن ناقص ہے۔ کتاب کے کم از کم آٹھ صفحات جن میں غالباً علامہ ابن عذاری نے افریقیہ کے جغرافی حالات بیان کئے تھے، غایب ہیں۔ جہاں جہاں کتاب ناقص ہے وہاں آیندہ بھی نقطے دے دیئے ہیں۔ (مترجم)

حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے مہاجرین اولین میں سے بہت سے اصحاب افریقیہ میں داخل ہوئے، اور اسی طرح اندلس کے ملک میں تابعین کی ایک بڑی کثیر جماعت داخل ہو گئی۔ اہل عرب کے مآثر اس قدر ہیں کہ اُن کا احاطہ کرنا اور اُن کو شمار کرنا ناممکن ہے۔

سب سے پہلے جو مسلمان، غازی کی حیثیت سے، افریقیہ میں داخل ہوئے وہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب کے زمانہ میں عمروؓ ابن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے سنہ ۲۰ھ میں مصر کو فتح کیا، اور عقبۃ بن نافع الفہری کو زویلہ اور برقۃ کی طرف روانہ کیا۔ اُنہوں نے ان دونوں شہروں کو فتح کیا اور اس کے بعد حضرت عمروؓ بن العاصؓ بذاتِ خود، برقۃ کی طرف تشریف لے گئے، اس کے باشندوں سے صلح کر لی اور اُن پر جزیہ عائد کر دیا اس کے بعد اُنہوں نے اطرابلس کی طرف توجہ کی، اور اُس کو فتح کر لیا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ بربریوں کے قبیلہ نفوسہ نے نصرانیت قبول کر لی تھی، اور اطرابلس والوں نے اُن کے خلاف استغاثہ کیا تھا۔ سنہ ۲۱ھ میں حضرت عمروؓ بن العاص نے اسکندریہ کی طرف رخ کیا۔ اسی سنہ میں اُنہوں نے بلاد اطرابلس کو فتح کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی کامیابی اور خدا کی طرف سے نصرت و فتح کی اطلاع دی، اور لکھا کہ اب ان کے سامنے صرف بلاد افریقیہ ہیں، جہاں کے بادشاہوں کی تعداد کثیر ہے، اور وہاں کے باشندے...... ان کی سواری کا جانور گھوڑا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو وہاں سے واپس آجانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت عمروؓ بن العاص نے لشکر کو مصر کی طرف واپس کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس اثناء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اور اُن کی جگہ حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے۔ اُنہوں نے سنہ ۲۵ھ میں عمروؓ بن العاص کو معزول کر کے عبداللہ ابن سعد (ابن ابی سرح) کو اُن کی جگہ مصر کا والی مقرر کیا۔ سنہ ۲۷ھ میں امیر المومنین حضرت

عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو .... افریقیہ .....

ابن ابی سرح کی فتح افریقیہ کا ذکر

.... مروان ابن الحکم نے، ...... اور بنو امیہ میں سے کثیر تعداد جمع کی .... حضرت عبداللہؓ بن الزبیرؓ بن العوام بھی اپنی قوم کی ایک تعداد کے ساتھ ... اور عبدالرحمٰن .... رضی اللہ عنہما۔ اور عبداللہ

....

....

لوگ .... ان ہتھیاروں میں (جو اُن کے پاس تھے) ....

یہ واقعہ اُسی سال کے ماہ محرم کا ہے۔ اُنہوں نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا؛ اور جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر اُن کو وعظ و نصیحت فرمائی؛ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ان کو اکسایا؛ اور پھر کہا کہ میں نے عبداللہ بن سعد سے اس بات کا عہد لے لیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور نرمی سے پیش آئیں۔ جب تک کہ تم عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تک نہ پہنچو میں نے حرث بن الحکم کو تمہارا افسر مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تمہارے حاکم ہونگے۔

عبداللہ بن سعد بن ابو سرح العامری کی امارت، اور ان کے ہاتھ سے فتح افریقیہ کے مختصر حالات

ان کا نسب یہ ہے:۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح العامری۔

وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ پھر اسلام سے مرتد ہوگئے اور مکہ میں مشرکین کے ساتھ جا ملے۔ اسی زمانے میں معاویہؓ ابن ابی سفیان مکہ میں مسلمان ہوئے اور اُن کا اسلام بھی سچا ثابت ہوا۔ اس لئے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سعدؓ کی جگہ اُن کو کاتب وحی مقرر کر لیا۔

جب مکہ فتح ہوا تو عبداللہؓ بن سعد نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان میں پناہ لی، اور حضرت عثمانؓ غنی نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کے لئے امان لے لی۔ یہ (عبداللہ بن سعد) ابن ابی سرح حضرت عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی تھے۔ اس واقعہ کے بعد سے ان کا اسلام بھی پختہ ہو گیا۔ چنانچہ جب خلافت حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں منتقل ہوئی تو انہوں نے ان کو ملک مصر اور اس کے ملحقات پر عامل مقرر کر دیا۔ وہ مسلمانوں کی فوج کے حصّوں کو اطراف افریقیہ کی جانب چھاپے مارنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک خط کے ذریعے سے مسلمانوں کی اس کامیابی کی دربار خلافت کو اطلاع دی۔ یہی سبب تھا کہ ان کے پاس فوج روانہ کی گئی۔ ان ہی کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا گیا، اور وہ اُسے لے کر افریقیہ میں جہاد کی غرض سے داخل ہوئے۔

عبداللہ (بن سعد) بن ابی سرح بیس ہزار آدمیوں کو لے کر مصر سے افریقیہ کی طرف نکلے۔ افریقیہ کا حاکم جرجیر نامی ایک بطریق تھا۔ اطرابلس سے طنجہ تک کا علاقہ اس کے ماتحت تھا۔ عبداللہ (بن سعد بن ابی سرح) نے اطراف افریقیہ میں فوج کے دستے روانہ کئے، اور اُنہوں نے ہر طرف سے مال غنیمت جمع کیا۔ ایک روز علی الصباح سبیطلہ (یا بسیطلہ) کے مقام پر عبداللہ اور بطریق کا مقابلہ ہوا۔ افریقیہ ومغرب کے حاکم جرجیر کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کا دل گھٹنے لگا۔ اُن کے اور (عبداللہ) ابن سعد کے درمیان میں اختلاف رائے ہو گیا

عبداللہ اپنے خیمہ میں اس معاملے پر غور و فکر کرنے کے لئے چلے گئے۔ جب جرجیر نے دیکھا کہ مسلمانوں پر اس کا رعب طاری ہو گیا ہے تو اُس نے اپنا دیدبان نکلوایا، اور اس پر چڑھ کر لشکروں کو دیکھنے اور لڑائی کا نظارہ کرنے لگا . . . . . .

. . . . . . اس کی بیٹی بھی دیدبان پر چڑھ گئی اور اپنے چہرے پر سے نقاب ہٹا لیا۔ اُس کی اُن لونڈیوں کی تعداد جو دیدبان پر اس کے ساتھ تھیں، چالیس تھی اور وہ سب کی سب بہترین لباس و زیورات سے مزین تھیں۔ اُس کی فوج ایک ایک دستہ کر کے اُس کے سامنے سے گذری۔ اس (بطریق) نے اُن سے پوچھا کہ کیا تم اس (عورت) کو جانتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ ہماری مالکہ اور بادشاہ کی بیٹی ہے . . . . تم میں سے جو کوئی عبداللہ بن سعد امیر عرب کو . . . . اُس کے لئے ہے یہ (عورت) مع تمام خدم و حشم اور نعمت و زینت کے

. . . .

. . . .

حالت یہ تھی، جیسا کہ اس سے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی۔ اور جرجیر کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی۔ اسی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف رائے ہو گیا، اور (عبداللہ) ابن سعد اس معاملہ پر غور و فکر کرنے کے لئے اپنے خیمہ میں چلے گئے۔

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے جرجیر حاکم افریقیہ و مغرب کو قتل کرنے کا بیان

(حضرت) عبداللہ ابن زبیر کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے، اور جرجیر ایک بھورے گھوڑے (برذون ؟) پر سوار اپنے ساتھیوں کے پیچھے ان سے بالکل الگ کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ دو لونڈیاں تھیں جو اُس پر مور

پردوں سے سایہ کئے ہوئے تھیں۔ میں عبداللہ بن سعد کے خیمہ کی طرف آیا اور اندر جانے کی اجازت مانگی۔ اس کے حاجب نے مجھ سے کہا کہ اِن کو اِن کے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ وہ تم لوگوں ہی کے معاملہ میں غور و فکر کر رہے ہیں، اور اگر وہ کسی صائب رائے پر پہنچ گئے تو وہ خود باہر آجائینگے یا لوگوں کو بلا لینگے۔ میں نے کہا کہ میں اُن سے کچھ کہنا سننا چاہتا ہوں۔ حاجب نے جواب دیا کہ اُن کا حکم ہے کہ جب تک وہ مجھے نہ بلائیں میں لوگوں کو اُن کے پاس نہ جانے دوں۔ (حضرت) عبداللہ ابن زبیر کہتے ہیں کہ میں خیمہ کے گرد پھرتا ہوا اُس کے پیچھے چلا گیا۔ جب اُنھوں (عبداللہ ابن سعد) نے میری صورت دیکھی تو سر سے اشارہ کیا کہ آجاؤ، چنانچہ میں خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔

جب میں خیمہ کے اندر پہنچ گیا تو اُنھوں نے کہا کہ اے (عبداللہ) ابن زبیر! تم یہاں کیوں آئے — میں نے جواب دیا کہ میں نے دشمن کی ایک کمزوری دیکھ پائی ہے۔ چاہا کہ ہم اس فرصت سے فایدہ اُٹھائیں جو خدا نے ہمارے لئے مہیا کردی ہے۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں ہم اُس کو ضائع نہ کردیں۔

یہ سنتے ہی وہ فوراً کھڑے ہوگئے، اور باہر نکل آئے، اُنھوں نے وہ تمام حالات جو میں نے دیکھے تھے ملاحظہ کئے، اور بآواز بلند کہا کہ اے لوگو! اپنے دشمن کے مقابلہ میں ابن زبیر کا ساتھ دو۔ یہ سن کر لوگوں کی ایک بڑی تعداد میرے گرد جمع ہوگئی۔ اُن میں سے میں نے تیس سواروں کو منتخب کیا، اور اُن سے کہا کہ میں حملہ کرتا ہوں۔ جو شخص پیچھے سے مجھ پر حملہ کرے اُسے مار کر بھگا دو۔ جو کوئی میرے سامنے آئیگا اُس کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں انشاء اللہ۔

عبداللہ ابن زبیر کا بیان ہے کہ "یہ کہہ کر میں نے اُس طرف حملہ کیا جہاں جرجیر تھا، اور جو لوگ میرے ہمراہ تھے وہ میرے پیچھے رہے، یہاں تک کہ میں اُن کی

صفوں کو چیر کر اُس خالی میدان تک پہنچ گیا، جو میرے اور اُن کے درمیان میں واقع تھا۔ اُس (جرجیر) نے یہ سمجھا کہ میں اُس کے پاس ایلچی بن کر آیا ہوں مگر جب اُس نے مجھ پر ہتھیار کے نشانات دیکھے تو یہ خیال کیا کہ میں اُس کے پاس بھاگ کر آیا ہوں۔ بہرحال جب میں اُس کے پاس پہنچا تو میں نے اُس کے نیزہ مارا، اور وہ گر پڑا۔ میں اُس کی طرف حملہ کرنے کے لئے جھپٹا۔ مجھے دیکھ کر اُس کی دونوں لونڈیاں بھی اُس پر گر پڑیں۔ میں نے اُن میں سے ایک کا ہاتھ کاٹ ڈالا، اور جرجیر کا کام تمام کر کے اُس کا سر اپنے نیزے پر اٹھا لیا۔ یہ دیکھ کر اُس کے ہمراہی پلٹ پڑے مسلمانوں نے میری جانب بڑھ کر اُن پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور رومیوں کو ہزیمت مسلمانوں نے اُن کو خوب دل کھول کر قتل کیا۔ اور ہر طرف سے کمین گاہوں سے لوگ نکل کر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں کے رسالہ اور پیادہ فوج نے سبیطلہ کے قلعہ کی جانب پیش قدمی کی۔ رومی قلعہ میں داخل ہونے سے مانع آئے۔ مسلمانوں نے میدان اور ناہموار زمین میں ہر جانب سے اُن کو گھیرنا اور دھکیلنا شروع کیا۔ اُن کے بہادروں اور شہسواروں کو قتل کیا؛ بے شمار آدمی قیدہوئے۔

.. تکسوکیمر ہے نے بچشم خود ایک مقام پر ایک ہزار سے زیادہ قیدی دیکھے"۔

تنازع ہوا کہ اُس کو کس نے قتل کیا ہے۔ جرجیر کی بیٹی یہ ... نے کہا کہ یہ عرب کس معاملہ میں جھگڑ رہے ہیں۔ اس کو بتلایا گیا کہ تمہارے باپ کے قاتل کے متعلق اختلاف ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نے اُس شخص کو دیکھا ہے جو میرے باپ کے پاس تک پہنچ گیا تھا اور جس نے اس کو قتل کیا تھا۔ امیر ابن ابی سرح نے پوچھا کہ کیا تم اُس کو دیکھ کر پہچان لوگی

. . . .

چنانچہ اُنہوں نے لوگوں کو اُس کے سامنے سے گزرنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ عبداللہ ابن زبیر اُس کے سامنے سے گذرے۔ اس لڑکی نے کہا . . . . . .

. . . . ابن ابی سرح نے (عبداللہ بن زبیر سے کہا) کہ تم نے اُس کے قتل کرنے کے واقع کو ہم سے کیوں پوشیدہ رکھا۔ . . . .

. . . .

. . . .

مال غنیمت کا اکثر حصہ سونا اور چاندی تھا . . . .

. . . .

چنانچہ ابن ابی سرح کے سامنے سونے اور چاندی کے مٹکے لا کر رکھنے شروع کئے۔ اُنہوں نے افریقیہ کے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ تمام مال تم کو کہاں سے دستیاب ہوا (یہ سُن کر) اُن میں سے ایک شخص زمین پر کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔ اتنے میں وہ لوگ زیتون کی کچھ گٹھلیاں اُٹھا لائے، اور اُس شخص نے جواب دیا کہ یہی چیز ہے جس سے ہم کو یہ تمام مال و متاع حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ اہالی بحر کے ہاں زیتون نہیں ہوتا وہ یہ چیز ہمیں سے خریدتے تھے۔ (بہرحال) یہ پایا غنیمت
یس سے قیراط تمیل کر حصہ ملا

اس کے بعد ابن ابی سرح نے مختلف جہات میں فوجیں قتل و غارت کے لئے روانہ کیں۔ یہ فوجیں قفصہ کے محلوں تک پہنچ گئیں، اور اُنہیں لوٹا اور قیدی پکڑے مصنف کا بیان ہے کہ اس واقعہ سے افریقیہ میں رومی سخت ذلیل ہو گئے اور اُن پر مسلمانوں کا ایسا رعب چھا گیا کہ وہ قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس کے بعد اُنہوں نے عبداللہ بن سعد (ابن ابی سرح) سے یہ چاہا کہ وہ اُن سے

تین سو قنطار سونا لے کران کا پیچھا چھوڑ دیں، اور اُن کے ملک سے چلے جائیں۔ ابن ابی سرح نے یہ شرط منظور کی، اور مال لے لیا۔ صلح نامے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ صلح سے پہلے مسلمانوں کو جو مال غنیمت حاصل ہو گیا ہے وہ اُن کی ملکیت ہے۔ صلح کے بعد جو کچھ اُنہوں نے حاصل کیا تھا وہ سب کا سب رومیوں کو واپس کر دیا۔

اس سے فارغ ہو کر امیر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے عبداللہ ابن زبیر کو بلایا، اور کہا کہ تم سے زیادہ اس بشارت کے پہنچانے کا حق اور کسی کو نہیں! اس لئے تم جاؤ اور امیر المومنین، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اس کامیابی کی بشارت دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر سبیطلۃ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ چوبیس دن میں مدینہ پہنچے۔ افریقیہ میں ان کے قیام کا زمانہ ایک سال اور دو مہینہ تھا۔ اسی اثناء میں مال غنیمت بھی مدینہ پہنچ گیا، اور اس کو فروخت کیا گیا۔ خُمس کا حصّہ مروان بن الحکم کے ہاتھ آیا۔ . . . . . .

. . . .

منجملہ اور باتوں کے حضرت عثمان پر ایک الزام یہ بھی لگایا گیا تھا۔ اس معاملے نیز الحکم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ملک بدر کرنے کے بعد واپس بلا لینے کے متعلق کندہ کا بھائی عبدالرحمٰن کہتا ہے۔

ساحلف باللہ جہد الیمین ما ترك اللہ امرا سدٰا

(میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اس نے تمام امر کو صحیح نہیں چھوڑا۔)

ولکن خُلِقتَ لنا فتنۃ لکی نبتلی بك او تبتلی۔

(لیکن تم ہمارے لئے فتنہ بن کر پیدا ہوئے ہو تاکہ ہم کو تم سے یا تم کو خود آزمایا جائے)

دعوتَ اللعین فادینتہٗ خلافاً لسنّۃِ من قد مضی۔

(تم نے آنحضرتؐ کے طریقہ کے برخلاف (اُس) ملعون کو واپس بلایا اور (اُس کو) اپنا مقرب بنالیا)

واعطیت مروان خمس العباد ظلما لھم وحمیت الحمی۔

(تم نے مروان کو لوگوں کا خمس ظلم کر کے دے دیا۔ اور اپنے رشتہ داروں کی حمایت کی۔)

ایک دن مروان بن الحکم نے حضرت امیر معاویہؓ کی مجلس میں کہا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں حرام چیز بالکل شامل نہیں۔ اوّل مدینہ میں میرا مکان۔ دوسرے ذی خشب میں میری جائداد و مال۔ اور تیسرے میری بیویوں کے مہر۔ یہ سن کر معاویہؓ نے عبداللہ ابن زبیر کی طرف جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ دیکھا اور ان سے کہا کہ

. . . .

. . . . اے ابو عبدالملک ذرا ٹھیرو ہم لوگ عبداللہ (بن سعد) بن ابی سرح کے ہمرکاب افریقیہ کی جانب نکلے۔ . . . .

. . . .

. . . .

. . . .

جب یہ خبر مجفور (؟) کو پہنچی تو وہ بغیر جنگ کے منہزم ہو کر جہاز میں سوار ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر آگے بڑھے اور باب سوستہ کے قریب اُترے ساحل سمندر پر کھڑے ہوئے۔ اور عصر کی نماز مع تمام مسلمانوں کے ادا کی۔ رومی اُن کی اس جرأت کو دیکھ کر متعجب ہو رہے تھے . . . .

. . . . اس اثناء میں (عبداللہ) ابن زبیر اپنی نماز میں مشغول رہے۔ انہیں ہر خبر سے ذرا بھی پریشانی نہ ہوئی۔ آخر نماز سے فارغ ہوئے . . . .

اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر رومیوں پر حملہ کیا۔ وہ لوگ شکست کھا کر بھاگ گئے اور (عبداللہ) ابن زبیر معاویہ بن حدیج کی طرف واپس آگئے . . . .

. . . . اس کے بعد معاویہ بن حدیج نے عبدالملک بن مروان کو دو ہزار

سوار دے کر جلولا روانہ کیا . . . . اُنہوں نے اُس کا چند روز تک محاصرہ کیا اور وہاں کے لوگوں کی کثیر تعداد کو قتل کیا۔ انجام کار اُس کو بزورِ شمشیر فتح کر لیا۔ تمام سپاہیوں کو قتل کر ڈالا جو کچھ اس شہر میں تھا، سب پر قبضہ کر لیا، اور اُس کو معاویہ بن حُدَیج کے پاس لے آئے۔ اُنہوں نے اس تمام مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک شخص کو دو سو مثقال مال ملا۔

معاویہ بن حدیج نے ایک بحری لشکر تیار کیا، اور اس کو دو سو جہازوں میں صقلیہ کی طرف روانہ کیا۔ اس لشکر نے لوگوں کو قید کیا، مال غنیمت حاصل کیا اور ایک ماہ وہاں قیام کرنے کے بعد واپس آ گیا . . . .

(اس لشکر کو) ایسے بت ملے جو جواہرات سے مرصع تھے۔ اس مال غنیمت کو تقسیم کر دیا گیا . . . . معاویہ بن ابی سفیان۔ یہ تمام واقعات عریب میں درج ہیں۔

افریقیہ میں معاویہ بن حدیج الکندی کے حالات

رقیق اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ ہرقل قسطنطنیہ اور روم کا بادشاہ تھا . . . . اپنا جزیہ ادا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک توِمس صاحب اسکندریہ و برقہ تھا اور ان ہی میں سے . . . . اطرابلس و صبرۃ۔ و صاحب صقلیہ۔ روم۔ افریقیہ اور اندلس۔

جب اُس کو معلوم ہوا کہ . . . . عبداللہ (ابن سعد) ابن ابی سرح . . . . تو اُس نے افریقیہ کی طرف ایک بطریق کو روانہ کیا جس کا نام اولیمہ تھا . . . . تین سو قنطار سونا۔ جیسا کہ اس سے قبل ابن ابی سرح نے لے لیا تھا۔ وہ قرطاجنہ کے مقام پر اُترا

اور اُن کو قیصر کے اس حکم کی اطلاع دی . . . . اُنھوں نے اُس سے
کہا کہ جو کچھ ہمارے پاس تھا، اُس کو ہم نے اپنے فدیہ میں عربوں کے حوالے کر دیا . . .
. . . . وہ ہم سے حسب عادت لے لیتا ہے۔ ان کے سیاہ و
سپید کا مالک ایک شخص جباجیسہ نامی تھا . . . .
. . . . اور جباجیسہ شام
کی طرف چلا گیا . . . . اور اس سے یہ درخاست
کی کہ وہ اُس کے ہمراہ مغرب میں ایک لشکر روانہ کر دے۔ چنانچہ روانہ کر دیا گیا . .
. . . . . . ۴۵ھ میں ابن حُدَیج روانہ ہوا . . . . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

عبدالملک بن مروان کی کمان . . . .
اُس نے لوگوں کے پیچھے غل مچایا، اور وہ واپس آ گئے چنانچہ ان کے درمیان . .
. . . . نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شہر میں بزور شمشیر داخل
ہو گئے، اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اس میں جو کچھ مال و اسباب تھا اُس پر
مسلمان قابض ہو گئے۔ . . . . معاویہ بن حدیج اور

عبدالملک (بن مروان) نے درمیان اس کے متعلق تنازع ہوا۔ کیونکہ عبدالملک اس کو اپنے ہمراہیوں اور دوستوں میں تقسیم کر دینا چاہتا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو اس شہر کا فاتح سمجھتا تھا۔ اس موقع پر حنش الصنعانی نے ایک دن عبدالملک سے کہا کہ تم کیوں اس کی پروا کرتے ہو؟ کیونکہ خدا کی قسم ایک دن تم خلیفہ ہو جاؤ گے، اور یہ حکومت تمہاری ہوگی۔ اس لئے اس مال کی پروا نہ کرو جب عبدالملک انجام کار خلیفہ ہوگیا، اور حجاج بن یوسف کو عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا تو حنش . . . . گرفتار ہوا، اور عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجا گیا۔ خلیفہ نے اُس سے کہا کہ کیا تو وہی شخص نہیں ہے جس نے واقعہ جلولا کے موقع پر مجھے خلافت کی بشارت دی تھی؟ اُس نے جواب دیا کہ ہاں۔ عبدالملک نے سوال کیا کہ پھر باوجود اس کے تو مجھے چھوڑ کر عبداللہ کے ساتھ کیوں ہوگیا۔ جواب دیا کہ میں نے یہ دیکھا کہ وہ خدا کی طرف راغب ہے اور تو دنیا کی طرف، اس لئے میں اُس کی طرف مائل ہو گیا۔ خلیفہ نے کہا کہ جا میں نے تجھے معاف کیا۔

...یں سب سے پہلے معاویہ بن حدیج نے صقلیہ پر فوج کشی کی۔ اُس نے عبداللہ بن قیس کو وہاں روانہ کیا۔ اُس کو وہاں سے بہت سے سونے اور چاندی کے بت مرصع بہ جواہر دستیاب ہوئے۔ ان سب کو معاویہ بن ابی سفیان کے پاس روانہ کر دیا گیا، اور اُنہوں نے اُن سب کو ہندوستان کی طرف بھیج دیا تاکہ اُن کو فروخت کر کے قیمت وصول کر لی جائے۔ لوگوں کو ان کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری۔ امیر معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے افریقیہ پر معاویہ بن حدیج کندی ہی عامل تھا۔ اس شخص کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ یہ بروایت طبری کی ہے۔

۴۷ھ میں امیر معاویہ بن ابی سفیان نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مصر سے معزول کر کے معاویہ بن حدیج کندی کو اُس کا والی مقرر کیا۔ چنانچہ وہ افریقیہ سے مصر روانہ ہوگیا۔ اُسی معاویہ بن حدیج نے محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا . . . . عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے اُس سے کہا کہ اے معاویہ (بن حدیج) تو نے معاویہ بن ابی سفیان سے اپنا اجر پالیا . . . . بن ابی بکر کو اس شرط پر قتل کیا تھا کہ وہ تجھ کو مصر کا والی بنادیں چنانچہ اُنہوں نے اپنی شرط پوری کی اور تجھ کو والی بنادیا۔ معاویہ (بن حدیج) نے جواب دیا کہ میں نے محمد (ابن ابی بکر) کو ولایت مصر کے لئے قتل نہیں کیا تھا۔ بلکہ . . . .

۴۸ھ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے مصر و افریقیہ پر معاویہ بن حدیج کندی عامل تھا۔

۴۹ھ میں عقبہ بن نافع فہری نے روم کے خلاف اہل مصر کو ساتھ لے کر

[illegible]

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . . بن نافع بن عبد قیس بن . . . بن . . .

. . . . بن . . . . بن . . . . قبائل متفرق ہو گئے ۔

ابن ابی الغفہ . . . . کا بیان ہے کہ عقبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک سال قبل پیدا ہوئے تھے ۔

ابراہیم ابن قاسم کا بیان ہے کہ عقبہ (بن نافع) افریقیہ میں دس ہزار مسلمانوں کو لئے ہوئے پہنچے۔ اس علاقہ کو فتح کر کے اُس میں داخل ہوئے اور اس میں جو عیسائی تھے اُن کو قتل کر ڈالا ۔

اس واقعہ کے بعد عقبہ بن نافع نے کہا کہ جب کبھی کوئی امام اس علاقے میں داخل ہوتا ہے تو وہاں کے لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں . . . . . . (اور پھر) جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ مرتد ہو کر کفر اختیار کر لیتے ہیں (اس لئے اے مسلمانو میری یہ رائے ہے کہ تم . . . . اختیار کر لو۔ تاکہ قیامت تک اسلام کو معزز کر دو۔ لوگوں نے اس امر پر اتفاق کیا (اور یہ کہ اہل مرابطین (سرحدی فوجیں) . . . . جہاد اور چھاؤنیاں قایم رکھنے کا سلسلہ جاری کیا جائے۔

عقبہ نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ قیصر قسطنطنیہ اس راستہ سے آکر اُس پر قابض ہو جائے۔ اس لئے کرنا یہ چاہیئے کہ اُس کے اور سمندر کے درمیان میں (ایک) . . . . جس پر سمندر کا مالک قابض نہ پا سکے۔ مگر . . . . . جبکہ وہ اس کے اور سمندر کے درمیان حائل ہو جائے تو نماز کا قصر بھی واجب نہ ہوگا۔

پس وہ مرابطین ہو گئے پس جب . . . . یہ (ہوا) اُس نے کہا کہ اُس کو سبخہ کے قریب کر لو۔ کیونکہ تمہارا بار برداری کا جانور اونٹ ہے . . . . اُن کے ساتھ ہم کو جہاد اور جنگ تو اُس وقت تک کرنی ہی ہے کہ جب تک خدا ہم کو فتح عطا کرے . . . . ہمارے اونٹوں کی چراگاہیں بربریوں اور عیسائیوں کی زد سے پناہ میں رہینگی ۔

اشبیلی نے اپنی (کتاب) مسالک میں بیان کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کہ انہوں نے مغرب کو خالی کر دیا اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ افرنج اس معاملے میں آگے سبقت لے جا چکے ہیں۔ انہوں نے ان کو جلا وطن کیا۔ آخر اس شرط پر صلح ہوئی کہ اہل افرنج نشیب کی زمینوں میں مقیم رہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہاں شہر آباد کئے۔
۵۰ھ میں عقبہ نے قیروان کا شہر بنانا شروع کیا اور عربوں نے اُن کا ساتھ دیا۔ لوگوں نے اُن سے کہا کہ "آپ نے ہم کو ایسے گھنے جنگل اور دلدلوں میں شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے جس میں کوئی شخص اقامت پسند نہیں کر سکتا۔ ہم کو سانپو اور درندوں اور دیگر وحشی خونخوار جانوروں سے"۔ معلوم ہوتا ہے عقبہ ابن نافع کے لشکر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اٹھارہ صحابی شامل تھے اور باقی تمام کے تمام تابعین تھے۔ عقبہ نے خدائے عزوجل سے دعا مانگی اور ان کے تمام ہمراہیوں نے آمین کہی۔ یہ دعا مانگ کر وہ سبخہ شور زمین میں گئے۔ اور ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ پکار کر کہا کہ "اے سانپو اور درندو! ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، تم ہمارے یہاں سے چلے جاؤ" کیونکہ ہم یہاں ٹھہرنے والے ہیں، اور اس وقت کے بعد جس کو ہم یہاں پائینگے اُسے قتل کر دینگے"۔ اس کے بعد لوگوں نے یہ عجیب غریب تماشا دیکھا کہ درندے جنگل میں اپنے بچوں کو اٹھا کر نکلے، اور بھیڑیے اور سانپ بھی علے ہذا القیاس اپنی اپنی اولاد کو اٹھا کر بھاگے۔ عقبہ نے لوگوں میں منادی کرادی کہ "اُن کے جاتے وقت کسی سے کسی طرح کا تعرض نہ کریں"۔
جب اس طرح اُن کے دیکھتے دیکھتے تمام وحوش اور حشرات الارض وہاں سے نکل گئے تو عقبہ (بن نافع) اُس وادی میں ٹھہرے اور لوگوں کو حکم دیا کہ درخت کاٹ کے زمین (میدان) صاف کر دیں۔ اس واقعہ کے چالیس برس بعد تک اہل افریقیہ نے وہاں بچھو یا درندے کا نام و نشان تک نہ پایا۔ دارالامارۃ اور مسجد جامع کی چار دیواری

بنائی گئی، مگر کوئی عمارت تعمیر نہیں کی گئی عقبہ بن نافع اسی حالت میں اس میں نماز ادا
کرتے رہے۔ اس کے قبلہ کی سمت کے معاملہ میں لوگوں کے آپس میں اختلاف ہوا،
اور انہوں نے کہا کہ اہل غرب اسی مسجد کے سمت قبلہ کے مطابق اپنی تمام مسجدیں
رکھینگے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس امر میں سخت احتیاط سے کام لیا جائے۔ چنانچہ
ایک عرصہ تک وہ سب موسم سرما و گرما کے مطالع نجوم اور مشارق شمس کو دیکھتے رہے
جب عقبہ نے اُن کے اس اختلاف کو دیکھا تو ایک رات سخت غم والم کی حالت میں
بسر کی، اور خدائے تعالےٰ سے اس مشکل کے حل کی دعا مانگی۔ رات کو جب سو گئے
تو خواب میں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اُن سے کہا کہ "جب تم صبح کو اٹھو
تو جھنڈے کو ہاتھ میں لے کر اُس کو گردن پر رکھ لو۔ تم اپنے آگے تکبیر کی آواز
سنو گے، جس کو سوائے تمہارے کوئی اور مسلمان نہ سن سکیگا۔ اُس جگہ کا خیال رکھو جہاں
یہ تکبیر تم کو سنائی نہ دے۔ بس وہی مقام تمہارا قبلہ اور محراب ہے۔ خدائے عزوجل تمہاری
سپہ سالاری، اس شہر اور اس مسجد سے خوش ہے۔ عنقریب وہ اپنے دین کو اس سے
عزت دیگا، اور کفار کو اس کے ذریعہ سے ذلیل کریگا۔" اس کے بعد اُن کی آنکھ کھل گئی
وہ سخت گھبرائے۔ اُسی وقت اٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھنی شروع کی۔ وہ مسجد ہی میں مقیم
تھے اور تمام شرفاء ان کے ساتھ تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی
اور اپنے سامنے تکبیر سنی۔ انہوں نے اپنے ہمراہیوں سے دریافت کیا کہ جو کچھ میں سن
رہا ہوں کیا تم کو سنائی نہیں دیتا؟ انہوں نے کہا "نہیں"۔ اب اُن کو یقین ہو گیا کہ یہ تمام
امر اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے جھنڈا اٹھایا اور اُس کو گردن پر رکھ کر
تکبیر کے پیچھے پیچھے چلے۔ آخر اُس محراب تک جا پہنچے جو جامع مسجد میں موجود ہے۔ یہاں
یہ تکبیر بند ہو گئی۔ اس پر انہوں نے اسی مقام پر جھنڈا گاڑ دیا اور کہا کہ "یہ تمہاری محراب
ہے۔" چنانچہ شہر کی تمام مسجدوں میں اسی کی پیروی کی گئی ۔

اس امر کے فیصلہ کے بعد انہوں نے شہر کی فصیل مسجدوں اور مکانوں کی تعمیر شروع کی[۵۶] اور لوگوں نے گردونواح کے شہروں سے وہاں آنا اور بسنا شروع کر دیا رفتہ رفتہ اس کی قدرومنزلت بڑھ گئی۔ شہر قیروان کا طول تیرہ ہزار ذراع[۵۷] اور عرض چھ سو ذراع تھا۔ . . . . عقبہ ابن نافع بہت اچھے والی اور امیر اور مستجاب الدعوات تھے ۔

سنہ ۵۵ھ میں امیر معاویہ بن ابی سفیان نے مسلمہ بن مخلد الانصاری کو مصر و افریقیہ کا والی مقرر کیا اور معاویہ بن حدیج کو مصر سے اور عقبہ بن نافع کو افریقیہ سے معزول کر دیا۔ ان کا زمانہ ولائت چار . . . . جب مسلمہ افریقیہ کا والی ہوا تو اس نے عقبہ کو معزول کیا اور اس علاقہ پر . . . . . بھی مصر کا بھی عامل تھا۔ امیر معاویہ نے اطرابلس سے طنجہ تک کا تمام علاقہ اس کے تحت میں کر دیا۔ یہ پہلا شخص ہے جس کو اس تمام علاقہ کا والی مقرر کیا گیا۔ یہ حضرت

---

[۵۷] عربی فاصلوں کے متعلق ابن حاجب (المتوفی سنہ ۶۴۶ھ) کا یہ قول یاد رکھنا چاہئے :-

ان البرید من الفراسخ اربع ۔ والفرسخ فثلاث امیال ضعوا
والمیل الف ای من الباعات قل ۔ والباع اربع اذرع تستتبع
ثم الذراع من الاصابع اربع ۔ من بعدها العشرون ثم الاصبع
ست شعیرات فظہر شعیرۃ ۔ منہا الی بطن لاخرے توضع
ثم الشعیرۃ ست شعرات غلت ۔ من شعر بغل لیس فیہن ذا مدافع

۱ برید = ۴ فرسخ	۱ باع = ۴ ذرع
۱ فرسخ = ۳ میل	۱ ذرع = ۲۴ انگشت
۱ میل = ۱۰۰۰ باع	۱ انگشت = ۶ دانہ جو

اس لحاظ سے ایک ذرع آدھ گز انگریزی کے برابر ہوا ۔ (مترجم)

امیر معاویہ بن ابی سفیان کی موت تک اُس ملک کا والی رہا +

ابو المہاجر کی ولائت افریقیہ اور عقبہ بن نافع کے وہاں سے معزول ہونے کا بیان

جب امیر معاویہ بن ابی سفیان نے تمام مغرب کی ولائت مسلمۃ بن مخلد الانصاری کے ہاتھ میں دے دی۔ تو اُس نے اپنے موالی میں سے ایک شخص، ابو المہاجر کو افریقیہ کا عامل مقرر کیا، اور عقبہ بن نافع کو وہاں سے معزول کر دیا۔ اس پر لوگوں نے مسلمہ بن مخلد والئے مصر سے کہا کہ . . . . افریقیہ پر کیونکہ انہوں نے بہت سے کاموں میں سبقت کی ہے اور اُن کو خاص فضیلت حاصل ہے۔ اُن ہی نے قیروان کا شہر اور اس کی مسجد تعمیر کرائی . . . . . . ہم میں سے ایک کی طرح . . . .

. . . .

. . . .

عقبہ کا معزول ہونا ناگوار ہوا اور وہ شہر سے دو میل باہر . . . . . تونس کے راستے پر جا کر اترے . . . .

. . . .

مجھے[۵] معلوم ہوا ہے کہ قریش کے لوگ یہاں شہید ہونگے۔ عقبہ نے کہا کہ " یا اللہ میں

---

۵ متن کتاب ناقص ہونے کی وجہ سے یہ واقعہ بھی بالکل ناقص رہ جاتا ہے اس لئے یہ قصہ کتاب الاستبصار (صفحہ ۶۳) سے نقل کیا جاتا ہے:۔

ابو المہاجر کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن العاص کے زمانۂ ولائت میں حضرت عقبہ بن نافع مصر آئے، اور یہاں کے کسی گاؤں میں ٹھہرے۔ ان کے ساتھ آنحضرتؐ کے چند صحابی بھی تھے (رقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ)

بھی ان میں سے ایک ہوں" چنانچہ جو کچھ ذکر ہوا اُس کا تعلق ان ہی سے ہے ۔

مدینہ تہودا[۵۱] کا ذکر :۔

یہ ایک قدیم شہر ہے۔ اس میں بہت سے بازار ہیں مگر ربض[۵۲] ایک ہی ہے وہاں ایک جلیل القدر مسجد جامع بھی ہے۔ اس کے علاوہ اور مسجدیں بھی موجود ہیں۔ اور زبردست کاروان سرائے ہیں۔ اُس میں بربرین کی ایک قوم رہتی ہے ۔

محرم ۶۴ھ میں کسیلۃ البرنسی شہر قیروان میں داخل ہوا، اور مسلمانوں کو وہاں سے بے دخل کر دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام اہل مغرب اُس کے ساتھ مل گئے تھے، اور اُس کے ہمرکاب قیروان پر حملہ آور ہوے تھے۔ اُس وقت مسلمانوں کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ زہیر بن قیس اُن میں تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوے اور حسب ذیل تقریر کی :۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) اُن ہی میں عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص بھی شامل تھے ایک دن اُن سب کے سامنے دسترخوان بچھا ہوا تھا جب کھا چکے تو اچانک ایک چیل نے بیٹھے ہوے کھانے پر جھپٹا مارا اور ایک بے کار ہڈی اٹھالی۔ یہ دیکھ کر حضرت عقبہ نے کہا کہ "خدا کرے اس کی گردن ٹوٹ جائے"۔ یہ کہنا تھا کہ چیل سر کے بل گری اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ عبد اللہ ابن عمرو نے انا للہ پڑھا حضرت عقبہ نے پوچھا کہ "اے ابو عبد اللہ تم کو کیا ہو گیا ہے" عبد اللہ نے کہا "میں نے سنا ہے کہ اس جانب بعض لوگ فوج کشی کرینگے اور سب کے سب شہید ہو جائینگے" عقبہ نے کہا کہ "یا اللہ میں بھی اُن میں سے ایک ہوں" وہ مستجاب الدعوات تھے (مترجم)

[۵۱] تہودا (یا تہودہ) کے مفصل حالات کے لئے۔ ملاحظہ ہو کتاب "الاستبصار فی عجائب الامصار"۔ مصنفہ فان کریمر۔ مطبوعہ یورپ ۱۸۵۲ء صفحہ ۱۶۲ الخ۔ یہی مقام ہے جہاں حضرت عقبہ ابن نافع شہید ہوئے تھے۔ اسی شہر سے ایک منزل کے فاصلے پر ان کی قبر ہے ۔ (مترجم)

[۵۲] ربض شہر کے گرد اور قلعہ کے نیچے کی آبادی۔ (لسان العرب) یہ وہی چیز ہے کہ جس کو انگریزی میں (SUBURB) کہتے ہیں ۔ (مترجم)

"اے مسلمانو! تمہارے دوست اور ساتھی جنت میں داخل ہو چکے ہیں، اور خدائے عزّوجل نے اُن پر بڑا احسان کیا کہ اُن کو شہادت نصیب ہوئی۔ تم بھی ان کے ہی قدم پر چلنے کی کوشش کرو، یا تو اُن کی طرح شہید ہو جاؤ گے یا خدائے تعالےٰ تم کو فتح دیگا۔" یہ سُن کر حنش الصنعانی نے کہا کہ "نہیں! خدا کی قسم ہم تمہارے قول کو قبول نہیں کرتے، اور نہ تم کو ہم پر حق ولائت ہی حاصل ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی نجات صرف اسی میں ہے کہ وہ مشرق کی طرف نکل جائیں۔ پس اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی مشرق واپس جانا چاہے تو وہ میرے ساتھ چلا آئے۔" یہ سُن کر لوگ اُس کے پیچھے ہو گئے۔ یہاں تک کہ زہیر (بن قیس) کے ساتھ سوائے اُن کے اہل بیت کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ یہ حالت دیکھ کر وہ بھی اُن لوگوں کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ برقہ پہنچ کر اپنے محل میں مقیم ہو گئے۔ عبدالملک بن مروان کی خلافت تک وہ برابر یہاں ٹھہرے اور سرحد کی حفاظت کرتے رہے۔ ادھر کسیلۃ البرنسی اپنے لشکروں کو لئے ہوئے بڑھا چلا آیا۔ جب قیروان کے قریب پہنچا تو جو عرب وہاں مقیم تھے شہر کو چھوڑ کر بھاگ گئے! کیونکہ کسیلۃ نے رومیوں اور بربریوں کی اس قدر بڑی جماعت کو مہیا کر لیا تھا کہ وہ لوگ اُس کے مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے۔ کسیلۃ قیروان میں داخل ہوا، اور جو مسلمان وہاں باقی رہ گئے تھے اُن کو امان دے دی۔ اس وقت سے عبدالملک بن مروان کی خلافت تک وہ برابر تمام مغرب اور باقی ماندہ افریقیہ اور وہاں کے تمام مسلمانوں کا امیر رہا۔

سنہ ۶۵ھ میں عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا۔ جب اُس کی سلطنت پورے طور پر مستحکم ہو گئی۔ اور اکابر مسلمین نے اُس کی اطاعت قبول کر لی تو اُنہوں نے اُس سے درخواست کی کہ افریقیہ اور وہاں کے مسلمانوں کو کسیلۃ ملعون کے ہاتھوں سے نجات دلائے۔ خلیفہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ "رومیوں اور بربریوں سے عقبہ ابن نافع کے

خون کا انتقام ایسے ہی شخص کو لینا چاہیئے جو عقل اور دین کے لحاظ سے ان کا مثیل ہو۔ سب کی رائے یہ ہوئی کہ زہیر ابن قیس بلوی کو اس کام کے لئے مقرر کیا جائے اور وجہ یہ قرار دی گئی کہ وہ عقبہ کے دوست ہیں۔ اُن کی سیرت و تدبیر سے تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں اور اسی وجہ سے اُن کے خون کا انتقام لینے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

اس فیصلہ کے بعد عبدالملک بن مروان نے زہیر کے پاس جو اس وقت برقہ میں ٹھیرے ہوئے تھے، حکم بھیجا کہ وہ بسرعت تمام افریقیہ روانہ ہو جائیں اور قیروان کو دشمن سے چھڑالیں۔ زہیر نے اس کے جواب میں عبدالملک کو کسیلۃ کی رومیوں اور بربریوں کی جمعیت عظیم سے آگاہ کیا۔ یہ معلوم کر کے خلیفہ نے مال اور سوار پیادہ فوج سے اُن کی مدد کی۔ اس کے علاوہ عربوں کے شرفاء کو بھی جمع کر کے اُن کے پاس روانہ کردیا۔ آخر کار زہیر کے پاس خوب فوجیں جمع ہو گئیں اور ان کو لے کر وہ بسرعت تمام افریقیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

زہیر بن قیس بلوی ۶۹ھ میں ایک لشکر عظیم کے ساتھ افریقیہ کی طرف چلے اُدھر کسیلۃ بن لمزم برنسی کو اُن کا اس طرف آنا معلوم ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اُسی کا مقابلہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ مگر اُسے اس خبر سے نہ تو خوف ہوا اور نہ گھبراہٹ، کیوں کہ اُس کے پاس زہیر سے دگنی تگنی فوج رومیوں اور بربریوں کی موجود تھی۔ اُس نے بربریوں کے شرفاء کو مدعو کیا اور ان سے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں اس شہر سے چلا جاؤں، کیونکہ یہاں مسلمانوں کی ایک جماعت اقامت پذیر ہے جن سے ہم نے بہت سے عہد نامے اور وعدے کیے ہوئے ہیں اور ہم کو ڈر ہے کہ اگر ہم جنگ شروع کریں گے تو وہ ہمارے مخالف ہو جائیں گے۔ اس کے بجائے ہم کسی ایسی جگہ ٹھیریں جو اُن کے راستہ پر ہو۔ وہ مقام الممادہ(؟) ہے

کیونکہ ہمارا لشکر بہت بڑا ہے۔ اگر ہم نے اُن کو شکست دے دی، اور اُن کو اطرابلس کی طرف بھگا دیا تو اُن کا نام و نشان بالکل مٹ جائیگا۔ اور مغرب پر ابدالآباد تک ہمارا قبضہ ہو جائیگا۔ اور اگر اُنہوں نے ہم کو شکست دے دی۔ تو کوہستان اور صحراء ہم سے قریب تر ہونگے، اور وہاں ہم پناہ گزیں ہو کر قلعبند ہو سکتے ہیں۔

زہیر بن قیسؓ بلوی کے کسیلہ بن لمزم البرنسی کے ساتھ جنگ کرنے کا بیان

جب کُسیلہ قیروان سے چلا گیا، تو زہیر بن قیس تین دن شہر کے باہر ٹھیرے رہے، مگر شہر کے اندر داخل نہیں ہوئے۔ چوتھے روز اُنہوں نے بھی وہاں سے کوچ کیا، یہاں تک کہ آخر کار دن کے آخری حصہ میں اُنہوں نے کسیلہ کے لشکر کو جا لیا۔ لوگوں کو وہاں قیام کرنے کا حکم دیا۔ جب صبح ہوئی تو نماز فجر ادا کرنے کے بعد وہ اس کی طرف بڑھے، اور اُدھر کُسیلہ نے مع فوج کے اُن کی جانب پیش قدمی کی۔ انجام کار فریقین میں دست بدست جنگ شروع ہوئی، اور گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں فوجوں نے ثابت قدمی اور استقلال کا اظہار کیا اور مقتولین کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ لوگوں نے جان سے ہاتھ دھو لئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کسیلہ کو شکست ہوئی۔ اور وہ جنگ میں کام آیا۔ پھر مسلمان بربریوں اور رومیوں کے تعقب میں روانہ ہوئے، اور ان میں سے بہتوں کو قتل کر ڈالا۔ وہ ان کے تعقب میں مغرب کی وادی ملویہ تک چلے گئے۔ اس معرکہ میں مشرکوں اور رومیوں کے آدمیوں کی تعداد کم ہو گئی، اور اُن کے سردار، شرفاء اور شہسوار سب کے سب مارے گئے۔

اس جنگ کے بعد زہیر قیروان واپس چلے آئے، اور وہیں اقامت پذیر ہو گئے۔ اہل افریقیہ ان سے سخت مرعوب ہو گئے اور اُن کے دلوں میں اُن کا اس قدر خوف بیٹھا کہ اُنہوں نے قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ لی۔ اُدھر یہ ہوا کہ زہیر نے

دیکھا کہ وہ افریقیہ میں ایک وسیع ملک کے مالک ہو سکتے ہیں، اسی وجہ سے اُنہوں نے وہاں قیام کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں محض جہاد کی غرض سے یہاں آیا تھا اور اب مجھ کو خوف ہے کہ میں دنیا کی طرف مائل ہو کر اپنی آخرت کو بالکل خراب نہ کر لوں۔ درحقیقت زہیر کا شمار بڑے بڑے زاہدوں اور عابدوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ قیروان کو بالکل پر امن حالت میں چھوڑ کر چلے گئے مگر اُن کے دوستوں کی ایک بڑی تعداد وہاں رہ گئی۔

زہیر کے برقہ کی طرف جانے اور وہاں اُن کے قتل کی کیفیت

پھر زہیر ایک جم غفیر کو ہمراہ لیے ہوئے مشرق کی طرف روانہ ہوئے اہل روم کو اُن کے افریقیہ سے چلے جانے کا حال معلوم ہوا اور اب ان کے لئے یہ ممکن ہوا کہ جو کچھ وہ چاہتے تھے وہ کر لیں۔ چنانچہ وہ بڑی زبردست جمعیت میں کشتیوں پر سوار ہو کر اُس کے ساحل پر پہنچے اور برقہ پر چھاپا مارا۔ وہاں اُنہوں نے تعداد کثیر کو قید کیا۔ اور قتل و غارت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

اتفاق سے یہ وہی وقت اور زمانہ تھا جب زہیر اپنے تمام لشکر کو ہمرکاب لیے ہوئے افریقیہ سے چل کر برقہ پہنچے تھے لوگوں نے اُن کو رومیوں کے آنے اور اُن کے قتل و غارت کے واقعات سے مطلع کیا۔ اُنہوں نے یہ سنتے ہی اپنے لشکر کو اس خیال سے کہ وہ مسلمان قیدیوں کی فریاد رسی کر سکینگے اور اُن کو کفار کے ہاتھوں سے چھڑا لینگے، ساحل کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ناگاہ اُن کا سامنا رومیوں سے ہوا جن کی تعداد بہت ہی زیادہ تھی۔ اس حالت میں زہیر میدان چھوڑ کر واپس نہیں جا سکتے تھے اور اُدھر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ اہل روم اُن کو زبردستی جہازوں میں سوار کر رہے تھے اور وہ چیخ چیخ کر زہیر سے استغاثہ کرتے تھے۔

اس حالت میں زہیر کا واپس جانا اور بھی ناممکن تھا۔ اُنہوں نے اپنے اصحاب کو نیچے اُترنے کا حکم دیا۔ وہ نیچے اُتر آئے۔ یہ تمام کے تمام اشراف العابدین اور عرب مجاہدین کے رؤسا تھے۔ اور ان میں سے اکثر ایسے تھے جن کو تابعین ہونے کا فخر حاصل تھا۔ ان کو اُترتے دیکھ کر اہل روم بھی اُتر کر اُن کی طرف آئے۔ اور بڑی زبردست جمعیت کے ساتھ ان کے مقابل ہوئے۔ پھر گھمسان کا رن پڑا، اور رومیوں کو کثرت تعداد کی وجہ سے غلبہ حاصل ہوگیا۔ زہیر اور اُن کے تمام ہمراہی شرفاء عرب اسی معرکہ میں شہید ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمان دمشق پہنچے اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس حاضر ہوکر اُس کو خبر دی کہ اُن کا امیر اور تمام شرفاء شہید ہوگئے ہیں۔ زہیر کی فضیلت اور دینداری کی وجہ سے ان کی موت خلیفہ پر بہت شاق گذری۔ یہ مصیبت بھی مسلمانوں کے لئے بالکل ویسی ہی تھی جیسی کہ پہلے عقبہ کے واقع میں اُن پر پڑ چکی تھی۔ چنانچہ تمام اشراف عرب جمع ہوئے، اور عبدالملک بن مروان سے اس امر کا مطالبہ کیا کہ وہ افریقیہ کے لئے ایسے شخص کو تلاش کرے جو اُس کی سرحد کو مستحکم، اور اُس کے امور کی اصلاح کرسکے۔ عبدالملک نے کہا کہ میرے نزدیک افریقیہ کی حالت کو درست کرنے کے لئے حسان بن نعمان سے بہتر اور کوئی شخص نہیں ہوسکتا۔

سنہ ۷۴ھ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا کہتے ہیں کہ حجاج ابن یوسف نے ان کو زہر دلوایا تھا، مگر لمبا قصہ ہے اور یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

سنہ ۷۶ھ میں (مملکت) اسلام میں سب سے پہلے سکہ جاری ہوا، اور امیر المومنین عبدالملک نے مخصوص اسلامی نقوش کے درہم اور دینار مضروب کرنے کا حکم دیا۔

۷۷ھ میں مُطرف بن مغیرہ بن شعبہ نے عبدالملک کے خلاف خروج کیا، مگر خلیفہ نے اُس سے مکر وحیلہ کا برتاؤ کیا، اور آخر کار وہ مارا گیا۔

اسی سال اور کئی خارجی سرداروں نے بھی خروج کیا۔

حسان بن نعمان کی ولایت افریقیہ کا بیان

۷۸ھ میں حسان بن نعمان افریقیہ آیا۔ اُس کو خود عبدالملک نے اس کام کے لئے منتخب کیا تھا، اور چالیس ہزار آدمیوں کا ایک لشکر بھی اُس کے ہمراہ کیا تھا۔ اُس کو چند روز مصر میں، مع لشکر کے قیام کرنا پڑا۔ اس کے بعد عبدالملک نے اس کو حکم دیا کہ وہ افریقیہ کی طرف کوچ کرے۔ خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ "میں نے تم کو اموال (ملک) مصر کا پورا پورا اختیار دے دیا ہے۔ تم اپنے ہمراہیوں، ملنے والوں اور عوام الناس کو جی کھول کر انعام واکرام دو۔ بلاد افریقیہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور خدا سے برکت اور اُس کی مدد کے طلبکار رہو۔"

حسان بن نعمان کے مختصر حالات

اُن کا نسب یہ ہے:-

حسان بن نعمان بن عدی بن بکر بن مُغیث ابن عمرو مزیقیا بن عامر بن الازد۔ وہ افریقیہ میں ایسے عظیم الشان لشکر کو لے کر داخل ہوئے تھے کہ اُس سے قبل کسی مسلمان کو ایسا لشکر لے کر افریقیہ آنا نصیب نہیں ہوا۔

جب حسان بن نعمان قیروان پہنچا تو اُس نے اہل افریقیہ سے دریافت کیا کہ اس نواح اور علاقہ میں قدر و منزلت کے لحاظ سے سب سے بڑا بادشاہ کون سا ہے؟ لوگوں نے اُس کو بتایا کہ صاحب قرطاجنہ کا بادشاہ یہی شہر افریقیہ کا

دارالسلطنت بھی تھا۔ یہ معلوم کرکے حسان بن نعمان نے کوچ کیا اور شہر قرطاجنہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں رومیوں کی اس قدر زبردست جماعت آباد تھی کہ اُس کا شمار ناممکن ہے۔ ان لوگوں نے اپنے بادشاہ کی سرکردگی میں شہر سے نکل کر حسان کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے انہیں شکست دی اور بہتوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد حسان نے شہر کا محاصرہ کیا اور انجام کار اُس کو فتح کرلیا۔

افریقیہ کے شہر قرطاجنہ کا حال

اسی شہر کو موجودہ زمانے کے اہل تونس مَعلقَہ کہتے ہیں قرطاجنہ ایک زبردست شہر تھا جس کی فصیل سے سمندر کی لہریں ٹکرایا کرتی تھیں۔ تونس سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور اُن دونوں شہروں کے درمیان معمور و آباد قریہ ہیں۔ اُس وقت تک سمندر تونس کی طرف نہیں آیا تھا، مگر آخر میں اس طرف آگیا۔ اس شہر میں عظیم الشان کھنڈر۔ زبردست عمارتیں اور عالیشان بنیادیں پائی جاتی ہیں، جس سے اس کی گذشتہ مٹی ہوئی قوتوں کی عظمت وشان کا پتہ چلتا ہے۔ اہل تونس اب بھی اس کے کھنڈروں میں عجیب و غریب چیزیں پاتے رہتے ہیں، جو مرور زمانہ کے باوجود غور و فکر کرنے والے کے لئے باعث تعجب و عبرت ہیں۔

الغرض جب حسان نے وہاں پہنچ کر آدمیوں اور شرفاء کو تہ تیغ کیا تو باقی ماندہ لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ اس شہر سے بھاگ جائیں۔ بے شمار کشتیاں اور جہاز موجود ہی تھے۔ آخر کار ان میں سے بعض صقلیہ اور بعض اندلس کی طرف چلے گئے۔ جب حسان بھی وہاں سے چلا گیا، اور وہاں کے اہل بادیہ و علاقہ کو بادشاہ (روم) کے وہاں سے فرار ہو جانے کی اطلاع ہوئی۔ تو وہ شہر میں داخل ہو گئے۔ جب حسان پھر وہاں واپس آیا، اور ناکہ بندی کرکے اُس کا سخت محاصرہ

کر لیا۔ اُس کو پھر فتح نصیب ہوئی اور وہ بزور شمشیر شہر میں داخل ہوا۔ اس مرتبہ اُس نے قتل و غارت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی بے شمار قیدی اس کے ہاتھ آئے۔ اس کے بعد اُس نے اردگرد کے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ سب اُس کی سطوت اور رعب سے خوف زدہ ہو کر جمع ہو گئے اور اُن میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو حاضر نہ ہوا ہو۔ تو اُس نے ان کو قرطاجنہ کے برباد و منہدم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حسان نے اُس کو ایسا برباد کر دیا کہ وہ گذشتہ زمانہ کا ایک قصہ کہانی ہو گیا۔

اب اُس کو معلوم ہوا کہ رومیوں نے اپنی طاقت کو پھر مجتمع کر لیا ہے بربریوں نے اُن کو مدد دی ہے اور وہ سب کے سب ایک عظیم الشان لشکر کی صورت میں بلاد صطفورتہ میں مقیم ہیں۔ اس خبر سے مطلع ہو کر حسان نے اُن کی طرف کوچ کیا اور ان کو جا لیا۔ جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے دشمنوں کو شکست دی اور حسان نے رومیوں اور بربریوں کی جماعت کثیر کو قتل کیا۔ پھر حسان کے رسالے نے اُن پر حملے کرنے شروع کئے یہاں تک کہ اُن کے شہروں میں سے ایک شہر بھی ایسا باقی نہیں رہا جس کو حسان نے پامال نہ کیا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں نے مرعوب ہو کر راہ فرار اختیار کی اور شہر باجہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ اُدھر بربری بھی علاقۂ بونہ کی طرف بھاگ گئے۔

حسان قیروان واپس آگیا۔

حسان اور ملکۂ کاہنہ کے حالات اور ملکہ کے اُس کو شکست دینے کا ذکر

حسان نے قیروان پہنچ کر چند روز دم لیا اور پھر وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ اب افریقیہ میں ایسا بڑا بادشاہ کون سا باقی ہے جس کے برخلاف فوج کشی

کی جائے، اور اُس کو یا تو فنا اور نیست و نابود کردیا جائے، یا اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔ لوگوں نے اُسے کوہستان اور اُس میں ایک عورت کا پتہ دیا، جو کاہنہ کے نام سے مشہور تھی اور افریقیہ کے تمام رومی اس سے خائف اور تمام بربری اس کے مطیع تھے حسان سے کہا گیا کہ اگر آپ اس کو قتل کردیں تو تمام مغرب کا علاقہ آپ کا غلام ہو جائیگا، اور اس ملک میں آپ کا کوئی مخالف و معاند باقی نہ رہیگا۔

یہ سُن کر حسان نے فوج لے کر اُس کی طرف کوچ کیا، اُدھر جب کاہنہ کو اُس کے آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی کوہستان سے لاتحصٰی ولاتعد جماعت کو لے کر چلی، (مدینہ) باغایہ میں اُس سے پہلے جا پہنچی اور رومیوں کو وہاں سے نکال کر شہر کو منہدم کرادیا، کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ حسان کسی ایسے شہر کی تلاش میں ہے جس کو وہ قلعہ بند کرکے مستحکم کرلے۔ حسان کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو اس نے دریائے (وادی) سکمانہ پر قیام کیا۔ کاہنہ بھی کوچ کرکے اُسی دریا پر آاتری۔ یہ حال ہوا کہ دریا کے بالائی حصے کا پانی حسان استعمال کرتا تھا اور پائین حصے کا کاہنہ آخر کار لشکر جمع ہوگیا، اور فریقین بھی ایک دوسرے کے قریب ہوگئے۔ مگر حسان نے دن کے آخری حصہ میں اس سے لڑنے سے انکار کردیا۔ چنانچہ دونوں فوجوں نے زیتون پر رات گذاری۔ جب صبح ہوئی تو فریقین میں مڈبھیڑ ہوئی اور ایسی جنگ ہوئی کہ اس سے قبل چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ فریقین نے جنگ میں ایسی ثابت قدمی کا اظہار کیا کہ اس معاملہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا ناممکن ہوگیا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ حسان اور اُس کے ہمراہی شجاعان اسلام کو شکست ہوئی۔ کاہنہ نے عربوں کو بہ کثرت تہ تیغ کیا اور حسان کے اسّی آدمیوں کو قید کرلیا۔ اس واقعہ سے اس وادی کا نام "وادی العذاری" ہوگیا۔ کاہنہ نے اُس وقت تک حسان کا تعقب کیا کہ وہ قابس کی عملداری سے نکل گیا۔

کرلیا۔ اُس کو پھر فتح نصیب ہوئی اور وہ بزور شمشیر شہر میں داخل ہوا۔ اس مرتبہ اُس نے قتل و غارت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی بے شمار قیدی اس کے ہاتھ آئے۔ اس کے بعد اُس نے اردگرد کے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ سب اُس کی سطوت اور رعب سے خوف زدہ ہو کر جمع ہو گئے اور اُن میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو حاضر نہ ہوا ہو۔ تو اُس نے ان کو قرطاجنہ کے برباد و منہدم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حسان نے اُس کو ایسا برباد کر دیا کہ وہ گذشتہ زمانہ کا ایک قصہ کہانی ہو گیا ۔

اب اُس کو معلوم ہوا کہ رومیوں نے اپنی طاقت کو پھر مجتمع کر لیا ہے، بربریوں نے اُن کو مدد دی ہے اور وہ سب کے سب ایک عظیم الشان لشکر کی صورت میں بلاد صطفورتہ میں مقیم ہیں۔ اس خبر سے مطلع ہو کر حسان نے اُن کی طرف کوچ کیا اور ان کو جا لیا۔ جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے دشمنوں کو شکست دی، اور حسان نے رومیوں اور بربریوں کی جماعت کثیر کو قتل کیا۔ پھر حسان کے رسالے نے اُن پر حملے کرنے شروع کئے، یہاں تک کہ اُن کے شہروں میں سے ایک شہر بھی ایسا باقی نہیں رہا جس کو حسان نے پامال نہ کیا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں نے مرعوب ہو کر راہ فرار اختیار کی، اور شہر باجہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ اُدھر بربری بھی علاقۂ بونہ کی طرف بھاگ گئے ۔

حسان قیروان واپس آ گیا ۔

حسان اور ملکۂ کاہنہ کے حالات، اور ملکہ کے اُس کو شکست دینے کا ذکر

حسان نے قیروان پہنچ کر چند روز دم لیا، اور پھر وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ اب افریقیہ میں ایسا بڑا بادشاہ کون سا باقی ہے جس کے برخلاف فوج کشی

کی جائے اور اُس کو یا تو فنا اور نیست و نابود کر دیا جائے یا اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔ لوگوں نے اُسے کوہستان اوراس میں ایک عورت کا پتہ دیا، جو کاہنہ کے نام سے مشہور تھی اور افریقیہ کے تمام رومی اس سے خائف اور تمام بربری اس کے مطیع تھے حسان سے کہا گیا کہ اگر آپ اس کو قتل کر دیں تو تمام مغرب کا علاقہ آپ کا غلام ہو جائیگا اور اس ملک میں آپ کا کوئی مخالف و معاند باقی نہ رہیگا۔

یہ سُن کر حسان نے فوج لے کر اُس کی طرف کوچ کیا۔ اُدھر جب کاہنہ کو اس کے آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی کوہستان سے لاتحصٰی و لاتعد جماعت کو لے کر چلی، مدینہ) باغایہ میں اُس سے پہلے جا پہنچی اور رومیوں کو وہاں سے نکال کر شہر کو منہدم کرادیا، کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ حسان کسی ایسے شہر کی تلاش میں ہے جس کو وہ قلعہ بند کر کے مستحکم کرلے۔ حسان کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو اس نے دریائے (وادئی) سکتا قہ پر قیام کیا۔ کاہنہ بھی کوچ کر کے اُسی دریا پر آاتری۔ یہ حال ہوا کہ دریا کے بالائی حصّے کا پانی حسان استعمال کرتا تھا اور پائین حصّے کا کاہنہ آخر کار لشکر جمع ہو گیا، اور فریقین بھی ایک دوسرے کے قریب ہو گئے مگر حسان نے دن کے آخری حصہ میں اس سے لڑنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ دونوں فوجوں نے زیتون پر رات گذاری۔ جب صبح ہوئی تو فریقین میں مڈبھیڑ ہوئی اور ایسی جنگ ہوئی کہ اس سے قبل چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ فریقین نے جنگ میں ایسی ثابت قدمی کا اظہار کیا کہ اس معاملہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا ناممکن ہو گیا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ حسان اور اُس کے ہمراہی شجاعان اسلام کو شکست ہوئی۔ کاہنہ نے عربوں کو بہ کثرت تہ تیغ کیا اور حسان کے اسّی آدمیوں کو قید کر لیا۔ اس واقعہ سے اس وادی کا نام "وادی العذارٰی" ہو گیا۔ کاہنہ نے اُس وقت تک حسان کا تعقب کیا کہ وہ قابس کی عملداری سے نکل گیا۔

حسان نے اس واقعہ ہائلہ کی اطلاع امیر المومنین عبد الملک ابن مروان کو دی اور لکھا کہ اقوام و امم مغرب کی کوئی تھاہ نہیں ملتی، اور نہ کوئی ان کی انتہا ہے۔ جب ان میں سے ایک قوم ہلاک ہو جاتی ہے تو اس کی جگہ فوراً بہت سی قومیں پیدا ہو جاتی ہیں کثرت اور اژدھام کے لحاظ سے وہ جانوروں کے مانند ہیں۔" اس کے جواب میں خلیفہ نے اسے حکم دیا کہ جہاں کہیں اس کو یہ خط ملے وہ وہیں مقیم رہے۔ یہ حکم اسے عمل برقہ میں ملا، اور وہ وہیں ٹھہر گیا۔ اسی قیام کے دوران میں اس نے وہ محل تعمیر کرلئے جو آج (یعنی مصنف کے زمانے) تک "قصور حسان" کے نام سے مشہور ہیں۔

حسان کی شکست کے بعد پانچ برس تک کاہنہ تمام مغرب کے علاقہ کی مالک بنی رہی۔ جب اس نے عربوں کی اس حالت تذبذب کو دیکھا تو اس نے اپنے ہم قوم بربریوں سے کہا کہ عرب افریقیہ میں محض شہر، سونے اور چاندی کے متلاشی ہیں اس کے برخلاف ہم کو صرف اس کے کھیتیوں اور چراگاہوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمارے واسطے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ ہم افریقیہ کے تمام شہروں کو برباد اور منہدم کردیں، تاکہ عرب ان سے بالکل نا امید ہو جائیں اور وہ قیامت تک افریقیہ کا رخ نہ کریں۔ چنانچہ اس نے اپنی قوم کو ہر طرف بھیج دیا، اور انہوں نے درختوں کو کاٹنا اور قلعوں کو منہدم کرنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ اطرابلس سے طنجہ تک افریقیہ کے تمام ملک میں مسلسل سایہ تھا۔ اس میں ایک دوسرے سے متصل گاؤں اور قریہ آباد تھے اور شہر و مدائن میں بھی آبادی گھنی اور منتظم تھی، یہاں تک کہ دنیا کی کسی اور اقلیم میں مغرب افریقیہ سے زیادہ بابرکت اور باخیر علاقہ اور شہروں اور قلعوں سے مسلسل آباد اور معمور سرزمین نہ پائی جاتی تھی۔ یہ رونق اور چہل پہل برابر دو ہزار میل تک تھی۔ مگر کاہنہ نے اس تمام ملک کو برباد و ویران کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں اور

اہل افریقیہ کی ایک بڑی جماعت بے خانماں ہو گئی اور کاہنہ کے اس فعل سے پناہ مانگنے لگی۔ آخر کار یہ لوگ اندلس اور تمام جزائر بحر میں متفرق ہو گئے۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ کاہنہ نے حسان کے اسی اصحاب کو گرفتار کر لیا تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ اُس نے اچھا سلوک کیا۔ اور اُن کو اُن کے دوستوں میں واپس کر دیا۔ صرف ایک خالد بن یزید کو اپنے پاس قید رکھا۔ ایک دن اُن سے کہا کہ میں نے کوئی مرد تم سے زیادہ خوبصورت اور بہادر نہیں دیکھا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں تم کو دودھ پلاؤں تاکہ تم میرے بیٹوں کے بھائی ہو جاؤ۔ کاہنہ کے دو بیٹے تھے، ایک بربری اور دوسرا یونانی۔ اُس نے خالد سے یہ بھی کہا کہ ہم تمام بربریوں میں ہر ایک کا کوئی نہ کوئی رضاعی بھائی ہوتا ہے، اور وہ اپنے بھائی کا مورث بھی بن سکتا ہے۔ آخر اُس نے جو کا آٹا لیا اور اس کو زیتون کے تیل میں ملا کر اپنے پستان پر رکھا، اور اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر اُن سے کہا کہ اس (خالد) کے ساتھ مل کر اس کو میری پستان پر سے ہی کھاؤ۔ جب یہ عمل ہو چکا تو کاہنہ نے کہا کہ اب تم سب بھائی بھائی ہو گئے ہو۔

کاہنہ کے قتل کا بیان

اسی اثنا میں امیر المومنین عبدالملک بن مروان کے پاس سے حسان کے پاس برابر عرب سوار اور پیادے پہنچتے رہے۔ آخر امیر حسان نے ایک شخص کو جس پر اُسے تما دکلی تھا خط دے کر خالد بن یزید کی طرف روانہ کیا۔ اُس نے اس خط کو پڑھا اور اس کی پشت پر لکھ دیا کہ "بربریوں میں نہ تو کوئی نظام ہی قائم ہے اور نہ اجتماع رائے ہی ہے۔ اس لئے یلغار کرتے ہوئے تیزی سے روانہ ہو جاؤ"۔ یہ خط اُس نے ایک روٹی میں رکھا، اور قاصد کو یہ روٹی بطور زاد راہ کے دے کر امیر حسان کی جانب روانہ کر دیا۔ ابھی وہ بہت دور نہیں گیا تھا کہ کاہنہ اپنے سر کے بال کھولے چھاتی پیٹتی ہوئی باہر

آئی اور کہا کہ اے بربریو تم برباد ہو گئے اور اُس چیز میں جس کو لوگ کھاتے ہیں، تمہاری سلطنت چلی گئی"۔ یہ سن کر لوگ اُس شخص کی تلاش میں دائیں بائیں پھیل گئے۔ مگر خدائے تعالےٰ نے اُس کو اس وقت تک ان کی آنکھوں سے اوجھل رکھا کہ وہ حسان کے پاس پہنچ گیا۔ امیر نے روٹی کو توڑا اور خالد کا خط نکالا۔ مگر معلوم ہوا کہ آگ نے جلا کر اس کو بیکار کر دیا ہے۔ حسان نے پھر اسی شخص کو خالد کی طرف واپس روانہ کرنے کا ارادہ کیا؛ مگر اُس نے کہا کہ کاھنہ سے اب اس معاملہ کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے ۔

غرض حسان نے اُس کی طرف کوچ کیا اور کاھنۃ کو بھی اس کی اطلاع ہوئی؛ اُس نے بھی جبل اوراس سے کوچ کیا اور حسان اُس کی طرف چلا۔ جب رات ہوئی تو کاھنۃ نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ مجھ کو مردہ اور مقتول ہی متصور کر لو۔ اور پھر اُس نے اُن کو بتلایا کہ اُس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اُس کا سر عربوں کے اس بادشاہ کے سامنے رکھا ہوا ہے جس نے حسان کو روانہ کیا ہے۔ خالد نے کہا کہ پھر ہم کو ساتھ لے کر چلی چلو اور ملک کو اُس کے لئے خالی کر دو۔ مگر اُس نے یہ منظور نہ کیا اور اُس کو اپنی قوم کے لئے عار جانا۔ پھر خالد اور اس کے بیٹوں نے پوچھا کہ تمہارے بعد ہمارا کیا انجام ہوگا۔ اُس نے خالد کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم کو ملک اعظم (یعنی خلیفہ) کی طرف سے ایک بڑا ملک مل جائیگا اور میرے دونوں بیٹوں کو۔ میرے اس قاتل کی وجہ سے اقتدار حاصل ہوگا اور اُن کے سبب سے بربریوں کی عزت ہو جائیگی۔ پھر اُس نے ان سب سے کہا کہ تم سوار ہو کر اُس کے پاس چلے جاؤ اور اُس سے امن کے طالب ہو۔ یہ سن کر خالد اور کاہنہ کی اولاد رات کو ہی حسان سے جا ملے۔ خالد نے اُس کو کاہنہ کی حالت سے آگاہ کیا اور اُس کو بتلایا کہ اُسے اپنے قتل ہونے کا بالکل یقین ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی اولاد کو بھی تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔ تم انہیں ایسے لوگوں کے حوالے کر دو جو ان کو بہ حفاظت تمام رکھ سکیں۔ خالد نے رسالے کی کمان ہاتھ میں لی اُدھر سے کاہنہ اپنے بال کھولے

نکلی اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اس ناگہانی آفت سے خبردار ہو جاؤ اور مجھ کو اب مقتول سمجھو۔ اس کے بعد گھمسان کا رن پڑا۔ اور دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ بالآخر کاہنہ کو ہزیمت ہوئی۔ حسان نے اُس کا پیچھا کر کے آخر اُسے قتل کر ڈالا +

حسان کے ہمرکاب بربریون کی بھی ایک جماعت تھی جنہوں نے اُس کے پاس پناہ لی تھی مگر اس نے اس وقت تک اُن کو اپنی پناہ میں لینے سے انکار کر دیا جب تک کہ وہ اپنے قبائل میں سے ایسے بارہ ہزار آدمی اس کو نہ دے دیں جو عربوں کے ساتھ شامل ہو کر لڑیں۔ اُنہوں نے اس شرط کو بھی منظور کیا اور اُس کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ حسان نے کاہنہ کے بیٹوں کو چھ چھ ہزار کے بربری دستوں پر حاکم مقرر کیا اور مع عربوں کے ان کو حکم دیا کہ وہ تمام مغرب کے علاقہ کا دورہ کریں اور رومیوں اور کافر بربریون کو جہاں پائیں قتل کر دیں۔ بربریون کے اسلام پر پختہ اور پورے طور پر مطلع ہو جانے کے بعد حسان قیروان واپس چلا گیا +

یہ واقعہ ماہ رمضان المبارک ۸۲ھ کا ہے۔ اسی سال بلاد افریقیہ مستقل طور پر حسان بن نعمان کے زیر سیادت آ گئے۔ چنانچہ اُس نے دفتر قائم کئے اور لوگوں سے خراج دو بار کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔ اس خراج کو اہل افریقیہ اور عیسائیوں پر عاید کیا گیا +

کاہنہ کے قتل کے بعد حسان نے نہ تو جنگ کی اور نہ کسی نئے جھگڑے میں پڑا۔ آخر اُس کو عبدالعزیز بن مروان والئے مصر نے افریقیہ سے معزول کر دیا۔ اس وقت افریقیہ کا علاقہ والئے مصر کے ماتحت تھا اور اُس کو اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حسان کو عبدالعزیز بن مروان کے اصل ارادہ کی اطلاع ہو گئی۔ اُس نے جواہرات اور سونے چاندی کو پانی کے مشکوں میں بھرا اور باقی جو کچھ بھی مال و متاع، مویشی اور غلام تھے اُن کو کھلم کھلا اپنے ساتھ لے لیا۔ یہ انتظام کر کے وہ امیر مصر،

عبدالعزیز بن مروان کے پاس گیا، اور شاہان روم و بربر کی اولاد میں سے دو سو لونڈیاں اُس کو تحفے میں دیں۔ مگر عبدالعزیز نے اُس کا تمام مال و اسباب، گھوڑے، قیمتی اسباب، غلام اور لونڈیاں ضبط کر لیں۔ حسان اُس سے کسی طرح پیچھا چھڑا کر باقی ماندہ سامان کو ہمراہ لئے ہوئے ولید کے پاس آیا، اور عبدالعزیز کے سلوک کی شکایت کی۔ ولید کو یہ سُن کر غصہ آیا۔ اس کے بعد حسان نے اپنے ہمراہیوں سے پانی کی مشکیں لانے کے لئے کہا اور اُن میں اس قدر سونا، چاندی، جواہرات اور یاقوت نکالے کہ ولید کی بھی آنکھیں کھلی رہ گئیں، اور حسان کے اس فعل پر اُس کو تعجب ہوا۔ خلیفہ نے حسان کا شکریہ ادا کیا۔ اُس نے کہا کہ "اے امیرالمومنین۔ میں خدا کی راہ میں جہاد کے ارادہ سے نکلا تھا۔ میرے جیسا شخص خدا اور خلیفہ سے خیانت نہیں کیا کرتا۔ ولید نے اُس سے کہا کہ میں تم کو تمہارے عمل پر پھر واپس بھیجے دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے اچھا سلوک کرونگا۔ مگر حسان نے قسم کھائی کبھی ابدالآباد تک بنو امیہ کی طرف سے والی کا کام سرانجام نہ دیگا۔ یہ معلوم کر کے ولید بن عبدالملک اپنے چچا عبدالعزیز پر سخت ناراض ہوا۔

حسان "شیخ الامین" کے لقب سے مشہور ہے۔ اُس کے تمام غزوات فتح قرطاجنہ، تونس اور قتل کاہنہ کے واقعات کسی معتبر اور مستند تاریخ میں منضبط نہیں ہوئے۔ ابن القطان کا بیان ہے کہ حسان کا عزل اور موسےٰ بن نصیر کی ولایت عبدالعزیز بن مروان کی طرف سے خلیفہ عبدالملک کے حکم اور مشورہ کے بغیر عمل میں آئی تھی۔

ابو عبدالرحمٰن موسیٰ بن نصیرؒ کی ولایت افریقیہ و مغرب کا بیان اور اُن کے مختصر حالات

موسےٰ بن نصیر کا نسب :-

کہتے ہیں کہ وہ لخم میں سے تھے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ دراصل بکر بن وائل میں تھے اور ابن بشکوال نے اپنی کتاب الصلہ میں لکھا ہے "وہ موسےٰ بن نُصَیر بن عبدالرحمٰن بن زید ہیں" ان کو خلیفہ عبدالملک بن مروان نے خراج بصرہ کا افسر اعلےٰ مقرر کیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق وہاں اُنہوں نے غبن کیا، اور حجاج کی گرفت سے بچ کر امیر مصر عبدالعزیز بن مروان، کے پاس بھاگ گئے تاکہ محاسبہ سے نجات ہو جائے۔ عبدالعزیز موسےٰ کو اپنے ہمراہ لے کر شام گیا اور دونوں عبدالملک سے ملے۔ عبدالملک نے موسےٰ پر ایک لاکھ دینار جرمانہ کیا، جس میں سے آدھا عبدالعزیز نے ادا کر دیا۔ موسےٰ عبدالعزیز کے ساتھ پھر مصر واپس آ گئے اور اُس نے اُنہیں افریقیہ کا والی مقرر کر دیا۔

والی مقرر ہونے کے بعد موسےٰ کی اولین فتوحات علاقہ زغوان اور گرد و نواح کی سرزمین تھی۔ اُس میں اور قیروان میں پورے ایک دن کی مسافت ہے۔ یہاں بربریوں کے قبائل رہتے تھے۔ موسےٰ نے اُن کی جانب پانچ سو سواروں کو روانہ کیا، اور مسلمانوں نے فتح پائی۔ اس جنگ میں قیدیوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ سب سے پہلے قیدی تھے جو موسےٰ کے زمانہ ولایت میں قیروان پہنچے۔ اس واقعہ کے بعد موسےٰ نے اپنے ایک بیٹے عبداللہ کو افریقیہ کے بعض حصوں کی طرف روانہ کیا۔ وہ ایک لاکھ قیدی لے کر واپس آیا۔ اب موسےٰ نے دوسرے بیٹے مروان کو بھیجا۔ وہ بھی اسی قدر قیدی لے کر لوٹا، چنانچہ اس وقت صرف خمس میں ہی ساٹھ ہزار قیدی آئے موسےٰ نے عبدالعزیز کو ان فتوحات کی اطلاع دی اور لکھا کہ صرف خمس میں ہی تیس ہزار قیدیوں کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ یہ محض کاتب کی غلطی تھی کہ بجائے ساٹھ ہزار کے تیس ہزار لکھا گیا جب عبدالعزیز نے یہ خط پڑھا اور معلوم ہوا کہ خمس ہی تیس ہزار ہے، تو یہ تعداد اس کو بہت زیادہ معلوم ہوئی، اور اسے خیال گذرا کہ کاتب نے لکھنے میں

غلطی کی ہے۔ اُس نے موسےٰ کو لکھا کہ "تمہارا خط پہنچ گیا اور معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے تیس ہزار قیدیوں کا خمس تم کو عطا کیا ہے لیکن مجھ کو یہ تعداد بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور میرا گمان ہے کہ اس میں کاتب نے غلطی کی ہے۔ اس لئے حقیقت الامر سے مطلع کرو"۔ موسےٰ نے جواب دیا کہ "واقعی جیسا کہ امیر کا خیال ہے تعداد کے لکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ اصل تعداد بجائے تیس ہزار کے ساٹھ ہزار ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں"۔ جب یہ خط عبدالعزیز کو ملا تو وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ کیونکہ اُس کے بھائی (خلیفہ) عبدالملک نے اس کو لکھا تھا کہ "امیرالمؤمنین کو عزل حسان اور تولیت موسےٰ کے متعلق تمہاری رائے سے اطلاع ہوئی۔ اور امیرالمؤمنین تمہارے اس خط سے چشم پوشی کرتے ہیں"۔ اب عبدالعزیز نے اپنے بھائی کو خط لکھا اور اُس کو فتوحات کی اطلاع دیتے ہوئے موسےٰ کے خط کا تذکرہ بھی کیا۔ عبدالملک نے اس سے واقف ہو کر فوراً اپنا ایک آدمی ان غلاموں کو لانے کے لئے روانہ کیا۔ موسےٰ نے وہ سب کے سب اُس کے حوالے کئے! بلکہ اُس پر ایک ہزار اور اضافہ کر دیا۔

جب موسےٰ ابن نصیر افریقیہ میں لشکر لے کر داخل ہوئے ہیں تو ایک چڑیا ان کے سینے پر آ بیٹھی۔ موسےٰ نے اُس کو پکڑ لیا اور اُس کو ذبح کر کے اُس کا خون اپنے سینے پر کپڑوں کے اوپر مل لیا۔ اُس کے پر نوچ ڈالے اور اُس کو اپنے اوپر سے نچھاور کر دیا۔ اس کے بعد کہا کہ "قسم ہے رب کعبہ کی یہ فتح کی فال ہے"۔

ابن قتیبہ کہتا ہے کہ موسےٰ بن نصیر نے سنجومہ کو فتح کر کے اُس کے بادشاہ کو قتل کیا۔ پھر عقبہ (بن نافع) کے بیٹوں عیاض، عثمان اور ابوعبدہ سے کہا کہ اب اپنے باپ کے قاتلوں سے بدلہ لے لو۔ چنانچہ انہوں نے اہل سنجومہ کے چھ سو شرفاء کو قتل کیا۔ اس کے بعد موسےٰ نے کہا کہ اب بس کرو چنانچہ وہ رک گئے۔ اُن لوگوں کے قول کے مطابق جن کا خیال ہے کہ وہ سنہ میں والئے افریقیہ بنایا گیا تھا یہ

اسی ۸۳ھ کا واقعہ ہے۔

اس کے بعد موسےٰ نے ھوارۃ۔ زناتۃ اور کتامہ کو فتح کیا۔ اُن کے علاقوں پر اس نے چھاپا مارا اور وہاں کے لوگوں کو قتل و قید کیا۔ اُن کے قیدیوں کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی۔ اُن پر کاموں[۱] نامی ایک شخص حکمران تھا۔ موسےٰ نے اُس کو عبدالعزیز کے پاس روانہ کر دیا اور اُس نے اُسے عقبہ نامی گاؤں کے قریب ایک تالاب کے پاس قتل کرا دیا۔ اُس وقت سے اس تالاب کا نام تالاب کاموں ہو گیا۔ کتامہ نے خود بخود موسےٰ کی اطاعت قبول کر لی۔ اور اُنہوں نے وہاں کے شرفاء میں سے چند کو بطور یرغمال دے کر اُن پر اُن ہی کا ایک شخص حاکم مقرر کر دیا۔

۸۵ھ میں عبدالعزیز بن مروان جو اپنے بھائی خلیفہ عبدالملک کی طرف سے مصر کا والی تھا انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ خلیفہ نے اپنے دوسرے بھائی عبداللہ بن مروان کو مصر کا حاکم مقرر کر دیا۔ اصل یہ ہے کہ خلیفہ حسان بن نعمان کے ساتھ عبدالعزیز کو معزول کر دینا چاہتا تھا۔ مگر قبیصۃ بن ذُؤیب نے اُس کو ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ "شائد موت ہی اُس کا کام تمام کر دے اور امیرالمؤمنین کو اس کی طرف سے چین اور آرام نصیب ہو جائے۔" یہ سن کر عبدالملک بھی خاموش ہو گیا۔ مگر اندر ہی اندر وہ اُس کے معزول کرنے پر بے چین رہا۔ عین اسی زمانے میں جبکہ اس کی یہ حالت تھی اور رَوح بن زنباع الجذامی اس سے باتوں باتوں میں کہہ رہا تھا کہ اگر آپ اُس کو معزول کر دیں تو جھگڑا چک جائے کہ اچانک قبیصۃ بن ذُؤیب آیا اور کہا کہ "خدائے تعالےٰ نے امیرالمؤمنین کو اُس کے بھائی سے آزاد کر دیا۔" یہ سن کر خلیفہ نے کہا کہ "کیا وہ مر گیا؟" کہا ہاں۔ خلیفہ نے کہا کہ "اے ابو زرعۃ اللہ نے ہم کو جو کچھ ہم چاہتے تھے اس کے کرنے سے بچا لیا۔" عبدالعزیز کی وفات جمادی الاول

---

[۱] ابن قتیبہ نے اس کو کماموں لکھا ہے۔ دیکھو الامامۃ والسیاست جلد دوم صفحہ ۵۳ مطبوعہ مصر

میں واقع ہوئی ۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بھی ۸۶ھ میں وفات پائی۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا ولید خلیفہ ہوا اور اُس نے اپنے چچا عبداللہ[۱] بن مروان کو اطلاع دی کہ موسےٰ بن نصیر افریقیہ اور مغرب کا والی مقرر کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی خلیفہ نے ان دونوں ملکوں کو عبداللہ کی ولایت سے علیحدہ کر دیا۔ اس زمانے میں بربریوں کی بغاوت کی وجہ سے افریقیہ کے بہت سے شہر اجاڑ اور برباد پڑے ہوئے تھے ۔

موسےٰ بن نصیرؒ کے ہاتھ پر مغرب الاقصےٰ کی فتح کا بیان

موسےٰ بن نصیر اپنی فوج لے کر افریقیہ سے طنجہ کی طرف فوج کشی کی غرض سے روانہ ہوئے۔ اُن کو معلوم ہوا کہ بربری عربوں کے خوف سے مغرب میں پناہ گزیں ہوئے ہیں یہ سُن کر موسےٰ نے ان کا پیچھا کیا۔ اُن میں ایک کثیر تعداد کو تہ تیغ کیا اور بہتوں کو قید کیا۔ بڑھتے بڑھتے وہ سوس الادنےٰ پہنچ گئے۔ جو درعة کے علاقہ میں ہے۔ جب بربریوں نے دیکھا کہ اب اُن سے رہائی مشکل ہے تو وہ امان کے طالب ہوئے اور اُن کی اطاعت قبول کر لی۔ موسےٰ نے اُن پر ایک والی مقرر کر دیا اور طنجہ اور اُس کے علاقے پر اپنے موالی میں سے ایک شخص طارق کو سترہ ہزار عرب اور بارہ ہزار بربری دے کر والی مقرر کر دیا۔ ساتھ ہی عربوں کو یہ حکم دیا کہ وہ بربریوں کو قرآن سکھائیں اور دین اسلام کی تعلیم دیں۔ یہ انتظام کرنے کے بعد موسےٰ افریقیہ واپس چلے آئے ۔

ابن القطان کہتے ہیں کہ بیان کیا گیا ہے کہ موسےٰ بن نصیر نے اس سال

---

[۱] ایک روایت یہ بھی ہے کہ عبداللہ مروان کا بیٹا نہ تھا۔ بلکہ وہ عبداللہ بن عبدالملک بن مروان ہے۔ اس طرح وہ ولید کا بھائی تھا نہ کہ چچا۔

ولید سے بیعت کر لینے کا پیغام زُرعَۃ بن ابو مُدرِک کے ہاتھ بربریوں کے قبائل کے پاس بھیجا۔ اُس کو اُن سے کہیں جنگ پیش نہ آئی کیونکہ بربری بھی صلح کی طرف مائل تھے چنانچہ اُس نے قبائل کے رؤساء کو موسٰے کی خدمت میں بھیج دیا! اور اُنہوں نے اُن سے یرغمال لے لئے۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے عیّاش بن اَخیَل کو افریقیہ کے جہازات کے بیڑے پر حاکم مقرر کیا۔ اس نے بیڑے کو لے کر صقلیہ پر فوج کشی کی اور ایک شہر سرقوسہ پر حملہ کر کے اُس کو لوٹ لیا اور وہاں سے صحیح و سالم واپس آگیا ؛

جب ابو مدرک زُرعَۃ بن ابو مُدرِک کے بھیجے ہوئے قبائل مصمودہ کے یرغمال آگئے تو موسٰے نے اُن کو بربریوں کے اُن یرغمالوں کے ساتھ شامل کر کے جو ان کو افریقیہ اور مغرب سے حاصل ہوئے تھے طنجہ میں ٹھیرایا اور اپنے مولا طارق کو اُن پر حاکم بنا دیا اور وہ اِن کو ساتھ لے کر اندلس پر حملہ آور ہوا۔ موسٰے نے ان لوگوں کے لئے سترہ عربوں کو مقرر کیا تھا کہ اُن کو قرآن پڑھائیں اور اسلام کے احکام سے آگاہ کریں۔ اسی طرح اس سے قبل عقبہ بن نافع نے اپنے چند ساتھیوں کو مقرر کیا تھا کہ اُن کو قرآن اور اسلام کی تعلیم دیں۔ ان ہی لوگوں میں شاکر وغیرہ شامل تھے۔ خلفاء کے والیوں میں سے عقبہ بن نافع کے سوا اور کوئی مغرب الاقصیٰ میں داخل نہیں ہوا تھا اور قبیلۂ مصمودہ کے لوگ بھی ان کے سوا اور کسی سے واقف نہ تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ اُن کے ہاتھ پر برضا و رغبت مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے عقبہ کے بعد موسٰے بن نصیر اس علاقہ میں داخل ہوئے تھے ؛

سنہ ۹۲ھ میں طارق نے اندلس پر فوج کشی کی۔ اور اُس کو عربوں اور اُن بربریوں اور یرغمالوں کی مدد سے فتح کر لیا جن کو موسٰے نے اس کے پاس چھوڑا تھا۔ یا جو ان سے پہلے حسان نے مغرب الاوسط سے جمع کر دیئے تھے۔ طارق طنجہ اور مغرب الاقصےٰ

پر ۸۵ھ میں عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اسی سال اہل مغرب الاقصٰی کا اسلام بھی تکمیل و اتمام کو پہنچا، اور اُنہوں نے مشرکوں کی بنائی ہوئی عبادت گاہوں کا رُخ قبلہ کی طرف پھیر دیا، اور جامع مسجدوں میں منبر قائم کئے۔ اسی سال مسجد اغمات ہیلانہ بھی تعمیر ہوئی ۔

نسب طارق :- طارق بن زیاد بن عبداللہ بن ولغو بن ورفجوم بن نبرغاس بن ولہاص بن یطوفت بن نفزاو۔ اس طرح وہ نفزی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک بربری قیدی اور موسٰے بن نصیر کا مولا تھا ۔

۹۳ھ میں موسٰے سمندر کو عبور کر کے اندلس گئے کیونکہ وہ طارق سے ناراض ہو گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر اُنہوں نے بہت سی فتوحات حاصل کیں۔ جن کا ذکر انشاء اللہ اس کتاب کی دوسری جلد میں فتح اندلس کے ضمن میں آئیگا ۔

اسی سال عبداللہ بن موسٰے اپنے باپ کی جگہ اُن کے اندلس چلے جانے کے بعد افریقیہ کا عامل ہوا۔ عبداللہ، موسٰے کے واپس آنے تک افریقیہ پر عامل رہا، اور موسٰے ۹۵ھ کے آخر میں مشرق کی طرف جاتے ہوئے قیروان میں سے گذرے ۔

۹۵ھ میں موسٰے اندلس سے افریقیہ کی طرف کامیاب و شادکام واپس ہوئے۔ طنجہ تک تمام مال و اسباب اور سونا چاندی جہازوں میں لاد کر لایا گیا، اور وہاں سے بیلوں پر بار کیا گیا۔ رقیق کا بیان ہے کہ ایک سو چودہ بیل مال سے لادے گئے تھے۔ مائدہ سونے کا بنا ہوا تھا۔ مگر اُس میں تھوڑا سا چاندی کا کام بھی تھا۔ اس کے گرد تین طوق تھے، ایک یاقوت کا، ایک زبرجد کا، اور ایک موتیوں کا۔ اس کو ایک دن مضبوط ترین خچر پر بار کیا گیا۔ مگر باوجود اس کے منزل پر پہنچنے سے پہلے اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ لیث بن سعد کا قول ہے کہ موسٰے بن نصیر کو قیدیوں کی جتنی تعداد حاصل ہوئی۔ اُس کی نظیر اسلام میں کہیں نہیں ملتی۔ جب ان کا بیٹا ان سے ملنے کے لئے

سوس سے آیا۔ تو موسےٰ بڑے بڑے لوگوں کو ہمراہ لے کر اُس کے استقبال کو نکلے۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو مروان بن موسےٰ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ میرے والد کے ساتھ جو لوگ ہیں ان میں سے ہر ایک کو ایک غلام یا لونڈی دینے کا حکم دو۔ یہ سُن کر موسےٰ نے کہا کہ تم بھی میری طرف سے مروان کے لوگوں کو ایک لونڈی یا غلام دے دو۔ اس طرح ہر ایک شخص غلام یا لونڈی لے کر مکان کو واپس آ گیا۔

موسےٰ بن نُصیر رحمتہ اللہ علیہ کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب وہ اندلس سے چلے تو وہاں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو مقرر کر آئے اور خود افریقیہ کی طرف روانہ ہو گئے چنانچہ اواخر ۹۵ھ میں قیروان واپس پہنچے مگر شہر میں داخل نہیں ہوئے اور قصر الما میں اترے۔ اُنہوں نے ایک مجلس منعقد کی اور تمام عرب فوجیں قیروان سے آکر اُن کے پاس جمع ہوئیں۔ ان میں فوج کا وہ حصہ بھی شامل تھا۔ جو اندلس میں ان کے ہمرکاب تھا اور ایک حصہ وہ تھا جس کو وہ اپنے بیٹے عبداللہ کے پاس افریقیہ میں چھوڑ گئے تھے اس موقع پر اُنہوں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ مجھ کو آج خدا کی تین بڑی نعمتیں حاصل ہیں، ایک تو امیر المؤمنین کا خط جس میں میرا شکریہ ادا کیا گیا ہے اور میری تعریف کی گئی ہے اس کے بعد اُنہوں نے اپنی تمام فتوحات کا ذکر کیا۔ دوسرے میرے بیٹے عبدالعزیز کا خط جس میں اُن فتوحات کا ذکر ہے جو اُس نے اندلس میں حاصل کی ہیں۔ میں دونوں نعمتوں کے لئے خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ سن کے لوگوں نے کھڑے ہو کر اُن کو مبارکباد دی۔ موسےٰ نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ تیسری نعمت میں تم کو ابھی دکھلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر کھڑے ہوئے اور پردے کے اٹھانے کا حکم دیا۔ پردے کا اٹھنا تھا کہ ایسی لونڈیاں دکھائی دیں جن میں سے ہر ایک ماہ چہاردہم کو مات کرتی تھی، اور نہایت قیمتی لباس میں ملبوس اور زیورات و جواہرات سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ اس پر دوبارہ لوگوں نے مبارکباد

دی علی بن رباح السلمی نے کہا کہ اے امیر میں لوگوں میں آپ کا سب سے زیادہ بہی خواہ ہوں۔ ہر ایک چیز میں انجام پر پہنچنے سے پہلے رد عمل شروع ہوتا ہے اس لئے قبل اس کے کہ رد عمل شروع ہو آپ خود دست کش ہو جائیے۔ یہ سن کر موسےٰ کا دل ٹوٹ گیا اور انہوں نے اسی وقت اپنی تمام لونڈیوں کو تقسیم کر دیا۔

اس کے بعد وہ مشرق کی طرف روانہ ہو گئے، اور افریقیہ پر اپنے بیٹے عبداللہ کو، اندلس پر اپنے دوسرے بیٹے عبدالعزیز کو، اور طنجہ پر تیسرے بیٹے عبدالملک کو مقرر کر گئے۔ ابن القطان کا قول ہے کہ ایک جماعت کثیر کا بیان یہ ہے کہ جنگ اندلس سے پہلے طارق (بن زیاد) کا مستقر طنجہ تھا اور ایک دوسری روایت کے مطابق مقام سجلماسہ تھا اور سلا، اور اس کے پار فاس، طنجہ اور سبلنسہ کا علاقہ نصرانیوں کے ہاتھ میں تھا۔ انہیں کا بیان ہے کہ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اندلس سے واپس آکر موسےٰ قیروان میں داخل ہوئے یا نہیں۔

غرض اس کے بعد وہ اپنی باقی ماندہ اولاد یعنی مروان، عبدالاعلےٰ وغیرہ کو لے کر روانہ ہو گئے۔ ان کے ہمرکاب قریش، انصار، اور تمام عرب کے شرفاء، بربریوں کے سو بڑے بڑے آدمی تھے جن میں بنی کیسلہ بن لمزم اور بنی یسمدر اور مزدانہ شاہ سوس شامل تھے۔ شاہان میورقہ، منورقہ، کاہنہ کی اولاد۔ رومی اور اندلسی بادشاہوں کی اولاد میں سے سو افراد، اور افریقیہ کے مفتوحہ علاقوں کے بیس معزول بادشاہ تھے اس کے علاوہ ان کے ساتھ ہر ایک شہر و دیار کی عجیب و غریب اشیاء کے نمونے تھے یہ عظیم الشان قافلہ آخر مصر پہنچا۔ یہاں کوئی فقیہ اور شریف ایسا باقی نہ رہا جو ان سے آکر نہ ملا ہو، اور جس کو انہوں نے انعام و اکرام نہ عطا کیا ہو۔ مصر سے چل کر انہوں نے فلسطین کا رخ کیا۔ یہاں آل روح بن زنباع سے ان کی ملاقات ہوئی جنہوں نے ان کی ضیافت کے لئے پچاس اونٹ ذبح کئے۔ ان لوگوں سے رخصت ہونے پر

موسیٰ نے اپنے بعض اہل وعیال اور کم سن اولاد کو اُن کے پاس چھوڑا۔ اور میزبانوں کو انعام واکرام سے مالامال کر دیا۔ راستہ میں اُن کو خلیفہ ولید بن عبدالملک کا خط ملا، جس میں حکم تھا کہ وہ بعجلت تمام روانہ ہوں، تاکہ اُس کی حین حیات میں اُس سے ملاقی ہوسکیں، کیونکہ اس وقت خلیفہ بیمار تھا۔ اُدھر ولید کے بھائی سلیمان بن عبدالملک ولی عہد خلافت کا خط آیا، جس میں حکم تھا۔ کہ جس قدر ہوسکے سستی سے کام لیا جائے، اور لیت ولعل میں وقت گزر جائے۔ مگر موسیٰ نے سلیمان کے خط کی مطلق پروا نہ کی، اور بسرعت تمام روانہ ہوے۔ وہ ولید کی موت سے تین روز قبل اُس کی خدمت میں پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر سلیمان نے کہا کہ اگر میں نے اس پر قابو پالیا تو میں اس کو مصلوب کرونگا۔ موسیٰ نے تمام مال، مائدہ، موتی، یاقوت، تاج ہائے مرصع اور سیم وزر ولید بن عبدالملک کے حوالہ کر دیئے۔

مسعودی نے اپنی کتاب عجائب البلاد والزمن میں بیان کیا ہے کہ جب طارق نے طلیطلہ کو فتح کیا، تو وہاں اس کو ایک شاہی محل ملا۔ اُس نے اُس کو کھولا تو اُس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور تھی، جو سونے کے ورقوں پر یاقوت کے پانی سے لکھی ہوئی تھی۔ یہ یاقوت کا پانی ایسی عجیب وغریب عمل سے حل کر کے بنایا گیا تھا کہ اب اس عمل کا معلوم کرنا ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ اُس کو مائدہ سلیمان ملا، جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ سو میں اُس نے چوبیس تاج بھی پائے، جو اندلس کے شاہان قوطی کی تعداد کے مطابق تھے، کیونکہ ان کے ہاں یہ دستور تھا کہ جب ایک بادشاہ مرجاتا تھا تو اُس کا تاج اُس محل میں محفوظ کر دیا جاتا تھا۔ اور نیا بادشاہ اپنے لئے نیا تاج تیار کرالیتا تھا۔ وہیں اُس کو ایک بڑا برتن (قاعدہ) اکسیر کیمیا سے بھرا ہوا ملا۔ یہ سب کا سب اُس نے ولید بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔

ماہ جمادی الآخر ۹۶ھ میں خلیفہ ولید بن عبدالملک مرگیا، اور سلیمان اُس کا

جانشین ہوا۔ وہ پہلے ہی موسٰے سے سخت ناراض تھا۔ اُس نے حکم دیا کہ اُن کو سزا دی جائے۔ اِس حکم کی تعمیل میں اُن کو ایک نہایت گرم دن چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کیا گیا۔ وہ موٹے تازے بھاری بدن کے آدمی تھے اور اُن کا سانس جلد پھول جاتا تھا۔ اس طرح دھوپ میں کھڑے کھڑے وہ آخر غش کھا کر گر پڑے۔ (خلیفہ) سلیمان نے کہا کہ میں نے اُس وقت تجھ کو لکھا اور تو نے میرے خط کی پروانہ کی۔ اب ایک لاکھ دینار جرمانہ ادا کر۔ موسٰے نے جواب دیا کہ "اے امیرالمؤمنین جو کچھ مال و متاع میرے پاس تھا وہ سب تم لوگوں نے ضبط کر لیا۔ اب میرے پاس ایک لاکھ دینار کہاں رکھے ہیں"۔ سلیمان نے جواب دیا کہ "اچھا اب دو لاکھ دینار پر ہی رہائی ہو سکتی ہے"۔ موسٰے نے پھر عذر کیا۔ سلیمان نے رقم کو بڑھا کر تین لاکھ کر دیا، اُس کی تعذیب کا حکم دیا۔ اور آخر کار اُس کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ موسٰے نے یزید بن مُہلّب کے پاس پناہ لی، کیونکہ اُس کو سلیمان کے حضور میں بہت کچھ رسوخ حاصل تھا۔ اُس نے سلیمان سے موسٰے کی رہائی کی درخواست کی، اور کہا کہ جو کچھ اُس کے پاس ہے وہ دے دیگا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ موسٰے نے دس لاکھ دینار زرفدیہ کے طور پر سلیمان کو ادا کیے۔ یہ ابن حبیب وغیرہ کی روایت ہے۔ اس واقعہ کے بعد یزید بن مُہلّب نے ایک رات باتوں میں موسٰے سے کہا کہ "اے ابو عبدالرحمٰن! تمہارے اہل بیت مع موالی و حذم و حشم کی کیا تعداد تھی؟ کیا وہ سب مل کر ہزار ہو سکے؟ موسٰے نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ دس لاکھ۔ یزید نے کہا کہ پھر کیوں تم نے اپنے آپ کو ہلاکت اور بربادی میں ڈالا اور وہیں اپنی عزت و سطوت کی جگہ کیوں مقیم نہ رہے؟ موسٰے نے جواب دیا کہ بخدا اگر میں ایسا کرتا تو یہ سب مجھ سے ذرا سی بھی چیز وصول نہ کر سکتے۔ لیکن میں خدائے عزوجل سے ڈر گیا، اور اطاعت ترک کرنے کو پسند نہ کیا۔

کہتے ہیں کہ موسٰے کے زرفدیہ ادا کر دینے کے بعد ایک دن خلیفہ سلیمان بن

عبدالملک نے سونے سے بھرا ہوا ایک طشت اپنے سامنے منگایا، موسےٰ دیکھ رہے تھے کہ وہ کن آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر اُس نے کہا کہ "اے امیرالمؤمنین آپ ایسی جگہ اظہار تعجب کرتے ہیں جہاں اظہار تعجب کی ضرورت نہیں۔ بخدا میرا خیال نہیں کہ اس میں دس ہزار دینار سے زیادہ کا مال ہوگا۔ میں نے آپ کے بھائی ولید کے پاس سبز زبرجد کا ایک برتن بھیجا تھا جس میں اگر دودھ ڈالا جاتا تو سبز ہو جاتا تھا۔ اس کی قیمت ایک لاکھ دینار آنکی گئی تھی۔ اس کے علاوہ میں نے فلاں فلاں چیز بھی حاصل کی۔" اس نے اُن چیزوں کے گنوانے میں یہاں تک کثرت کی کہ سلیمان بھونچکا ہو کر رہ گیا۔

موسےٰ بن نُصیر ۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۷ھ میں فوت ہوئے۔ اس طرح ان کی عمر (۷۸) برس کی تھی ۷۹ھ میں افریقیہ کے والی ہوئے اور افریقیہ، اندلس اور مغرب میں تقریباً اٹھارہ برس تک امارت کی۔ اُن کی وفات کے متعلق ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ انھوں نے سلیمان کے ہمرکاب حج کیا۔ جب مدینہ پہنچے تو اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ کل ایک ایسا شخص دُنیا سے رخصت ہو جائیگا، جس کا نام اور کارنامے مشرق و مغرب میں گونج رہے ہیں۔

محمد بن یزید کی ولایت افریقیہ و مغرب کا بیان

واقدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ موسےٰ بن نصیر کو معزول کرنے کے بعد امیرالمؤمنین سلیمان بن عبدالملک رحمتہ اللہ علیہ نے رجاء بن حیوۃ سے کہا مجھے ایک کریم و شریف آدمی کی ضرورت ہے جس کو میں افریقیہ کا والی بناؤں۔ اُس نے کہا بہت بہتر چند روز کے انتظار کے بعد وہ خلیفہ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے ایسا آدمی مل گیا ہے۔ خلیفہ نے دریافت کیا وہ کون ہے۔ کہا محمد بن یزید مولائے قریش۔ خلیفہ نے

کہا اُس کو میرے سامنے لے آؤ۔ جب وہ اُس کے سامنے آیا تو سلیمان نے اُس سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے محمدؐ بن یزید! اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ سے ڈرو اور جہاں کا تم کو والی بنایا جائے وہاں حق و عدل کے ساتھ مقیم رہو۔ جاؤ میں نے تم کو تمام افریقیہ و مغرب کا والی مقرر کر دیا۔ واقدی کا بیان ہے کہ خلیفہ نے اُس کو رخصت کر دیا وہ جب باہر نکلا تو کہہ رہا تھا کہ اگر میں عدل نہ کروں تو خدائے عزوجل کے سامنے کوئی عذر پیش نہ کر سکونگا۔

۹۷ھ میں محمدؐ بن یزید نے افریقیہ میں جا کر بہترین طریقے سے کام کرنا شروع کیا اور عدل و انصاف کو جاری کیا۔ اسی سال اُس کو عبداللہ ابن موسےٰ ابن نصیر کے گرفتار کرنے تعذیب دینے اور بنو موسےٰ کے تمام مال و متاع کی ضبطی کا حکم موصول ہوا۔ چنانچہ محمدؐ نے اُس کو قید کرکے طرح طرح کے عذاب دیئے اور آخر کار اُسے قتل کر دیا۔ خلیفہ سلیمان نے اُس کو آلِ موسےٰ اُس کی اولاد۔ اور اُس کے تمام طرفداروں کو گرفتار کرنے اور اُس وقت تک تعذیب دینے کا حکم دیا تھا کہ جب تک کہ وہ تین لاکھ دینار ادا نہ کر دیں۔ عبداللہ بن موسےٰ کو خالد بن حبیب القرشی نے قتل کیا تھا۔ عبدالعزیز بن موسےٰ اپنے باپ بھائی اور خاندان کا حال سُن کر بنو مروان (یعنی بنو امیہ) کی اطاعت سے منحرف ہوگیا اور اپنی حکومت جمانے کی فکر کرنے لگا۔ سلیمان نے حبیب بن ابی عبدہٗ اور تمام شرفاء عرب کو خط لکھے کہ وہ عبدالعزیز کو قتل کر دیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اُس کو قتل کر دیا۔ اُس کا اور اُس کے بھائی عبداللہ کا سر دمشق لے جایا گیا۔ اور جب کہ موسےٰ کو عذاب دیا جا رہا تھا یہ دونوں سر اس کے سامنے لا کر رکھے گئے۔ سلیمان کا موسےٰ اور اُس کی اولاد سے یہ سلوک، حالانکہ اُنہوں نے اسلام میں اس عظیم الشان درجہ کی فتوحات حاصل کی تھیں، ایک ایسی غلطی تھی کہ جس کے لئے ہمیشہ اُس پر نفرین کی گئی۔

عبدالعزیز کی موت کے بعد محمدؐ بن یزید نے حر بن عبدالرحمٰن قیسی کو اندلس کا عامل مقرر کیا۔ اُس زمانے میں اندلس والئے افریقیہ کے ماتحت تھا، بعینہٖ اُسی طرح جیسے کہ پہلے والی افریقیہ والئی مصر کا ماتحت ہوا کرتا تھا۔ محمدؐ بن یزید افریقیہ کی سرحدوں پر فوجیں بھیجتا رہتا تھا، اور جو کچھ وصول ہوتا اُس کو اُن ہی میں تقسیم کر دیتا۔ وہ صرف دو سال اور چند ماہ والی رہا۔

۹۹ھ میں سلیمان ابن عبدالملک نے وفات پائی اور عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے۔ اُنہوں نے اسماعیل بن عبداللہ بن ابی مہاجر، مولائے بنو مخزوم کو افریقیہ کا والی مقرر کیا۔ ۱۰۰ھ میں اسماعیل، امیرالمومنین حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی طرف سے والی بن کر افریقیہ آیا۔ یہ شخص نہایت ہی اچھا امیر اور والی تھا۔ اُس نے اس بات کی سخت کوشش کی کہ بربریوں کو اسلام کی دعوت دے۔ چنانچہ اُسی کے زمانے، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں، باقی ماندہ بربری بھی مسلمان ہو گئے۔ وہی شخص ہے جس نے اہل افریقیہ کو حلال و حرام میں تفریق کرنی سکھائی۔ حضرت عمر (بن عبدالعزیز) رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اُس کے ساتھ دس تابعین علماء کو روانہ کیا تھا، جن میں عبدالرحمٰن بن نافع، سعید بن مسعود التجیبی وغیرہ شامل تھے۔ ان تابعین کے افریقیہ پہنچنے سے پہلے وہاں شراب حلال سمجھی جاتی تھی۔ ان ہی بزرگوں نے جا کر اس کی تحریم واضح کی۔ اسی سال اسماعیل (بن عبداللہ) بن ابی مہاجر نے السمح بن مالک خولانی کو اندلس کا والی مقرر کیا۔ وہ وہاں ماہ رمضان میں پہنچا۔

۲۰ شعبان ۱۰۱ھ کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے دیر سمعان کے مقام پر انتقال کیا۔ اُن کی خلافت کا زمانہ صرف دو سال اور پانچ ماہ ہے۔ اُن کے بعد یزید بن عبدالملک تخت خلافت پر بیٹھا، اور اُس نے یزید بن ابی مسلم مولائے حجاج

ن یوسف کو جو اُس کا صاحب الشرطہ تھا اُفریقیہ پر مقرر کیا +

چنانچہ ۱۰۲ھ میں یزید بن ابی مسلم والی افریقیہ ہو کر وہاں پہنچا۔ یہ شخص سخت ظالم اور جاہل تھا۔ بربری اس کے حرس (باڈی گارڈ) کے طور پر کام کرتے تھے ایک مرتبہ اُس نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں شاہان روم کی طرح اپنے حرس کے ہاتھ پر اپنا نشان داغ دوں، چنانچہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ داہنے ہاتھ پر اُس شخص کا نام اور بائیں پر حرسیؓ کا لفظ داغ دیا جائے۔ تاکہ وہ لوگ اور تمام آدمیوں سے ممیز ہو جائیں، اور سب لوگ بآسانی ان کی شناخت کر سکیں۔ جب اُس کے حرس نے یہ بات سنی تو اُن کو سخت غصہ آیا اور اُنہوں نے کہا کہ کیا وہ ہم کو نصاریٰ سمجھتا ہے چنانچہ اُنہوں نے اُس کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ایک دن جب وہ مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے مسجد آیا تو اُنہوں نے اُس کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیا۔ اب لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جب تک خلیفہ کے پاس سے کوئی حکم آئے اپنے میں کسی شخص کو حاکم مقرر کرنا چاہیئے۔ آخر مغیرۃ بن بُردہ پر ان لوگوں کا اتفاق ہوا، کیونکہ یہ شخص بہت بہادر آدمی تھا۔ مگر اُس کے بیٹے عبداللہ نے اُس سے کہا کہ "یزید بن ابی مسلم آپ کے سامنے قتل ہوا ہے، اگر آپ نے یہ حکومت منظور کر لی تو اس کے قتل کا الزام آپ پر ہی آئیگا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم متفقہ طور پر محمد بن اوس الانصاری کو حاکم بنالیں" وہ اس وقت صقلیہ میں لڑ رہا تھا۔ تھوڑی مدت بعد وہ وہاں سے حاصل کردہ مال غنیمت کو لئے ہوئے واپس آ پہنچا، اور اُس کو لوگوں نے اپنا حاکم بنا لیا۔ اُس نے (خلیفہ) یزید بن عبدالملک کو تمام صورت حالات کی اطلاع دی، چنانچہ اس نے بشر بن صفوان کو افریقیہ کا عامل مقرر کر دیا +

بشر بن صفوان کی ولایت افریقیہ کا بیان

اس کا شجرۂ نسب: بشر بن صفوان بن تویل بن بشر بن حنظلہ بن علقمہ بن شراحیل بن عزیز بن خالد۔ ۱۰۳ھ میں والی مقرر ہوا۔ اُس نے آل موسےٰ سے باقی ماندہ مال بھی وصول کر لیا۔ اس کے بعد وہ یزید بن عبدالملک سے ملنے کے لیے آیا، مگر خلیفہ اس سے قبل ہی مر چکا تھا۔

ماہ ربیع الاول ۱۰۵ھ میں یزید بن عبدالملک نے وفات پائی، اور ہشام بن عبدالملک اُس کا جانشین ہوا۔ اُس نے بشر بن صفوان کو پھر افریقیہ واپس بھیج دیا جب وہ واپس پہنچا تو اُس نے عنبسہ بن سحیم کلبی کو اندلس کا عامل مقرر کیا۔ اس کے بعد اس نے بنات خود صقلیہ پر فوج کشی کی، اور وہاں سے بہت سا مال و متاع اور قیدی حاصل کر کے قیروان واپس چلا آیا جب اُس کے موت کا وقت قریب آیا تو اس کی ایک لونڈی نے نوحہ کرتے ہوئے کہا کہ "یا شماتۃ الاعداء" بشر نے کہا کہ دشمنوں سے جا کر کہہ دے کہ وہ نہ مریں۔ مرنے سے پہلے اس نے عباس بن باضعۃ الکلبی کو اپنا جانشین بنایا۔

۱۰۷ھ میں بشر بن صفوان نے یحییٰ بن سلمۃ الکلبی کو اندلس کا عامل بنایا وہ ماہ شوال میں وہاں پہنچا۔ اسی سال ولایت مصر میں سخت ابتری اور بد انتظامی پھیلی۔

۱۰۹ھ میں بشر بن صفوان نے قیروان میں وفات پائی، اور خلیفہ کی طرف والی کے آنے تک اُس کا مقرر کیا ہوا جانشین ہی حکومت کرتا رہا۔

عُبَیدہ بن عبدالرحمٰن السُّلمی کی وِلائت کا بیان

یہ ابوالأعوَر السُّلمی کا جو صفین کے موقعہ پر حضرت معاویہ کے رسالے کا سپہ سالار تھا، بھتیجا تھا۔ وہ ربیع الاول سنہ ۱۱۰ھ میں افریقیہ پہنچا، اور اچانک قیروان میں داخل ہوگیا۔ جمعہ کا دن تھا، بشر بن صفوان کا مقرر کیا ہُوا قائم مقام جمعہ کی نماز کے لیے کپڑے پہن کر تیار ہو چکا تھا کہ یکایک اُس سے کہا گیا کہ یہ عُبَیدہ ہے اور خلیفہ کی طرف سے امیر افریقیہ مقرر ہو کر آیا ہے۔ یہ سُن کر اُس کے منہ سے نکلا "لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اسی طرح قیامت بھی اچانک آجائیگی"۔ یہ کہہ کر وہ گر پڑا، اور اُس کی ٹانگوں میں اتنی طاقت نہ رہی کہ وہ کھڑا رہ سکے۔ بہرحال عبیدہ قصر امارت میں داخل ہوا اور بشر کے عمال واصحاب کو قید کر کے اُن پر جرمانے کئے، اور بعض کو تعذیب بھی کی۔

سنہ ۱۱۰ھ میں عبیدہ بن عبدالرحمٰن نے عثمان بن ابونِسْعَہ کو اندلس کا عامل مقرر کیا۔ وہ وہاں شعبان میں پہنچا۔ سنہ ۱۱۱ھ میں عبیدہ کا ایک نیا والی حُذَیفہ بن الاحوص القیسی (اور بقول بعض الاشجعی) غرۂ محرم میں اندلس وارد ہوا۔ سنہ ۱۱۲ھ میں پھر ایک تیسرا والی اندلس الہیثم بن عبید الکنانی عبیدہ کی طرف سے ہی مقرر ہو کر ماہ محرم الحرام میں وہاں پہنچا، اور سنہ ۱۱۴ھ میں فوت ہوگیا۔ اس طرح اُس کا عرصہ امارت دو سال اور چند روز رہا۔

جب عبیدہ نے بشر کے عمال واصحاب کو گرفتار کر کے جرمانے کئے، اور اُن کو تعذیب دی، تو اُن میں سے ایک شخص ابوالخطار الحُسام بن ضرار الکلبی بھی تھا یہ شخص اپنی قوم میں معزز اور فصاحت اور فضیلت میں مشہور تھا۔ بشر بن صفوان کے زمانے میں افریقیہ کے ایک بڑے حصّہ کا والی بھی رہ چکا تھا۔ اس کو بھی عبیدہ نے معزول کر کے سزا دی۔ اس پر اُس نے کہا ؎

أَفَأَنتُم بنی مَروان قَیسًا دماءَنا ۔ وفی اللہ ان لم تُنصِفُوا حَکَمٌ عَدلُ

(اے بنو مروان کیا تم نے ہمارے خون قیس کے حوالے کر دیئے ہیں اگر تم انصاف نہ کرو تو اللہ تو انصاف و عدل کرنیوالا ہے)

کأنکُم لَم تَشهَدُوا مَرجَ رَاهِطٍ ۔ ولم تَعلَمُوا مَن کانَ ثَمَّ لَهُ الفضلُ

(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے مرج راہط کا واقعہ کبھی دیکھا ہی نہیں ۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اُس میں فضیلت کس کو حاصل ہوئی تھی)

تعامَیتُمُ عَنَّا بِعَینٍ جلیَّةٍ ۔ وانتم کذ اما قد علمنا لنا فُعلُهُ

(تم نے ہمارے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں ۔ حالانکہ تم کو ہمارے کارخانے معلوم ہیں)

ان اشعار کو اُس نے خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے پاس بھیج دیا ۔ ان کو سُن کر ہشام نے عبیدہ کو افریقیہ اور مغرب سے معزول کر دیا ۔ چنانچہ وہ وہاں سے مشرق کی طرف واپس روانہ ہوا اور عقبہ بن قدامہ کو بطور جانشین چھوڑ گیا ۔ یہ ماہ شوال ۱۱۴ھ کا واقعہ ہے ۔ اس طرح عبیدہ کی افریقیہ پر امارت کا زمانہ چار سال اور چھ ماہ ہے ۔ بہرحال وہ ۱۱۴ھ میں بڑے بیش بہا ہدیئے اور تحفے لے کر شام چلا گیا اور افریقیہ پر چھ مہینے تک اُس کا جانشین حکمران رہا ۔

۱۱۳ھ میں افریقیہ اور اندلس میں وہی والی تھے جو گذشتہ سال وہاں موجود تھے ۔ اس کے بعد عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الغافقی کو اندلس کا عامل مقرر کیا گیا ۔ اُس کی رومیوں سے لڑائی ہوئی اور ۱۱۵ھ میں وہ اپنی فوج کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ ایک مقام المعروف بہ بلاط الشہداء میں شہید ہو گیا ۔

---

۵۷ ابن الابار نے اپنی کتاب حلۃ السیر میں لکھا ہے کہ ابو الخطار نے یہ اشعار اُس وقت کہے تھے جبکہ افریقیہ اور اندلس پر یکے بعد دیگرے قیس کے والی مقرر ہو کر آنے لگے ۔ وہ ان اشعار میں جنگ مرج راہط کا ذکر کرتے ہوئے یاد دلاتا ہے کہ کلب نے مروان بن الحکم کی طرفداری میں کیا کیا تکالیف برداشت کی تھیں اور اس واقعہ میں بنو قیس کس طرح ضحاک بن قیس الفہری کے ساتھ شامل تھے جو بنی امیہ کے مقابل حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا طرفدار تھا ۔ (مترجم)

اسی سال ایک سخت قحط پڑا ۔

عبیداللہ بن الحبحاب کی ولائت افریقیہ و مغرب کا بیان

وہ بنی سلول کا مولا ایک زبردست رئیس اور جلیل الشان امیر فصاحت و خطابت میں فاضل و کامل، ایام العرب اور اس کے اشعار و وقائع کا حافظہ تھا ۔

وہ ماہ ربیع الآخر ۱۱۶ھ میں افریقیہ میں داخل ہوا۔ اسی نے تونس میں جامع مسجد اور دار الصناعت[۵۱] تعمیر کرایا۔ شروع شروع میں وہ محض ایک کاتب تھا مگر رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے مصر، افریقیہ، اندلس اور مغرب کے تمام علاقہ کا والی ہوگیا۔ مصر پر اس نے اپنے بیٹے قاسم کو، اندلس پر عقبہ بن الحجاج السلولی اور طنجہ اور گرد و نواح کے علاقۂ مغرب الاقصےٰ پر اپنے دوسرے بیٹے اسماعیل اور بعد میں عمر بن عبداللہ المرادی کو عامل مقرر کیا ۔

عبداللہ بن الحبحاب نے حبیب بن ابو عبدہ بن عقبہ بن نافع الفہری کو سوس الاقصےٰ کی طرف فوج کشی کی غرض سے روانہ کیا۔ وہ علاقۂ سودان تک چلا گیا، جس نے اس کا مقابلہ کیا اس کو شکست دی اور جس قبیلہ میں چاہا جا گھسا۔ بے شمار قیدی اس کے ہاتھ آئے۔ ان ہی میں دو لڑکیاں تھیں، جن کے صرف ایک پستان تھا۔ اس طرح قتل و غارت کے بعد وہ مظفر و منصور واپس آیا اور فوراً صقلیہ پر حملہ کرنے کے واسطے تیار ہوگیا۔ یہاں بھی اس کو ایسی فتوحات حاصل ہوئیں، جن کی مثال پہلے نہیں ملتی ۔

---

۵۱ دار الصناعت سے مطلب جہازوں کا کارخانہ ہے۔ تونس افریقیہ اور مغرب کی بحری طاقت جہاز سازی اور جہاز رانی کا مرکز تھا اور یہیں سے امراء افریقیہ بحیرۂ روم میں اپنے بیڑے بھیجا کرتے تھے ۔ (مترجم)

طنجہ اور گرد و نواح کے علاقہ کے عامل عمر بن عبد اللہ المرادی نے سوء سیرۃ اظہار کیا۔ صدقات اور عشر کے معاملے میں لوگوں پر تشدد کیا اور سب پر اس زعم میں اضافہ کیا کہ تمام بربری مال غنیمت اور مسلمانوں کے فئے میں داخل ہیں چنانچہ ان کی تقسیم کا ارادہ کیا۔ یہ ایک ایسا فعل تھا جس کا ارتکاب اس سے پہلے کسی عامل نے نہ کیا تھا وہ لوگ صرف اُن ہی بربریوں کو اپنا خمس قرار دیتے تھے جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ عمر کے اس مذموم فعل کا نتیجہ یہ ہوا کہ [۵۱] . . . . سخت فتنہ و فساد برپا ہوا اور بے شمار جانیں ضائع ہوئیں۔

ایسی حالت میں جب بربریوں کو حبیب بن ابی عبیدہ کی روم پر فوج کشی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے طنجہ اور گرد و نواح کے علاقے میں عبید اللہ بن الحبحاب کی اطاعت سے انحراف کیا اور مغرب الاقصےٰ کے بربریوں سے مطالبہ کیا کہ اُسے قید کرلیں۔ اس پر اس علاقے کے بربری بھی باغی ہوگئے۔ یہ نہ صرف مغرب الاقصےٰ بلکہ افریقیہ میں سلطنت اسلام کے زمانے کی پہلی بغاوت تھی۔

سنہ ۱۲۲ھ تک بربریوں کی بغاوت مغرب کے علاقہ میں جاری تھی کہ اس سال میسرہ مدغری نے خروج کیا اور طنجہ میں عمر بن عبد اللہ المرادی سے مقابلہ کرکے اُسے قتل کرڈالا۔ اس واقعہ کا ہونا تھا کہ تمام بربری اپنے امیر میسرۃ الحقیر کی سرکردگی میں باغی ہوگئے۔ اُس نے طنجہ میں تو عبد الاعلےٰ بن حُدَیج کو چھوڑا اور خود سوس کی طرف اسماعیل بن عبید اللہ بن الحبحاب کی خبر لینے چلا گیا، اور اس کو بھی قتل کرڈالا۔ اس کے بعد اہل مغرب الاقصےٰ اور اہل افریقیہ کے درمیان بہت سے واقعات پیش آئے جن کا یہاں ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا۔ اسی زمانے میں مغرب میں ایک قوم تھی جس میں خارجیوں کے عقائد پھیل رہے تھے۔ اُن کی تعداد روز بروز بڑھ رہی تھی اور

---

[۵۱] متن کتاب میں نشان ہے۔

طاقت بھی بتدریج بڑھتی جا رہی تھی۔ اس قوم کا نام برغواطہ تھا۔

بربریوں کی بغاوت اور میسرہ کے استحکام کا سبب یہ تھا کہ اُن کو ابن الحبحاب کے عامل کی سوء سیرت سے نفرت ہو گئی تھی، اور اس وجہ سے اُن میں ناراضی پھیل گئی تھی، جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔ مشرق میں یہ حال تھا کہ خلفاء بنی امیہ مغرب کی عجائبات کے دلدادہ اور عاشق تھے، اور اپنے عامل افریقیہ سے اُن کو طلب کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ اُن کو وہ بربری عورتیں، جو قید ہو کر آتی تھیں، بھیجتے رہتے تھے۔ جب ابن الحبحاب والی ہوا تو اُس نے اِن کو اور زیادہ تعداد میں اُن کے پاس روانہ کرنا شروع کیا۔ اس لئے یا تو خود بخود اُس نے اُن کے لئے حد سے زیادہ اہتمام کیا، یا اُنھوں نے اُسے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ مگر بہر حال اُس نے ظلم و تعدی پر کمر باندھی، اور بربری اسی موقع پر اُس کے عامل سے منحرف ہو کر شخص واحد کی طرح ابن الحبحاب سے باغی ہو گئے۔

عبید اللہ بن الحبحاب کی اولاد سخت مغرور تھی۔ عقبہ بن الحجاج اُن سے ملنے آیا۔ یہ عقبہ وہ شخص تھا جس کے باپ نے عبید اللہ کے باپ حبحاب کو غلامی سے آزاد کیا تھا۔ جب عقبہ عبید اللہ کے سامنے آیا تو اُس نے اُس کی تعظیم کی اور اپنے پاس تخت پر جگہ دی۔ جب وہ چلا گیا تو عبید اللہ کی اولاد نے اس معاملہ میں اظہار ناراضگی کیا۔ عبید اللہ نے کہا کہ آخر تمہاری کیا رائے ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اس کو کچھ دے کر ٹال دو، اور ہمارے شرف میں کمی نہ آنے دو۔ عبید اللہ نے جواب دیا کہ ہاں میں ایسا ہی کرونگا۔ دوسرے دن اُس نے لوگوں کو اپنے پاس آنے کا اذن عام دیا، اور لوگوں کے ساتھ عقبہ بھی اُس کے پاس آیا۔ عبید اللہ نے پھر اُس کی ویسی ہی تعظیم کی اور اُسے اپنے تخت پر بٹھلایا۔ پھر کھڑے ہو کر کہا کہ میرے ان بیٹوں کو سطوت و شوکت ظاہری کی وجہ سے شیطان نے دھوکے میں

ڈال دیا ہے اور وہ مغرور ہو گئے ہیں، وہ یہ چاہتے ہیں کہ میں حق بات سے اعراض کروں۔
ان کو میرا اس شیخ کے ساتھ نیکی سے پیش آنا ناگوار گزرا ہے۔ مگر میں تم سے کہتا
ہوں کہ وہ میرا مالک ہے اور اسی کے باپ نے میرے باپ کو آزاد کیا تھا۔ مجھ کو یہ
پسند نہیں کہ میں اس بات کو چھپاؤں، جس کا گواہ خود اللہ سبحانہ وتعالےٰ ہے۔ اس کے
بعد اُس نے عقبہ کو اجازت دے دی کہ اُس کی امارت میں سے جس علاقہ کی ولائت
چاہے اپنے لئے پسند کرلے۔ اُس نے اندلس کو پسند کیا، اور عبیداللہ نے اُسے
وہاں کا والی بنادیا۔ یہ ۱۱۶ھ کا واقعہ ہے۔ عقبہ ۱۲۱ھ تک وہاں مقیم رہا۔ اس سال
عبدالملک بن قطن الفہری نے اُس کی مخالفت کی اور اُس کو ولائت سے علیحدہ
کردیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ خود عقبہ نے اُس کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔

مگر اب ہم پھر میسرہ مدغری کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو صفریہ کا سردار اور
امیر غرب تھا۔ جب عبیداللہ بن الحبحاب کو اپنے عامل اور بیٹے کے قتل کی
اطلاع ہوئی تو اُس نے حبیب ابن ابوعبدہ کو لکھا کہ فوراً صقلیہ سے واپس
آکر میسرہ کی طرف کوچ کرنے والی اہل افریقیہ کی فوج کے ساتھ بسرعت
تمام شامل ہو جائے۔ ابن الحبحاب نے خالد بن ابوحبیب الفہری کو افریقیہ
کی فوج، اور اُن کے اشراف وکبار پر افسر مقرر کیا۔ چنانچہ وہ فوراً میسرہ کی طرف
روانہ ہو گیا اور حبیب بن ابوعبدہ بھی اُس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ خالد نے
چلتے چلتے قاہرہ کے قریب نہر شلف کو عبور کیا، اور یہاں حبیب بن ابوعبدہ
بھی آکر اس دریا کے گھاٹ پر اترا، مگر اُس سے مل نہ سکا۔ اُدھر خالد بسرعت
تمام یلغار کرتا ہوا روانہ ہوا اور آخرکار طنجہ کے قریب میسرہ سے مقابل ہوا۔ یہاں
فریقین میں ایسی جنگ ہوئی کہ اُس سے پہلے اُس کی نظیر چشم فلک نے نہ دیکھی تھی
جنگ کے بعد میسرہ طنجہ کی طرف پسپا ہو گیا، مگر بربری اس سے قبل ہی اُس کی

سوءِ سیرت اور شرائط بیعت سے پھر جانے کی وجہ سے تنگ آ گئے تھے۔ رقیق کا بیان ہے کہ میسرہ کو خلیفہ کا خطاب دے دیا گیا تھا اور اسی لحاظ سے اُس سے بیعت بھی کی گئی تھی۔ بہر حال بربریون نے اُس کو قتل کر کے خالد بن حمید الزناتی کو اپنا امیر مقرر کر لیا۔ خالد بن ابو حبیب کا پھر بربریون سے سخت مقابلہ ہوا ابھی جنگ جاری ہی تھی کہ خالد بن حمید الزناتی نے ایک عسکر عظیم کو ہمرکاب لے کر عقب سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اب یہ دونوں طرف سے بربریون سے گھر گئے اور دشمن کی تعداد بھی زیادہ ہو گئی۔ اس لئے انجام کار عربوں کو ہزیمت ہوئی۔ مگر خالد بن ابو حبیب کو یہ برا معلوم ہوا کہ بھاگ کر اپنی جان بچائے اس لئے اُس نے اور اُس کے اصحاب نے اپنے آپ کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں ڈال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خالد اور اس کے تمام ساتھی شہید ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ اس جنگ میں عربوں کے مشہور شہسوار، شرفاء کبار، بہادر اور جنگجو لوگ مارے گئے۔ اسی وجہ سے اس واقعہ کا نام غزوۂ اشراف ہو گیا۔ مسلمانوں کی اس شکست سے ملک میں جو کچھ امن قائم تھا اُس کا بھی خاتمہ ہو گیا اور شہروں میں بدامنی اور بے چینی زیادہ ہو گئی۔ اُدھر اہل اندلس یہ سن کر کہ افریقیہ میں بربریون نے بغاوت کر دی ہے، اپنے والی سے منحرف ہو گئے اور اُس کو معزول کر کے عبد الملک بن قطن کو اپنا امیر مقرر کیا۔ اس طرح بیچارہ ابن الحبحاب ہر طرف مصائب سے گھر گیا۔ آخر کار لوگوں نے اجتماع رائے کر کے اُس کو بھی معزول کر دیا۔ جب خلیفہ ہشام بن عبد الملک کو اس تمام واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُس نے کہا کہ "بخدا میں ان لوگوں سے عربی بدلہ لونگا اور ایک ایسا لشکر ان پر بھیجونگا کہ جس کا ایک سرا میرے پاس دمشق میں ہوگا اور دوسرا اُن کے پاس"۔ پھر اس نے ابن الحبحاب کو اپنے پاس بلا لیا۔ وہ ماہ جمادی الاول ۱۲۳ھ میں مشرق کی طرف روانہ ہو گیا۔

کلثوم بن عیاض کی ولائت افریقیہ اور اُس کے امیر غرب خالد بن حمید الزناتی کے ساتھ جنگ کرنے کا بیان

جب خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو مغرب اندلس کی بغاوت اور بدامنی کی اطلاع ہوئی تو اُس نے کلثوم بن عیاض کو افریقیہ روانہ کیا اور بارہ ہزار اہل شام کو اُس کے ہم رکاب کر دیا۔ اس کے علاوہ تمام شہروں کے والیوں کو حکم دیا کہ وہ اُس کے ہمراہ ہو جائیں۔ چنانچہ والیان مصر، اطرابلس و برقہ اُس کے ساتھ ہو گئے اس تزک و احتشام سے وہ ماہ رمضان ۱۲۳ھ میں افریقیہ میں داخل ہوا۔ مگر قیروان میں نہیں ٹھیرا۔ اُس کے مقدمۃ الجیش کا سردار بلج بن بشر القشیری اُس کا چچا زاد بھائی تھا۔ جب بلج وہاں پہنچ گیا تو اُس نے اہل افریقیہ کو حکم دیا کہ اپنے دروازے مت بند کرو، تاکہ اہل شام تمہارے گھروں کو پہچان لیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ غلیظ الفاظ استعمال کئے۔ ان لوگوں نے حبیب بن ابو عبدہ کو لکھا اور جو کچھ بلج نے کہا تھا اُس سے بھی اُس کو اطلاع دی۔ اُس نے کلثوم کو لکھا کہ "تیرے کمینہ چچا زاد بھائی بلج نے ایسا ایسا کہا ہے، اس لئے تو اپنے لشکر سمیت ان کے پاس سے چلا جا ورنہ ہم اپنے گھوڑوں کی باگیں تیری طرف پھیر دیں گے"۔ کلثوم نے اُس کو معذرت نامہ لکھا اور حکم دیا کہ وہ اُس کے آنے تک شلف (دریا) پر ہی ٹھیرا رہے۔

کلثوم نے عبدالرحمٰن بن عقبۃ الغفاری کو قیروان میں چھوڑا اور خود کوچ کر کے حبیب کے لشکر کے ساتھ جا ملا۔ ملاقات ہونے پر اُس نے حبیب کو برا بھلا کہا اور اس کی اہانت کی۔ بلج نے بھی اُس کو گالیاں دیں، اور کہا کہ "دیکھو یہی شخص ہے

جو گھوڑوں کی باگیں ہماری طرف پھیرتا تھا“ بات بڑھنے پر عبدالرحمٰن بن حبیب کھڑا ہوا اور اُس نے بلج سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”یہ حبیب ہے اگر تو چاہے تو اس سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ“ لوگوں نے بھی ”السلاح السلاح“ کا غل مچایا۔ یہ سن کر اہل افریقیہ مع اہل مصر کے ایک جانب جا کر جمع ہو گئے۔ پھر اُن میں صلح کی کوشش کی گئی۔ کلثوم اور بلج کی سوء تدبیر اور آپس کا یہی اختلاف آخر میں ان سب کی ہلاکت کا باعث ہوا۔

جب کلثوم وادی (دریا) سبوا کے کنارے پہنچا ہے تو اُس کے پاس تیس ہزار آدمی تھے، جن میں بقول ابن القطان دس ہزار بنی امیہ کے خاندان کے افراد اور بیس ہزار دیگر عرب شامل تھے۔ خالد بن حمید الزناتی، جو میسرہ کے بعد بربریوں کا امیر ہوا تھا، اُن کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر کلثوم نے رات کے وقت بلج کو بھیجا کہ اچانک بربریون پر جا پڑے۔ بلج تمام رات چلا اور صبح ہوتے ہوتے اُن پر جا پڑا۔ بربریون نے اُس کا مقابلہ کیا اور اُس کو شکست دے کر کلثوم تک پہنچ گیا۔ اُس نے ایک دیدبان نصب کرنے کا حکم دیا اور اُس پر بیٹھ گیا۔ اب فریقین میں جنگ شروع ہوئی۔ بربری چمڑے کی ڈھالوں (درق) کے پیچھے بیٹھ گئے۔ پہلے سواروں میں مڈبھیڑ ہوئی۔ اوّل اوّل عرب فوج کے رسالے نے بربریون کے رسالے کو دبا لیا۔ مگر بعد میں عربی رسالہ بربریون کی زد میں آ گیا۔ اس حالت میں پیادوں کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا اور طرفین نے بڑا بڑی ثابت قدمی اور بہادری دکھائی۔ بربریون کے سوار اور پیادے کلثوم اور اُس کے اصحاب کے ساتھ مل گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کلثوم، حبیب بن ابو عبدہ، سلیمان بن ابو المہاجر اور دیگر اکابر عرب شہید ہوئے۔ اہل شام اندلس کی طرف اور اہل افریقیہ و مصر افریقیہ کی طرف پسپا ہوئے۔

ابن القطان کا بیان ہے کہ جب خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے کلثوم کو افریقیہ اور مغرب کا والی بنا کر روانہ کیا ہے تو اُس کو اس معاملہ میں انتہائی کوشش وسعی کرنے کا حکم دیا تھا۔ بنو امیہ کو جو اطلاعات موصول ہوئی تھیں۔ اُن ہی سے اُن کو معلوم ہوا تھا کہ اُن کے ممالک محروسہ کی آخری حد زاب تک ہے۔ اس سے انہوں نے خیال کیا کہ زاب سے مراد زاب مصر ہے، حالانکہ دراصل زاب افریقیہ تھی۔ اسی لئے خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے کلثوم سے اُس کے مستحکم اور مضبوط کرنے کا وعدہ لیا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی عہد کیا تھا کہ اُسے اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو اس حالت میں اُس کا بھتیجا (۹) بلج اُس کا جانشین ہوگا۔ کلثوم اور بربریوں کے درمیان متعدد جنگیں ہوئیں، جن میں سے ایک میں بربریوں نے اُس کو شکست دے کر قتل کر ڈالا اور مذکورہ بالا عہد و پیمان کے مطابق بلج افریقیہ میں عربوں کا امیر ہو گیا۔ مسلمانوں کے ہزیمت خوردہ لشکر نے سبتہ میں پناہ لی اور اُس وقت تک وہاں مقیم رہا۔ اُن کا وہاں رہنا ناممکن ہو گیا۔ ایسی حالت میں بلج اور اُس کے ساتھیوں نے عبدالملک بن قطن، امیر اندلس، سے خط و کتابت شروع کی اور اُس سے اندلس میں داخل ہونے کی اجازت مانگی، مگر اُس نے اُن کو امان نہ دی، اور غلہ کی کشتیاں مہیا کرنے میں لیت و لعل کرتا رہا۔ اس کے بعد ایک واقعہ پیش آیا جس کا ذکر اپنے موقع پر اس کتاب کی جلد ثانی میں تاریخ اندلس کے بیان میں آئیگا۔ اس واقعہ سے مجبور ہو کر عبدالملک کو اب ان پناہ گزینوں کو اندلس میں داخل کرنا پڑا۔ چنانچہ اب اُس نے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا اور اُن سے یہ شرط کی کہ وہ ایک سال اندلس میں بسر کرنے کے بعد وہاں سے چلے جائینگے۔ یہ لوگ راضی ہو گئے اور تقریباً دس ہزار شامی عرب اندلس میں داخل ہوئے۔

اندلس میں ایک ہی سال کی اقامت میں وہ لوگ مرفہ الحال ہو گئے اور ب

جب مذکورہ بالا شرط کے مطابق عبدالملک نے اُن سے ملک چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا؛ بلکہ عبدالملک بن قطن کو قتل کر کے بلج اندلس پر مستولی اور قابض ہو بیٹھا اور گیارہ ماہ تک وہاں کا امیر بنا رہا۔ اس کا حال ہم نے اس کتاب کی جلد ثانی میں تاریخ اندلس کے ضمن میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ رقیق کا بیان ہے کہ اہل افریقیہ میں سے صرف عبدالرحمٰن بن حبیب نے ہی شکست کھائی تھی اور وہ سمندر پار اندلس میں جاکر پناہ گزین ہوا تھا۔ وہاں اُس نے امیر اندلس سے کہا کہ "یہ شامی عرب کہتے ہیں کہ اندلس سے ہمارے لئے کشتیاں روانہ کرو تاکہ ہم بھی وہاں چلے آئیں؛ اور اگر وہ آ گئے تو وہ تمہارے لئے امن مفقود ہو جائیگا"۔ بہر حال یہی ہوا کہ جب وہ سمندر کو پار کر کے ایک مرتبہ ملک میں داخل ہو گئے؛ اور ایک سال وہاں بسر کر لیا؛ تو بلج کی سرکردگی میں عبدالملک کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ اُن کے آپس میں بارہ جنگیں ہوئیں؛ اور ہر ایک میں عبدالملک بن قطن ہی کو شکست ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بلج اندلس پر قابض ہو گیا۔

سنہ ۱۲۴ھ میں بلج اندلس میں مارا گیا؛ اور ھشام کے عہد کے مطابق اُس کے لوگوں نے ثعلبۃ بن سلامۃ العاملی کو امیر مقرر کر لیا۔ اس کے زمانے میں باقی ماندہ بربریوں نے بھی ماردہ میں بغاوت کی۔ ثعلبہ نے اُن سے جنگ کی اور اُن کی ایک کثیر تعداد کو قتل کیا؛ اور تقریباً ایک ہزار قیدی اس کے ہاتھ آئے۔ اس کے بعد وہ قرطبہ چلا گیا۔ اُس کی ولائت کا زمانہ صرف دس ماہ ہے۔ اسی کی عہد ولائت میں برغواطہ کے ظہور کی ابتداء ہوئی۔

برغواطہ اور اُن کے اسلام سے مرتد ہونے کا بیان

ابن القطان وغیرہ کا بیان ہے کہ طریف شمعون بن اسحاق کی اولاد میں سے

تھا۔ صفریہ شہر قیروان کو لوٹنے اور تباہ کرنے کے لئے اپنے ایک امیر کی سرکردگی میں تین لاکھ بربریوں کی جماعت کو ہمراہ لیے ہوئے آئے۔ اس سے قبل اُنہوں نے بلاد افریقیہ اس کے حریم اور مال ومتاع کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا، مگر اہل قیروان نے انہیں شکست دی۔ یہ لوگ تعداد میں صرف بارہ ہزار تھے، مگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل تھی، اُسی نے ان کو فتح دلائی۔ ان کا قصہ بہت طویل ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم اس کو قلم انداز کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا طریف ابن ہٰیٰ تربخن کے لشکر کا ایک قائد تھا۔ جب اہل قیروان نے اُن لوگوں کو شکست دے دی اور اُن کی جمعیت متفرق و پراگندہ ہوگئی تو یہ طریف تاسنا چلا گیا، جو بربریوں کے چند قبائل کا وطن تھا۔ وہاں اُس نے اُن لوگوں کی جہالت سے فایدہ اٹھایا اور اپنے لئے دعوت دینی شروع کی۔ بربریوں نے دعوت کو قبول کر کے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اُس کو اپنا سردار بنا لیا۔ اُس نے ان کے لئے ایک شریعت بنائی، اور ایک مدت کے بعد مر گیا۔ اُس نے چار بیٹے چھوڑے۔ بربریوں نے ان میں سے صالح کو اپنا سردار بنا لیا۔ وہ اُسی شریعت پر قایم رہا جس کو اس کے باپ طریف نے وضع کیا تھا۔ یہ صالح اپنے باپ کے ہمراہ میسرۃ الحقیر صفریہ اور مغرور بن طالوت صفریہ کی جنگ میں شریک تھا۔ یہ دونوں شخص صفریہ کے سردار تھے۔ اس کے بعد صالح نے دعوے کیا کہ جس قرآن کو وہ پڑھتے ہیں وہ اُسی پر نازل ہوا ہے اور اپنے پیروؤں سے کہا کہ وہ صالح مومنین جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے وہی ہے۔ صالح نے اپنے بیٹے الیاس کو اپنا دین سمجھایا، اور اپنی شریعت سے اُس کو آگاہ کر دیا اور ساتھ ہی اُس کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اُس وقت تک اپنے دین کو ظاہر نہ کرے جب تک کہ اُس کو غلبہ اور شہرت حاصل نہ ہو جائے۔ اُس وقت جب کوئی اُس کی مخالفت کرے اُس کو قتل کر ڈالے اور اندلس میں امیر المومنین سے دوستی پیدا کرے۔ اس کے بعد صالح خود

مشرق کی طرف چلا گیا اور اپنے بیٹے سے وعدہ کیا کہ وہ اُن کے ساتویں بادشاہ کی حکومت کے دوران میں واپس آئیگا۔ اس کا خیال تھا کہ وہی مہدی آخر الزمان ہے جو دجال سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور اُس ہی کے پیروؤں میں سے کوئی حضرت عیسٰے ہوگا جس کے پیچھے وہ نماز پڑھیگا۔ اس کے متعلق اُس نے ایک قصہ بھی بیان کیا تھا جس کو اُس نے حضرت موسٰے سے منسوب کیا تھا۔

صالح کے مشرق چلے جانے کے بعد اُس کا بیٹا الیاس اُس کا جانشین ہوا اور پچاس برس تک برابر امیر رہا۔ اُس نے اپنی شریعت کو ۱۷۳ھ تک پوشیدہ رکھا۔ مگر اس سال صالح اور اُس کے بیٹے کا تمام حال معلوم کر لیا گیا۔ مگر ان کے امر کی ابتداء اسی سال یا اس سے ایک سال قبل ہوئی اور اس کے بعد ۱۷۳ھ تک صرف پچاس سال گذرے۔ اس طرح بہرحال اس جماعت کی ابتداء ۱۲۴ھ یا اس کے قریب ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

افریقیہ اور مغرب پر حنظلہ بن صفوان کی ولائت کا بیان

جب امیر المؤمنین ہشام بن عبد الملک کو کلثوم بن عیاض اور اُس کے ساتھیوں کے قتل کی اطلاع ہوئی تو اُس نے حنظلہ بن صفوان الکلبی کو افریقیہ روانہ کیا۔ یہ شخص اس سے قبل اُس کی طرف سے مصر کا عامل تھا جہاں اُس کو ۱۱۹ھ میں مقرر کیا گیا تھا۔ وہیں سے اُس کو افریقیہ جانے کا حکم ہوا چنانچہ ماہ ربیع الآخر میں وہ اُس ملک میں وارد ہوا۔ اہل اندلس نے اُس کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اُن پر کوئی عامل مقرر کر دے چنانچہ اُس نے ابو الخطار حسام بن ضرار الکلبی کو وہاں عامل بنا کر روانہ کر دیا۔ وہ ماہ رجب میں وہاں پہنچا۔ اس کا حال ہم انشاء اللہ تاریخ اندلس کی ضمن میں لکھینگے۔

حنظلہ نے قیروان پہنچ کر ذرا دم ہی لیا تھا کہ عکّاشتہ الصفری الخارجی نے بربریوں کی ایک جماعت عظیم کو ساتھ لے کر اُس کی طرف کوچ کیا۔ دوسری جانب سے عبدالواحد بن یزید الهواری نے بھی جم غفیر کے ساتھ اُس پر چڑھائی کر دی۔ یہ دونوں سپہ سالار زاب تک تو ساتھ آئے، مگر وہاں سے علیحدہ ہو کر عکّاشہ مجانتہ کے راستے سے قیروان پہنچ گیا اور عبدالواحد نے پہاڑوں کا راستہ اختیار کیا۔ اُس کے مقدمتہ الجیش کا سردار ابو قرۃ المغیلی تھا۔ حنظلہ نے چاہا کہ قبل اس کے کہ یہ دونوں اپنی طاقت کو مجتمع کر سکیں، عکّاشتہ کا فیصلہ کر دینا چاہیے۔ اس ارادے سے وہ اہل قیروان کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر نکلا۔ اور قرن کے مقام پر عکّاشہ سے اس کا مقابلہ ہوا۔ سخت جنگ کے بعد عکّاشہ اور اُس کی فوج کو شکست ہوئی۔ جنگ میں بربری اس قدر کام آئے کہ کثرت تعداد کی وجہ سے اُن کا شمار کرنا ناممکن ہے۔ کہتے ہیں کہ جب حنظلہ نے بربریوں کی کثرت کو ملاحظہ کیا تو اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "لاؤ امیرالمؤمنین سے کمک کی درخواست کریں"۔ مگر ایک نوجوان نے کہا "کہ نہیں، بلکہ ہم کو دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ خدا ہمارے لئے کیا کرتا ہے"۔ حنظلہ نے بھی آخر یہی فیصلہ کیا، اور جیسا کہ اوپر کہا گیا۔ خدا نے عکّاشتہ کو شکست دی۔ مگر اس واقعہ کا قصّہ طویل ہے۔

عبداللہ بن ابو حسّان کا بیان ہے کہ حنظلہ نے مخزنوں اور خزانوں سے تمام ہتھیار اور مال و متاع نکالا اور لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ سب سے پہلا شخص جو اُس کے پاس آیا قبیلۂ یحصب کا ایک فرد تھا۔ حنظلہ نے دریافت کیا کہ تیرا کیا نام ہے۔ کہا نصر بن ینعم۔ یہ نام سُن کر حنظلہ اس انداز سے مسکرایا کہ وہ اُس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہے، اور اُس سے کہا کہ سچ بول۔ اُس نے جواب دیا کہ میرا اس کے سوا اور کوئی نام نہیں۔ یہ معلوم کر کے حنظلہ نے اس سے فال

نیک لی اور کہا کہ اب مدد اور فتح دونوں حاصل ہو جائینگی۔ مال اور ہتھیار لوگوں میں تقسیم کئے، اور صفریہ خارجیوں کے مقابلہ کے لئے نکلا فریقین میں متعدد جنگیں ہوئیں جن کا مفصل ذکر باعث طوالت ہوگا۔ آخر گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ مبانذت کے نعرے سنے لگنے لگے۔ پیادہ فوج ثابت قدمی کے ساتھ لڑی اور سوائے ہتھیاروں کی جھنکار کے اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ پہلے عربوں کے میسرہ پر حملہ ہوا، مگر اسی اثناء میں بربریوں کا میسرہ اور قلب دونوں کو شکست ہوگئی۔ یہ دیکھ کر عربوں کے میسرہ نے اُن کے میمنہ پر حملہ کیا، اور انجام کار بربریوں کو شکست فاش ہوگئی۔ عبدالواحد کا سر حنظلہ کے پاس لایا گیا اور عکاشہ گرفتار ہو کر اُس کے سامنے آیا۔ اس کو قتل کر کے حنظلہ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ تمام دنیا میں اس قدر خون ریز جنگ کا کہیں ذکر نہیں پایا جاتا۔ حنظلہ نے مقتولین کے شمار کرنے کا ارادہ کیا، مگر نہ گن سکا۔ اس پر اُس نے لکڑیاں منگائیں اور ایک ایک لکڑی ہر ایک مقتول پر ڈال دی۔ پھر اُن کو جمع کر کے جب گنا گیا تو معلوم ہوا کہ ایک لاکھ اسی ہزار آدمی اس جنگ میں کام آئے ہیں۔ صفریہ عورتوں اور سفک دماء کو حلال سمجھتے تھے۔

حنظلہ نے امیرالمومنین ہشام بن عبدالملک کو اس فتح کی اطلاع دی، وہ اس کو سن کر بہت خوش ہوا۔ لیث ابن سعد کہا کرتے تھے کہ غزوہ بدر کے بعد کوئی جنگ سوائے غزوۃ القرن الاصنام کے ایسی نہیں ہوئی جس میں میں شامل ہونے کی آرزو کرتا۔

۱۲۵ھ میں امیرالمومنین ہشام بن عبدالملک نے وفات پائی۔ اس سال مختلف ممالک کے عامل وہی تھے جو اس سے قبل تھے یعنی حفص بن ولید مصر پر، حنظلہ بن صفوان افریقیہ پر، اور ابوالخطار اندلس پر۔ ۶۔ ربیع الآخر ۱۲۵ھ

کو چہار شنبہ کے روز یعنی جس دن ہشام نے وفات پائی ہے۔ اُسی دن ولید بن یزید خلیفہ ہوا۔

بروز پنجشنبہ ۲۸ (یا ۲۷) جمادی الآخر ۱۲۶ھ کو ولید بن یزید مقتول ہوا اُس کو یزید بن ولید المعروف بہ ناقص نے قتل کیا تھا، اور وہی اس کا جانشین ہوا۔ اُس کے زمانے میں اُس سال افریقیہ میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ دمشق میں لوگوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اُس نے اپنے بیٹے ابراہیم کے لئے بھی ولائت عہد کی بیعت لی، اور اسی سال ماہ ذی الحج میں مرگیا۔ اُس کا بیٹا ابراہیم تقریباً ڈیڑھ ماہ خلیفہ رہا، پھر خلع کیا، اور مروان الجعدی خلیفہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ مروان نے یزید بن ولید کی قبر کھول کر اُس کی لاش کو نکالا اور صلیب پر چڑھایا تھا۔

عبدالرحمٰن بن حبیب الفہری کے افریقیہ میں فساد مچانے اور اُس کے بعض حالات کا بیان

عربوں کی اُس ہزیمت کے بعد جس میں اُس کا باپ حبیب بن ابی عبدۃ بن عقبہ بن نافع، کلثوم بن عیاض کے ساتھ مارا گیا تھا، عبدالرحمٰن بن حبیب نے اندلس میں پناہ لی تھی۔ یہاں اپنی رہائش کے دوران میں وہ برابر اس کوشش میں رہا کہ کسی طرح ملک پر غلبہ حاصل کرلے۔ مگر یہ ممکن نہ ہوا۔ آخر جب حنظلہ نے ابوالخطار کو اندلس کا والی مقرر کرکے بھیج دیا تو عبدالرحمٰن کو اپنی جان کا خطرہ ہوا۔ چنانچہ وہ چھپ کر وہاں سے بھاگا اور سمندر کو عبور کرکے تونس میں آکر اترا۔ یہ ماہ جمادی الاول ۱۲۷ھ کا واقعہ ہے۔ یہاں پہنچ کر اُس نے لوگوں کو اپنے لئے دعوت دی۔ چنانچہ

وہاں کے باشندے اُس کے ساتھ شامل ہو گئے خنظلہ نے اُس سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ مگر چونکہ وہ دیندار اور پرہیزگار آدمی تھا، اس لئے مسلمانوں سے جنگ کرنا اُس کو بُرا معلوم ہوا اور اُس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے بجائے اُس نے اہل افریقیہ کے چند معززین کی ایک جماعت کو اُس کے پاس روانہ کیا۔ تاکہ اُس کو سمجھا کر پھر اطاعت قبول کر لینے کی دعوت دیں۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو عبدالرحمٰن نے ان کو زنجیروں میں جکڑ دیا، اور اُن کو ساتھ لے کر قیروان کی طرف روانہ ہوا۔ ساتھ ہی اعلان کیا کہ ان لوگوں کے عزیز و اقارب اُن کی مدد کے لئے ایک پتھر بھی پھینکینگے تو وہ اُن سب کو قتل کر دیگا، حالانکہ یہ لوگ اکابر و معززین شہر میں تھے۔ جب خنظلہ نے یہ حالت دیکھی تو قاضیوں اور دوسرے حاکموں کو جمع کیا۔ بیت المال کھول کر اُس میں صرف ایک ہزار دینار لئے اور باقی اُسی میں چھوڑ دیا اور کہا کہ مجھ کو اس میں سے صرف اتنی ہی رقم کی ضرورت ہے کہ جو میری ضروریات کے لئے کفایت کرے۔ پھر جمادی الاول ۱۲۹ھ میں وہ افریقیہ سے چلا گیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن آیا اور قیروان میں داخل ہو کر منادی کرا دی کہ کوئی شخص نہ تو خنظلہ کے ساتھ جائے اور نہ اُس کی شائعت کرے۔ اس لئے لوگ عبدالرحمٰن کے ڈر سے اُس کو چھوڑ کر واپس آ گئے خنظلہ نے اہل افریقیہ کو بددعا دی، چونکہ وہ مستجاب الدعوات تھا اس لئے اُس کی دعا قبول ہوئی اور افریقیہ میں سات سال برابر وبا اور طاعون پھیلا رہا، گرمی اور سردی کے موسم میں تھوڑی مدت کے لئے ذرا کمی آجاتی تھی۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ عبدالرحمٰن بن حبیب کے افریقیہ پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد خلیفہ مروان بن محمد الجعدی نے اُسی کو والی افریقیہ بنا دیا تھا۔ والی مقرر ہونے کے بعد بربریوں اور عربوں کی ایک جماعت نے اُس کی اطاعت سے انحراف کیا۔ مثلاً عروہ بن ولید الصدفی باغی ہوا اور تونس پر قابض ہو گیا۔ ساحل

سندھ کے عربوں نے بغاوت کی۔ ابن عطاف الازدی نے خروج کیا۔ کوہستان کے بربری منحرف ہو گئے اور ثابت الصنہاجی باجہ میں باغی ہوا اور اس پر متسلط ہو گیا اس کے مقابلہ میں عبدالرحمٰن کا بھائی الیاس بن حبیب چھ سو سواروں کو لے کر روانہ ہوا۔ مگر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ مقابلہ کو جا رہا ہے۔ بلکہ حیلہ سے کام لیا۔ جب اُس کو اپنے جاسوسوں سے یہ معلوم ہو گیا کہ لوگ امن اور غفلت کی حالت میں ہیں تو لشکر نے اچانک اُن پر حملہ کیا۔ ابن عطاف اور اُس کے ہمراہی قتل ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے بربریوں کے قتل میں بڑی سرگرمی سے کام لیا۔ ان ہی کے قتل کے ذریعے سے اُس نے لوگوں کے دلی جذبات کا امتحان لیا۔ یعنی جب کوئی قیدی اس کے پاس لایا جاتا تو وہ ایسے شخص کو اُس کے قتل کا حکم دیتا۔ جس کے متعلق اُس کو معلوم تھا کہ وہ اس (قیدی) کا قتل حرام سمجھتا ہے۔ مگر وہ شخص بلاچون وچرا اس کو قتل کر دیتا۔ اس زمانے میں افریقیہ میں بہت سے واقعات اور جنگیں پیش آئیں۔ مگر ان سب کو بیان کرنا باعث طوالت ہوگا۔

عبدالرحمٰن بن حبیب (خلیفہ) مروان سے برابر خط وکتابت کرتا رہا۔ اور اس کو تحفہ تحائف بھیجتا رہا۔ مروان نے اُس کو لکھا کہ وہ آ کر اُس سے مل جائے مگر اسی اثناء میں مشرق میں بنو امیہ کی حکومت میں ضعف آ گیا۔ اور مروان کو مسوّدہ یعنی طرفداران بنو عباس ہے کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو جانا پڑا۔ اس لئے عبدالرحمٰن قیروان ہی میں مقیم رہا۔ ۱۳۵ھ میں اپنے بیٹے حبیب کو قیروان پر حاکم بنا کر اُس نے خود تلمسان پر فوج کشی کی اور بربریوں کے قبائل کو شکست دے کر قیروان واپس آ گیا۔ پھر صقلیہ پر چڑھائی کی اور اس کے بعد اس نے سردانیہ پر فوج بھیجی۔ یہاں کے لوگ کثیر تعداد میں قتل ہوئے اور آخر جزیہ کی ادائگی کی شرط پر اُس سے صلح کرنے پر رضامند ہو گئے۔ افرنجہ کی طرف بھی فوج بھیجی اور وہاں سے قیدی اُس کے پاس

آئے۔ رفتہ رفتہ تمام مغرب کا علاقہ اُس کا مطیع و فرمان بردار ہوگیا اور تمام قبائل اُس کی اطاعت میں داخل ہو گئے۔ اُس کے لشکر کو کبھی شکست اور اُس کا جھنڈا کبھی سرنگوں نہیں ہوا۔ تمام اہل مغرب کے دلوں میں اُس کا رعب و خوف جا گزیں ہوگیا ؛

مشرق میں سیاسی انقلابات کی وجہ سے مروان بن محمد قتل ہوگیا اور (مشرق میں) بنوامیہ کی سلطنت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ مگر حبیب بن عبدالرحمٰن برابر افریقیہ اور مغرب کا والی بنا رہا۔ بنوامیہ کے بعض افراد بنوعباس کے خوف سے افریقیہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ اُن کے ساتھ اُن کی عورتیں بھی تھیں۔ عبدالرحمٰن اور اُس کے بھائیوں نے اُن کے ساتھ شادیاں کرلیں۔ ان ہی پناہ گزینوں میں ولید بن یزید کے دو بیٹے تھے۔ اُن کی چچا زاد بہن عبدالرحمٰن کے بھائی الیاس بن حبیب کی بیوی تھی۔ عبدالرحمٰن نے اُن دونوں کو ایک مکان میں اتارا۔ پھر ایک حیلہ سے وہاں گیا اور اُن کو ایک خفیہ مقام پر سے دیکھا، جہاں ان کا ایک غلام اُن کو نبیذ پلا رہا تھا۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ کیا عبدالرحمٰن (بن حبیب) یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہم اولاد خلفاء کی موجودگی میں بھی امیر (افریقیہ) رہ سکتا ہے۔ یہ الفاظ سُن کر وہ واپس آگیا اور ان کو پاس بلا کر رکھا اور خاطر و مدارات کی۔ مگر ایک شخص نے اُن کو اطلاع دے دی کہ عبدالرحمٰن نے اُن کے الفاظ سُن لئے ہیں۔ یہ سُن کر وہ دو اونٹوں پر سوار ہوئے اور بھاگ نکلے۔ عبدالرحمٰن نے ان کی تلاش میں سواروں کو روانہ کیا اور وہ آخر کار گرفتار ہو کر اُس کے سامنے آئے۔ اُس نے اُن کی گردن مار دینے کا حکم دے دیا۔ ان دونوں کی چچا زاد بہن نے جو الیاس کی بیوی تھی اپنے شوہر سے کہا کہ تمہارے بھائی نے تمہارے دو سالوں کو قتل کر ڈالا حالانکہ تم اس کے سپہ سالار اور صاحب حرب ہو۔ اس کے علاوہ اُس نے اپنے بیٹے حبیب کو اپنا ولی عہد بنا لیا ہے۔ یہ بھی تمہارے لئے سبکی کا باعث ہے۔ وہ ہمیشہ ایسی ہی باتیں

کرتی رہی۔ یہاں تک کہ الیاس اور اُس کا بھائی عبدالوارث اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ ہوگئے، جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کرینگے اہل قیروان کی ایک جماعت نے بھی ان کو اس کام پر اکسایا تھا ◆

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ۱۲۷ھ میں عبدالرحمٰن بن حبیب افریقیہ میں داخل ہوا تھا، اور اپنے لئے دعوت دی تھی ۔ اسی سن میں ثوابہ بن سلامہ نے اندلس میں فساد مچایا اور وہاں اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ اس سے قبل ۱۲۵ھ میں اُس نے ابوالخطار کو شکست دی تھی۔ مگر ۱۲۷ھ میں اس کو پورا غلبہ حاصل ہوا لیکن اس میں نہ بنوامیہ کی اطاعت کی شرط تھی اور نہ بنوعباس کی؛ بلکہ یہ غلبہ بزور شمشیر حاصل ہوا تھا۔ اس غلبہ میں صُمَیل بھی شامل تھا۔ چنانچہ بظاہر بادشاہ تو ثوابہ تھا مگر تمام سطوت و سلطنت صُمَیل کے ہاتھ میں تھی ◆

شعبان ۱۲۸ھ میں ثوابہ امیر اندلس مرگیا۔ اس کی سلطنت کی مدت تقریباً ایک سال ہے، مگر اس کا ذکر ہم تاریخ اندلس کے ضمن میں کرینگے۔ اس کی وفات کے بعد چار مہینے تک اندلس بغیر امیر کے رہا پھر صُمَیل بن حاتم پر اجماع رائے کیا مگر ان سب کی نظر یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری پر پڑی اور انہوں نے اُسی کو اپنا امیر بنالیا ◆

۱۲۹ھ میں یوسف الفہری اندلس کا مستقل طور پر والی ہوگیا۔ اور دس برس تک والی رہا مگر اس زمانے میں کوئی سال ایسا نہیں گزرا جس میں اُسے جنگ سے سابقہ نہ پڑا ہو۔ اس کا ذکر بھی تاریخ اندلس کے ضمن میں بالتفصیل آئیگا۔ اس سال اندلس میں متعدد جنگیں واقع ہوئیں اور سخت قحط پڑا۔ کہتے ہیں کہ اسی سال کے ماہ صفر میں یوسف کی ولایت کی ابتداء ہوئی۔ اندلس کے لوگوں نے اس بارے میں عبدالرحمٰن بن حبیب عامل افریقیہ کو لکھا تھا اور اُسی نے اُس کی ولایت کو

منظور کر لیا تھا۔

۱۳۰ھ میں ابومسلم (خراسانی) نے مرو پر غلبہ حاصل کیا۔ عربوں میں تفرقہ ڈال کر اپنی مدد کے لئے یمنیوں کو منتخب کیا اور مضریہ کو دور کر دیا۔ اسی سن میں اُس کو بہت سے واقعات اور جنگیں پیش آئیں۔ اس زمانہ میں عبدالرحمٰن بن حبیب امیر افریقیہ تھا اور بربریوں سے لڑ بھڑ رہا تھا۔ ۱۳۱ھ میں ابومسلم (خراسانی) نے خراسان پر قبضہ کیا۔ اس سال مصر، افریقیہ اور اندلس کے عامل سال گذشتہ کے ہی لوگ تھے۔ اسی سال عبدالرحمٰن نے شہر اطرابلس کی فصیل تعمیر کرائی، اور ہر سمت سے لوگوں کو وہاں منتقل کر دیا۔

۱۳۲ھ میں وہ واقعہ پیش آیا جس میں کہ امویوں کو مع اُن کے سپہ سالار ابن ہبیرہ کے شکست ہوئی اور عباسیوں نے کوفہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اس واقعہ کے بعد عباسیوں کے فتوحات بلاد مشرقیہ اور حصول ولایات کا سلسلہ برابر جاری رہا، اور یہ سب آہستہ آہستہ امویوں کے قبضے سے نکلتے گئے یہاں تک کہ آخر میں مروان بن محمد الجعدی بھی قتل ہو گیا اور مشرق میں سلطنت بنواُمیہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ اُن کی حکومت کی مدت اکانوے (۹۱) سال، نو مہینے اور پانچ دن ہے ان میں چودہ (۱۴) خلفاء گزرے ہیں اور اسی مدت میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی نو سال اور بائیس دن کی حکومت بھی شامل ہے۔ اس شکست و انقراض دولت کے بعد بنواُمیہ کے افراد اپنی جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ (بن خلیفہ) ہشام بن عبدالملک) نے اندلس میں پناہ لی۔ وہاں کے لوگوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح اس خاندان کی ایک نئی حکومت قائم ہو گئی جو ۴۲۲ھ تک برابر باقی رہی۔ غرض اگر دیکھا جائے تو شکست زاب یعنی ۱۳۲ھ سے لے کر عبدالرحمٰن کے اندلس میں داخل ہونے اور وہاں حکومت قایم کرنے یعنی ۱۳۸ھ

تک تقریباً چھ سال کا زمانہ ایسا گذرا ہے کہ جس میں بنوامیہ کی سلطنت دنیا سے بالکل مفقود رہی لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ عبدالرحمٰن بن حبیب امیر قیروان و افریقیہ بنوامیہ کی طرف سے ہی مقرر تھا اور اُسی نے یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری کو (جس نے اندلس میں غلبہ حاصل کر لیا تھا اور عبدالرحمٰن (اموی) کے اندلس میں داخل ہونے کے وقت وہاں کا والی تھا) امیر اندلس مقرر کیا تھا۔ تو اس میں شک نہیں رہ جاتا کہ بنوامیہ کی حکومت کا سلسلہ کہیں نہیں ٹوٹتا اور اُس میں کوئی رخنہ واقع نہیں ہوا پس اگر غور کیا جائے تو یہ عجیب و غریب نکتہ ہے۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ بنوامیہ کی سلطنت ختم ہوگئی۔ باوجود اپنی خرابیوں کے وہ خالص عربی حکومت تھی۔ اُن کے خلفا نے کبھی کوئی گاؤں یا قصبہ اپنے لئے مخصوص نہیں کیا، بلکہ اُسی مکان اور جائیداد پر مقیم رہے جس پر خلافت کے قبل وہ قابض تھے۔ اُنہوں نے مسلمانوں کو اس بات پر بھی مجبور نہیں کیا کہ ان کو عبودیت اور بادشاہت سے خطاب کریں، نہ اس بات کی اجازت دی کہ اُن کے سامنے کی زمین اور اُن کے قدموں کو بوسہ دیں۔ ان کی غرض و غائت صرف یہ تھی کہ دور دراز کے صوبہائے سلطنت مثلاً اندلس، چین، سندھ، خراسان، آرمینیہ، یمن، شام، عراق، مصر اور مغرب وغیرہ میں والیوں اور عاملوں کے عزل و نصب کا کام انجام دیں۔ بہرحال اس سال سلطنت بنوعباس کی طرف منتقل ہوگئی۔ ابن حزم اپنے کلام کے دوران میں آگے چل کر کہتے ہیں کہ بنوعباس کی حکومت عجمی حکومت تھی اُن کے زمانے میں عربوں کے دیوان جاتے رہے اور سلطنت پر خراسان کے عجمی غالب آگئے۔ کسرےٰ کی شان و شوکت کا جبار بادشاہ مسلمانوں کا امیر ہوگیا، سوائے اس کے کہ اُنہوں نے صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین پر علانیہ سب و شتم نہیں کرایا، ان ہی کی حکومت کے دوران میں مسلمانوں میں تفرقہ پڑا اور مختلف علاقوں

پر خارجی، شیعہ معتزلہ اور عبداللہ بن الحسنؓ بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کے دو بیٹے ادریس اور سلیمان غالب آ گئے۔ یہ سب مغرب اقصٰے میں ظاہر ہوئے اور اُس پر قبضہ کر بیٹھے۔ ان ہی میں بنو معاویہ (امیہ) اندلس پر مستولی ہو گئے اور اس ہی فتنہ وفساد کے دوران میں سندھ و اندلس کے اکثر شہروں پر کفار نے پھر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

۱۳۲ھ میں ہی عمال اور والیوں کو مقرر کرنے والے چار امیر تھے۔ یعنی مروان بن محمد الجعدی، ابو سلمۃ الخلال، ابو مسلم (خراسانی) اور ابو عباس سفاح۔ مروان نے ولید بن عروہ کو مدینہ سے معزول کیا اور اپنے بھائی عیسٰے کو وہاں کا والی مقرر کیا۔ ابو سلمہ نے ابو عباس سفاح کے ظہور تک محمد بن خالد کو کوفہ پر مقرر کیا۔ ابو مسلم خراسانی اتنا بڑا بادشاہ ہو گیا تھا کہ اُس کے حکم کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُسی نے محمد بن اشعث کو فارس روانہ کیا اور حکم دیا کہ ابو سلمہ کے تمام عمال کو گرفتار کر کے ان کی گردن مار دے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ ابو عباس سفاح نے اس کے بعد اسماعیل بن علی کو فارس پر، اپنے بھائی ابو جعفر کو جزیرہ، آرمینیہ اور آذربائیجان پر، اپنے دوسرے بھائی یحیٰی بن محمد بن علی کو موصل اور تمام بلاد شرقیہ پر، ابو عون عبدالملک بن یزید کو مصر پر، اور عبدالرحمٰن بن حبیب کو افریقیہ پر عامل مقرر کیا۔ موخر الذکر نے یہ سن کر کہ ابو عباس سفاح سے خلافت کی بیعت کر لی گئی ہے اُس کو خط لکھ کر اپنی اطاعت کا اظہار کر دیا تھا۔

۱۳۳ھ میں ابو العباس سفاح نے اپنے چچا سلیمان بن علی کو بصرہ، اُس کے علاقوں اور بحرین وغیرہ پر، دوسرے چچا اسماعیل کو اھواز اور تیسرے چچا داؤد کو مدینہ پر والی مقرر کیا اور مشرق کے باقی ماندہ صوبوں۔ افریقیہ اور اندلس پر پرانے عاملوں کو ہی رہنے دیا۔ ۱۳۴ھ میں ابو عباس سفاح نے موسٰی بن کعب کو بارہ ہزار آدمی دے کر منصور بن جمہور[۱] سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جس نے

---

[۱] منصور ابن جمہور اُس وقت بنی اُمیہ کی طرف سے سندھ کا والی تھا۔ (مترجم)

بنو عباس کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ ہندوستان کی سرزمین میں ان دونوں کا مقابلہ ہوا جس میں منصور اور اُس کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور وہ ریگستان میں پیاسا مر گیا۔ اسی سال مشرق میں والیوں کے بعض عزل و نصب واقع ہوئے۔ مگر مصر پر ابوعون، افریقیہ پر عبدالرحمٰن بن حبیب اور اندلس پر یوسف الفہری ہی والی رہے۔

۱۳۵ھ میں عبدالرحمٰن بن حبیب امیر افریقیہ نے صقلیہ پر فوج کشی کی اور وہاں سے اُس کو مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے۔ پھر سردانیہ پر حملہ آور ہوا اور وہاں کے لوگوں نے جزیہ کی ادائیگی کی شرط پر صلح کر لی۔ اسی سال اُسے بربریوں کے خلاف تلمسان میں بھی جنگ پیش آئی۔ تلمسان کا شہر مغرب اوسط کا صدر مقام اور زناتہ کا دارالسلطنت تھا۔ بکری کا قول ہے کہ ہوارہ کے بنو یغمراسان کی تعداد ساٹھ ہزار تھی تلمسان کا شہر قدیم زمانے سے ہی زناتہ کا دارالسلطنت تھا زناتہ وغیرہ قبائل کا مستقر اور تجار کے اترنے کی جگہ تھا۔ یہیں پر بقول بکری ہوارہ کے بنو یغمرسان کے ساٹھ ہزار آدمی موجود تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں محمد بن سلیمان یہاں آکر اترے تھے۔ اور ابوعیش عیسٰے بن ادریس بن محمد بن سلیمان جس نے شہر جراوہ تعمیر کرایا تھا ان ہی کی اولاد میں سے تھا۔ زناتہ کا نسب حسب ذیل ہے:۔ ابو محمد المغیلی اور علی بن حزم وغیرہ کا قول ہے کہ زناتہ جانا بن یحییٰ بن صولات بن ورتاج بن ضری بن سفکو بن قیدوار بن کعبلا بن ماد غیس بن ہدک بن ہرسق بن کراد بن مازیغ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ ضری خودا بن ونزجیح بن ماد غس بن یرمولد بن برنوس ہے۔ برنوس کی اولاد میں کتامہ، مصمودۃ، اوربتہ، وزداجہ اور اوریقہ ہیں۔ مؤخر الذکر کی اولاد ہوارہ ہے۔ اور اس ہوارہ میں سے بنو کسلان

اور ملیلہ ہیں یحییٰ کی اولاد میں جدانا اسمجان اور ورسطیف ہیں۔ جدانا کی اولاد میں ورسیج کی اولاد میں مرین۔ اُس کی اولاد میں نجدہ اور نمالہ۔ ورسطیف کی اولاد میں ارکونتہ اور مکناستہ۔ ضریٰ کی اولاد میں ہی تمزریت بھی شامل ہے۔ تمزریت کی اولاد مطماطہ مرغزہ، صدینہ، مغیلہ، ملزوزہ اور مدیونہ ہیں۔ دیزجیح (رسیج ؟) کی اولاد میں لاوی الکبیر۔ اس لاوی کی اولاد لاوی الصغیر، مغراوۃ ایفرن، نفزا، یطوفت اور کطوف ہیں۔ کطوف کی اولاد میں ینیطط اور اُس کی اولاد میں ستدارانہ ہے۔ موخرالذکر اپنی ماں کی طرف سے بنو مغراوہ کے بھائی ہیں۔ بنو مغراوہ اور بنو یفرن زناتہ کے زبردست ترین قبائل میں ہیں۔ رجار نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ بنو مرین تلمسان کے پرے بستے تھے۔ یہ لوگ بھی زناتہ میں شامل تھے اور جانا بن یحییٰ بن ضریس بن لوا بن نفزاو بن لوا بن بتر بن قیس غیلان بن الیاس بن مضر کی اولاد میں سے تھے۔ رجار نے اسی بنا پر کہا ہے کہ بنو مرین صریحاً عرب ہیں۔

۱۳۶ھ میں ابو عباس سفاح نے ابو مسلم خراسانی کے ساتھ غدر کرنے کی کوشش شروع کی مگر ابو مسلم نے اُن لوگوں پر جو اس کوشش میں شریک تھے قابو پاکر اُن کو قتل کرا دیا۔ یہ ایک طول وطویل قصہ ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس مکروفریب کی ابتداء ۱۳۵ھ میں ہی ہوگئی تھی۔ اسی سال یعنی ۱۳۶ھ میں ابو مسلم خراسانی ابو عباس سفاح کے پاس حج کی اجازت لینے کے لئے آیا اور سفاح نے اُس کو قتل کرا دینے کا قصد کیا مگر پھر اس ارادہ سے باز آگیا اور ابو مسلم نے ابو جعفر منصور کے ساتھ حج ادا کیا۔ اسی سال خلیفہ سفاح نے ماہ ذی الحج میں وفات پائی۔ اپنی زندگی میں ہی وہ اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو ولی عہد مقرر کر چکا تھا۔ اس لئے کسی قسم کا رخنہ نہیں پڑا اور عوام الناس نے اس کے

ہاتھ پر بیعت کرلی ۱۳۷ھ میں ابو جعفر منصور حج سے واپس آیا اور بیعت کو مکمل کر کے کوفہ میں داخل ہوا اور جمعہ کی نماز پڑھائی حیرہ کے مقام پر ہی اس کو ابو مسلم کا خط مل گیا تھا۔ چنانچہ اب ابو مسلم انبار کی طرف روانہ ہوا۔ اسی سال عبداللہ بن علی نے اپنے بھتیجے (خلیفہ منصور) کے خلاف بغاوت کی اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کردیا۔ منصور نے ابو مسلم کو اُس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اسی سن میں منصور نے ابو مسلم کو قتل کرایا۔ مگر اس واقعہ کا تعلق مشرق کی تاریخ سے ہے۔

عبدالرحمٰن بن حبیب امیر افریقیہ کے باقی ماندہ حالات

سفاح کی موت کے بعد جب منصور خلیفہ ہوا تو اُس نے عبدالرحمٰن بن حبیب کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی۔ اُس نے اطاعت قبول کرلی۔ اور مختلف تحفے جن میں باز اور کتے شامل تھے اُس کے پاس روانہ کیے۔ اس زمانہ میں افریقیہ بالکل مسلمان ہو چکا تھا اور اُس میں قیدی دستیاب ہونے ناممکن ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے خلیفہ ابو جعفر (منصور) عبدالرحمٰن سے سخت ناراض ہوا اور اُس کو ایک تہدیدی خط لکھا۔ جب عبدالرحمٰن کو یہ خط ملا۔ تو وہ بھی سخت غضبناک ہوا۔ اور نماز جامع کی منادی کر کے لوگوں کو جمع کیا۔ عبدالرحمٰن رنگین لباس زیب تن کئے ہوئے منبر پر چڑھا۔ اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد ابو جعفر کو گالیاں دینی شروع کیں۔ اُس نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ یہ خائن درحقیقت امر حق کی دعوت دیتا ہے اور خود بھی اسی پر قایم ہے لیکن اب مجھ پر ظاہر ہو گیا ہے کہ معاملہ اُس کے بالکل برعکس ہے جس پر میں نے بیعت کی ہے۔ چنانچہ اب میں اس سے اسی طرح خلع کرتا ہوں جس طرح میں اپنے اس جوتے کو اُتارتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے جوتا

اتار کر پھینک دیا۔ پھر اُس نے سیاہ لباس منگایا اور اُس کے جلا دینے کا حکم دیا رقیق کا قول ہے کہ اس سے قبل اُس نے اِس لباس کو اختیار کر لیا تھا اور اسی کو پہن کر ابوجعفر کے لئے دعا مانگی تھی، لیکن اب وہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دیا گیا۔ اس کے برعکس ابن القطان کا بیان ہے کہ اگرچہ عبدالرحمٰن نے ابوجعفر (منصور) کی اطاعت قبول کر لی تھی اور منبروں پر سے اس نے دعا بھی مانگی تھی۔ مگر سیاہ لباس اختیار نہ کیا تھا، کیونکہ اُس کا قول تھا کہ یہ اہل جہنم کا لباس ہے۔ مگر اس کے بعد اُس نے اُس سے خلع کر لیا اور اُس کی اطاعت کو ترک کر دیا۔ عریب نے تحقیقاً بیان کیا ہے کہ ابوجعفر کی اطاعت سے خلع کرنے کا واقعہ اسی سال پیش آیا تھا۔

عبدالرحمٰن کے قتل کا بیان

عبدالرحمٰن اپنے بھائی کو جنگ کی غرض سے روانہ کیا کرتا تھا اور وہ فتح پانے کے بعد عبدالرحمٰن کو اپنی کامیابی کی اطلاع دیا کرتا تھا۔ یہاں عبدالرحمٰن کو یہ زعم ہوا کہ فتوحات کا باعث اس کا بیٹا ہے۔ اسی بیٹے کو وہ اپنا ولی عہد بھی بنا چکا تھا۔ یہ حالت مشاہدہ کر کے الیاس نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس بارے میں اپنے دوسرے بھائی عبدالوارث سے مشورہ کیا۔ اُس نے بھی اُس کو منظور کر لیا۔ اس کے علاوہ قیروان کے بعض عرب باشندوں نے اس پر اکسایا کہ عبدالرحمٰن کو قتل کر کے الیاس بن حبیب کو امیر بنا لیا جائے، اور وہ ابوجعفر کی اطاعت کرے۔ عبدالرحمٰن نے الیاس کو تونس کا والی مقرر کیا تھا اور اُس کو وہاں جانے کے لئے رخصت کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت عبدالرحمٰن بیمار تھا۔ الیاس رخصت ہونے کے لئے اُس کے پاس گیا۔

عبدالرحمٰن ایک لبادہ پہنے ہوئے اور چادر اوڑھے ہوئے تھا اور شیر خوار بیٹا اس کی گود میں تھا۔ وہ دیر تک اُس کے پاس بیٹھا رہا اور اس اثناء میں عبدالوارث اُس کو برابر اشارے کرتا رہا۔ آخر جب رخصت ہونے کے لیے اٹھا تو لڑکھڑ کر اُس پر گر پڑا۔ ایک چھری کو اُس کے دونوں کندھوں کے درمیان گھونپ دیا۔ جب یہ چھری اُس کے سینے تک تیر گئی تو تلوار سے اس پر وار کیا۔ اتنا کر کے وہ دہشت کھا کر بھاگا۔ اُس کے دوستوں نے دریافت کیا کہ کیا ہوا۔ جواب دیا کہ میں نے اُس کو قتل کر دیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ واپس جا کر اُس کا سر کاٹ ڈالو۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ اتنی دیر میں ہر طرف غل مچ گیا۔ اور الیاس نے دارالامارۃ کے دروازوں کی ناکہ بندی کر دی۔ عبدالرحمٰن کے بیٹے حبیب نے یہ چیخ پکار سنی۔ اُس کو اُس کے باپ کے قتل کی اطلاع دی گئی۔ یہ سُن کر وہ روپوش ہو گیا اور آخر کار چھپ کے باب تونس (جو قیروان کا ایک دروازہ تھا) سے نکل کر قیروان سے چلا گیا اور اپنے چچا عمران بن حبیب کے پاس، جو اُس کے باپ عبدالرحمٰن کی طرف سے تونس کا والی تھا، پناہ لی۔ عبدالرحمٰن بن حبیب کی ولایت افریقیہ کا زمانہ دس سال اور سات ماہ ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے بلاد افریقیہ پر غلبہ حاصل کیا۔

الیاس بن حبیب کی ولایت افریقیہ کا بیان

اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد الیاس افریقیہ اور قیروان کا والی اور امیر ہو گیا۔ اس اثناء میں حبیب اپنے چچا عمران کے پاس تونس پہنچ کر اُسے اپنے باپ کی موت کے قصے سے آگاہ کر چکا تھا۔ ہر طرف سے اُن کے موالی اور غلام اُن کے پاس آ کر جمع ہو رہے تھے۔ الیاس اُن کے مقابلے کے لیے نکلا اور حبیب و عمران بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر میدان میں آئے۔ فریقین نے لڑائی

کا ارادہ کیا مگر آخر میں اس شرط پر فیصلہ ہوا کہ عمران تونس صطفورہ اور جزیرہ کا والی رہے حبیب تفصہ اور قسطیلیلہ کا امیر بنادیا جائے۔ افریقیہ اور مغرب کا باقی ماندہ حصہ الیاس کے پاس ہی رہے۔ اس فیصلہ کے بعد الیاس اپنے بھائی عمران کے ساتھ تونس چلا گیا۔ جہاں اُس کو اچانک قید کر کے اندلس روانہ کر دیا اور محمد بن مغیرہ کو تونس کا والی بنا کر خود قیروان واپس آگیا۔ یہاں اُس کو حبیب کی طرف سے ایسی خبریں موصول ہوئیں۔ جو اُس کو ناگوار گزریں۔ حبیب کو بھی یہ معلوم ہو گیا۔ الیاس نے اُس کے پاس ایسے آدمی روانہ کئے جنہوں نے سمجھا بجھا کر اُس کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ اندلس روانہ ہو جائے۔ اپنے (یعنی الیاس کے) شفیق عبدالوارث کو اس کے ساتھ کر دیا اور دوسرے موالی اور غلام بھی جنہوں نے اُس کا ساتھ دینا پسند کیا، اُس کے ہمراہ ہوئے۔ مگر باد مخالف کی وجہ سے وہ پھر افریقیہ کے ساحل پر آگئے۔ حبیب نے الیاس کو اس امر کی اطلاع دی۔ اور اپنے ہمراہیوں سمیت طبرقہ میں ٹھیر گیا۔ الیاس نے وہاں کے عامل کو اس سے خبردار رہنے کا حکم دیا۔ اُدھر عبدالرحمٰن کے موالی اور اہل طاعت کو جب حبیب کا آنا معلوم ہوا تو وہ اُس کے پاس جوق جوق جمع ہونے لگے۔ آخرکار اُنہوں نے الیاس کے عامل سلیمان بن زیاد کو جو اپنا لشکر لئے حبیب کی حفاظت کے واسطے وہاں پڑا ہوا تھا، دھوکے سے گرفتار کر کے اُس کی مشکیں کس لیں اور حبیب کے پاس جا کر اُس کو خشکی پر اُتار لیا۔

حبیب بن عبدالرحمٰن بن حبیب کے اپنے چچا الیاس کے برخلاف خروج کرنے اور آخر کار بلادِ افریقیہ پر غلبہ حاصل کر لینے کا بیان

اس طرح جب حبیب اندرون ملک میں داخل ہو گیا اور اُس کے باپ کے طرفدار اُس کے گرد جمع ہو گئے، تو اُس کی شہرت و ناموری زیادہ ہو گئی۔ وہ اربس کی طرف روانہ ہوا اور اُس پر قبضہ کر لیا۔ الیاس کو جب یہ اطلاع ملی تو اُس کے مقابلہ کے لیے نکلا اور قیروان پر محمد بن خالد القرشی کو اپنا قائم مقام بنا گیا جب الیاس اُس کے قریب پہنچا تو آپس میں ایک خفیف سی جنگ ہوئی۔ شام کے وقت حبیب نے آگ روشن کرائی تا کہ لوگوں کو یہ شبہ رہے کہ وہ وہاں مقیم ہے اور خود اسی وقت روانہ ہو کر صبح کو جلولا پہنچ گیا۔ وہاں سے قیروان گیا اور اُس پر مستولی ہو گیا۔ الیاس اُس کے تعقب میں روانہ ہوا۔ مگر اُس کے ہمراہی بھی اُس سے بگڑ گئے اور حبیب کی قوت اور زیادہ ہو گئی۔ وہ ایک جمِ غفیر کو لے کر مقابلہ کے لئے نکلا جب دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو حبیب نے اُس سے پکار کر کہا کہ ہمارے موالی اور ساتھیوں کا لڑنا بالکل بے کار ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ہمارے لئے بمنزلہ قلعوں کے ہیں۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم اور میں دست بدست جنگ کریں۔ ہم میں جو اپنے دشمن کو قتل کر دے، وہی فتنہ و فساد سے آزاد ہو جائیگا۔ لوگوں نے بھی پکار کر کہا کہ ہاں اے الیاس! حبیب نے تمہارے ساتھ انصاف برتا ہے۔ چنانچہ دونوں میدان میں نکلے اور لشکر کے لوگ تماشا دیکھنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پہلے اُنہوں نے نیزے سے جنگ شروع کی، یہاں تک کہ وہ ٹوٹ گئے۔ اب اُنہوں نے تلواریں نکالیں۔ لوگوں کو اُن کی ثابت قدمی پر تعجب ہوتا تھا۔ الیاس نے حبیب پر ایک وار کیا، اور

تلوار اُس کے کپڑوں اور زرہ کو چیرتی ہوئی اُس کے جسم تک پہنچ گئی۔ حبیب نے بھی اپنے چچا الیاس پر وار کیا جس کے صدمے سے وہ گر پڑا۔ حبیب نے جھک کر اُس کا سر کاٹ لیا۔ اُس نے اس سر کو ایک نیزے پر اٹھانے کا حکم دیا اور قیروان میں اس طرح داخل ہوا کہ اس کے چچا الیاس اور اُس کے دیگر ہمراہیوں کے سر اُس کے سامنے نیزوں پر جا رہے تھے۔ ان ہی میں اس کے باپ کے چچا محمد بن ابو عبدہ بن عقبہ، محمد بن مغیرۃ القرشی اور دیگر امراء عرب کے سر تھے۔ یہ ۱۳۸ھ کا واقعہ ہے الیاس کی ولایت کا زمانہ ایک سال اور چھ ماہ ہے۔

۱۳۸ھ میں ہی افریقیہ کے بربریوں نے حبیب بن عبدالرحمن بن حبیب کے برخلاف بغاوت کی۔ جب حبیب نے اپنے چچا الیاس کو قتل کر دیا تو عبدالوارث بن حبیب اور اُس کے ہمراہیوں نے الیاس کے لشکر سے بھاگ کر ورفجومہ نام ایک بربری قبیلہ میں، جو نفزہ میں سے تھا، پناہ لی۔ اور اُن ہی میں ٹھیر گئے۔ اس قبیلہ کا سردار عاصم بن جمیل تھا۔ حبیب نے اُس کو لکھا کہ ان پناہ گزینوں کو اُس کے پاس واپس کر دے، مگر اُس نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ حبیب لشکر لے کر اس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ عاصم نے حبیب کے تمام مفرورین کو ساتھ لے کر اُس کا مقابلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حبیب کو شکست ہو گئی۔ حبیب جب قیروان سے روانہ ہوا تھا تو قاضی ابو کریب کو وہاں بطور قائم مقام کے چھوڑ گیا تھا۔ اسی اثناء میں بعض اہل قیروان نے عاصم اور ورفجومہ کے رؤسا سے خط و کتابت شروع کر دی تھی اور یہ خیال کر لیا تھا کہ وہ لوگ اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ اہل قیروان نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ وہ خطبہ میں ابو جعفر منصور کا نام لینا چاہتے ہیں۔ عاصم بن جمیل اور اُس کا بھائی مکرم، بربریوں اور پناہ گزیں عربوں کو لے کر حبیب کو شکست دینے کے بعد قابس کی طرف روانہ ہوئے۔ قیروان پہنچنے پر جب فریقین

آمنے سامنے آئے تو عاصم کے لشکر میں سے لوگوں کی ایک جماعت باہر آئی۔ اُس میں سے چند آدمی مارے گئے اور لوگ قاضی ابوکریب کو چھوڑ کر قیروان واپس چلے گئے۔ اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ بربریوں کی طرف سے اُن پر کیا کیا مصیبتیں پڑینگی۔ ابوکریب نے ثابت قدمی سے کام لیا اور تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر جو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے، بربریوں سے بھڑ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابوکریب اور اُس کے اکثر ہمراہی قتل ہوئے اور ورفجومہ قیروان میں داخل ہو گئے یہاں اُنھوں نے حرام چیزوں کو حلال کر لیا۔ ہر قسم کے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ عاصم خود روح کے مصلے میں اترا اور آخر کار عبدالملک ابن ابوالجعدی الیفرنی (یا النفزی) کو وہاں اپنا قائم مقام بنا کر خود حبیب کے تعقب میں روانہ ہو گیا۔ وہ اُس وقت قابس میں تھا حبیب کو شکست ہوئی اور اُس نے کوہستان اوراس میں پناہ لی۔ وہاں بھی عاصم نے اُس کا پیچھا کیا۔ اب حبیب نے اُس کو شکست دی اور اُس کو مع اُس کے ساتھیوں کی جماعت کثیر کے قتل کر ڈالا۔ اس فتح کے بعد حبیب قیروان کی طرف روانہ ہوا۔ مگر یہاں عبدالملک ابن ابوالجعدی نے نکل کر اس کا مقابلہ کیا۔ حبیب کو شکست ہوئی اور وہ محرم سنہ ۱۴۰ھ میں قتل ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن حبیب کا زمانۂ ولایت دس سال چند ماہ تھا اور اُس کے بھائی الیاس کا صرف ایک سال اور چھ ماہ کا۔ حبیب بن عبدالرحمٰن تو صرف غلبہ ہی حاصل کر سکا اور بس۔

عاصم اور حبیب کی قتل کے بعد صفریہ کے بعض قبائل کو افریقیہ پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ وہ لوگ قیروان میں داخل ہوئے۔ جامع مسجد کو اپنا اصطبل بنایا۔ قریش کے جو لوگ وہاں موجود تھے۔ ان کو قتل کیا اور شہر کے عام باشندوں کو سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ ورفجومہ نے بھی اہل قیروان کو بدترین قسم کے عذاب

دیے۔ چنانچہ اب وہ لوگ جنہوں نے اُن کو بلایا تھا اور اُن کی مدد کی تھی سخت نادم و پشیمان ہوے۔ ابو خطاب عبدالاعلیٰ بن سمح المعافری نے اطرابلس پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ اب وہ ورفجومہ سے جنگ کرنے کے ارادہ سے قیروان کی طرف روانہ ہوا۔ آپس میں جنگ ہوئی۔ جس میں بربریوں نے شکست کھائی۔ اور ابو خطاب نے ان کا تعقب کر کے اُن کو قتل کیا۔ پھر وہ قیروان واپس آ گیا اور عبدالرحمٰن بن رستم امیر تاہرٹ کو وہاں کا والی بنا کر خود اطرابلس واپس چلا گیا۔ یہ تمام فتنہ و فساد جس کا ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے کم و بیش تین سال تک رہا۔

۱۳۹ھ میں خلیفہ ابو جعفر منصور اور روم کے درمیان قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔ اور اُس ذریعہ سے منصور نے مسلمان قیدیوں کو چھڑا لیا۔ پھر ۱۴۶ھ تک مسلمانوں نے موسم گرما میں جنگ نہیں کی۔ ۱۴۰ھ میں شہر سجلماسہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ ۱۴۱ھ میں ابو خطاب ورفجومہ سے لڑنے کے لئے قیروان آیا۔ وہاں کے والی عبدالملک نے اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر شہر کے باشندے اُس کا ساتھ چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ چنانچہ ماہ صفر میں عبدالملک اور اُس کے ساتھی مارے گئے۔ قیروان پر ورفجومہ کی مدت حکومت ایک سال اور دو ماہ ہے۔

۱۴۲ھ میں ابو الاحوص العجلی مسودہ (بنو عباس کے طرفداروں) کو لے کر افریقیہ آیا۔ ابو خطاب اُس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ ساحل سمندر پر بمقام مغداش دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ابو الاحوص اور اُس کے اصحاب کو شکست ہوئی۔ اور ابو خطاب اُن کی چھاونی پر قابض ہو گیا۔ ابو الاحوص مصر چلا گیا، اور ابو خطاب پھر اطرابلس واپس آ گیا۔ منصور کے ابن الاشعث کے روانہ کرنے تک تمام افریقیہ پر ابو خطاب کا ہی قبضہ تھا۔

۱۴۳ھ میں ابو خطاب کو معلوم ہوا کہ ابن الاشعث قیروان کی طرف روانہ

ہوا ہے۔ اس لئے وہ بھی دو لاکھ آدمی ساتھ لے کر اُس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اور اُن کو نے گرسرت کے مقام پر چھاونی ڈالی محمد بن الاشعث کو بھی اس کی اطلاع ہو گئی۔ ۱۴۴ھ میں محمد بن الاشعث الخزاعی افریقیہ کا والی مقرر ہوا + ورفجومہ کے قریش وغیرہ کو قتل کرنے کے بعد جب صفریہ افریقیہ پر غالب آگئے۔ تو وہاں کے عربوں کے ایک وفد نے خلیفہ منصور کی خدمت میں حاضر ہو کر بربریوں کے خلاف مدد مانگی اور اُن کے غلبہ کی وجہ سے جو کچھ اُن پر گذری تھی اُس کی کیفیت بیان کی۔ ابو جعفر (منصور) نے ابن الاشعث کو مصر کا والی مقرر کیا۔ اور اس نے ابن الاحوص کو اپنا نایب بنا کر افریقیہ روانہ کیا۔ مگر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اُس کو بربریوں نے شکست دے دی تھی۔ اب ابو جعفر نے ابن الاشعث کو لکھا کہ وہ بذات خود افریقیہ جائے۔ چنانچہ وہ چالیس ہزار کا ایک لشکر لے کر روانہ ہو جس پر اٹھائیس سپہ سالار مقرر تھے۔ ابو خطاب نے اپنے طرفداروں کو ہر سمت سے جمع کر لیا تھا اور اس طرح ایک بڑی جمعیت بہم پہنچائی تھی۔ جب فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو ابن الاشعث کو اس تعداد سے خوف معلوم ہوا۔ مگر اس ثنا میں زناتہ اور ہوارہ میں جھگڑا ہو گیا۔ زناتہ نے ابو خطاب پر یہ الزام لگایا کہ وہ ہوارہ کی طرفداری کرتا ہے۔ اُن کی ایک جماعت اس سے علیحدہ ہو گئی جب ابن الاشعث کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت خوش ہوا اور فوراً اُس کی طرف کوچ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ بربریوں کو شکست ہوئی اور ابو خطاب مع اپنے ہمراہیوں کے قتل ہو گیا۔ ابن الاشعث نے اب یہ سمجھ لیا کہ ابو خطاب کی موت کے بعد کوئی خطرہ نہیں رہا۔ مگر فوراً ہی ابو ہریرۃ الزناتی سولہ ہزار آدمی لیے ہوئے آموجود ہوا ابن الاشعث نے اُس کا بھی مقابلہ کیا اور شکست دی۔ یہ اس سال کے ماہ ربیع الاول کا واقعہ ہے ابن الاشعث

نے ابو خطاب کا سر خلیفہ کے پاس بغداد بھیج دیا جب عبد الرحمٰن بن رستم کو ابو خطاب کے قتل کا حال معلوم ہوا تو موضع تاہرت کی طرف بھاگ گیا اور وہیں پناہ لی۔ اُدھر اہل قیروان نے اُس کے عامل کو قید کر کے زنجیروں سے جکڑ دیا اور عمرو بن عثمان القرشی کو اپنا والی بنا لیا غرۂ جمادی الاول سنہ واں میں خود ابن الاشعث قیروان میں داخل ہو گیا۔

اسی سال ماہ ذی قعد میں ابن الاشعث نے شہر قیروان کی فصیل کے تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ یہ تعمیر رجب ۱۴۶ھ میں ختم ہوئی۔ ابن الاشعث نے افریقیہ اور اُس کے اعمال کا بخوبی انتظام کیا اور جن بربریوں نے اُس کی مخالفت کی ان کے قتل میں سرگرم رہا۔ اس طرح وہ لوگ اُس سے خوف زدہ ہو کر اس کے مطیع ہو گئے۔ پھر عیسٰے بن موسٰے بن عجلان نے جو اُس کی فوج کے سپہ سالاروں میں سے تھا اُس کے خلاف بغاوت کی۔ اُنہوں نے بغیر جنگ کے ابن الاشعث کو قیروان سے نکال دیا۔ ابن الاشعث ربیع الاول ۱۴۸ھ میں قیروان سے نکالا گیا۔ اُس کی ولایت کا زمانہ منصور کی خلافت میں تین سال اور دس ماہ کا ہے۔

۱۴۵ھ میں ابن الاشعث نے قیروان کی فصیل بنانی شروع کی اور بلاد افریقیہ کی حالت پھر درست ہونے لگی۔ اس نے زویلہ اور ودان پر بھی فوجیں روانہ کیں اور ان کو فتح کیا۔ ان دونوں مقامات میں فرقۂ اباضیہ کے لوگ بکثرت قتل ہو گئے۔ ان ہی مقتولوں میں اہل زویلہ کا سردار عبد اللہ بن حیان الاباضی بھی تھا اس سال ابن الاشعث نے افریقیہ میں مکمل سکون و امن پیدا کر دیا اور اس سال اُس نے کوئی فوج کشی نہیں کی۔

۱۴۶ھ میں ابن الاشعث نے قیروان کے فصیل کی تعمیر ختم کی۔ اسی سال خلیفہ منصور کے بغداد کی تعمیر بھی تمام ہوئی اور اسی سال کے ماہ صفر میں اُس نے

وہاں سکونت اختیار کر لی ۱۴۶ھ میں مصر پر یزید بن حاتم اور افریقیہ پر محمد بن الاشعث الخزاعی والی تھے۔ یہ محمد بن الاشعث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے محمد بن الاشعث الکندی نہیں تھے ۱۴۸ھ میں فوج نے محمد بن الاشعث کے خلاف غدر کیا اور اُس سے شہر سے نکل جانے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے وہ ماہ ربیع الاول میں چلا گیا اور اُس کے بعد فوجیوں نے عیسےٰ بن موسےٰ خراسانی کو والی بنا لیا۔

عیسےٰ بن موسےٰ کے قیروان اور بعض بلاد افریقیہ پر غلبہ پانے کا حال

اس نے عربوں اور فوج کی مدد سے غلبہ حاصل کیا۔ یہ غلبہ منصور کی طرف سے نہ یا عوام الناس کی رضامندی سے حاصل نہ کیا گیا تھا۔ ماہ ربیع الآخر ۱۴۸ھ میں یہ اتمام کو پہنچا۔ اس کا زمانہ صرف تین ماہ کا ہے۔

اغلب بن سالم التیمی کی ولایت کا بیان

جب خلیفہ منصور کو مضر یہ سپہ سالاران فوج کے یہ حالات معلوم ہوئے تو اُس نے اغلب بن سالم بن عقال التیمی کو اس سال کے اواخر ماہ جمادی الآخر میں افریقیہ کا عامل مقرر کر دیا۔ اُس نے وہاں پہنچ کر تمام حالات کو درست کیا۔ کیونکہ وہ خود ایک اہل الرائے اور ذی فہم آدمی تھا۔ فرمان تقرر کے بعد بھی منصور کا ایک خط اُس کے پاس آیا جس میں اُسے رعایا کے ساتھ عدل و انصاف برتنے اور فوج کے ساتھ حسن سلوک کا حکم تھا اس کے علاوہ یہ ہدایت بھی تھی کہ قیروان کو قلعبند کر دیا جائے۔ خندق تیار کی جائے اُس کے فوج محصور کا انتظام کیا

جائے۔ اور جب وہ خود جنگ کی غرض سے قیروان سے باہر جائے تو وہاں کس کو قائم مقام مقرر کرے وغیرہ وغیرہ دیگر امور۔

۱۴۹ھ میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ ۱۵۰ھ میں حسن بن حرب الکندی نے قیروان میں الاغلب کے خلاف فساد مچایا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابا قرۃ الصفری نے بربریوں کی ایک جماعت عظیم کے ساتھ خروج کیا۔ اغلب اپنے رؤسا کے تمام قائدین و فوج کو لے کر اس کے مقابلہ کے لئے نکلا اور سالم بن سوادہ کو قیروان میں اپنا قائم مقام بنا گیا۔ ابو قرہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اغلب قریب آ گیا ہے تو وہ بھاگ گیا اور اُس کی فوج منتشر ہو گئی۔ اغلب زاب پہنچا۔ اب اُس نے ارادہ کیا کہ زناتہ کے صدر مقام تلمسان سے گذرتا ہوا طنجہ کو نکل جائے۔ مگر فوج کو اس کے ساتھ جانا ناگوار گذرا اور انہوں نے کہا کہ ابو قرہ کے فرار کے بعد وہ آگے نہ بڑھینگے کیونکہ وہ اسی جنگ کے ارادہ سے نکلے تھے۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ اس کو چھوڑ کر قیروان جانے لگے! اور آخر کار اُس کے پاس تھوڑے سے افسر باقی رہ گئے۔ حسن بن حرب اس وقت تونس میں تھا جب اغلب ابو قرۃ کے مقابلہ کے ارادہ سے روانہ ہوا تو حسن نے تمام افسران فوج سے خط و کتابت شروع کی۔ ان میں سے چند اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ اُن کو ہمراہ لے کر قیروان کی طرف آیا اور شہر میں داخل ہو کر اغلب کے قائم مقام سالم بن سوادہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ جب اغلب کو یہ معلوم ہوا تو وہ اپنی چھوٹی سی تعداد کو لے کر روانہ ہوا اور اُس کو خط لکھ کر اطاعت کی فضیلت اور بغاوت کے وبال سے اُس کو آگاہ کیا۔ حسن نے اُس کو جواب دیا جس کے آخر میں تھا ؎

الا قولا لاغلب غیر سر — مغلغلۃ عن الحسن بن حرب

(اغلب کو حسن بن حرب کی طرف سے یہ پیغام پہنچا دو)

بان البغی مرتعة وخیم علیك وقربهُ لك شر قرب
(کہ بغاوت کی چراگاہ تمہارے لئے ناخوشگوار ہے۔ اور اس کی قربت تمہارے لئے بری ہے)

فان لم تدعنی لتنال سلمی وعفوی فادنُ من طعنِ وضرب
(پس اگر میری صلح اور عفو کے خواستگار نہ ہو تو نیزے اور تلوار کے ضرب کے قریب ہو جا)

اغلب قابس کے پاس سے گذرتا ہوا نہایت تیز قدمی سے حسن کی طرف روانہ ہوا۔ منصور کا نامہ بر اس کے اور حسن کے نام ایک ایک خط لایا[۱] جس میں حسن کو اطاعت قبول کر لینے کی دعوت دی گئی تھی مگر اس نے اس کو قبول نہ کیا۔ چنانچہ اغلب آگے بڑھا۔ فریقین میں جنگ ہوئی اور حسن نے شکست کھائی اور تونس واپس چلا گیا۔ اغلب قیروان میں داخل ہوا۔ مگر حسن نے اپنی طاقت کو دوبارہ مجتمع کیا اور ایک جمعیت عظیم کو لے کر پھر قیروان کا رخ کیا۔ اس خبر کے ملتے ہی اغلب نے اپنے اہل بیت اور خاصہ فوج کو جمع کیا اور حسن کے مقابلہ کے لئے نکلا مگر اتفاق سے اس کے ایک تیر لگا اور اس کے صدمہ سے وہ شعبان

---

[۱] ابن الابار نے اپنی کتاب حلۃ السیراء میں لکھا ہے کہ اغلب نے حسن کو مفصلہ ذیل اشعار لکھ کر بھیجے تھے :-

الا من مبلغٌ عنّی مقالاً لیسیر بہ الی الحسن بن حرب
بان البغی العدہ وبال وقربهُ لك شر قرب
فان لم تدعنی لتنال سلماً وعفوی فادن من طعنی وضربی

ان اشعار کا حسن نے یہ جواب دیا ؎

الا قولا لاغلب غیر سر مغلغلة عن الحسن بن حرب
بان الموت بینکم و بینی وکاس الموت اکرہ کل شرب
رئید کم فیوم کم و یومی وان بعد امصیرها القرب (مترجم)

۱۵۱ھ میں مرگیا۔ اُس کی ولایت کا زمانہ ایک سال آٹھ ماہ کا تھا ۔

عمرو بن حفص بن قبیصہ کی ولایت کا بیان

اُس کے بعد ۱۵۱ھ میں عمرو بن حفص بن قبیصہ افریقیہ کا والی مقرر ہوا۔ یہ شخص بہادر اور شجاع تھا۔ اس کے والی مقرر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب خلیفہ ابو جعفر (منصور) کو اغلب بن سالم کی موت کی اطلاع ہوئی تو اُس نے عمرو کو پانچ سو سواروں کے ساتھ افریقیہ روانہ کیا۔ وہ اپنی ولایت کے تین سال اور چند ماہ تک قیروان میں مقیم رہا۔ اور اس کے تمام کام درست ہو گئے۔ اس کے بعد وہ زاب کی طرف روانہ ہوا۔ اور قیروان پر حبیب بن حبیب بن یزید بن مہلب کو اپنا قائم مقام مقرر کر گیا۔ اس موقع پر افریقیہ فوج سے بالکل خالی رہ گیا۔ وقت کو غنیمت سمجھ کر بربریوں نے خروج کیا۔ حبیب اُن کے سرکوبی کے لئے نکلا مگر اُنہوں نے اُسے اور اُس کے ساتھ اطرابلس کی فوج کو بھی شکست دی۔ اب افریقیہ میں فتنہ و فساد کی آگ خوب بھڑک اُٹھی۔ ہر ایک گھاٹی اور گوشہ سے امراءِ مغرب ہاں پہنچے اور بارہ لشکر جمع کر کے زاب کا رُخ کیا۔ اس وقت عمرو بن حفص کے پاس صرف پندرہ ہزار پانچ سو آدمی تھے۔ اس کے برخلاف امراءِ مغرب کے پاس حسب ذیل فوجیں تھیں:۔ ابو قرۃ الصفری کے ساتھ چالیس ہزار اور عبدالرحمٰن بن رستم الاباضی کے پاس پندرہ ہزار آدمی تھے اسی طرح ابو حاتم اور عاصم السدراتی کے پاس ایک تعداد کثیر تھی۔ موخرالذکر آدمیوں کی تعداد چھ ہزار بتائی جاتی ہے۔ مصور الزناتی کے ہمرکاب دس ہزار آدمی تھے اور عبدالملک بن سکردید صفری صنہاجی کے پاس دو ہزار سپاہی تھے۔ ان کے علاوہ اور جماعتیں بھی تھیں جن کا ذکر رقیق نے نہیں کیا ۔

اس وقت عمرو بن حفص زاب کے شہر طبنہ میں ٹھیرا ہوا تھا جب اُس نے دیکھا کہ وہ کس طرح ہر طرف سے لشکروں سے گھرا ہوا ہے تو اُس نے اپنی فوج کے افسروں کو جمع کر کے اس معاملہ میں اُن سے مشورہ کیا۔ خود اُس نے کہا کہ میں نکل کر اس دشمن کا مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ مگر انہوں نے اُس کو روکا اور کہا کہ شہر طبنہ کو نہ چھوڑو۔ بلکہ ہم میں سے جس کسی کو چاہو دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ کر دو اور خود شہر میں ہی مقیم رہو۔ کیونکہ اگر تم پر کوئی حادثہ ہوا تو تمام مغرب تلف و برباد ہو جائیگا۔ عمرو نے ابو قرہ کے پاس بہت سا مال اور کپڑے بھیجے اور چاہا کہ وہ اُن کو لے کر اُس کے مقابلہ سے ہٹ جائے۔ مگر ابو قرہ نے کہا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں۔ ایلچی اس تمام اسباب کو لے کر اُس کے بھائی کے پاس پہنچا اور مال اور کپڑوں کا کچھ حصہ بطور رشوت دے کر اُس سے چاہا کہ وہ ابو قرہ اور دیگر صفریہ کو اُن کے وطن واپس روانہ کر دینے کی تدبیر کرے۔ اُس نے قبول کر لیا۔ رات کو اُس نے اہل لشکر کو جمع کیا اور ایک تعداد کثیر کو لے کر روانہ ہو گیا۔ ابو قرہ کو یہ حال اُس وقت معلوم ہوا جبکہ لشکر کا ایک بڑا حصہ اُس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اب اُسے بھی روانہ ہو جانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

اس طرح جب صفریہ سے نجات مل گئی تو عمرو بن حفص نے ایک لشکر ابن رستم کی طرف روانہ کیا۔ جو اس وقت تہودا کے مقام پر تھا۔ ابن رستم کو شکست ہوئی اور اُس کے تقریباً تین ہزار آدمی مارے گئے۔ وہ تاہرت کی طرف پسپا ہوا۔ اور عمرو بن حفص قیروان کو واپس آ گیا۔ یہاں آ کر اُس نے سامان خوراک اور فوج جمع کر کے محاصرہ برداشت کرنے کی تیاریاں کیں۔ اتنے میں ابو حاتم اپنے لشکر کو لئے ہوئے آ پہنچا اور قیروان کا محاصرہ کر لیا۔ بلاد افریقیہ میں فتنہ و فساد اور بھی زیادہ ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ محاصرین قیروان کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔ عمرو بن حفص

ہر روز شہر سے نکل کر اُن سے لڑتا رہا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ محصورین کا حال خراب ہونے لگا اور اُنہوں نے اپنے مویشی، کتے اور بلیاں تک کھالیں اور شہر میں ایک درہم کو ایک اوقیہ نمک بکنے لگا۔ اب ابن حفص کا کام شروع ہوا اور اُس کے اخلاق بھی خراب ہو گئے۔ اس وقت اُس کو یہ معلوم ہوا کہ امیر المومنین منصور نے یزید بن حاتم کو ساٹھ ہزار آدمی دے کر قیروان کی مدد کے لئے روانہ کیا ہے۔ یہ سُن کر اُس نے کہا کہ اس کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہ رہ جائیگا کہ یہ کہا جائے کہ اُس کو یزید نے محاصرہ سے نجات دلائی ہے۔ یہ کہہ کر وہ باہر آیا اور نیزہ اور تلوار سے لڑتا ہوا نصف ماہ ذی الحج ۱۵۴ھ میں شہید ہو گیا۔ چونکہ ۱۵۱ھ سے ۱۵۳ھ تک کے حالات تفصیل سے معلوم نہیں۔ اس لئے میں نے یہ حالات سلسلہ وار مختصراً بیان کر دیئے ہیں اور ہر سال کے الگ الگ نہیں لکھے۔

عمرو بن حفص کی شہادت کے بعد قیروان کے لوگوں نے اُس کے بھائی جمیل بن حفص سے بیعت کر لی جب محاصرہ نے بہت طول پکڑا۔ تو اُس نے مجبوراً ابو حاتم سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ وہ اور اس کے ساتھی اپنے خلیفہ کی اطاعت کو اور اپنے شہر اور علاقہ کو نہ چھوڑینگے۔ مگر ابن حاتم اُس سے ناراض ہو گیا۔ اُس نے قیروان کے دروازوں کو جلا دیا اور اُس کی فصیل پر قبضہ کر کے شہر میں داخل ہو گیا۔ ابو حاتم کے شہر میں داخلے پر وہاں کے اکثر لوگ نزاب میں پناہ گزیں ہوئے۔ اب اُس کو یزید بن حاتم کے آنے کی اطلاع ہوئی اور وہ اُس کے مقابلے کے لئے اطرابلس چلا گیا۔ قیروان پر اُس نے عبد العزیز المعافری کو اپنا قائم مقام بنایا۔ عمر بن عثمان نے اُس کے خلاف خروج کیا اور ابو حاتم کے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ ابو حاتم اُن کے مقابلہ کے لئے قیروان آیا۔ دونوں کے آپس میں جنگ ہوئی جس کے بعد ابن عثمان تونس چلا گیا اور ابو حاتم یزید بن

حاتم کی آمد کی خبر سُن کر اطرابلس واپس آ گیا۔ کہتے ہیں کہ عمرو بن حفص کے بربریوں سے جنگ شروع کرنے کے بعد سے اُن کے غلبہ کے اختتام تک عربوں اور بربریوں کے درمیان تین سو چھہتر واقعات پیش آئے تھے۔

۱۵۱ھ میں خلیفہ منصور عباسی نے عمرو بن حفص کو جس کا ذکر ہو چکا ہے افریقیہ کا والی مقرر کیا اور وہ ماہ صفر میں پانچ سو سواروں کو لئے ہوئے وہاں پہنچا۔ اغلب کی موت کے بعد ۱۵۰ھ میں افریقیہ کا والی مخارق ابن غفار الطائی ہوا تھا جس کو اغلب نے قیروان پر اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا اور ماہ رمضان میں لوگوں نے اُس کی ولایت کو منظور بھی کر لیا تھا۔ اُس نے فوج کو حسن بن حرب کے تعقب میں روانہ کیا۔ وہ تونس سے بھاگ کر کتامہ چلا گیا اور دو ماہ وہاں قیام کرنے کے بعد پھر تونس واپس آیا۔ یہاں کی تمام سوار فوج نے اس کا مقابلہ کیا جس میں حسن بن حرب مارا گیا۔

۱۵۲ھ میں افریقیہ میں صورت حالات تقریباً وہی رہی جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس سال منصور نے یزید بن حاتم کو مصر سے معزول کر کے محمد سعید کو والی مقرر کیا۔ اس کے علاوہ اور تمام صوبجات پر اُس کے وہی عامل تھے جو سال ماقبل وہاں موجود تھے۔

بقول طبری ۱۵۳ھ میں عمرو بن حفص کو ابو حاتم الاباضی اور ابو غادی نے اپنے بربریوں کی مدد سے قتل کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان باغیوں کی تعداد تین لاکھ پچاس ہزار سوار تھی۔ ان ہی (۳۵۰۰۰) اور بھی شامل تھے۔ اُن کے ساتھ ابو قرۃ الیفرنی حاکم تلمسان بھی چالیس ہزار آدمیوں کو لئے ہوئے شریک تھا۔ اس شخص کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ یہ بیان ابن القطان کا ہے جس نے اپنی کتاب "نظم الجمان" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ عمرو بن حفص ۱۵۴ھ میں ابو قرہ تلمسان سے بربریوں کی ایک جماعت عظیم لے کر قیروان کی جانب روانہ ہوا۔

. . . . اسی سال بربریوں نے اطرابلس میں بغاوت کی اور ابوحاتم الاباضی کو اپنا امیر بنالیا۔ اس کا نام یعقوب بن لبیب تھا ۱۵۴ھ میں بقول عریب، عمرو بن حفص نے طبنہ پر المہنا بن المخارق کو عامل مقرر کیا اور خود قیروان واپس آگیا۔ ابوحاتم عمرو بن حفص کی طرف روانہ ہوا اور انجام کار جیسا کہ بیان ہوچکا ہے عمرو مارا گیا۔ منصور کو جب عمرو کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو اُس نے یزید بن حاتم کو، جس کا ذکر انشاء اللہ آگے آئیگا، افریقیہ کا والی مقرر کیا۔ بقول طبری ۱۵۵ھ میں یزید بن حاتم نے افریقیہ کو فتح کیا، ابوغادی اور ابوحاتم کو قتل کیا، بلادِ مغرب میں امن وامان قائم کیا اور قیروان میں داخل ہوا۔ اس سال ابوحاتم الاباضی اطرابلس سے قیروان آیا اور اُس کے بعد یزید (ابن حاتم) بھی داخل ہوا ۔

یزید بن حاتم کی ولایت افریقیہ ومغرب کا بیان

اس کا نام یزید بن حاتم بن قبیصہ بن مہلب ہے اور کنیت ابوخالد۔ اُسے امیر المومنین ابوجعفر منصور عباسی نے والی مقرر کیا تھا۔ اپنے کرم وجود، شجاعت وتہور، اصابت رائے اور حسن سیرت کی وجہ سے وہ نہایت مشہور و نیک نام تھا۔ اپنے دادا مہلب ابن ابی صفرۃ سے اپنی جنگوں اور کرم وسخا کے لحاظ سے بہت ملتا جلتا تھا۔ اُس کی اولاد اپنی شجاعت وامارت کی وجہ سے مشہور تھی۔ کہتے ہیں کہ مہلب کی تمام اولاد کی تعداد تین سو تھی، جس میں مرد وعورت تمام شامل ہیں۔ ابوجعفر منصور بلاد افریقیہ سے خوب واقف تھا اور وہاں اپنے صرف مخصوص آدمیوں کو بھیجا کرتا تھا۔ یہ یزید بھی حسن سیرت میں ممتاز تھا۔ جب وہ افریقیہ آیا تو اس نے وہاں پر بہت سی اصلاحیں کیں۔ قیروان کے بازاروں کی ترتیب کی اور ہر ایک صنعت کے لئے ایک مقام مخصوص کر دیا۔ اس طرح تمام بلاد افریقیہ سرسبز شاداب ہوے ہی تھے کہ

بربریوں نے پھر نئے سرے سے فتنہ برپا کیا۔ یزید اُن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور اُن سے جنگ کی۔ چنانچہ اُن کے برخلاف اس کی بعض خون ریز لڑائیاں مشہور ہیں۔ اسی کے متعلق کہا گیا ہے کہ "دونوں یزیدوں میں کتنا فرق ہے" اِن "دونوں یزیدوں" سے مراد یزید بن سلیم و یزید بن حاتم ہے۔ اُس کی تعریف کرتے ہوئے ربیعہ کہتا ہے ؎

حلفتُ یمیناً غیرذی مثنویة یمین امرئٍ آلی ولیس بآثمِ

(میں اس شخص کی طرح قسم کھاتا ہوں جو گنہگار اور عاصی نہیں۔)

لشتان ما بین الیزیدین فی الندی یزید سلیم والاغرّ ابن حاتم

(کہ دونوں یزیدوں میں سخاوجود کے لحاظ سے کتنا فرق ہے یعنی یزید بن سلیم اور یزید بن حاتم میں)

یزید جب افریقیہ میں آیا تو اُس کے ہمرکاب شام، عراق اور خراسان کی فوجیں تھیں۔ سب سے پہلے وہ اطرابلس میں ٹھہرا۔ ابوحاتم اُس کی طرف روانہ ہوا اور اُدھر یزید بھی اُس کے مقابلہ کے لئے چلا۔ دونوں کے آپس میں جنگ ہوئی۔ جس میں ابوحاتم اور اُس کے ساتھی مارے گئے اور باقی ماندہ فوج کو شکست ہوئی۔ ان کا تعاقب کیا گیا اور جو کوئی ہاتھ آگیا اُس کو قتل کر دیا گیا۔ یزید نے اطرابلس پر سعید بن شداد کو عامل مقرر کیا اور آپ قیروان کی طرف روانہ ہو کر ۲۰ (یا ۱۹) ماہ جمادی الآخر ۱۵۵ھ کو پیر کے دن شہر میں داخل ہوا۔ اسی سال سجلماسہ میں مجتمع شدہ صفریہ کو اپنے امیر عیسٰے بن یزید کی بعض باتیں ناگوار گذریں۔ اُنہوں نے اُس کو گرفتار کر کے اُس کی مشکیں کس کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر چھوڑ آئے اور آخر وہ وہیں پڑا پڑا مر گیا۔ اس کے بعد اُنہوں نے سمقو ابن واسول بن مدلان المکناسی کو جو مدرار کا دادا تھا، اپنا امیر مقرر کر لیا۔

۱۵۶ھ میں یزید بن حاتم نے علا بن سعید المہلبی کو مخارق کی مدد کے لئے

زاب میں شہر طبنہ کی طرف روانہ کیا۔ وہ کوہستان کتامہ میں حجاب کے قلعہ میں داخل ہوا اور وہاں سے عبدالرحمن بن حبیب بھاگ گیا۔ جو لوگ وہاں علا کے ہاتھ آسکے اُن کو اُس نے قتل کردیا اور قیروان واپس آگیا۔ پھر ابو یحییٰ بن قریاس الھواری نے اطرابلس کی طرف یزید بن حاتم کی اطاعت سے انحراف کیا اور بربریوں کی ایک بڑی جماعت اُس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی۔ وہاں یزید کا ایک فوجی افسر عبداللہ بن سمط کندی، یزید کی طرف سے مقرر تھا۔ اسی کا ساحل سمندر پر باغیوں سے مقابلہ ہوا اور سخت لڑائی کے بعد ابو یحییٰ کو شکست ہوئی، اُس کے ساتھی قتل ہوئے۔ اس کے بعد افریقیہ پوری طرح پر یزید بن حاتم کے قابو میں آگیا اور اُس نے اس کا قرار واقعی انتظام کرلیا۔

۱۵۷ھ میں یزید نے قیروان کی جامع مسجد کی نئے سرے سے بنا ڈالی یہ بھی اس کے جود و کرم کا ایک طریقہ تھا۔ اسی سال ماہ ذی الحج میں (خلیفہ) منصور عباسی کا انتقال ہوا اور ۱۵۸ھ میں مہدی خلیفہ ہوا۔ جس روز ابوجعفر (منصور) مکہ معظمہ میں مرا ہے اُسی دن مہدی سے لوگوں نے خلافت کی بیعت کی۔ اس کی موت ہفتہ کے دن ۶ ذی الحج کو پیش آئی۔ اس سال سلطنت و خلافت مستقل طور پر مہدی کے ہاتھ میں آگئی۔ یہ خلیفہ سخی اور ادیب تھا اور اہل ادب اور شعراء کی صحبت کو پسند کرتا تھا۔ ہم نے اپنی تاریخ مشرق میں اُس کے اشعار اور کچھ حالات نقل کئے ہیں، مگر اس کتاب میں چونکہ ہماری غرض صرف مغرب اقصےٰ اور مغرب اوسط کی تاریخ بیان کرنا ہے اس لئے ہم یہاں اُن کو نظرانداز کرتے ہیں۔

۱۶۲ھ میں قیروان کے قاضی ابوخالد عبدالرحمن بن زیاد ابن انعم نے وفات پائی۔ امیر افریقیہ یزید بن حاتم نے اُس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ جب اُس نے جنازے کے ساتھ لوگوں کا ازدحام دیکھا تو یہ شعر پڑھا ؎

یاکعب ما راح من قوم ولا ابتکروا۔ الا و للموت فی آثارھم حادٗ

اُنہوں نے یزید کی ایک دعوت میں مچھلی کھا کر دودھ پی لیا تھا، نتیجہ یہ ہُوا کہ اسی رات انتقال کیا۔ وفات کے وقت اُن کی عمر نوے برس سے متجاوز ہو چکی تھی۔

۱۶۳ھ میں خلیفہ مہدی نے یحییٰ بن خالد بن برمک کو اپنے بیٹے ہارون کا کاتب مقرر کیا اور اُس سے کہا کہ میں نے تم کو کتابت کے کام کے لئے منتخب کیا ہے۔ چنانچہ حکم دیا کہ ھارون کے ساتھ سفر کرنے کے واسطے اُس کو ایک لاکھ درہم بطور رسد دے دیئے جائیں۔

۱۶۵ھ میں مہدی نے اپنے بیٹے ہارون کو بلاد روم کی طرف جنگ کے لئے روانہ کیا اور بے شمار روپیہ سے اُس کی مدد کی۔ ہارون قسطنطنیہ کے سمندر تک پہنچ گیا۔ قیصر روم نے ہر سال نوے ہزار دینار جزیہ دینا منظور کر لیا۔ ہارون پانچ ہزار قیدی اور مال غنیمت لے کر واپس آگیا۔

۱۶۶ھ میں امیر المومنین (مہدی) کا بیٹا ہارون اپنی اس جنگ سے واپس آیا اور روم نے جزیہ اور تحائف بارگاہ خلافت میں روانہ کئے۔ اسی سنہ میں مہدی اپنے وزیر یعقوب بن داؤد سے جس کے سپرد اُس نے خلافت کا تمام کام کر دیا تھا، ناراض ہو گیا۔

۱۶۹ھ میں خلیفہ مہدی بن منصور رحمتہ اللہ علیہ نے وفات پائی اُس کی موت کے سبب میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اُس کو غلطی سے زہر دیا گیا تھا اور اس کے علاوہ اور روائتیں بھی ہیں۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا موسےٰ الہادی خلیفہ ہوا۔

ربیع الاول ۱۷۰ھ میں موسےٰ الہادی کا بھی انتقال ہو گیا۔ مرنے کے وقت اُس کی عمر چھبیس برس چھ مہینے کی تھی۔ اُس کی خلافت کا زمانہ ایک سال اور دو

ماہ کا ہے۔ اُس کا جانشین ہارون الرشید ہوا۔

سنہ ۱۷۱ھ میں یزید بن حاتم امیر افریقیہ کا انتقال ہوا۔ وہ خلیفہ منصور کے خاص آدمیوں میں سے تھا اور مغرب میں آنے سے پہلے بہت سے صوبوں مثلاً آرمینیہ، سندھ، آذربائیجان اور مصر وغیرہ کا والی رہ چکا تھا۔ مصر میں وہ سنہ ۱۴۴ھ سے سنہ ۱۵۲ھ تک والی رہا تھا۔ افریقیہ میں اُس نے بہت حسن سیرت کا اظہار کیا، اور بڑے بڑے جید شعراء نے اُس کی مدح میں قصیدے کہے۔ اُس نے بھی اُن کو اپنے عطا و جود سے مالا مال کر دیا۔ زبیر بن بکار نے کسی شاعر کی زبانی بیان کیا ہے کہ وہ یزید بن حاتم کی مدح اس طرح کیا کرتا تھا کہ نہ تو اُس کو اُس سے آگاہ کرتا اور نہ اُس سے ملاقات کی کوشش کرتا۔ آخر جب منصور نے اُس کو مصر کا والی مقرر کیا اور وہ مدینہ کے راستہ سے وہاں کو روانہ ہوا تو اُس وقت جب کہ وہ مسجد نبوی صلعم سے نکل کر مسجد شجرہ کو جا رہا تھا تو اس شاعر نے چند شعر سنائے۔ اس کے صلہ میں یزید نے اُس کو کپڑے کی دو گٹھڑیاں اور دس ہزار دینار دیئے یہ بیان رقیق کا ہے۔ اُس کی مدح کے اشعار میں سے چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ؎

یا واحد العرب الذی دانت لہ۔ قحطان قاطبۃً وساد نزارا

انی لارجو اذ بلغتک سالماً۔ ألا اکابد بعدک الاسفارا

اسی کی تعریف میں یہ شعر بھی منقول ہے ؎

لشتان ما بین الیزیدین فی الندی۔ اذا عُدَّ فی الناس المکارم والمجد

(جب لوگوں کے مکارم و شرافت شمار کئے جائیں تو سخاوت کے لحاظ سے دونوں یزیدوں میں کس قدر فرق ہے)

شاعر کا یہ قول کہ "لشتان ما بین الیزیدین" ضرب المثل کی طرح تمام لوگوں کی زبان زد ہو گیا تھا۔ ربیعہ کو ایک دیت ادا کرنا تھا۔ یزید نے اُس کے بدلہ میں ونوں ممت

ادا کر دیئے اور اُس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ یزید بن حاتم کے اشعار ہیں کہ ؎

ما یالف الدرھم المضروب خرقتنا۔ الا لما ما یسیرا ثم ینطلق

(مضروب دراہم صرف تھوڑی مدت ہمارے کپڑوں میں رہتے ہیں پھر اس میں نکل جاتے ہیں)

یمر مراً علیھا وھی تلفظہ۔ انی امرؤ لم یحالف صرتی الورق

(ایک دفعہ وہ اس میں سے گزرتے ہیں اس کے بعد وہ انہیں پھینکتی ہے میں وہ شخص ہوں ورق کبھی میری تھیلی میں نہیں ہے)

کہتے ہیں کہ افریقیہ میں یزید کے ایک وکیل نے اُس کے ایک باغ میں سیم کی پھلیاں بکثرت بودیں۔ اُس نے اُسے بلا کر کہا کہ اے ابن الخناء کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بصرہ میں مجھے یزید بن حاتم باقلانی کے نام سے چڑایا جائے۔ اس کے بعد اُس نے لوگوں کو عام اجازت دے دی کہ اُنہیں لے جائیں۔ ایک دن وہ قیروان کے بازار میں محض سیر و تفریح کے لئے نکلا۔ وہاں اُس کی نظر مویشیوں کے ایک بڑے گلے پر پڑی جو اس کے بیٹے کی ملکیت تھا۔ وہ اُس پر سخت ناراض ہوا اور زجر و توبیخ کے بعد حکم دیا کہ اُن کو ذبح کر ڈالا جائے اور لوگوں کو عام اجازت ہو کہ وہ اُن کے گوشت کو لے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ گوشت کھانے کے بعد اُن کی کھالوں کو ایک چٹان (کُدیہ) پر جمع کر دیا۔ اسی وجہ سے یہ مقام اب تک "کُدیۃ الجلود" کے نام سے مشہور ہے۔

اُس نے رمضان ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ اُس کی ولایت کا زمانہ پندرہ سال تین مہینے تھا۔ جس میں خلیفہ منصور کی خلافت کا کچھ، مہدی کا تمام اور ہارون الرشید کا تھوڑا حصہ شامل ہے۔

داؤد بن یزید بن حاتم کی ولایت کا بیان

اس کے باپ نے اپنے مرض موت میں داؤد کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ چنانچہ وہ ساڑھے نومہینہ تک افریقیہ کا والی رہا۔ اس کو بربری قبائل کے امراء سے بہت سی جنگیں پیش آئیں اور فریقین میں کوہستان باجہ وغیرہ میں بہت لڑائیاں ہوئیں۔ نصیر بن صالح الاباضی نے اُس کے خلاف خروج کیا۔ داؤد نے مہلب بن یزید کو اُس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ مگر باغیوں نے اُس کو شکست دی اور اُس کے فوج کی ایک جماعت کو تہ تیغ کیا۔ اس پر داؤد نے سلیمان بن یزید کو دس ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ بربری اُس کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ اُس نے تعقب کیا اور اُن کے دس ہزار سے زیادہ آدمی مار ڈالے۔ داؤد روح بن حاتم کے امیر مغرب مقرر ہو کر آنے تک افریقیہ میں مقیم رہا۔

بلاد مغرب میں دولت ہاشمیہ یعنی بنی ادریس کی سلطنت کی ابتدا کا ذکر

تمام مورخین اس امر میں متفق ہیں کہ ادریس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ۱۷۰ھ میں مغرب میں داخل ہوئے تھے۔ وہ ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ وہ افریقیہ میں یزید بن حاتمؒ اور قرطبہ میں ہشام بن عبدالرحمٰن الداخل کی امارت اور سجلماسہ میں بنی مدرار کے ظہور کے شروع میں افریقیہ کے ملک میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے وہ وادیٔ نیتون کے ایک مقام پر جو مدینۃ البلد کے نام سے مشہور ہے آکر اترے۔ اُن کا آزاد شدہ غلام راشد اُن کے ساتھ تھا۔ بکر نے اپنی کتاب مجموع المفترق (۹) میں لکھا ہے

کہ وہ ولیلی کے مقام پر اترے تھے، جو بربری زبان میں طنجہ کا نام ہے۔ محمد بن یوسف کا بیان ہے کہ یہ مقام آج کل کے شہر فاس سے ایک دن کی مسافت پر ہے یہیں پر ادریس رحمتہ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ ولیلی ایک قدیم شہر تھا۔ رقیق اور النوفلی اور دیگر مورخین کے قول کے مطابق ادریس کے مغرب میں آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ خلیفہ موسےٰ الہادی کے زمانہ میں حسین بن علی بن حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہا کرتے تھے۔ اُس کے بعد وہ ۱۶۹ھ کے ماہ ذی الحج میں مکہ کو خروج کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور اُن کے ہمراہ اُن کے بھائی بند او چچیرے بھائی بھی تھے۔ ان ہی میں عبداللہ بن حسن کے دو بیٹے، ادریس اور یحییٰ بھی شامل تھے جب ہادی کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے محمد بن سلیمان بن علی کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے اُن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ فخ کے مقام پر لڑائی ہوئی جس میں حسین بن علی اور اُن کے اکثر اصحاب شہید ہوئے۔ مگر یہ ادریس، جو آخر میں مغرب میں داخل ہوئے، وہاں سے جان بچا کر بھاگے اور مصر آئے۔ یہاں صالح بن منصور کا مولےٰ واضح محکمہ برید کا افسر اعلےٰ تھا۔ اُس نے اُن کو برید کے ذریعہ مغرب کے علاقہ میں بھیج دیا اور وہ آخر کار طنجہ کے ضلع میں شہر ولیلہ کے مقام پر ٹھہرے۔ یہاں کے بربری قبائل فوراً ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب ہارون الرشید خلیفہ ہوا اور اُس کو اس تمام واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے واضح کو بلا کر اس کی گردن ماردی اور ہادی کے مولےٰ شماخ کو ادریس کی خبر رکھنے کے لئے روانہ کیا وہ ولیلہ پہنچا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ بھی شیعان علی کا طرف دار ہے۔ پھر اُس نے ادریس تک رسائی حاصل کی اور اُن کا مقرب ہو گیا۔ وہ بھی اُس کی طرف سے بالکل مطمئن ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد اُن کے دانتوں میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی۔ اس پر شماخ نے اُن کو

مسموم مہلک منجن دیا اور ہدایت کی کہ اس کو علی الصباح دانتوں میں لگایا جائے ادریس نے لے لیا اور شماخ راتوں رات وہاں سے بھاگ نکلا۔ جب صبح ہوئی تو ادریس نے وہ منجن استعمال کیا اور بہت سا لے کر اپنے دانتوں میں لگایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً اُن کے تمام دانت گر پڑے اور اُن کا انتقال ہوگیا۔ شماخ کو تلاش کیا گیا۔ مگر اُس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ اس اثناء میں شماخ اپنے آقا ہارون الرشید کے پاس جانے کے لئے مصر کے قصد سے روانہ ہو چکا تھا۔ یہ واقعہ رقیق نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔

سنہ ۱۷۲ھ میں ہر سمت سے بربری قبائل آ کر ادریس بن عبداللہ کے گرد جمع ہو گئے۔ اُنہوں نے اُن کی اطاعت قبول کر لی اُن کی تعظیم کی اُن کو اپنا سردار بنا لیا اور وہیں اُن کے پاس مقیم ہو کر اُن کی زندگی بھر اُن کی خدمت گزاری اور اطاعت پزیری میں سرگرم و شاد کام رہے۔ ادریس اپنی خواہشات کے اوپر قابو رکھتے تھے۔ ذاتی طور پر فاضل و عالم، عدل و انصاف سے مزین اور نیکوکاری کی طرف مائل تھے۔

سنہ ۱۷۳ھ میں اُنہوں نے مغرب کے قبائل کے لشکر کو ہمرکاب لے کر خروج کیا اور سوس الاقصٰے کے شہروں تک چلے گئے۔ ماسہ میں داخل ہوئے اور اُس کو لوٹ کر قیدی جمع کر کے مظفر و منصور مغرب میں واپس آ گئے۔ سنہ ۱۷۴ھ میں سوس سے واپسی کے بعد اُنہوں نے اپنے لشکر کے ہمراہ تانزا کی طرف توجہ کی اور اس کوہستان میں اُن کو سونے کی ایک کان ملی۔ اسی سال مغرب کے تمام قبائل نے اُن کی اطاعت قبول کر کے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چنانچہ اب اُن کی امارت بالکل مکمل و مستحکم ہو گئی۔

روح بن حاتم بن قبیصہ بن المہلب کی ولایت افریقیہ کا بیان

اس کو افریقیہ پر امیرالمومنین ہارون بن محمد الرشید نے مقرر کیا تھا، وہ ۱۷۱ھ میں وہاں پہنچا۔ اس کے قبل بھی وہ اکثر جگہ والی رہ چکا تھا۔ منصور کے زمانے میں وہ حاجب کے عہدہ پر ممتاز رہا۔ اس کے بعد مہدی کے زمانہ میں اس کو بصرہ اور پھر کوفہ کا والی بنایا گیا۔ اس کے علاوہ سندھ، طبرستان، فلسطین وغیرہ کا بھی والی رہ چکا تھا۔ ایک شخص نے روح بن حاتم کو خلیفہ منصور کے دروازے پر دھوپ میں کھڑے ہوئے دیکھا اور کہا کہ تم بہت دیر سے اس طرح دھوپ میں کھڑے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں اس سے میرے سایہ میں ٹھیرنے کا زمانہ بھی طویل ہوجاتا ہے۔ اس کا ایک بیٹا مر گیا۔ اس کے دوست اس کے پاس تعزیت کے لئے آئے، مگر اس کو ہنستا ہوا پایا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے تعزیت میں توقف کیا۔ روح نے ان کو مذبذب دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

وانا لقوم ما تفیض دموعنا علی ھالک منا وان قصم الظھر،

(ہم وہ لوگ ہیں کہ کسی مرنے والے پر ہمارے آنسو نہیں بہتے گو اس صدمے سے ہماری کمریں بھی ٹوٹ جائیں)۔

کہتے ہیں کہ اس نے اپنے کاتب کے پاس تیس ہزار دینار بھیجے اور لکھا کہ میں نے تم کو اتنا روپیہ روانہ کیا ہے۔ اس میں نہ تو بڑائی جتانے کے لئے میں نے رقم کم کی، اور نہ احسان ظاہر کرنے کے لئے زیادہ کی۔ نہ بعد میں تم کو امیدوار رکھنے کے لئے اس کا کوئی حصہ وضع کیا۔ والسلام۔

روح اپنے بھائی یزید سے عمر میں بڑا تھا اور اس سے زیادہ صلوبوں کا والی رہ چکا تھا۔ قیروان میں بعض دفعہ یہ ہوتا کہ اگر اس کو بہت دیر بیٹھنا پڑتا تو ضعف

اور بڑھاپے کی وجہ سے وہ اونگھنے لگا کرتا تھا۔ تین سال تین ماہ کی ولایت کے بعد وہ ۲۳ یا ۲۴۔ ماہ رمضان ۱۷۴ھ کو انتقال کر گیا۔

نصر بن حبیب المہلبی کی ولایت افریقیہ کا بیان

محکمہ برید کے افسر اعلےٰ اور افسر فوج ابو العنبر نے اور اُن کے علاوہ دیگر افسران فوج نے ہارون الرشید کو لکھا اور یہ جتلایا کہ روح بن حاتم بہت عمر رسیدہ ہے اور وہ ہر وقت اُس کی موت سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ افریقیہ ایک وسیع ملک ہے اور بغیر کسی زبردست حکمران کے قابو میں نہیں رہ سکتا۔ نصر مذکورہ بالا مصر و افریقیہ میں یزید بن حاتم کا صاحب شرط رہ چکا تھا۔ اور حسن سیرت سے مزین تھا۔ اسی کو رشید نے روح کا جانشین بنایا اور اُسے خفیہ طور پر بھیج دیا جب روح بن حاتم مر گیا تو مسجد جامع میں لوگوں نے اُس کے بیٹے قبیصہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اُس پر متفق ہو گئے اُس زمانے میں فضل بن روح زاب کا عامل تھا۔ ابو العنبر اور صاحب برید امیر المومنین ہارون کا عہد ولایت لے کر فوراً نصر بن حبیب کے پاس پہنچے۔ اُس نے مل کر اُس کو امارت کا سلام کیا اور اُس کے ہمرکاب دوسرے آدمیوں سمیت مسجد میں قبیصہ کے پاس آئے۔ وہ اس وقت ایک فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں نے اُس کو اس پر سے اٹھا دیا۔ نصر بن حبیب کو اُس کی جگہ بٹھایا اور لوگوں کو اس کی امارت سے آگاہ کیا اس کے بعد لوگوں کے سامنے نصر بن حبیب کے نام امیر المومنین ہارون کا فرمان پڑھا گیا۔ لوگوں نے اُس کو سنا اور اُس کا حکم مانا۔ یہ واقعہ ماہ رمضان المعظم کے آخری دس دنوں میں ۱۷۴ھ میں پیش آیا۔ نصر بن حبیب نے حسن سیرت کا اظہار کیا اور اپنے احکام میں عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ وہ دو سال اور

تین مہینے والی رہا ۔

۱۷۵ھ میں (ہارون) الرشید نے اپنے بیٹے محمد کو مدینۃ السلام (بغداد) میں ولی عہد مقرر کیا اور افسرانِ فوج اور فوج سے اُس کے لئے بیعت لی۔ اُس کا لقب امین مقرر کیا۔ اس وقت محمد کی عمر پانچ سال کی تھی ۔

۱۷۶ھ میں یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے دیلم میں خروج کیا اور وہاں بہت زور پکڑ لیا۔ رشید کو اس امر کا ایسا رنج اور خیال ہوا کہ اُس نے اُن دنوں میں نبیذ پینی تک چھوڑ دی۔ فضل ابن یحییٰ (برمکی) کو پچاس ہزار فوج دے کر روانہ کیا اور اُس نے یحییٰ بن عبداللہ کو آخرکار شکست دی ۔

امیر المومنین ہارون (الرشید) نے ۱۷۷ھ میں فضل بن روح بن حاتم کو افریقیہ کا والی مقرر کیا اور نصر بن حبیب کو معزول کر کے حکم دیا کہ فضل کے وہاں پہنچنے تک مہلب بن یزید حکومت کا کام انجام دے۔ چنانچہ اسی سال کے ماہ محرم میں فضل وہاں پہنچ گیا اور آتے ہی اپنے بھتیجے مغیرہ کو تونس کا عامل مقرر کر دیا۔ یہ شخص ناتجربہ کار اور جمہور کی حکومت سے بالکل ناواقف تھا۔ وہ فوج سے حقارت سے پیش آیا اور اُن سے برا سلوک کیا۔ اس پر ان سب نے جمع ہو کر مشورہ کیا اور اُس کے چچا فضل کو فوج کے ساتھ مغیرہ کی حرکتوں اور اُس کے قبیح سیرت سے مطلع کرنے کے لئے خط لکھا۔ فضل نے اُن کو جواب دینے میں کوتاہی کی۔ اب ان لوگوں نے کہا کہ جس جماعت کا کوئی سردار نہیں ہے اُس کی کوشش و سعی کبھی مشکور نہیں ہو سکتی۔ اُن میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ عبداللہ بن عبد ربہ بن جارود سے مدد طلب کریں۔ یہ سب اُس کے پاس گئے اور کہا کہ مغیرہ نے جو کچھ ہمارے ساتھ کیا ہے اس سے آپ واقف ہیں۔ ہم نے اس بارے میں اس کے چچا کو خط لکھا تھا، مگر

اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ آپ اُس کے مقرب اور معتمد علیہ ہیں۔ اس لئے ہم اب اپنا یہ معاملہ آپ کے سپرد کرتے اور آپ پر ہی کامل اعتماد کرتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ میں تم کو اور خود کو نصیحت ہی کر سکتا ہوں۔ مجھ کو خود اپنی جان کا خوف ہے اور عافیت کو غنیمت جان کر اسی پر قانع ہوں کہ اگر کوئی معاملہ پیش آجائے تو میں بھی اپنے آپ کو تم ہی سا تصور کرونگا۔ فوج کے لوگوں نے کہا کہ اس معاملے میں آپ کی مدد لابدی ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اچھا میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور میری اطاعت قبول کرو تاکہ مجھ کو اعتبار آجائے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

۱۷۸ھ میں فوج نے فضل بن روح بن حاتم امیر افریقیہ کے برخلاف خروج کیا۔ اور ابن جارود کو تونس میں اپنا حاکم مقرر کر لیا۔ اس کے بعد وہ مغیرہ کی طرف روانہ ہوئے جو دار امارت میں مقیم تھا، اور اُس سے کہا کہ تم اپنے تمام ساتھی سمیت اپنے سردار کے پاس چلے جاؤ۔ اسی وقت عبداللہ (بن عبدربہ) بن جارود نے فضل بن روح کو لکھا کہ:۔ اما بعد:۔ ہم نے مغیرہ کو آپ کی اطاعت سے منحرف ہوکر شہر سے باہر نہیں نکالا۔ بلکہ ان بدعتوں کی وجہ سے جو اُس نے یہاں جاری کی تھیں اُس کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ کیونکہ ان سے سلطنت میں فساد پڑنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے جس قدر جلد ممکن ہو اپنی پسند کا کوئی شخص، ہمارے امور کی دیکھ بھال کے لئے روانہ کر دیجئے ورنہ ہم خود فیصلہ کر لینگے۔ فضل نے جواب دیا کہ:۔ اما بعد:۔ خدائے تعالٰے اپنے بندوں پر جس طرح چاہتا ہے اپنی قضاء و قدر کو جاری کرتا ہے، خواہ وہ اس کو پسند کریں یا نہ کریں۔ تم لوگوں نے اچھا کیا کہ اپنے پسند کا کام کر لیا۔ لیکن اب میں تمہاری طرف عامل روانہ کرتا ہوں۔

چنانچہ فضل نے عبداللہ ابن محمد کو تونس کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچا تو ابن جارود نے لوگوں سے کہا کہ تم کیا سمجھے بیٹھے ہو۔ تم نے اُس کے

بھتیجے کو شہر بدر کردیا اور خود اُس کو سب و شتم کیا ہے۔ خدا کی قسم اُس نے اس شخص کو تمہارے پاس اسی لئے بھیجا ہے کہ تمہارے کئے کا بدلہ لے کر تم سے معافی منگوا لے۔ اس لئے جونہی تم مطمئن ہو جاؤ گے وہ تم کو ایک ایک کرکے پکڑ لیگا اور سزا دیگا۔ لوگوں نے کہا کہ پھر آپ کی کیا رائے ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ وہی جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ یہ سُن کر وہ شہر سے نکلے اور فضل امیر افریقیہ کے مقرر کردہ عامل کے ساتھ جو لشکر آ رہا تھا اُس سے زیتون کے مقام پر اُن کا مقابلہ ہوا۔ اُنہوں نے اُس کو مار کر ہٹا دیا اس کے بعد فوج (جند) کے آپس میں بہت کچھ بحث مباحثہ ہوا۔ جس کا ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا۔ آخر یہ ہوا کہ ابن جارود اور فضل کے لشکر میں جنگ چھڑ گئی۔ ابن جارود نے اُن کو شکست دی اور اُن کے تعاقب میں قیروان روانہ ہوا اور اُس کے پاس آ کر اترا۔ فضل نے اپنے بنی عم اور خاصہ کے لوگوں کو جمع کرکے اُن سے اپنے معاملے میں مشورہ کیا۔ مگر اُس کا تمام کام پریشان ہو چکا تھا اور کوئی چیز اُس کو درست نہ کر سکی۔ جب صبح ہوئی تو عبداللہ بن عبد ربہ بنی جارود آگے بڑھا۔ اس وقت فضل دار امارت میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مقیم تھا اور اس کے بعض افسران فوج دروازوں پر تعینات تھے۔ جب (عبداللہ) ابن عبد ربہ ابن جارود قریب آیا تو اُنہوں نے اُس کے لئے دروازے کھول دیئے۔ چنانچہ اُس کے ساتھی داخل ہو گئے اور کسی نے اُن کی مزاحمت نہ کی۔ ابن جارود شہر کے باہر ہی ٹھیرا اور پھر دار امارت میں داخل ہوا اور فضل اور اُس کے اصحاب کو امن دے کر اُن کو قابس کی طرف چلے جانے کا حکم دیا۔ اُن سے یہ بھی کہا کہ مجھے اپنے لوگوں کے متعلق بھروسا نہیں، اس لئے میں تمہاری حفاظت کے لئے تمہارے ساتھ چند آدمی کئے دیتا ہوں، جو تم کو قابس پہنچا آئینگے۔ چنانچہ اُس نے ابو ہیشم کو ایک جماعت دے کر اُن کے ہمراہ کر دیا اور اُس سے قسم لے لی کہ وہ فضل کو سلامت نہ چھوڑے۔ اب فضل اپنے ساتھ تین

بنی عم باب احزم اور دیگر اصحاب کو لے کر نکلا۔ دربان نے اُن لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ "اے آگ کے کتو۔ نکل جاؤ۔ خدا تم پر رحم نہ کرے۔" اس پر فضل نے کہا کہ "سوا لا اللہ الا اللہ۔ کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا۔ جو ہمارا مخالف نہ ہو گیا ہو۔ یہاں تک کہ وہ بھی جس کو ہم نے غلامی سے آزاد کیا تھا۔" وہ تمام رات اور دن برابر چلا۔ جب غروب آفتاب کا وقت ہوا تو اُس نے ایک طبل کی آواز سنی اور پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص ایک سو سوار لے کر آیا ہے ابن جارود نے اُسے اس لئے بھیجا ہے کہ تمہارے متعلق اس کو فوج پر پورا اعتماد نہیں۔ اس کے بعد اُس نے دوسری مرتبہ طبل کی آواز سنی۔ اب کے منصور بن ہاشم ظاہر ہوا اور دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اُس نے بیان کیا کہ یہ ماجرا گذرا ہے۔ اس کے بعد اس نے تیسری مرتبہ طبل کی آواز سُنی۔ اب کے (عبداللہ) ابن عبد ربہ بن جارود کا صاحب شرطہ تھا۔ جب وہ آیا تو لوگوں نے فضل سے کہا کہ وہ اس لئے آیا ہے کہ تم کو واپس لے جائے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابن جارود کے بعض اصحاب نے اُسے مشورہ دیا کہ اس کو اتنا آزاد نہ چھوڑا جائے کہ وہ اطرابلس میں داخل ہو کر رات وہاں بسر کرے، لوگ اُس کے طرفدار ہو جائیں اور صبح کو وہ پھر قیروان واپس آجائے۔ چنانچہ اس کے منادی کرنے والے نے منادی کی کہ جو ابن جارود کے مطیع و فرمانبردار ہیں وہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں۔ لوگوں نے فوراً اُس کو چھوڑ دیا اور فضل کے ساتھ فرد واحد بھی باقی نہ رہا۔ فضل کو محمد بن ہشام اور فضل ابن یزید سمیت قیروان واپس لائے اور مہلب اور فضل کے دوسرے ہمراہیوں کو بالکل چھوڑ دیا۔

اس کے بعد اُنہوں نے فضل ابن روح کو شعبان ۱۷۸ھ میں قتل کر ڈالا۔ اُس نے ایک سال اور پانچ مہینے حکومت کی۔ افریقیہ پر بنو مہلب کی تیس برس تک حکومت رہی۔ ۱۷۸ھ کے ماہ جمادی الآخر میں ابن جارود

نے خروج کیا۔ اور بربریوں کے ساتھ بہت سی جنگیں لڑیں (خلیفہ) ہارون الرشید نے اُسے امان دے دی اور اُس نے اُس کی اطاعت قبول کر لی ۔

۱۹۷ھ ابن جارود نے یحییٰ بن موسےٰ کو جو اطرابلس میں تھا لکھا کہ وہ قیروان چلا آئے۔ کیونکہ ابن جارود حکومت کا کام اُس کے سپرد کر دینا چاہتا ہے ۔ چنانچہ ماہ محرم میں یحییٰ اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر اطرابلس سے روانہ ہوا۔ جب قابس پہنچا تو وہاں اس کو قیروان کی فوج ملی جس کے ہمراہ نضر بن حفص اور عمرو بن معاویہ تھے۔ اس اثناء میں ابن جارود بھی مفرح ابن عبدالملک کو قیروان میں حاکم بنا کر وہاں سے چلا آیا۔ اُس کی حکومت صرف سات مہینے رہی۔ اب یحییٰ ابن موسےٰ اور علاء بن سعید میں قیروان کے لئے دوڑ شروع ہوئی۔ علاء اپنے حریف سے پہلے وہاں پہنچ گیا اور ابن جارود کے دوستوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ یحییٰ بن موسےٰ نے اُس کو لکھا کہ اگر وہ اب بھی فرمان بردار ہے تو اپنی فوج کو منتشر کر دے۔ چنانچہ اُس نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے وطنوں کو چلے جائیں اور علاء خود اطرابلس چلا گیا۔ ابن جارود اُس کے وہاں پہنچنے سے پہلے اطرابلس آ چکا تھا۔ وہاں اُس کی ملاقات یقطین بن موسےٰ سے ہوئی۔ اور وہ اُس کی معیت میں مشرق کی سمت روانہ ہو گیا۔ راستہ میں یہ لوگ ہرثمہ ابن اعین سے ملے جو افریقیہ کا والی مقرر ہو کر آ رہا تھا۔ اس سے قبل ہی علاء ہرثمہ کو لکھ چکا تھا کہ اُسی نے ابن جارود کو افریقیہ سے نکالا ہے۔ چنانچہ ہرثمہ نے اُس کو بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ اور ابن جارود کو ہارون الرشید کی طرف بھیج دیا۔ یحییٰ ابن موسےٰ کو ہرثمہ ہی نے بھیجا تھا ۔

ہرثمہ بن اعین کی ولایت افریقیہ

امیرالمومنین ہارون الرشید نے اُس کو والی مقرر کیا تھا۔ وہ غرۂ ربیع الآخر میں وہاں وارد ہوا اور لوگوں کی تالیف قلوب کر کے اُن میں سکون و امن پیدا کیا اور اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ ابن حماد کا قول ہے کہ ہرثمہ ایک عظیم الشان لشکر کو ہم رکاب لے کر افریقیہ میں آیا اور تاھرت کے مقام پر پہنچا تھا کہ ابن جارود اُس کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ ابن جارود نے شکست کھائی اور بربری ھرثمہ کے مطیع ہو گئے۔ اس کے بعد وہ قیروان کی طرف واپس آیا۔ بقول رقیق ھرثمہ وہی شخص ہے جس نے قصر کبیر المعروف بہ منستیر تعمیر کرایا تھا۔

۱۸۰ھ میں مصر میں ایک سخت زلزلہ آیا۔ جس کے صدمے سے اسکندریہ کے مینار کا کلس گر گیا۔

رقیق کا بیان ہے کہ جب ہرثمہ بن اعین نے اہل افریقیہ کا خلاف و شقاق دیکھا اور اُسے اُن کی سوء اطاعت کا اندازہ ہوا تو اُس نے اپنی ولایت سے استعفاء دینا چاہا۔ خلیفہ ہارون نے اُس کو واپس آنے کی اجازت دی۔ چنانچہ وہ پھر مشرق چلا گیا۔ اُسی نے اطرابلس کی فصیل تعمیر کرائی تھی۔

محمد بن مقاتل العکی کی ولایت افریقیہ

۱۸۱ھ میں امیرالمؤمنین رشید نے محمد بن مقاتل بن حکیم العکی کو افریقیہ کا والی مقرر کیا۔ وہ رمضان میں وہاں پہنچا۔ یہ شخص ہارون الرشید کا رضاعی بھائی تھا اور اس کا باپ اُس کی سلطنت کے زبردست امراء میں شمار ہوتا تھا مگر محمد

میں حسن سیرت مفقود تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کا تمام کام پریشان و پراگندہ ہوگیا اور اُس کی فوج نے اس کی مخالفت کی۔ اسی قبح سیرت کے واقعات میں، جو اُس کے متعلق نقل کئے جاتے ہیں، اس زمانے کے سب سے بڑے زاہد و عابد بھلول بن راشد کو چابکوں سے پٹوانا اور ان کو قید کرنا ہے۔ چنانچہ یہی سزا آخر اُن کی موت کا سبب ہوگئی۔ اُس کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے فوج کی روزینے منقطع کر دیئے اور اُس سے اور عام رعیت سے بری طرح پیش آیا۔ فلاح نام ایک فوجی افسر نے اہل خراسان اور شام میں سازش کرنی شروع کی۔ اور اپنی کوشش کو اُس وقت تک جاری رکھا کہ وہ لوگ مخلد بن مرۃ الازدی پر متفق ہو گئے۔ اسی اثناء میں (محمد بن مقاتل) العکی کے خلاف اُس کے عامل تونس، تمام ابن تمیم التمیمی نے بغاوت کی۔

تمام بن تمیم التمیمی کی بغاوت محمد بن مقاتل العکی کے برخلاف

نصف رمضان ۱۸۳ھ میں تمّام تونس سے قائدوں کی ایک جماعت اور اہل شام و خراسان کی جندوں کو لے کر قیروان کی طرف روانہ ہوا۔ العکی مقابلہ کے لئے نکلا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ العکی نے شکست کھائی اور قیروان واپس آ کر اپنے اُس مکان میں جس کو اُس نے تعمیر کرایا تھا، قلعبند ہوگیا اور دار امارت کو ترک کر دیا۔ تمام بھی آ کر باب ربیع کے عقب میں اترا۔ جب صبح ہوئی تو اُس کے لئے دروازے کھول دیئے گئے اور ۱۸۳ھ میں بدھ کے دن رمضان کے اختتام میں پانچ دن باقی تھے کہ وہ قیروان میں داخل ہوگیا۔ اُس نے العکی کو اُس کے خون اہل وعیال اور مال و متاع کی امان دی۔ اس طرح تمام کے اس کو قیروان سے خارج کرنے تک اُس کی ولایت کا زمانہ صرف دو سال اور دس ماہ کا ہوتا ہے۔ اُس کے

نکل جانے کے بعد ابو الجہم تمام بن تمیم التمیمی والی افریقیہ ہوا۔ یہ دراصل ایک باغی تھا جس نے افریقیہ پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ورنہ خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے اُس کو کوئی ولایت حاصل نہ ہوئی تھی۔ یہ شخص ابی العرب بن تمیم کا جو مختلف کتابوں کا مصنف ہوا ہے دادا تھا۔

بہرحال اُس کے قیروان میں داخل ہو جانے کے بعد العکی وہاں سے نکلا اور تمام کے امان میں اطرابلس کی طرف روانہ ہوا۔ خراسان کے چند آدمی اُس کے ساتھ ہو گئے۔ جن میں اُس کا صاحب شرطہ طرحون بھی شامل تھا۔ ان سب لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ اُس کو شہر میں داخل کر لیا جائے چنانچہ وہ شہر میں داخل ہو گیا اور تمام قیروان کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اسی اثناء میں زاب کے حاکم ابراہیم بن الاغلب نے تمام کی طرف فوج لے کر کوچ کیا اور جب اُس کو ابراہیم کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ تونس چلا گیا۔ اب ابراہیم بن الاغلب قیروان میں داخل ہوا اور سیدھا مسجد جامع میں گیا۔ وہاں منبر پر چڑھ کر اُس نے تقریر کی۔ (یہ شخص بڑا فصیح و بلیغ تھا) اور لوگوں کو بتایا کہ وہ صرف محمد بن مقاتل العکی کی مدد کے لئے یہاں آیا ہے۔ کیوں کہ دراصل وہی ان کا امیر اور سردار ہے جس کو امیر المومنین نے مقرر کیا ہے۔ اُس نے العکی کو تمام صورت حالات سے اطلاع دی اور واپس آجانے کی تاکید کی۔ چنانچہ وہ فوراً روانہ ہو کر مع اپنے ساتھیوں کے قیروان آگیا ایک روز وہ شہر کے بازار میں سے گذر رہا تھا کہ ایک عورت نے اپنی کھڑکی سے پکار کر کہا کہ "ابراہیم بن الاغلب کا شکریہ ادا کر کیونکہ اُسی نے تجھ کو پھر افریقیہ کا ملک واپس دلایا ہے"۔ العکی کو یہ بات ناگوار گذری۔

تمام بن تمیم تونس میں ٹھیرا ہوا تھا۔ اُس نے اپنے اصحاب سے کہا کہ "ابراہیم بن الاغلب نے ملک پھر العکی کو دے دیا ہے اور العکی کے تمام ساتھی ہمارے

واقعہ کی وجہ سے ہم لوگوں سے مرعوب ہو گئے ہیں جب اُن کو میرے تونس سے روانہ ہونے کی اطلاع ملے گی تو وہ لوگ اُسے میرے حوالہ کر دینگے اور مجھ سے مل جائینگے۔ اس کے علاوہ العکی حاسد واقع ہوا ہے اور ابراہیم جو کچھ اُسے مشورہ دیگا وہ ضرور اُس کی مخالفت کریگا۔ لوگ بھی تنگ تھے اور کہہ رہے تھے کہ العکی سے ہم کو نجات مل گئی تھی۔ مگر ابراہیم نے اس کو ہم پر پھر مسلط کر دیا اور حقیقت یہ ہے کہ اُس کے ماتحت رہنے سے ہمارا مر جانا بہتر ہے۔" یہ سب لوگ تمام بن تمیم التمیمی کے پاس آکر شکایت کرنے لگے۔ اُس نے جب اپنے طرفداروں کی یہ کثرت دیکھی تو العکی سے پھر لڑنے کے لئے تیار ہوا اور العکی کو خط لکھا کہ "اما بعد:- ابراہیم بن الاغلب نے تم کو واپس بلا کر ملک پر نہ اس وجہ سے پھر قبضہ دلایا ہے کہ وہ تمہارے احسان کو اتارنا چاہتا تھا ورنہ اس وجہ سے کہ اُس کو خلیفہ کی اطاعت کا اظہار منظور تھا۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس کو بُرا معلوم ہوا کہ تم کو یہ اطلاع ملے کہ وہ شہروں پر قبضہ کر رہا ہے اور پھر تم اس کے مقابلہ کے لئے واپس آجاؤ۔ ایسی حالت میں اگر وہ تمہارا مقابلہ کرتا تو خلیفہ کی مخالفت متصور ہوتی اور اگر تم کو وہ ملک واپس دے دیتا تو اُس کی یہ تمام محنت دوسرے کے لئے ہوتی نہ کہ اپنے لئے۔ اس لئے اُس نے تم کو بلا کر ملک واپس کر دیا تاکہ پھر تم کو قتل کر ڈالے۔ دیروز جو تجربہ تم کو ہمارے واقعہ سے ہوا ہے اُس سے کل تم کو پھر سابقہ پڑنے والا ہے۔" خط کے آخر میں یہ دو اشعار تھے۔ ؎

وما كان ابراهيم من فضل طاعة - يرد عليك الملك لاكن لتقتلا

(ابراہیم نے اپنی اطاعت وفرمان برداری کی فضیلت سے تجھ کو ملک واپس نہیں کیا بلکہ اس لئے کہ وہ تجھ کو قتل کرے) +

فلو كنت ذا عقل وعلم بكيده - لما كنت منهٔ يا ابن عك لتقبلا

(پس اگر تجھ میں عقل ہوتی اور اُس کے مکر کو سمجھتا۔ تو تو ہرگز اے ابن عکی اسے قبول نہ کرتا)

یہ خط محمد بن مقاتل العکی کو ملا تو اُس نے پڑھ کر ابن الاغلب کو دے دیا اس نے خط پڑھا اور ہنس کر کہا کہ اس پر خدا کی مار۔ اُس کی عقل جاتی رہی ہے ابن العکی نے جواب لکھا "من جانب محمد بن مقاتل العکی۔ بنام بدعہد ابن تمیم۔ اما بعد مجھے تیرا خط ملا۔ اس سے مجھے تیری بے وقوفی معلوم ہوئی اور میں ابرہیم کے متعلق تیرے خیال کو پورے طور پر سمجھا۔ اگر یہ نصیحت ہے تو وہ ہرگز ایسا نہیں ہے جس نے خدا اور خلیفہ سے خیانت کی ہو اور اگر قول محض دھوکا دہی کے لئے ہے تو یہ نہایت قبیح دھوکا ہے"۔ خط کے آخر میں تھا ؎

وانی لارجوان لقیت ابن اغلب غداً فی المنایا ان تفل و تقتلا

(مجھے امید ہے کہ اگر کل تو موتوں (کے مقام) پر ابن اغلب سے مقابل ہوگا تو تو منہزم ہوگا اور قتل کیا جائیگا)۔

تلاقی فتی یستصحب الموت فی الوغی۔ ویحمی لصبدر الرمح عزاً موثلا

(تیرا مقابلہ ایسے شخص سے ہوگا جو جنگ میں موت کو اپنا دوست سمجھتا ہے اور نیزے سے اپنی شرافت و نجابت کی حفاظت کرتا ہے)۔

بہرحال تمام تونس کا ایک عظیم الشان لشکر لے کر چلا اور ابن العکی نے اپنے تمام اہل طاعت لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم بن الاغلب کی سرکردگی میں نکلیں اور غنیم سے جنگ کریں۔ جنگ ہوئی تمام نے شکست کھائی اور وہ تونس واپس چلا گیا۔ ابن العکی بھی قیروان لوٹ گیا اور ابن الاغلب کو حکم دیا کہ وہ تونس جائے۔ چنانچہ محرم ۱۸۴ھ کو ایک لشکر قیروان سے تونس کا محاصرہ کرنے اور تمام سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا جب تمام کو اس کوچ کی خبر ملی تو اُس نے امان طلب کی اور ابراہیم نے اس کو امان دے دی۔ اور اُسے لے کر ۸ محرم ۱۸۴ھ کو قیروان واپس آ گیا۔

ابراہیم بن الاغلب بن سالم بن عقال التیمی کی ولایت افریقیہ کا بیان

اس کو خلیفہ ہارون الرشید کا حکم ۱۰ اور ۲۰ جمادی الثانی کے درمیان ۱۸۴ھ میں ملا۔ اس میں لکھا تھا کہ تم کو افریقیہ میں حاکم بنایا گیا ہے۔ رشید ہی نے اس کو اس سے قبل بلادزاب کا والی مقرر کیا تھا۔ یہی علاقہ بلاد جرید کہلاتا تھا العکی افریقیہ کا عامل تھا۔ ابراہیم بن الاغلب شاعر، ادیب، فقیہ اور خطیب اور اس کے علاوہ صائب رائے، شریف، بارعب حزم، فن جنگ اور اس کے داؤ پیچ سے واقف، بہادر اور فصیح و بلیغ شخص تھا۔ اس سے قبل ایسا سیاست دان، رعایا پر مہربان، عہد کا پکا، باغیرت و حرمت اور حسن سیرت کا والی افریقیہ پر کبھی مقرر نہ ہوا تھا۔ بربریوں کے قبائل نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے زمانہ ولایت میں افریقیہ کا علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا۔ ابن العکی کے معزول ہونے سے وہاں استقلال و استقامت کی صورت نظر آنے لگی۔ ابراہیم کے متعلق سعد ابن لیث نے ایک دن کہا تھا کہ اس نوجوان شخص کو بڑی شان و شوکت حاصل ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم کے فضائل بے شمار اور کارنامے بہت ہیں۔ اس کو ادریس حسنی کے مولے، راشد امیر غریب کے ساتھ بہت سے واقعات اور جنگیں پیش آئیں۔ کیونکہ اس زمانے میں راشد کا خوب زور ہو چکا تھا۔

ابراہیم اپنے اہل و عیال کو مصر میں چھوڑ آیا تھا۔ اس کے متعلق کہتا ہے ۔

ماسرت میلا ولا جاوزت مرحلة الا وذکرک یثنی دائما عنقی

(میں نے) کبھی ایک میل یا ایک منزل کا بھی ایسا سفر نہیں کیا جس میں تیری یاد میری گردن کو (تیری جانب) نہ موڑ دیتی ہو

ولا ذکرتك الا بت مرتقبا - ارعی النجوم کان الموت معتنقی

(اور جب کبھی میں نے تجھ کو یاد کیا تو تمام رات انتظار میں اختر شماری کرتا رہا معلوم ہوتا تھا کہ موت میرے گلے کا ہار ہو گئی ہے)

جب وہ افریقیہ کا امیر ہوا تو اس نے اہل شر کا قلع قمع کیا اور وہاں کے نظم و نسق کو باضابطہ بنایا۔ اس عرصہ میں اس کو بربریوں سے جنگیں پیش آئیں جن کا ذکر باعث طوالت ہے علاوہ قریش کے عربوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آیا۔

۱۸۵ھ میں ابراہیم (ابن الاغلب) نے قدیم مدینۃ القصر کو تعمیر کرانا شروع کیا۔ یہی مقام آخر میں بنو اغلب کے امراء کا مسکن بن گیا۔ یہ قیروان سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ ابراہیم نے یہ مقام بنو طالوت سے خریدا تھا۔ تعمیر کے ختم ہونے کے بعد اس نے تمام ہتھیار وغیرہ وہاں منتقل کر لئے اور اس کے گرد اپنے غلاموں اور اہل خدمت میں ثقہ لوگوں کو بسا دیا۔ ابراہیم قرآن کا حافظ اور اس کا عالم بھی تھا۔

تونس میں کندی نے اس کے برخلاف خروج کیا اور اس کے ساتھ ابراہیم کو چند جنگیں پیش آئیں جن کا زمانہ وہی ہے جو رشید کی موت کے بعد مامون اور امین کی لڑائیوں کا ہے۔ بقول طبری اسی سال مسجد حرام پر بجلی گری جس سے دو آدمی ہلاک ہوئے۔

۱۸۶ھ میں ہارون الرشید نے لوگوں کے ساتھ حج کیا اور اس کے ساتھ اس کے دونوں بیٹے محمد الامین اور عبداللہ المامون اور افسران فوج، وزراء اور قاضی

بھی حج کے لئے گئے۔ اسی موقع پر اُس نے عبداللہ (مامون) کو ولی عہد بنایا۔ طبری کا بیان ہے کہ رشید نے اپنے بیٹے محمد (امین) کو شعبان ۱۷۳ھ میں ولی عہد بنایا تھا اور امین لقب مقرر کر کے ۱۷۵ھ میں شام اور عراق کا علاقہ اُس کو دے دیا تھا پھر ۱۸۳ھ میں عبداللہ مامون کے لئے رقہ میں بیعت لی اور ہمدان سے آخر مشرق تک کا علاقہ اُس کو دے دیا۔ اس سال مناسک حج پورے کرنے کے بعد اُس نے مامون کے لئے دو عہد نامے لکھے' اول میں یہ شرط کی گئی کہ جو اعمال جاگیرات اور مال و نوال مامون کو دیا گیا ہے اس کو ادا کرنے میں وفاداری برتی جائیگی اور دوسرا اُس بیعت کی ایک نقل تھی جو اُس نے مامون کے لئے امین' دربار کے امراء اور عوام الناس سے لی تھی۔ بیت الحرام میں لوگوں نے اس پر شہادت دی۔ اس کے بعد رشید نے حکم دیا کہ اس عہد نامہ کو عبداللہ (مامون) اور محمد (امین) دونوں کو سنا دیا جائے اور بنو ہاشم وغیرہ نے' جو اُس وقت وہاں موجود تھے' اُس پر اپنی شہادت دی۔ پھر حکم ہوا کہ اُس کو کعبہ میں لٹکا دیا جائے۔ جب اُسے لٹکایا گیا تو وہ فوراً گر پڑا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اتمام سے پہلے ہی نقض عہد ہوگا۔

۱۸۷ھ میں رشید نے جعفر بن یحییٰ برمکی کو قتل کیا اور برامکہ پر عتاب نازل ہوا۔ اس سال بھی افریقیہ کا والی ابراہیم بن الاغلب ہی تھا۔

۱۸۸ھ میں ابراہیم بن جبریل نے خلیفہ ہارون الرشید کے حکم کے مطابق روم کے علاقہ پر فوج کشی کی اور درۂ صفصاف[1] سے ہو کر روم کی سرزمین میں داخل ہوا۔ اُس کے مقابلہ کے لئے نقفور نام ایک بطریق نکلا۔ مگر اُس کے پیچھے بعض

---

[1] صفصاف کا قلعہ یا شہر ٹوکو قسطنطنیہ کے راستے میں واقعہ تھا اور غالباً فاسٹنوپوس کے موقعہ پر آباد تھا۔ (مترجم)

ایسے امور پیش آ گئے کہ اس کو مسلمانوں کے مقابلہ سے باز رہنا پڑا اور وہ واپس چلا گیا۔ راستے میں اس کا گزر مسلمانوں کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا۔ جنہوں نے اُس پر حملہ کر کے شکست دی۔ رومیوں کے چالیس ہزار سات سو آدمی کام آئے۔ اور چار ہزار مویشی پکڑے گئے۔

۱۸۹ھ میں رشید رے گیا اور اپنے خادم حسین کو صاحب دیلم مرزبان کے نام امان دے کر طبرستان روانہ کیا۔ مرزبان بارگاہ خلافت میں حاضر ہو گیا، جہاں اُس کو اور اُس کے علاوہ اوروں کو امان دی گئی۔ ابو العتاہیہ ہارون کے اس سفر کے متعلق کہتا ہے ؎

ان امین اللّٰہ فی خلقہ۔ حن بہ البر الی مولدہ

لیصلح الری واقطارھا۔ ویمطر الخیر بھا من یدہ"

اسی سال مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان قیدیوں کا فدیہ ادا کیا گیا اور روم میں کوئی مسلمان ایسا نہیں رہا جس کا فدیہ ادا کر کے آزاد نہ کرا لیا گیا ہو۔

۱۹۰ھ میں رشید نے رومیوں کا شہر ہرقلہ فتح کیا۔ شبیل ترجمان کا بیان ہے کہ جب رشید نے ہرقلہ فتح کیا تو میں نے شہر کے دروازے پر سنگ مرمر کا ایک کتبہ دیکھا جو رومی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ میں نے اُس کو پڑھنا شروع کیا۔ رشید مجھ کو دیکھ رہا تھا، مگر مجھے اس کی اطلاع نہ تھی۔ اس کتبہ میں لکھا ہوا تھا کہ: "اے ابن آدم! فرصت کو اُس کے امکان سے پہلے ہی پکڑ لے۔ تمام امور کو اُس کے ولی کے سپرد کر دے۔ ایسا نہ ہو کہ افراط سرور تجھ کو معصیت میں مبتلا کر دے۔ کسی ایسے دن کے لئے مغموم نہ ہو جو اب تک نہ آیا ہو، کیونکہ اگر تیری عمر باقی ہے تو اللہ تعالےٰ تیرا رزق

ضرور تجھ کو دے گا۔ اس لئے جمع مال کے دھوکے میں نہ رہ! کیونکہ کتنے ہی ایسے آدمی پائے گئے ہیں کہ جنھوں نے اپنے دوستوں کے لئے مال جمع کیا اور اپنے آپ مفلسی اور خرابی میں زندگی گزاری تاکہ دوسرے کے خزانہ کو بھرپور کر جائیں "۔

۱۹۱ھ میں ہارون الرشید نے ہرثمہ بن اعین کو موسم گرما کی جنگ کا حاکم اعلےٰ مقرر کیا، اور خراسان کی فوج میں سے تیس ہزار آدمی اُس کے ہم رکاب کئے۔ اسی سال ہارون الرشید نے سرحد کے گرجوں کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ اس سال کے بعد مسلمانان مشرق نے ۲۱۵ھ تک موسم گرما میں فوج کشی نہیں کی۔

ہفتہ کی رات ۳۔ جمادی الآخر ۱۹۳ھ کو ہارون الرشید رحمتہ اللہ علیہ نے خراسان کی سرزمین میں طوس کے مقام پر انتقال کیا اور اُس کا بیٹا محمد امین اُس کا جانشین ہوا۔ خلیفہ ہونے کے بعد امین نے بھی ابراہیم بن الاغلب کو افریقیہ میں برقرار رکھا، اور موت تک وہ برابر وہیں رہا۔ ۲۰۔ اور ۳۔ شوال ۱۹۶ھ کے درمیان کسی تاریخ کو اُس نے وفات پائی۔ موت کے وقت ابراہیم کی عمر چھپن سال کی تھی، اور اُس کی ولایت افریقیہ کا زمانہ بارہ سال چند ماہ ہے۔

اس کے بعد ۱۹۶ھ میں اس کا بیٹا عبداللہ بن ابراہیم بن الاغلب والی افریقیہ ہوا۔ اس کی شرح یہ ہے کہ ابراہیم کے موت کے وقت عبداللہ اطرابلس میں تھا، اس لئے اس کے بھائی زیادۃ اللہ نے اس کی طرف سے فوراً تمام کام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اُس کے لئے اپنے تمام اہل بیت، فوج اور اہل خدمت لوگوں سے بیعت لے لی اور اُس کو اس کی اطلاع کردی۔ ۱۹۷ھ میں ابوالعباس عبداللہ اطرابلس سے قیروان آیا۔ زیادۃ اللہ اُس سے ملا اور سلطنت وحکومت اُس کے حوالے کردی۔ عبداللہ نے اپنی امارت کے زمانے میں اپنے بھائی زیادۃ اللہ پر ہر قسم کی سختیاں کیں، اس کی برائیاں بیان کرنے میں دقیقہ اٹھا نہ رکھا، بلکہ

اپنے دربار کے امراء کو حکم دیا کہ وہ اُس کو دل کھول کر سب و شتم کیا کریں۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے زیادۃ اللہ ہمیشہ اُس کی تعظیم و تکریم کرتا اور حسن سلوک سے پیش آتا رہا۔ اُس کے تمام حرکات و سکنات میں بھائی کی طرف سے کوئی تغیر و تبدل واقع نہ ہوا۔ عبداللہ بن ابراہیم نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ ایک سخت ترین ظلم کی ابتداء کرے، مگر قبل اس کے کہ وہ اس ارادے کو پورا کرے اللہ نے اُسے اٹھا لیا۔ عبداللہ ظاہر شکل و صورت میں نہایت خوبصورت شخص تھا اور افعال کے لحاظ سے اس سے بُرا اور کوئی نہ ہوگا۔ اُس نے افریقیہ میں متعدد قسم کے مظالم ایجاد کئے۔ ان میں[۵] سے ایک ظلم یہ تھا کہ اس نے عشر کی مقدار مقرر کر کے آٹھ دینار عشر لگا دیا، خواہ کچھ منافعہ ہو یا نہ ہو۔ ان مظالم کی وجہ سے افریقیہ کے لوگ اُس سے بیزار اور نالاں تھے۔

۲۵ محرم ۱۹۸ھ کو محمد الامین بن الرشید اپنے بھائی مامون کے عامل ابن ظاہر کے ہاتھوں قتل ہوا اور مامون اُس کا جانشین ہوا۔ اُس نے عبداللہ بن ابراہیم کو افریقیہ پر برقرار رکھا۔ جب مشہور عابد و زاہد حفص بن حمید زاہدین کی جماعت کو ہمراہ لے کر افریقیہ آئے تو وہ سب عبداللہ کے پاس گئے اور دین اور مسلمانوں کے مصالح کے بارے میں اُسے پند و نصیحت کی۔ مگر اُس نے ان حضرات کی اہانت کی، اس لئے یہ لوگ برداشتہ خاطر ہو کر قصر قدیم سے، جہاں عبداللہ مقیم تھا، قیروان کی جانب چلے۔ جب یہ سب وادی قصارین میں پہنچے تو حفص بن حمید نے اُن سے کہا کہ ہم مخلوق سے تو ناامید ہو چکے ہیں، مگر اب تک خالق سے مایوسی نہیں ہوئی۔ آؤ ہم خدا سے گڑگڑا کر دعا کریں کہ وہ مسلمانوں کو اُس کے ظلم سے نجات دے، کیونکہ اگر دعا کی جائے تو اجابت یقینی ہے۔ اس پر وہ سب

---

[۵] متن کے الفاظ مبہم ہونے کی وجہ سے اس فقرہ کا ترجمہ تشفی بخش نہیں ہوا۔ (مترجم)

کدیتہ روح میں چلے گئے اور سب نے وضو کر کے حفص کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے دعا مانگی کہ وہ ابو العباس (عبداللہ ابن ابراہیم) کے ظلم سے مسلمانوں کو نجات دے اور ان کو اس کے پنجے سے خلاصی بخشے۔ کہتے ہیں کہ اس کے کان کے نیچے ایک پھوڑا نکل آیا جس کی وجہ سے ان حضرات کی دعا کے سبب چھٹے دن اس کا انتقال ہو گیا۔ جس شخص نے اسے غسل دیا تھا اس کا بیان ہے کہ جب اس کے کپڑے اتارے گئے۔ تو باوجود پرانے حسن و جمال کے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک حبشی غلام ہے۔ اس کی وجہ بھی اس کے افعال کی برائی ہی ہو سکتی ہے۔ وہ جمعہ کی رات ۷۔ ذی الحجہ ۲۰۱ھ کو مرا اور اس طرح اس کی امارت کا زمانہ پانچ سال اور چند ماہ کا ہوتا ہے۔

۲۰۱ھ میں اہل بغداد نے مامون کی جگہ منصور ابن المہدی کو مامون کے بغداد واپس آنے تک کے لئے اپنا امیر بنا لیا۔ اس سے پہلے اور بعد میں چند واقعات ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ اسی سال جیسا کہ اوپر ذکر ہوا عبداللہ بن ابراہیم بن الاغلب نے وفات پائی۔ اس کے مرتے ہی اس کا بھائی زیادۃ اللہ امور حکومت پر قابض ہو گیا۔

زیادۃ اللہ (اول) بن (ابراہیم بن) الاغلب کی ولایت افریقیہ اور اس کے بعض حالات کا بیان

اس کی کنیت ابو محمد تھی۔ بنو اغلب میں وہ پہلا شخص ہے جو زیادۃ اللہ کے نام سے افریقیہ کا والی ہوا۔ ۲۲ یا ۲۳ ذی الحجہ ۲۰۱ھ کو اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ اس نے فوج کے ساتھ بدسلوکی کرنی شروع کی، ان کی خون ریزی کی اور

ہر طرح سے اُن پر دباؤ ڈالا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ زیاد بن صقابیہ نے فحص ابی صالح کے مقام پر اُس کے خلاف بغاوت کی۔ زیادۃ اللہ نے سالم بن سوادہ کو اُس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور زیاد کو شکست ہوئی۔ اب عامتہ الناس اُس سے بگڑ گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ زیادۃ اللہ نے فوج کے ساتھ حد سے زیادہ سختی برتی تھی اور اُن کی خون ریزی اور استخفاف میں سرگرمی دکھائی تھی۔ فوج کے ساتھ یہ برتاؤ اُس نے اس لئے جایز رکھا کہ وہ اپنے پیشرو امراء اور اپنے باپ کے ساتھ ان کی بغاوت کے سبب سے ان سے بدظن ہو گیا تھا۔ یہ سفک دماء نشہ کی حالت میں جب کہ وہ ان معاملات پر غور و خوض کرتا زیادہ ہو جایا کرتا تھا ان ہی وجوہ کی بنا پر فوج وغیرہ اُس سے منحرف ہو گئی اور فریقین میں بہت سی جنگیں اور واقعات پیش آئے۔ یہاں تک کہ اُس کو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا؛ اس لئے وہ قصر قدیم میں قلعبند ہو گیا اور وہیں مقیم رہا۔ ان واقعات کا ذکر ہم آگے کرینگے۔

سنہ ۲۰۲ھ میں اغلب بن ابراہیم بن اغلب اپنے بھائی زیادۃ اللہ کے خوف سے مشرق چلا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اغلب ابوالعباس عبداللہ بن ابراہیم کا شقیق تھا۔ ابوالعباس اپنی امارت کے زمانے میں زیادۃ اللہ کو برابر بُرا بھلا کہتا رہا بلکہ اپنے امراء کو بھی اس امر میں اکساتا رہا۔ اب جب زیادۃ اللہ والی ہُوا تو اغلب نے اُس سے حج کے لئے جانے کی اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دے دی اور اغلب اپنے بھائی کے دو بیٹوں محمدؐ الملکنی بہ ابی فہر اور ابراہیم الملکنی بہ ابو اغلب کو لے کر جو اس زمانہ میں صغیر سن تھے، مشرق کی طرف چلا گیا۔ مناسک حج ادا کرنے کے بعد وہ مشرق میں ہی ٹھیر گیا۔ زیادۃ اللہ کا وزیر اور دست راست اغلب بن عبداللہ معروف بہ غلبون تھا۔ سنہ ۲۰۸ھ

میں ابوعبداللہ اسد بن فرات بن سنان، جو بنو سلیم کے موالی تھے، قیروان کے قاضی مقرر ہوئے۔ یہ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے امام مالک بن انس سے حدیث سنی تھی۔ ان کا تقرر اس وجہ سے قاضی ابومحرز کو بہت برا معلوم ہوا کہ وہ کام میں اس کے ایک شریک بنا دیئے گئے۔ اس سے قبل کبھی ایک وقت میں دو قاضی سننے میں نہیں آئے تھے۔ سنہ ۲۰۴ھ و ۲۰۵ھ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو قابل ذکر ہو۔

سنہ ۲۰۶ھ میں مسلمانوں نے جزیرۂ سردانیہ پر محمد بن عبداللہ التمیمی کی سرکردگی میں چڑھائی کی۔ انہوں نے کچھ نقصان پہنچایا، مگر خود بھی نقصان اٹھا کر واپس آ گئے۔

سنہ ۲۰۷ھ میں زیاد بن سہل نے زیادۃ اللہ بن اغلب پر خروج کیا اور باجہ کا چند روز محاصرہ کئے رکھا۔ زیادۃ اللہ نے اُس کے مقابلہ کے لئے لشکر روانہ کئے، جنہوں نے آخرکار اُسے شکست دی۔ اُس کے ساتھیوں میں جتنے اُن کے ہاتھ آئے قتل کئے اور اُن کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اسی سال یسع بن ابی القاسم صاحب سجلماسہ نے وفات پائی اور اہل شہر نے اُس کے بھائی الیاس المنتصر بن ابوالقاسم کو اپنا امیر بنا لیا، حالانکہ اُس سے قبل وہ اُس کو نکال چکے تھے۔

سنہ ۲۰۸ھ میں عمرو بن معاویہ القیسی نے زیادۃ اللہ بن ابراہیم کے برخلاف قصرین میں بغاوت کی اور اُس نواح میں غلبہ حاصل کر لیا۔ یہ شخص اس علاقہ پر زیادۃ اللہ کی طرف سے حاکم تھا۔ اس کے دو بیٹے حباب اور سمعان نامی تھے۔ حباب نے اُس سے ایک مرتبہ کہا کہ آپ نے ایک عظیم الشان کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اس کام

کے اہل نہیں ہیں اور تعداد لشکر وغیرہ آپ کو کوئی فایدہ نہیں دی سکتی۔ اس لئے بہتر ہے کہ پھر اطاعت کر لیجئے اور خدا سے ڈریئے"۔ اس مخالفت کی وجہ سے باپ نے جباب کو سو کوڑوں کی سزادی اور اپنی بغاوت برابر جاری رکھی۔ بہرحال زیادۃ اللہ نے ایک عظیم لشکر اُس کے مقابلہ کو روانہ کیا، جس نے چند روز تک اُس کا محاصرہ کئے رکھا۔ اس کے بعد وہ اور اُس کے بیٹے امان کے طالب ہوئے۔ چنانچہ اُن کو زیادۃ اللہ کے پاس لایا گیا۔ وہ اپنے اہل بیت اور ندماء کے ساتھ شراب پی رہا تھا اور اسی حالت میں اُس نے حکم دیا کہ ان کو اُس وقت تک کے لئے قید کر دیا جائے جب تک کہ وہ اُن کے متعلق کوئی رائے قائم کر سکے۔ اس کے فوراً ہی بعد میں ابو عمار دربار کا ایک مسخرہ داخل ہوا اور زیادۃ اللہ نے اُس سے دریافت کیا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ ابو عمار نے جواب دیا کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے عمرو بن معاویہ کو صرف اس لئے قتل نہیں کیا کہ آپ کو خوف ہے کہ اُس کی موت کی وجہ سے بنو قیس مصر میں آپ کے چچا کی اطاعت سے منحرف ہو جائینگے۔ زیادۃ اللہ کے دل پر ان الفاظ نے گہرا اثر کیا۔ چنانچہ چند لحمہ شراب پینے کے بعد وہ اپنے وزیر غلبون کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے کہا کہ عمرو بن معاویہ اور اس کے دونوں بیٹوں کو میری قید میں منتقل کر دو۔ وزیر نے حکم کی تعمیل کی۔ آدھی رات کو زیادۃ اللہ تلوار ہاتھ میں لے کر قید خانے گیا اور اپنے ہاتھ سے عمرو بن معاویہ کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد محل میں آ کر جباب اور سمعان کو بلایا اور جباب کے قتل کا حکم دیا۔ جباب نے کہا کہ "اے امیر میں بے گناہ اور مظلوم ہوں۔ آپ نے اُس نصیحت کا حال سنا ہے جو میں نے اپنے باپ کو آپ کے بارے میں کی تھی اور اُس کے بدلے میں سو کوڑے کھائے تھے"۔ زیادۃ اللہ نے کہا کہ "ہاں اس وقت یہ حال تھا۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ تو کبھی میرا خیر خواہ نہیں رہا"۔ اس کے بعد اُس کی گردن مار دینے کا حکم دیا۔ اب صرف چھوٹا بیٹا سمعان رہ گیا۔

صبح کو زیادۃ اللہ نے ایک ڈھال منگائی اور اُس میں دو سر رکھ کر سمعان کو بلا کر پوچھا کہ تو ان دونوں کو پہچانتا ہے اُس نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ ان کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔ زیادۃ اللہ نے اُس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا اور ان تینوں سروں کو ایک ڈھال میں رکھ کر اُس روز جشن منایا۔

۲۰۹ھ میں منصور طنبذی نے تونس میں بغاوت کی۔ زیادۃ اللہ نے محمد بن حمزہ کو تین سو مسلح سوار دے کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ اپنی نقل و حرکت تونس پہنچنے تک پوشیدہ رکھے اور وہاں اچانک پہنچ کر منصور کو گرفتار کر کے اور ہتھکڑیاں ڈال کر قیروان لے آئے۔ ابن حمزہ تونس کی جانب روانہ ہوا اور منصور کو طنبذہ میں اپنے محل سے غائب پایا۔ وہ دار الصناعۃ میں اترا اور قاضی شجرۃ بن عیسےٰ کو تونس کے چالیس عمائد کے ہمراہ منصور کی طرف روانہ کیا کہ وہ اُس کو کسی طرح اطاعت و فرمان برداری پر راضی کریں اور اُس کے دینی اور دنیوی فائدہ سے اس کو آگاہ کر دیں۔ شجرۃ بن عیسےٰ ان عمائد کو لے کر منصور کے پاس آیا۔ اُن سب نے اُس کو اطاعت و فرمان برداری کی دعوت دی۔ منصور نے اُن کی تمام تبلیغ کا یہ جواب دیا کہ "میں نے نہ تو اطاعت سے انحراف کیا ہے اور نہ کوئی بدعت ظاہر کی ہے، بلکہ میں آپ حضرات کے ساتھ زیادۃ اللہ کے پاس چلنے کے لئے تیار ہوں لیکن ایک دن میرے پاس قیام فرمائیے۔ تاکہ میں لماحقہ آپ کی خاطر مدارات کر سکوں"۔ یہ سن کر لوگ اُس کے پاس ٹھیر گئے اور منصور نے حمزہ اور اس کے ہمراہیوں کے پاس گائیں اور دیگر مویشی چارہ اور قہوہ وغیرہ کے بھیج دیئے اور اُس کو لکھا میں کل قاضی شجرۃ کی معیت میں آپ سے ملنے آؤنگا۔ حمزہ نے اُس کے قول کا اعتبار کر لیا اور گاؤں اور مویشیوں کو ذبح کر کے اپنے ہمراہیوں سمیت خوب جشن منایا اور شرابیں پیں۔ شام کے وقت

منصور نے قاضی (شجرہ) اور اُس کے تمام ہمراہیوں کو گرفتار کرکے اپنے محل ہی میں قید کر دیا اور اُن کے گھوڑوں پر اپنے آدمیوں کو سوار کیا۔ دوسرے ساتھیوں اور فوج کو جمع کرکے فوراً تونس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُس نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ دار الصناعۃ پہنچنے سے پہلے اُن کی آواز اور حس تک نہ ہونی چاہئیے۔ اس حزم و احتیاط کے بعد جب وہ دار الصناعۃ کے قریب پہنچا تو اُس نے طبل بجانے کا حکم دیا اور اُس کی فوج نے تکبیر کہی۔ یہ سن کر حمزہ اور اُس کے ہمراہی کھڑے ہو گئے اور تمام رات سخت جنگ جاری رہی۔ انجام یہ ہُوا کہ مخالفین کی کثرت کے سامنے حمزہ کی کچھ نہ چلی اور اُس کے تمام ہمراہی سوائے معدودے چند کے جو سمندر میں تیر گئے، تہ تیغ ہوئے۔ یہ پیر کے دن ۲۵ - یا ۲۴ صفر ۲۰۹ھ کا واقعہ ہے جب صبح ہوئی تو فوج منصور کے گرد جمع ہوئی اور اُس سے کہا کہ ہم کو تم پر اُس وقت تک ہرگز بھروسہ اور اعتماد نہ ہوگا جب تک کہ تم امیر کے اہل بیت اور اصحاب کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگو؛ کیونکہ ہم کو ہمیشہ یہ خوف اور کھٹکا لگا رہیگا کہ اگر امیر تم کو جاہ و مال کا سبز باغ دکھائیگا تو تم اُس کے ساتھ مل جاؤ گے۔" اس پر منصور نے اسماعیل بن سالم بن سفیان عامل تونس اور اس کے بیٹے محمد کے فوراً قتل کا حکم دیا اور اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ جب زیادۃ اللہ کو یہ تمام واقعات معلوم ہوئے تو اُس نے ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا اور اپنے وزیر غلبون کو اُس پر مقرر کرکے اُن سب سے کہا کہ اگر تم میں سے ایک بھی ہزیمت کھا کر بھاگا تو میں اُس کو وہی سزا دونگا جس سے وہ بھاگا ہے۔ یعنی تلوار اور موت۔ ۱۰ ربیع الاول ۲۰۹ھ کو غلبون یہ فوج لے کر روانہ ہُوا اور ابھی تونس کے شور یلے میدان سبخہ میں ہی پہنچا تھا کہ منصور اُس کے مقابلے کے لئے آموجود ہُوا۔ طول و طویل جنگ کے بعد منصور نے آخر کار ایسا حملہ کیا جو غلبون کی فوج نہ سہار سکی اور اُس کو شکست ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۰ ربیع الاول ۲۰۹ھ کا ہے۔ غلبون

شکست کھا کر زیادۃ اللہ کے پاس واپس آیا اور عذر کیا کہ انہوں نے اپنی طرف سے پوری جد وجہد کی تھی، مگر اللہ تعالےٰ کی قضاء کو کوئی طاقت نہیں پھیر سکتی۔ اس واقعے کے بعد مختلف فوجی افسر اعمال افریقیہ میں بگڑ بیٹھے اور ایک ایک شہر پر قبضہ کر کے اُن پر مسلط اور زیادۃ اللہ کی سختی اور درشتی کی وجہ سے اُس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ مختصر یہ کہ تمام افریقیہ میں فتنہ و فساد اور بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ تمام فوج نے اپنے معاملات کی باگ منصور طنبذی کے ہاتھ میں دے دی اور اُس کو اپنے اوپر والی بنا لیا۔ آخر غلبون نے زیادۃ اللہ کو تمام صورت حالات اور فوج کے غدر سے بے کم و کاست آگاہ کیا۔ اس پر زیادۃ اللہ نے فوج کو امان کی دستاویزیں لکھیں اور اُن کو چھاؤنیوں میں بھیجا۔ مگر سپاہیوں نے اُس کی تحریر کا اعتبار نہ کیا اور اُس کی طاعت سے منحرف ہو گئے۔ اس طرح جب منصور کو فتح نصیب ہوئی۔ اور فوجیں اور ہر جانب سے وفود اُس کے پاس تونس میں جمع ہو گئے تو وہ اُن کو ہمرکاب لے کر ۵۔ جمادی الاوّل ۲۰۹ھ کو قیروان پہنچا۔ شہر کے دونوں قاضی ابو محرز اور اسدؒ اُس کے پاس گئے۔ اور آپس میں بہت بحث مباحثہ ہوا۔ مگر اُس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر منصور نے اپنی حفاظت کے لئے خندقیں کھود کر اپنے آپ قلعبند کر لیا اور اُس میں اور زیادۃ اللہ میں بہت سی جنگیں ہوئیں۔ اس کے بعد منصور وہاں سے چلا گیا اور ایک دوسری جگہ قیام کیا۔ اب زیادۃ اللہ نے قیروان کی شہر پناہ کی مرمت کرائی۔ اہل شہر بھی اُس سے مل گئے اور منصور سے لڑتے رہے۔ چالیس دن تک قیروان پر جنگ جاری رہی۔ پھر زیادۃ اللہ ایک فوج کو جو اُس نے خاص طور پر تیار کی تھی، لے کر باہر نکلا۔ منصور نے جب یہ دیکھا تو اُس کو دھمکانے اور ڈرانے کی کوشش کی۔ فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ منصور نے شکست کھائی اور بھاگ کھڑا ہوا اور اُس کے فوج کے لوگ بہ کثرت قتل ہوئے۔ یہ نصف

جمادی الآخر ۲۰۹ھ کا واقعہ ہے۔ زیادۃ اللہ اس فتح کے بعد قیروان واپس چلا آیا اور جنگ بند کر دینے کا حکم دیا۔ منصور ایسی بُری طرح بھاگا کہ تونس جا کر اپنے محل ہی میں پناہ لی لوگوں کو بھی معاملے کی خبر نہ ہوئی۔ زیادۃ اللہ نے اہل قیروان کے قصور معاف کر دیئے اور اُن کے جرموں سے چشم پوشی کی صرف یہ سزا دی کہ قیروان کی فصیل منہدم کر کے زمین کے برابر کر دی۔

سنہ ۲۱۰ھ میں شہر سبیبہ کا مشہور واقعہ گزرا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس فوج نے جس کے غدر بغاوت اور شکست کا حال ہم اوپر لکھ آئے ہیں، عامر بن نافع کو اپنا افسر بنایا۔ زیادۃ اللہ نے محمد بن عبداللہ بن اغلب، کو اپنے لشکر کا افسر مقرر کیا اور عامر کے مقابلہ کے واسطے بھیجا۔ ۲۰ محرم سنہ ۲۱۰ھ کو فریقین میں جنگ ہوئی جس میں ابن اغلب کو شکست ہوئی۔ وہ مارا گیا اور اس ہزیمت کا اثر قیروان تک پہنچا اور وہاں صبح سے نماز عشا تک برابر اس کی خبریں آتی رہیں۔ زیادۃ اللہ کو اس کا بڑا رنج ہوا۔ اُس نے تالیف قلوب کی کوشش کی اور خوب دل کھول کر سخاوت و بخشش میں مشغول ہوا۔ فوج کے سپاہیوں کے اہل و عیال قیروان ہی میں مقیم تھے لیکن زیادۃ اللہ اُن سے کسی طرح معترض نہ ہوا۔ فوج کے لوگوں نے منصور سے مطالبہ کیا کہ وہ کسی حیلہ بہانہ سے قیروان سے اُن کے اہل و عیال کو نکال لائے۔ منصور نے فوج لے کر قیروان کی طرف کوچ کیا اور تقریباً سولہ دن تک قصر میں مقیم رہا۔ اس عرصہ میں زیادۃ اللہ سے اُس کی کوئی جنگ نہیں ہوئی اور فوج کے لوگ بھی اپنے بال بچوں کو قیروان سے لے گئے۔ اس کے بعد منصور تونس چلا گیا۔ اس وقت زیادۃ اللہ کے پاس تمام افریقیہ کے علاقہ میں صرف قابس ساحل سمندر، نفزاوہ اور اطرابلس باقی رہ گیا تھا، کیونکہ صرف ان ہی شہروں نے اُس کی اطاعت کو برقرار رکھا تھا اور خراج و محاصل کا کوئی حصہ کم نہ ہونے دیا تھا۔ ان کے

علاوہ منصور تمام افریقیہ کا بلا شرکت غیرے مالک تھا اور اُس نے اپنے نام کا سکہ بھی مسکوک کرا لیا تھا۔ فوج نے زیادۃ اللہ کو لکھا کہ اگر وہ افریقیہ سے نکل جائے تو وہ اُس کو اور اُس مال کو امان دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس وقت اُس کا حال نہایت ہی خراب تھا۔ بہرحال اُس نے اپنے اہل بیت اور حزم وحشم سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ سفیان بن سوادۃ نے کہا کہ "ایسے لوگوں کو میرے حوالہ کرو جن پر تم کو پورا اعتماد ہو میں اُن کو لے کر نفزاوہ جاؤنگا"۔ زیادۃ اللہ نے منتخب آدمی اُسے دے دیئے اور سفیان نے نفزاوہ پہنچ کر وہاں کے بربریوں کو اپنی مدد کے لئے بلایا۔ اُنہوں نے اُس کی دعوت قبول کی۔ ادھر عامر بن نافع ایک جماعت کو لے کر نفزاوہ کی طرف بڑھا۔ قصطیلیہ تک پہنچا تھا کہ ایک ہزار حبشی جو کلہاڑیوں اور کھدالوں سے مسلح تھے اُس سے آملے۔ یہ ان کو لے کر نفزاوہ کی طرف چلا اور تقیوس کے مقام پر قیام کیا۔ سوادۃ کو اُس کے آنے کی خبر ملی وہ مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ جنگ میں باغی فوج کو شکست ہوئی۔ عامر بن نافع قصطیلیہ (قسطیلیہ؟) واپس چلا گیا اور تین روز تک برابر دن رات وہاں کے محاصل وخراج جمع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آخرکار جو کچھ وہ چاہتا تھا اُس کو وصول ہوگیا۔ اُس مال کو لے کر وہ قیروان کی جانب روانہ ہوا ❖

سنہ ۲۱۱ھ میں عامر بن نافع نے منصور الطنبذی کے خلاف خروج کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اُسے منصور سے حسد تھا۔ کیونکہ وہ شراب خوری کے دوران میں عامر کو ڈرایا دھمکایا کرتا تھا۔ اسی سبب سے عامر نے خفیہ طور پر فوج کے ساتھ اُس کے برخلاف سازش کی۔ منصور کو اس کا حال بالکل معلوم نہ ہوا اور وہ بدستور اپنے طنبذہ کے قصر میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ عامر نے تونس سے کوچ کر کے اُس کا محاصرہ کر لیا۔ منصور نے اُس سے خط وکتابت کی اور امان کا

اس شرط پر طالب ہوا کہ وہ ایک جہاز پر سوار ہو کر مشرق چلا جائیگا۔ عامر نے یہ شرط منظور کر لی۔ مگر شروع رات میں ہی منصور خفیہ طور پر نکلا اور اربس کا رُخ کیا۔ صبح ہوتے ہی عامر نے اُس کے اور اُس کے ساتھیوں کا تعقب کیا اور آخر ان کو جا لیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی جس میں منصور نے شکست کھائی اور اربس میں داخل ہو کر قلعبند ہو گیا۔ عامر نے اُس کا محاصرہ کر لیا اور جب شہر کے باشندوں پر یہ محاصرہ سخت گزرنے لگا تو اُنہوں نے منصور سے کہا کہ "یا تو تم یہاں سے نکل جاؤ، ورنہ ہم تم کو عامر کے حوالے کر دینگے" منصور نے اُن سے اتنی مہلت مانگی کہ وہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرے۔ لوگوں نے یہ منظور کر لیا۔ چنانچہ اُس نے عبدالسلام بن مفرج کے پاس جو فوج کے سربرآوردہ لوگوں سے تھا پیغام بھیجا کہ آ کر مل جائے۔ جب وہ آیا تو منصور نے فصیل پر کھڑے ہو کر کہا کہ "اے اہل جند (فوج)۔ کیا یہی جزاء ہے میرے تمام احسانات کی؟ حالانکہ تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے تمہارے لئے ہی بغاوت اختیار کی تھی۔ مگر بہرحال اب کیونکہ صورت معاملہ بدل گئی ہے۔ اس لئے میری صرف یہ خواہش ہے کہ مجھے امان اور رہائی دلانے میں کوشش کرو تاکہ میں یہاں سے نکل کر مشرق کی طرف چلا جاؤں" عبدالسلام نے یہ منظور کیا اور عامر سے اُس کی سفارش کی۔ عامر نے بھی یہ شرط قبول کر لی اور منصور کو ایک جماعت کی حفاظت میں روانہ کر دیا۔ مگر اُس کے سردار کو خفیہ طور پر حکم دیا کہ اس کو شہر جربتہ لے جائے اور وہاں قید کر دے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور منصور وہاں قید کر دیا گیا۔ جب عبدالسلام کو عامر کے اس غدر و بے ایمانی کی اطلاع ہوئی تو وہ اُس کا دشمن ہو گیا۔ عبدالسلام اس وقت مع اپنے اصحاب کے باجہ میں ٹھیرا ہوا تھا اور عامر کا بھائی ہاشم یہاں کا حاکم تھا۔ ان لوگوں نے اس کو پکڑ کر قید کر دیا اور عامر کو لکھا کہ یا تو منصور کو چھوڑ دے ورنہ وہ ہاشم کو قتل کر دینگے۔ عامر نے جواب دیا

کہ وہ منصور کو چھوڑنے والا نہیں۔ اس لئے وہ ہاشم کے ساتھ جو چاہیں سلوک کر سکتے ہیں اور عاقبت امر کا حال اُن کو بعد میں معلوم ہو جائیگا۔ اس خط کے موصول ہونے پر اُنہوں نے ہاشم کو چھوڑ دیا اور عامر نے منصور اور اُس کے بھائی حمدون کو قتل کرا دیا اور اب عامر بن نافع کا غلبہ مستحکم ہو گیا۔

۲۱۲ھ میں زیادۃ اللہ نے صقلیہ پر فوج کشی کی۔ اور ستر جہاز جمع کر کے اُن میں سات سو سوار بھیجے۔ قاضی اسد بن فرات نے اپنے آپ کو جنگ پر جانے کے لئے پیش کیا اور زیادۃ اللہ نے اُنہیں کو فوج کا افسر مقرر کر دیا۔ اور قیادت کے علاوہ قضا کا عہدہ بھی اُن ہی دے دیا۔ چنانچہ اسد بن فرات۔ عرب۔ بربر فوج (جند) اور اندلسیوں کے شرفاء اور علماء و فضلاء کو لے کر روانہ ہوئے۔ یہ سب مل کر ایک نہایت عظیم الشان اور جلیل القدر لشکر بن گیا۔ اسد بن فرات کی روانگی ماہ ربیع الاول میں عمل میں آئی۔ ان سب نے رومیوں کے قلعوں اور شہروں کا رخ کیا۔ وہاں اُن کو بیشمار قیدی۔ اونٹ اور گھوڑے حاصل ہوئے اس کے علاوہ دوسرے مال غنیمت کی بھی مسلمانوں کے ہاں افراط ہو گئی۔ قاضی اسد نے اپنے ہمراہیوں کو لے کر شہر سرقوسہ پر حملہ کیا اور اُس کا خشکی اور تری کی طرف سے محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے جہازوں کو جلا کر خاکستر کر دیا اور باشندوں کی ایک جماعت کو قتل کیا۔ اس عرصہ میں اُن کے پاس افریقیہ اور اندلس وغیرہ سے مدد پہنچتی رہی۔

۲۱۳ھ میں عامر بن نافع اپنی موت سے مر گیا جب زیادۃ اللہ کو اُس کی موت کی اطلاع ہوئی۔ تو اُس نے کہا کہ آج جنگ نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے۔ اُس کی اولاد زیادۃ اللہ سے امان کی طالب ہوئی اور اُس نے انہیں امان دے دی۔ اسی سال ادریس بن ادریس الحسنی کا انتقال ہوا۔ اُن کے بعد اُن کا بیٹا محمد فا

اور بربر کا حاکم ہؤا۔ اُس نے اپنے بھائی کو بصرہ اور طنجہ کے علاقہ پر حاکم بنایا اور اسی طرح باقی بھائیوں کو بربریوں کے ملک کے مختلف جہات کا والی مقرر کردیا۔

شہر بصرہ ایک زبردست قدیم شہر ہے۔ اس کو بصرہ کتان بھی کہتے تھے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمانۂ قدیم میں یہاں زیادہ تر کتان کی بیع وشرا ہؤا کرتی تھی۔ اس کو حمراء بھی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہاں کی مٹی لال ہے۔ یہاں کی فصیل پتھر اور اینٹوں کی بنی ہوئی ہے اور اُس کے دس دروازے ہیں۔ جامع مسجد کی سات گلیں ہیں اور دو زبردست حمام ہیں۔ بڑا قبرستان شہر کے مشرقی حصہ میں واقع ہے اور دوسرا غربی سرے پر۔ اسی کو قبرستان قضاعۃ کہتے ہیں۔ شہر کا پانی کھاری ہے اور وہاں کے باشندے ایک میٹھے پانی کے کنوئیں کا پانی پیتے ہیں جو شہر کے دروازے پر واقع ہے اور بئر ابی دلفا کے نام سے مشہور ہے۔ بصرہ کی عورتیں اپنے حسن و جمال کے لئے شہرۂ آفاق ہیں اور تمام مغرب کے ملک میں اُن سے زیادہ خوبصورت عورتیں نہیں ملتیں۔ ان ہی کے متعلق احمد بن فتح التاھرتی ایک قصیدہ میں ابو عیسےٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"ما حاز کل الحسن الا قینۃ بصریۃ فی حمرۃ و بیاض
الخمر فی لحظاتھا والورد فی وجناتھا ھیفاء غیر مھاض"

بصرہ کی بنیاد اسی وقت یا اُس کے قریب زمانہ میں پڑی تھی جب اصیلا کو آباد کیا گیا ہے۔ وہاں سے قصر کتامہ یعنی قصر عبدالکریم تک ایک منزل کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح مدینہ جنیارۃ تک بھی صرف ایک منزل ہے۔ کہتے ہیں وادی سبو میں ایک گاؤں تھا جہاں سے فاس تک ایک منزل کی مسافت تھی۔ بصرہ سے فاس کو ایک اور راستہ جاتا ہے۔ وہاں سے وُرغہ تک ایک منزل کا اور وُرغہ سے وادی طویہ تک ایک منزل کا فاصلہ ہے۔ موخر الذکر عیسےٰ بن

حسین الحسنی المعروف بہ حجام کا شہر ہے پھر یہ سڑک مدینۃ سدالک کی طرف جو خلوف بن محمد المغیلی کا مستقر ہی جاتی ہے اور وہاں سے فاس کی طرف۔ یہ سب سات منزلوں کی مسافت ہے۔ اسی سال اسد بن فرات نے ماہ رجب میں جبکہ وہ سرقوسہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، انتقال کیا۔ اُن کے مرنے کے بعد رومیوں کے یرغمال جو اُن کے پاس تھے بھاگ گئے اور مسلمانوں کے لشکر میں وبا پڑ گئی۔ ان باتوں سے مسلمان بہت مغموم ہوئے۔ اُنہوں نے ابن ابو الجواری کو اپنا امیر بنا لیا۔

سنہ ۲۱۴ھ میں قاضی ابو محرز کا انتقال ہوا۔ اسی سال تقریباً تین سو جہاز اندلس سے صقلیہ پہنچے۔ ان میں اصبغ بن وکیل المعروف بہ فرغلوش بھی تھا جب مسلمان محصورین کو اُن کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اُنہوں نے ان سے مدد مانگی اور اندلسیوں نے مدد کا وعدہ کیا۔

سنہ ۲۱۵ھ میں فرغلوش جو جہاز لے کر صقلیہ آیا تھا جزیرہ پر اپنے دوسرے افسروں کے ساتھ حملہ آور ہوا اور اُن سب نے رومیوں کے بہت سے قلعے فتح کر کے ان کو لوٹا اور لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ اس وقت وہاں کے مسلمانوں نے اُن سے مدد مانگی اور اُنہوں نے اس شرط پر مدد دینے کا وعدہ کیا کہ سرداری فرغلوش کو دے دی جائیگی۔ چنانچہ اب یہ لوگ مسلمانوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اور جتنے قلعے راستہ میں آئے سب کو فتح کرتے گئے اور چھاپے مارتے ہوئے آخر کار مینا تک پہنچے۔ وہاں کے مسلمانوں نے بھی حرکت کی اور شہر کو جلا کر منہدم کر دیا۔ وہاں سے منتقل ہو کر مسلمان غلوالیہ پہنچے اور محاصرہ کر کے اُس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ یہاں مسلمانوں کے اکثر آدمی بیمار ہو گئے اور اُن میں وبا پھیل گئی۔ اسی وبا میں فرغلوش اور مسلمانوں کے دیگر افسران فوج نے انتقال کیا۔ چار و ناچار مسلمانوں نے

وہاں سے کوچ کیا۔ دشمن برابر اُن کے پیچھے لگا رہا اور اُن میں سے کثیر تعداد کو قتل کر ڈالا۔ اس تمام واقعہ کا ذکر باعث طوالت ہونے کی وجہ سے ترک کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اندلس واپس جانے کے ارادے سے اپنے جہازوں کی مرمت شروع کر دی ۔

اسی سال سعید بن ادریس مدینہ نکور کا والی ہوا ۔

۲۱۶ھ میں مطیع السہمی اور اسماعیل بن صمصامتہ کے درمیان افریقیہ میں جنگ پیش آئی۔ مطیع کو شکست ہوئی اور مارا گیا۔ اُس کے ہمراہی پس پا ہو گئے۔ ابو فہر صقلیہ کا والی مقرر ہوا ۔

۲۱۷ھ میں ابو فہر محمد بن عبداللہ التیمی صقلیہ گیا اور عثمان بن قرہب وہاں سے بھاگ گیا ۔

۲۱۸ھ میں شہر تونس میں زیادۃ اللہ کے رسالے کو شکست دینے کے بعد فضل بن ابو عنبر کھلم کھلا باغی ہو گیا اور شہر پر تسلط جما لیا۔ ابو فہر محمد بن عبداللہ بن الاغلب ایک بڑے لشکر کو لے کر اُس کے مقابلہ کے لئے نکلا اور شہر کو فتح کر لیا۔ اسی معرکہ میں مشہور فقیہ اور زاہد عباس بن ولید بھی کام آئے ۔

۲۱۹ھ میں زیادۃ اللہ نے تونس کے شکست خوردوں اور اُن سب لوگوں کو جو ابو فہر کے تونس میں داخل ہونے کے وقت شہر سے نکل گئے تھے اور اب طالب امان ہوئے تھے، امان دی اور اس طرح اس نواح میں امن و سکون قائم کر دیا۔ ابو سلمہ کے دو بیٹے عبدالرحمٰن اور علی اور ابو غراب نہایت فصیح شاعر تھے۔ عبدالرحمٰن نے اس معافی کے متعلق زیادۃ اللہ کی مدح میں ایک قصیدہ سنایا۔ جب وہ سنا چکا تو یعقوب بن یحیٰی شاعر کھڑا ہوا اور زیادۃ اللہ کو بنو ابو سلمہ اور ابو غراب کے برخلاف اکسانے کے لئے یہ اشعار پڑھے ؎

نتمتع ایھا الملک المعان قوافی فی معانیھا البیان

(اے صاحب فہم امیر سن۔ ایسے شعر جن کے بیان میں معنے پنہاں ہیں)

یتم امانا من خضب العوالی ولیس لشاعر ابدا امان

(امان اُس شخص کے لئے ہوتی ہے جس نے اعلیٰ درجہ حاصل کیا ہو۔ مگر شاعر کے لئے ہرگز امان نہیں ہوا کرتی)۔

لان قوافی الاشعار تبقی علی الایام مابقی الزمان

(کیونکہ اشعار زمانے کے بقا تک ہمیشہ ہمیشہ باقی اور جاری رہتے ہیں)

وقد یرجی لجرح السیف برء ولا برء لما جرح اللسان

(یہ امید ہوسکتی ہے کہ تلوار کا زخم مندمل ہو کر اچھا ہو جائے۔ مگر زبان کا زخم جس کے لگ گیا وہ ہرگز اچھا نہیں ہوتا)۔

مگر زیادۃ اللہ نے اُس کی طرف کوئی التفات نہ کیا۔ بلکہ اُن کو امان دے دی۔ اس نے ابوغراب سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ تم کو کس چیز نے اس امر سے روکے رکھا کہ اس سے قبل ہم سے امان کے طالب ہوئے اُس نے جواب دیا کہ "اے امیر میں احمقوں کی قوم میں رہتا تھا، جو ایک روز ایک والی کو مقرر کرتے تھے اور دوسرے روز اس کو معزول کر دیتے تھے۔ اس لئے میرا یہ خیال ہوا کہ کسی دن مجھ کو بھی والی بنا لینگے"۔ یہ سن کر زیادۃ اللہ ہنس پڑا اور اس کا قصور معاف کر دیا۔

۲۲۰ھ میں احمد بن ابومحرز افریقیہ کے محکمہ قضا کا حاکم مقرر ہوا۔ اسی سال صقلیہ کے امیر محمد بن عبداللہ بن اغلب نے فوج کشی کی مشرکین نے جنگ کے بعد شکست کھائی اور بھاگ گئے۔ محمد بہت سا مال غنیمت حاصل کرنے کے بعد بلرم واپس آگیا۔ اس کے علاوہ صقلیہ اور اندلس کے خشکی اور سمندر میں مسلمانوں کی بہت سی جنگیں ہوئیں۔ اسی سال (محمد بن عبداللہ) ابن اغلب

صقلیہ کا امیر ہوکر ماہ رمضان میں وہاں کے صدر مقام بلرم پہنچا۔ سمندری سفر میں اُس کو ایک طوفان سے سابقہ پڑا اور اُس کے جہاز ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اس کے علاوہ عیسائیوں نے اُن کو جلانا چاہا۔ مگر محمد بن السندی نے اُن کا تعاقب کیا اور رات ہوتے تک ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔

سنہ ۲۲۱ھ میں صقلیہ[۵] کے قاضی نے انتقال کیا اور مرنے سے پہلے اپنے بھائی عمران کو وصیت کی کہ کفن دینے اور نماز پڑھنے سے پہلے اُس کی موت کو خفیہ رکھے، کیونکہ اس کو خوف تھا کہ کہیں زیادۃ اللہ اُسے کفن دے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھائے۔ عمران نے ایسا ہی کیا۔ آخر کار جب وہ جنازہ لے کر گھر سے باہر نکلا تو اُس کو خلف نامی ایک خادم ملا جو زیادۃ اللہ کی طرف سے کفن اور بہت سا مشک لے کر آیا تھا۔ عمران نے کہا کہ اب تو ہم اِن کو کفنا چکے ہیں۔ یہ سُن کر خلف نے مشک اس کے جنازے پر چھڑک دیا۔ مسجد پہنچے تو زیادۃ اللہ بھی آ گیا اور اُسی نے اُس کو دفن کیا اور عمران سے تعزیت کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ "اے اہل قیروان! اگر خدا کو واقعی تمہاری بہتری اور بہبودی منظور ہوتی وہ تو ہرگز ابن ابی محرز کو تم سے الگ نہ کرتا"۔ زیادۃ اللہ اکثر کہا کرتا تھا کہ "مجھ کو اُن گناہوں کی ذرا بھی پروا نہیں جو قیامت کے دن میرے سامنے پیش کئے جائیں گے، کیونکہ میرے اعمال نامہ میں چار نیکیاں ایسی ہونگی جو سب گناہوں کا کفارہ بن جائینگی۔ اول قیروان کی جامع مسجد کی تعمیر، دوسرے ابی الربیع کے پل کی تعمیر، تیسرے مدینہ سوسہ کے قلعہ کی تعمیر اور چوتھے احمد بن ابی محرز کو افریقیہ کا قاضی مقرر کرنا"۔ اس کے بعد ابن ابی الجواد قاضی ہوا۔ اسی سال جلماسہ میں منصور بن یسع کے دو

---

[۵] سیاق عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بجائے صقلیہ کے یہاں افریقیہ پڑھنا چاہیئے۔ قاضی سے مراد احمد بن ابی محرز ہیں۔ (مترجم)

بیٹوں میمون اور اُس کے بھائی میں فساد کی ابتداء ہوئی ۔

سنہ ۲۲۲ھ میں مسلمانوں نے صقلیہ میں جبل النسا کی طرف فوج کشی کی اور بہت سا مال غنیمت اور قیدی لے کر مظفر و منصور واپس آ گئے۔ اسی سال مسلمانوں نے حصن مدنار اور دوسرے بہت سے قلعوں کو فضل بن یعقوب کے جنگ کی دوران میں فتح کیا۔ اس کو ابو اغلب نے وہاں جنگ کے لئے بھیجا تھا۔ دوسری جنگ عبدالسلام بن عبدالوہاب کی ہوئی۔ اس کو بھی ابو اغلب نے ہی بھیجا تھا دشمن مقابلہ کے لئے نکلا۔ جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ بہت سے قتل ہوئے اور خود عبدالسلام قید ہو گیا اور فدیہ ادا ہونے تک قید ہی میں رہا ۔

بروز سہ شنبہ ۱۴۔ رجب سنہ ۲۲۳ھ کو زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب امیر افریقیہ کا انتقال ہو گیا۔ موت کے وقت اُس کی عمر اکیاون برس کی تھی۔ اُس کی ولایت کا زمانہ اکیس سال سات ماہ اور آٹھ دن کا ہے ۔

ابی عقال الاغلب بن ابراہیم بن الاغلب کی ولایت افریقیہ کا بیان

وہ حجزر کے نام سے مشہور ہے۔ جب وہ والی ہوا تو لوگوں کو امن میسر آیا اور اُس نے اُن کے ساتھ نیک سلوک کیا، فوج کو دوست بنایا، بہت سی بدعتیں جو اس کے قبل جاری ہو گئی تھیں مٹا دیں، عمال کے مشاہرے وسیع کئے اور اُن کو بڑے بڑے صلے دیئے اور ساتھ ہی رعایا پر اُن کی دست درازی کی روک تھام کی۔ قیروان کی نبیذ کو کھنڈا دیا اور اُس کی خرید و فروخت اور پینے پر لوگوں کو سزائیں دیں اور ماہ ربیع الآخر سنہ ۲۲۶ھ کے عشرہ آخر میں وفات پائی۔ اس

وقت اُس کی عمر ترپّن ۵۳ برس کی تھی۔ اُس کی ولایت کا زمانہ دو سال نو ماہ اور چند دن کا ہے۔

سنہ ۲۲۴ھ میں عیسےٰ بن ریفان الازدی (جس کو سلطان نے اسی ارادہ سے روانہ کیا تھا) اور لواتہ، زواعہ اور مکناسہ کے آپس میں قفصہ اور قسطیلیہ کے درمیان جنگ ہوئی جس میں ان قبائل نے شکست کھائی۔ اس واقعہ کا ذکر ابن قطان نے کیا ہے۔ اسی سال اہل سجلماسہ نے میمون بن مدرار کو اپنا امیر بنا کر اُس کے بھائی کو نکال دیا۔ میمون نے استقامت پکڑنے کے ساتھ ہی اپنے ماں باپ کو سجلماسہ کے بعض قریوں کی طرف نکال دیا۔

سنہ ۲۲۵ھ میں ابوجعفر موسےٰ بن معاویہ الصمادحی نے (جو ابوجعفر کا مولےٰ تھا) انتقال کیا۔ ان سے سحنون نے حدیث روایت کی ہے۔

سنہ ۲۲۶ھ میں ابوعقال الاغلب بن ابراہیم نے جمعرات کی رات کو (جب ربیع الآخر کے ختم میں سات دن باقی تھے) انتقال کیا۔ اُس کی موت کے دن ہی اُس کے بیٹے ابوالعباس (محمد) نے اپنے باپ کی حکومت کا کام سنبھال لیا۔

ابوعباس محمد بن الاغلب کی ولایت افریقیہ کا بیان

اس کی ولایت کے شروع زمانے میں تمام سلطنت میں امن و امان تھا اور امور اعتدال کے ساتھ انجام پاتے تھے۔ اُس نے اکثر کام احمد بن الاغلب کے سپرد کر دیئے تھے۔ یہ امیر افریقیہ بہت کم لکھا پڑھا آدمی تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ اس کا کاتب رجاء ایک دن اُس کے پاس تھا کہ اُس نے لحم ضبی (ضاد سے) لکھا جب مجلس برخاست ہوگئی تو کاتب نے کہا کہ خدا امیر کا بھلا کرے ظبی ظ

سے ہے نہ کہ ضؔ سے۔ محمد نے جواب دیا کہ ہم کو معلوم ہے کہ اس میں اختلاف ہے ابو حنیفہ اس کو ظؔ سے لکھتے ہیں اور امام مالک ضؔ سے۔ یہ سُن کر تمام حاضرین تعجب میں رہ گئے۔ یہ لاولد تھا وہ اپنی جنگوں میں ہمیشہ مظفر و منصور رہا ٭

۲۲۷ھ میں ابو محمد عبداللہ بن ابی حسان الیحصبی فقیہ نے افریقیہ میں انتقال کیا۔ یہ امام مالک سے ملے تھے اور اُن سے حدیث سنی تھی زیادۃ اللہ نے ان سے بنیذ کے متعلق سوال کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ عقل کی دیت کتنی ہے زیادۃ اللہ نے کہا کہ ہزار دینار۔ فقیہ نے کہا کہ انسان کا خیال ہے کہ عقل کی قیمت ایک ہزار دینار ہوتی ہے، مگر وہ اُسے نصف دینار میں بیچ ڈالتا ہے۔ اُن سے کہا گیا کہ عقل پھر واپس بھی تو آجاتی ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہاں اے امیر! مگر پینے والے کی بدترین خصائل کے اظہار، اہل خاندان سے بدسلوکی، اور گالی گلوچ اور مار پیٹ کے بعد ٭

۲۲۸ھ میں افریقیہ میں بالکل سکون اور امن امان تھا۔ عریب وغیرہ کا بیان ہے کہ اس سال اور اس کے دو سال بعد وہاں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو ذکر طلب ہو ٭

۲۳۰ھ بہلول بن عمرو بن صالح فقیہ نے انتقال کیا۔ اُنھوں نے امام مالک اور ان کے طبقہ سے حدیث سنی تھی ٭

۲۳۱ھ میں احمد ابن اغلب نے اپنے بھائی محمد کے برخلاف خروج کیا اور اُس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ احمد نے تمام موالی سے ایک مقام پر جمع ہونے کا وعدہ لیا۔ وہ دوپہر کے وقت حسب وعدہ وہاں پہنچ گئے۔ وہاں سے اُنھوں نے مدینہ قصر قدیم کا قصد کیا۔ چونکہ دروازے پر لوگ موجود نہیں تھے اس لئے داخل ہو کر اُس کا دروازہ بند کر لیا اور وہاں سے

منتشر ہو کر دوسرے دروازے بھی بند کر لئے۔ اس کے بعد انہوں نے وزیر ابو عبداللہ بن علی بن حمید پر یلہ کر کے اُس کو گرفتار کیا اور احمد کے حکم سے اُس کی گردن ماردی۔ اب احمد بن اغلب اور محمد بن اغلب کے آدمیوں میں جنگ شروع ہوئی۔ احمد کے ساتھیوں نے اپنے حریفوں سے کہنا شروع کیا کہ "ہم سے کیوں لڑتے ہو، ہم تو بدستور سابق محمد بن اغلب کی اطاعت پر قائم ہیں، اور صرف علی بن حمید کی اولاد کے خلاف لڑ رہے ہیں، جنہوں نے تم کو فقیر کر دیا ہے اور تمہارے موالی کے اموال پر مستولی ہو گئے ہیں۔ اس کے سوا ہم امیر کے فرمان بردار اور مطیع ہیں"۔ یہ سُن کر محمد کے آدمیوں نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ محمد کو جب اس اچانک مصیبت کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اسی مجلس میں جہاں عوام الناس کے کام کے لئے بیٹھا کرتا تھا، اجلاس کیا اور احمد اور اُس کے تمام ساتھیوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ چنانچہ وہ سب کے سب مسلح داخل ہوئے۔ ایک دوسرے کو بہت کچھ سخت و سست کہنے کے بعد دونوں بھائیوں میں سمجھوتا ہو گیا اور انہوں نے حلف اٹھایا کہ وہ ایک دوسرے سے بے وفائی اور غدر نہ کرینگے۔ اب سوائے امارت کے نام کے احمد تمام امور پر قابض ہو گیا۔ جس کو چاہا پکڑا، جس کو چاہا مقرب بنایا، یا عذاب دیا۔ لوگوں کو مال و متاع عطا کیا، خراج وصول کیا اور نصر بن حمزہ کو وزیر مقرر کر دیا۔

۲۳۲ھ میں محمد نے اپنے بھائی احمد پر پھر قابو حاصل کیا۔ اور اُس کو قید کر کے پھر پورا امیر افریقیہ ہو گیا۔ اس کام میں اس کے بنی عم اور موالی کی ایک جماعت نے اُس کی مدد کی۔ اُس نے دربانوں کو شراب پلادی۔ حیلہ سے شہر میں داخل ہو کر تمام رات اپنے بھائی سے لڑتا رہا۔ اُس نے ان تمام لوگوں کو جو احمد کی قید میں تھے آزاد کر دیا اور اُن سے مدد مانگی۔ پھر اُس نے اہل قیروان کو انعامات دیئے اور جو کچھ اُس کے

خزانے میں تھا سب کچھ خرچ کر ڈالا۔ اس کے بعد اُس نے احمد کو مشرق کی طرف جلا وطن کر دیا۔ وہ وہیں عراق میں مر گیا۔ اسی سال عبداللہ بن ابی الجواد قاضی کے عہدہ سے معزول کیا گیا۔ سحنون نے اُس کی موجودگی میں ہی محمد سے کہا کہ خدا امیر کا بھلا کرے کہ اس نے اس امت کے فرعون، جبار اور ظالم کو معزول کر دیا۔ یہ سن کر ابن ابی الجواد کی داڑھی، جو بہت لمبی تھی، غصہ کے مارے ہلنے لگی۔

۲۳۴ھ میں سحنون بن سعید بن حبیب التنوخی فقیہ جس کا اصلی نام عبدالسلام تھا، افریقیہ کی قضا پر مقرر ہوا۔ اُس کو سحنون اُس کی ذہانت و فطانت کی وجہ سے کہتے تھے۔ اس سے قبل پورے ایک سال وہ محمد بن اغلب کے اس عہدہ کو رد اور اُس کو قبول کرنے سے انکار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آخر کار محمد نے سخت قسمیں کھائیں اور سخت وعدے کئے کہ وہ اُس کو اپنے اہل بیت، اہل قرابت اور خدم و حشم سب پر پورا پورا اختیار دیتا ہے اور خواہ وہ پسند کریں یا نہ کریں اُن پر انصاف ہوا کریگا۔ اسی سال سالم بن غلبون کی بغاوت اور اُس کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ زاب کا عامل تھا۔ محمد نے اُس کو معزول کر دیا۔ وہ قیروان کی طرف واپس روانہ ہوا، مگر راستے میں اپنا رخ بدل کر اربس کی طرف ہو لیا اور خلاف و شقاق کا اظہار کیا۔ شہر کے باشندوں نے اُس کو شہر میں داخل ہونے سے روکا۔ اس لئے وہاں سے چل کر باجہ پہنچا اور شہر میں داخل ہو کر اُس پر قابض ہو گیا۔ محمد نے ایک بڑا لشکر دے کر خفاجہ بن سفیان کو اُس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ چند روز تک ان کے آپس میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر ایک رات سالم بن غلبون بھاگ نکلا۔ خفاجہ نے اس کا تعاقب کیا اور صبح کے وقت اُس تک پہنچ گیا۔ اُس کو قتل کر کے اس کا سر محمد کے پاس لے گیا۔ اُس کا بیٹا ازہر محمد کے پاس قید تھا۔ اُس نے اُس کی بھی گردن مار دینے کا حکم

دے دیا۔

۲۳۴ھ میں عمرو بن سلیم تجیبی تونس میں بگڑ بیٹھا۔ ابن اغلب نے اس کے مقابلہ کے لئے بھی خفاجہ بن سفیان ہی کو روانہ کیا۔ وہ اس سال کے باقی ماندہ زمانہ میں اُس سے لڑتا رہا اور آخر ناکام واپس ہوا۔ اسی سال عبداللہ بن ابی الجواد سحنون کی قید میں مرا۔ ابن قلفاظ کے ورثاء اس سے پانچ سو دینار کا مطالبہ کرتے تھے جو اس کے پاس بطور امانت رکھوائے گئے تھے۔ اُس کے ثبوت میں اُنہوں نے اُس کا خط بھی پیش کیا، مگر اُس نے امانت اور خط دونوں سے انکار کر دیا۔ سحنون ہر جمعہ کو اُسے نکال کر مطالبہ کرتا تھا اور جب ابن الجواد برابر انکار ہی کئے گیا تو سحنون نے اُسے دس کوڑے لگوائے۔ اُس کی بیوی اپنے مال میں سے یہ رقم ادا کر دینی چاہتی تھی۔ مگر سحنون نے اس وقت تک اُس کو قبول کرنے سے انکار کیا جب تک ابن ابی الجواد یہ اقرار نہ کرے کہ یہ تیموں کا مال ہے اور یا اُس مال کا عوض ہے۔ مگر اُس نے اس کا اقرار نہ کیا۔ آخر اسی حالت میں وہ بیمار رہا اور مر گیا۔ لوگوں کو یہ امر ناگوار گزرا اور اُنہوں نے کہا کہ سحنون نے اسے قتل کر ڈالا ہے ابن ابی الجواد خلق قرآن کا قائل تھا۔

۲۳۵ھ میں تونس کے قریب سال گذشتہ کے باغی عمرو بن سلیم المعروف بہ قویع اور محمد بن موسےٰ المعروف بہ عریان کے درمیان جنگ ہوئی مؤخر الذکر کو محمد بن اغلب نے باغی کے برخلاف اپنی فوج کا افسر اعلےٰ مقرر کیا تھا۔ لیکن ابن اغلب کے موالی بکثرت اس کو چھوڑ کر قویع سے جا ملے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمد بن موسےٰ کو شکست ہوئی۔ اُس کا ایک قائد پاؤں ٹوٹنے سے قید ہوا اور خود محمد بن موسےٰ پر قویع کے ایک بیٹے نے نیزے سے وار کیا۔ جس سے وہ ہلاک ہو گیا اور اُس کے ساتھی کثیر تعداد میں قتل ہوئے۔ باقی ماندہ لوگ محمد بن اغلب کے

پاس لوٹ گئے۔ اس واقعہ سے قویع کی شان وشوکت بہت بڑھ گئی ۔

۲۳۶ھ میں تونس کے باغی عمرو بن سلیم قویع اور محمد بن اغلب کے فوج کے سپہ سالار خفاجہ بن سفیان کے مابین جنگ ہوئی۔ ایک مہیب جنگ کے بعد قویع نے شکست کھائی اور اُس کی فوج کے لوگ بڑی تعداد میں قتل ہوئے۔ خود قویع بھی گرفتار ہوا اور اُس کی گردن ماردی گئی۔ اُس کا سر محمد بن اغلب کے پاس لے جایا گیا، جس نے اس کے قاتل کو بہت کچھ انعام واکرام دیا، خلعت سے سرفراز کیا اور اور طرح بھی اُس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ خفاجہ بزور شمشیر ہفتہ کے دن ۱۰ ربیع الاول ۲۳۶ھ کو شہر تونس میں داخل ہوا اور وہاں کے لوگوں کو قید کر لیا۔ پھر اپنے لشکر سمیت قیروان چلا گیا۔ ابن اغلب نے اُسے خلعت عنایت کیا۔

عباس بن فضل کی ولایت صقلیہ کا بیان

ابو اغلب ابراہیم بن عبداللہ بن الاغلب صاحب صقلیہ کی وفات پر اہل صقلیہ نے عباس بن فضل کو اپنا امیر بنا لیا اور محمد بن اغلب کو اس امر کی اطلاع کر دی۔ اُس نے بھی اس ہی کو مستقل کر کے صقلیہ کا والی بنا دیا۔ اُس نے بہت سی جنگیں لڑیں اور رومیوں کے برخلاف اُس کو بہت سے واقعات پیش آئے۔ جن میں اُس نے ان کو ذلیل وخوار کیا۔

۲۳۷ھ میں قاضی سحنون نے حبیب بن نصر التیمی کو محکمہ مظالم کا حاکم اعلےٰ مقرر کیا۔ اسی سال عباس بن فضل نے صقلیہ میں رومی علاقے پر فوج کشی کی اور بہت سا لوٹ کا مال اور قیدی حاصل کئے اور اُن کے شہروں کو پامال کیا۔

سنہ ۲۳۸ھ میں عباس بن فضل صاحب صقلیہ نے پھر رومی علاقہ کا رُخ کیا۔ اس فوج کشی میں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اُس نے مشرکوں کو قتل کیا۔ عباس نے ان سب کے سر شہر بلرم بھیج دیئے اور خود ان کی کھیتیوں کو برباد اور علاقے کو پامال کرتا رہا۔ جو کوئی اس کے ہاتھ آیا اس کو قید کر لیا۔ اس کے بعد وہ صقلیہ واپس آگیا ❊

سنہ ۲۳۹ھ کے موسم گرما میں عباس نے پھر رومیوں کے خلاف جہاد کیا۔ جس میں اُس نے عیسائیوں کے زراعت کو پامال کیا۔ اطراف و جوانب میں فوجیں روانہ کیں۔ قصریانہ، قطانیہ، سرقوسہ وغیرہ کو لوٹا۔ مدینہ بثیرہ کا چھ مہینے محاصرہ کیا۔ آخر وہاں کے باشندوں نے اُس سے چھ ہزار آدمیوں کے دینے کے وعدہ پر صلح کر لی۔ وہ صدر مقام بلرم واپس آگیا اور مدینہ سہرینہ کو فتح کیا ❊

سنہ ۲۴۰ھ میں فقیہ سحنون رحمتہ اللہ نے وفات پائی۔ اسی سال عباس امیر صقلیہ نے بلاد روم میں پھر جہاد کیا۔ لوگوں کو قید اور پریشان کرنے کے علاوہ اُس نے ملک کو تہ و بالا اور پامال کر ڈالا۔ اُس نے اطراف میں فوجوں کے دستے بھیجے جن کو بکثرت مال غنیمت حاصل ہوا ❊

سنہ ۲۴۱ھ میں عباس بن فضل نے رومی علاقے پر چھاپا مارا۔ اُن کی کھیتیوں کو برباد کیا اور فوج کے دستے اُن کے اندرون علاقے میں بھیجے جو مال غنیمت حاصل کر کے لائے اور خود تین مہینے تک ایک دشوار گزار پہاڑ میں مقیم رہ کر ہر روز یانہ کے گرد لوٹتا اور لوگوں کو لوٹتا مارتا رہا۔ اُس نے مختلف جہات میں فوجوں کے دستے بھی روانہ کئے، جو ہر طرف لوٹ مار میں مشغول ہو گئے۔ اُس کے بھائی علی بن فضل نے سمندر میں جنگ کی جس میں اُس کو بہت سا مال غنیمت اور قیدی حاصل ہوئے جن کو لے کر وہ واپس آگیا ❊

۲- محرم ۲۴۲ھ کو ابو عباس محمد بن اغلب صاحب افریقیہ مر گیا۔ اس کی ولایت کا زمانہ ۱۵ سال - ۸ ماہ اور ۱۲ دن ہے۔ موت کے وقت اس کی عمر ۴۳ سال کی تھی۔ اُس کے بعد اُس کا بھتیجا والی ہوا۔

ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب کی ولایت افریقیہ کا بیان

والی ہونے کے وقت اس کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ وہ ایک خوش اخلاق ، نیک افعال اور حسن سیرت کا شخص تھا۔ نہایت سخی اور بہادر تھا اور رعیت کے ساتھ نہایت نرم دلی اور رحم کا برتاؤ کرتا تھا۔ باوجود اپنی کم عمری کے دیندار اور ظلم و ستم سے مجتنب و متنفر تھا۔ وہ شعبان اور رمضان کی راتوں کو قصر قدیم سے اس حالت میں نکلا کرتا تھا کہ ایک شمع اُس کے سامنے ہوتی تھی اور درہموں کے لدے ہوئے چوپائے ساتھ ساتھ قصر قدیم سے نکل کر باب ربیع سے وہ شہر میں داخل ہوتا اور راستہ میں جتنے مساکین اور ضعفاء ملتے اُن کو بخشش سے مالا مال کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ قیروان کی جامع مسجد میں پہنچ جاتا۔ وہاں لوگ نکل نکل کر اُس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے اور دعا دیتے۔

۲۴۲ھ میں ہی اُس نے افریقیہ کی محکمہ قضا پر ابو ربیع سلیمان بن عمران بن ابی ہاشم الملقب بہ حرویہ کو حاکم مقرر کیا۔ اسی سال موسم گرما میں صقلیہ کے والی عباس ابن فضل نے پھر رومیوں پر فوج کشی کی اور لوٹتا مارتا بہت سے قلعوں کی طرف نکل گیا جن میں سے اکثر کو فتح کر لیا اور بعض کے باشندوں نے اُس سے صلح کر لی۔

۲۴۳ھ میں صقلیہ میں پھر جہاد ہوا۔ عباس بن فضل نے موسم گرما میں فوج کشی کی اور بدستور لوٹ مار کرتا رہا۔ قصر جدید کے لوگوں نے دو مہینے کے

محاصرہ کے بعد پندرہ ہزار دینار دے کر اُس سے صلح کر لی۔ اسی طرح اہالی حصن شلفودہ نے اس شرط پر صلح کی وہ قلعہ سے نکل جائینگے اور عباس اُس کو منہدم کر دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

سنہ ۲۴۴ھ میں عباس صاحب صقلیہ نے رومیوں کے ملک پر فوج کشی کی اور بہت سامال غنیمت حاصل کیا۔ اُس کا بھائی سمندر میں چند جہازوں کو لے کر نکلا اور اقریطش پر حملہ آور ہُوا، وہاں لوٹ مار مچائی اور قیدی پکڑے۔ مگر آخر پاسہ پلٹا اور بہت سے مسلمان قتل ہوئے اور اُن کے بیس جہاز ضایع ہو گئے۔

سنہ ۲۴۵ھ میں ابواہیم (احمد بن محمد) بن اغلب نے بہت سامال ایک ایسی بات کے کفارے میں، جو اُس نے بحالت مجبوری کہی تھی، مسجدوں، پلوں اور تالابوں کی تعمیر کے لئے دیا۔ چنانچہ سنہ ۲۴۶ھ میں باب تونس پر ایک بڑا تالاب کھودا گیا۔

سنہ ۲۴۶ھ میں مشہور زاہد ابو خلف نے جن کا نام مطروح بن قیس تھا، وفات پائی۔

سنہ ۲۴۷ھ میں قیروان میں ایسا سخت سیلاب آیا جس سے پل ٹوٹ گیا۔ امیر افریقیہ نے اُس کی مرمت کا حکم دیا۔ اسی سال عبدالرحمٰن بن عبدربہ نے وفات پائی۔ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ اسی سال ۳۔ جمادی الاول کو صقلیہ کے والی عباس بن فضل نے وفات پائی، اُس کے بعد اُس کے چچا احمد کو اہل صقلیہ نے اپنا والی بنا لیا اور ابوابراہیم احمد بن محمد بن اغلب کو اس امر کی اطلاع کر دی۔ اُس نے بھی احمد کی ولایت کو منظور کر کے اُس کے پاس تقرری کا فرمان روانہ کر دیا۔

سنہ ۲۴۸ھ میں باب تونس کے تالاب کی تعمیر، قیروان کے جامع مسجد کے اضافہ اور باب تبیع کے پل کی اصلاح و مرمت کی تکمیل ہوئی۔ اسی سال رباح نے

جنگ کی اور کثیر تعداد میں مالِ غنیمت اور قیدی حاصل کئے۔ مگر پھر اُس پر ایسا وبال نازل ہؤا کہ اُس کے تمام طبل اور جھنڈے چھن گئے اور اُس کی فوج کی ایک جماعت قید ہوگئی۔ وہ واپس آگیا اور مدینہ جبل ابی مالک کو فتح کر کے اس کے تمام باشندوں کو قید کرلیا اور شہر کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس کے علاوہ اس نے مختلف جہات میں فوجی دستے روانہ کئے' جنہوں نے مالِ غنیمت بکثرت حاصل کیا۔

سہ شنبہ کے دن ۱۳۔ ذیقعد ۲۴۹ھ کو احمد بن محمد بن اغلب' صاحب افریقیہ نے وفات پائی۔ اُس کی ولایت کا زمانہ سات سال دس ماہ اور پندرہ دن کا ہوتا ہے۔ موت کے وقت اُس کی عمر اٹھائیس سال کی تھی ؎

زیادۃ اللہ بن محمد بن اغلب بن ابراہیم بن اغلب کی ولایت افریقیہ کا بیان

ابو ابراہیم کے مرنے کے بعد اسی سال ذیقعد میں ہی زیادۃ اللہ والی افریقیہ ہؤا۔ اُس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ خفاجہ کو اُس کی ولایت پر مستقل کیا اور اُسے خلعت عنایت کیا۔ ابو محمد زیادۃ اللہ ایک نیک سیرت' حلیم الطبع' جمیل الافعال' صائب الرائے' شریف' سخی اور بہادر شخص تھا۔ بنو اغلب میں یہ دوسرا والی ہے جس کا نام زیادۃ اللہ تھا۔ اس کی حکومت کا زمانہ اس قدر طویل نہیں ہؤا کہ جس میں وہ بڑی بڑی یادگاریں پیچھے چھوڑ جاتا۔ ہفتہ کے دن ذیقعد ۲۵۰ھ کے دس دن باقی تھے کہ ایک سال سات دن حکومت کرنے کے بعد اُس نے وفات پائی ؎

ولایت ابو الغرانیق محمد بن احمد بن محمد بن الاغلب

یہ زیادۃ اللہ کا بھتیجا تھا۔ چچا کے مرنے کے بعد ۲۵۰ھ میں ہفتہ کے دن جب کہ ذیقعد کے اختتام میں دس دن باقی تھے، والی بنا اور ابو الغرانیق کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اسے غُرنُوق (سارس) کے شکار کا بہت شوق تھا۔ اس شوق کو پورا کرنے کے لئے اس نے ایک محل تیار کرایا تھا۔ جہاں سے وہ شکار کے لئے جایا کرتا تھا۔ اس محل پر اُس نے تیس ہزار مثقال سونا خرچ کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کا عطاء و جود اسراف کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی رعیت کے ساتھ اس کا سلوک اچھا تھا۔ چند روز بعد شہوت نفسانی اس پر غالب آ گئے اور وہ ان میں مشغول رہنے لگا اور تمام زندگی اس ہی میں گزار دی۔ وہ کبھی اتنا نہ کر سکا کہ کچھ مال جمع کرے۔ چنانچہ جب وہ مرا ہے تو اُس کے بھائی نے بیت المال کو بالکل خالی پایا۔ جیسا کہ آگے ذکر کیا جائیگا اس کی ولایت کا اکثر زمانہ جنگ جدل میں گذرا۔

۲۵۱ھ میں وہ فوج کشی ہوئی جو "سریہ الف فارس" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خفاجہ امیر صقلیہ نے قصریانہ پر فوج کشی کی اور اُس کی زراعت کو برباد کر کے سرقوسہ چلا گیا اور وہاں کے باشندوں سے جنگ کرنے کے بعد وہاں سے بھی کوچ کیا۔ اور فوج کا ایک دستہ اپنے بیٹے محمد کو دے کر دشمن کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اُس نے کمین گاہ سے اُن پر حملہ کیا اور اُن کے ہزار سواروں کو قتل کر ڈالا۔ اسی وجہ سے یہ واقعہ "سریہ الف فارس" (یعنی جنگ ہزار سوار) مشہور ہو گیا۔

۲۵۲ھ میں محمد بن حمدون الاندلسی المعافری نے وہ جامع مسجد قیروان

میں تعمیر کرائی جو اُس کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد اُس نے اینٹ۔ چونے اور سنگ مرمر سے تعمیر کرائی تھی اور اُس میں پانی کا ایک حوض بھی بنایا تھا۔ اسی سال خفاجہ صاحب صقلیہ نے پھر رومیوں کے علاقے پر فوج کشی کی اور بہت سے قلعوں کو فتح کیا۔ مگر اس اثنا میں وہ ایسا سخت بیمار ہوا کہ مجبوراً ایک محمل میں بیٹھ کر اس کو بلرم آجانا پڑا ؛

ابن قطان کا بیان ہے کہ ۲۵۳ھ افریقیہ میں بالکل سُن سان گذر گیا اور کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوا۔ جس کا خاص طور پر ذکر کیا جائے ؛

۲۵۴ھ میں خفاجہ صاحب صقلیہ نے اُس بطریق پر چڑھائی کی جو قسطنطنیہ سے بحری اور بری دونوں قسم کی مدد لے کر پہنچا تھا۔ بڑی خونریز اور مہیب لڑائی کے بعد بطریق کو شکست ہوئی۔ اُس کی فوج کے ہزارہا آدمی مارے گئے اور اُن کے ہتھیار اور گھوڑے چھین لئے گئے۔ اس کے بعد خفاجہ سرقوسہ وغیرہ میں داخل ہوا اور اُن سب کو پوری طرح لوٹ کھسوٹ کر غرۂ رجب کو اپنے مستقر بلرم میں واپس آگیا ؛

۲۵۵ھ میں خفاجہ امیر صقلیہ پھر جنگ کے قصد سے نکلا اور دشمن نے ایک عظیم الشان جمعیت کے ساتھ اُس کا مقابلہ ہوا۔ شدید جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کا ایک بہادر آدمی کام آیا۔ اُس کے قتل ہوجانے کی وجہ سے آخران کو پس پا ہونا پڑا۔ خفاجہ سرقوسہ کی طرف چلا گیا۔ مگر وہاں کے لوگ اس کے مانع ہوئے۔ اس لئے اُس نے شہر کا محاصرہ کیا اور وہاں کی زراعت کو پامال کر ڈالا۔ اسی سال خفاجہ نے انتقال کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ واقعات مذکورہ بالا کے بعد وہ سرقوسہ سے بلرم کی طرف واپس روانہ ہوا (ایک مرتبہ) رات ہوجانے کے بعد تک وہ چلتا رہا۔ اس وقت اس لشکر کے ایک شخص نے اُس کو

سیدھے راستے سے بھٹکا دیا اور نیزے سے اس پر وار کیا جس کے صدمے سے وہ فوراً مر گیا۔ یہ یکم رجب کا واقعہ ہے۔ قاتل اپنا کام کر کے فوراً سرقوسہ بھاگ گیا خفاجہ کو لوگ بلرم لے گئے اور وہیں دفن کیا۔ اس کے بعد اہل صقلیہ نے اُس کے بیٹے محمد کو والی بنا لیا اور ابوالعرانیق محمد بن احمد بن اغلب کو اپنے انتخاب کی اطلاع کر دی۔ محمد نے اُس کی ولایت کو منظور کر کے اُسے خلعت سے سرفراز کیا۔

سنہ ۲۵۶ھ میں محمد بن سحنون التنوخی نے انتقال کیا۔ یہ ایک پرہیزگار فقیہ تھے۔

سنہ ۲۵۷ھ میں عبداللہ بن احمد بن طالب سلیمان بن عمران کے بدلے افریقیہ کا قاضی مقرر ہوا۔ اسی سال محمد بن خفاجہ صاحب صقلیہ ۳۔ رجب کو صبح کے وقت اپنے خدام کے ہاتھوں قتل ہوا۔ انہوں نے اس معاملے کو چھپائے رکھا اور دوسرے دن ان خدام کے فرار ہونے تک یہ راز افشا نہ ہوا اس کے بعد اُن میں سے بعض مارے گئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔ محمد کی موت پر محمد ابن احمد بن محمد بن اغلب کی طرف سے احمد بن یعقوب صقلیہ کا والی مقرر ہوا۔ اسی نے ملک[۱] کے نام ایک بڑے حصہ پر عبداللہ بن یعقوب کو مقرر کیا۔ اسی سال ان دونوں نے ایک فوج کشی میں حصہ لیا جس میں مشرکین سے اُن کا مقابلہ ہوا۔ افریقیہ میں اس سال کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں گذرا۔

سنہ ۲۵۸ھ میں احمد بن یعقوب صاحب صقلیہ کا انتقال ہوا اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے حسین نے لی۔ امیر افریقیہ نے بھی اُس کی ولایت کو تسلیم

---

[۱] متن میں ارض الکبیرۃ کے الفاظ ہیں مگر یہاں ارض کلبیرۃ سے مراد ہے۔ یہ علاقہ اٹلی کے جنوب میں واقع ہے اور اس میں اور صقلیہ میں صرف آبنائے مسینا حائل ہے۔ ایک زمانے میں مسلمانوں نے اُسے فتح کیا تھا۔ (مترجم)

کر لیا۔

۲۵۹ھ میں سلیمان بن عمران افریقیہ کا قاضی مقرر ہوا اور عبداللہ بن احمد بن طالب التیمی کو معزول کیا گیا۔ اسی سال صاحب صقلیہ نے سرقوسہ پر فوج کشی کی اور وہاں کے باشندوں نے اس شرط پر اُس سے صلح کی کہ وہ مسلمانوں کے تین سو ساٹھ قیدی جو اُن کے قبضہ میں تھے اُس کے حوالہ کر دینگے۔

۲۶۰ھ میں مشرق و مغرب کے تمام علاقوں میں قحط، وبا اور طاعون بالعموم پھیل گیا۔ اسی سال محمد بن ابراہیم بن عبدوس فقیہ اور عالم نے، جنہوں نے "مجموعہ" کو جمع کیا تھا، انتقال کیا۔ وہ مستجاب الدعوات تھے۔

بدھ کے دن ۶۔ جمادی الاوّل ۲۶۱ھ کو ابوالغرانیق محمد بن احمد بن اغلب امیر افریقیہ نے دس سال پانچ مہینے اور پندرہ دن کی حکومت کے بعد انتقال کیا۔ اس کا زمانہ خلیفہ مستعین باللہ، معتز، مہتدی اور معتمد کی عہد خلافت کے چند سال کا زمانہ ہے۔

ابراہیم (ثانی) بن احمد بن محمد بن اغلب کی وُلایت افریقیہ کا بیان

اس کے والی ہونے کا قصہ یہ ہے کہ ابوالغرانیق محمد نے اپنے بیٹے ابوعقال کو اپنا ولی عہد بنا کر اپنے بھائی ابراہیم سے حلف لیا تھا کہ وہ ملک وسلطنت کے بارے میں اُس سے منازعہ نہ کریگا۔ اس حلف کو زیادہ مؤکد کرنے کے لئے اُس نے اس سے پچاس قسمیں لیں تھیں۔ ابوالغرانیق کی موت کے وقت ابراہیم قیروان کا عامل تھا۔ اہل شہر اس کے پاس آئے اور کہا کہ "اُٹھیئے اور قصر میں داخل ہو جئیے۔ کیونکہ امیر درحقیقت آپ ہی ہیں"۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ ابراہیم اُن کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آیا کرتا تھا۔ اُس نے لوگوں کو

جواب دیا کہ تم کو معلوم ہے کہ میرے بھائی نے پچاس قسمیں دی تھیں کہ میں اُس کے بیٹے سے سلطنت کے بارے میں تنازعہ نہ کرونگا اور نہ اُس کے محل میں داخل ہونگا" لوگوں نے کہا کہ اُس کے بیٹے سے جھگڑنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ آپ قصر قدیم میں اپنے گھر میں امیر ہونگے۔ اصل یہ ہے کہ ہم کو اس کی امارت ناگوار ہے۔ ہم آپ سے بیعت کرنا چاہتے ہیں اور ہم نے اُس سے بیعت کرنے کا کوئی عہد بھی نہیں کیا۔" یہ سن کر ابراہیم اہل شہر کی ایک جمعیت کے ساتھ روانہ ہوا۔ اُن کی اہل قصر کے ساتھ لڑائی ہوئی اور آخر ابراہیم اپنے مکان میں داخل ہوگیا۔ اس کے بعد افریقیہ کے بزرگوں اور اشراف اور بنو اغلب کی ایک جماعت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی +

سنہ ۲۶۲ھ میں تونس کا قاضی ابو زید شجرہ بن عیسےٰ نے ۹۹ برس کی عمر میں وفات پائی۔ وہ بہترین قاضیوں میں شمار ہوتا ہے اور اُس کے بہت سے تعریفی قصے مشہور ہیں۔ اسی سال مدینہ تمنس کے قلعہ کو مستحکم کیا گیا۔ یہ کام اندلس کے بحری سپاہیوں نے انجام دیا +

سنہ ۲۶۳ھ میں ابراہیم بن احمد بن اغلب نے مدینہ رقادہ کی تعمیر شروع کی +

سنہ ۲۶۴ھ میں ایک محل المعروف بہ قصر فتح کی تعمیر مکمل ہوئی اور ابراہیم بن احمد اُس میں منتقل ہوگیا۔ اسی سال اُس نے قصر قدیم میں اپنے موالی کو اُن کی سرکشی کی وجہ سے قتل کیا۔ اسی سال بدھ کے دن ۱۴ رمضان کو صقلیہ میں سرقوسہ کا شہر مسلمانوں نے سر کیا۔ چار ہزار سے زیادہ کفار کام آئے اور وہاں سے اتنا مال غنیمت حاصل ہوا کہ اُس سے قبل کفار کے کسی شہر میں سے حاصل نہ ہوا تھا وہاں کے باشندوں میں سے ایک بھی زندہ باقی نہ رہا۔ مسلمانوں نے نو مہینے تک اس شہر کا محاصرہ کیا تھا۔ فتح کے بعد صرف دو ماہ وہاں ٹھیرے اور اُس کے بعد

شہر کو منہدم کر دیا۔ اسی سال صاحب صقلیہ جعفر بن محمد کو اُس کے غلاموں نے اغلب بن محمد بن اغلب المعروف بہ خرج الرعوتہ اور ابو عقال اغلب بن احمد کی مدد سے جو اُس کے پاس قید تھے قتل کر ڈالا۔ اس فعل شنیع کے بعد خرج الرعوتہ بلرم کے شہر پر مستولی اور قابض ہو گیا۔ مگر وہاں کے باشندے اس کے۔ اور ابو عقال اور اُس کے ساتھیوں کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کو صقلیہ سے افریقیہ کی طرف نکال دیا۔ ان کے اخراج پر حسین بن رباح صقلیہ کا والی ہوا۔

۲۶۵ھ میں حسین بن رباح صاحب صقلیہ نے موسم گرما میں مشرکین صقلیہ کے برخلاف جنگ شروع کی۔ مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہونے والی ہی تھی کہ اُنہوں نے یک جان ہو کر کفار پر حملہ کیا اور اُن کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ اس معرکہ میں اُن کا بطریق بھی کام آیا۔

۲۶۶ھ میں افریقیہ کے علاقے میں سخت قحط پڑا۔ اس سال صاحب صقلیہ نے پھر روم سے جنگ شروع کی۔ رومیوں کے ایک سو چالیس جہازوں کے بیڑے سے مسلمانوں کی مٹ بھیڑ ہوئی اور ایک مہیب جنگ کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے اپنے جہازات رومیوں کے حوالے کر دیئے اور اُن کے لوگ بلرم کو واپس آ گئے۔ یہاں پر چند مہینے وہ لوگ مقیم رہے اور اس عرصہ میں رومیوں کے ملحقہ علاقے پر لوٹ مار کے لئے فوجی دستے روانہ کرتے رہے۔

۲۶۷ھ کو عبداللہ بن احمد بن طالب پھر سلیمان بن عمران کے بجائے قاضی مقرر ہوا۔ اسی سال جزیرۂ صقلیہ پر حسن بن عباس والی مقرر ہوا۔ اسی سال ابن طولون کے بیٹے کا فتنہ واقع ہوا۔ جس میں اُس نے افریقیہ پر غلبہ حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر ہم اس تمام قصد کو اُس کی شکست تک بیان کئے دیتا

ہوں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس سال صاحب مصر احمد بن طولون کا بیٹا عباس آٹھ سو سوار اور اپنے باپ کے حبشیوں میں سے دس ہزار پیادوں کو جو پانچ ہزار اونٹوں پر سوار تھے لے کر ماہ ربیع الآخر میں برقہ کی طرف آیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ افریقیہ جاکر وہاں غلبہ حاصل کرے اور بنو اغلب کو وہاں سے نکال دے۔ مصر کے بیت المال کے سونے کے دیناروں کی آٹھ سو تھیلیاں اس کے ہمراہ تھیں، جن سے کہ وہ اپنے ہمراہیوں کی تنخواہ وغیرہ ادا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ تمام رقم بارہ لاکھ دینار تھی۔ ابو عبداللہ احمد بن محمد کاتب بھی ہتھکڑیاں پہنے ہوئے اس کے ساتھ تھا، کیونکہ وہ اس کے ساتھ جانا نہ چاہتا تھا، بلکہ اس نے مشورہ دیا تھا کہ اطرابلس کی طرف جانے سے پہلے بربریوں کو ساتھ ملا لینا چاہیئے۔ مگر عباس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ اس امر کے ختم ہونے سے پہلے ہی شام کے لشکر واپس آجائینگے۔ (ان لشکروں سے مراد اس کے باپ کے لشکر تھے کیونکہ عباس اس وقت اپنے باپ سے باغی تھا) اس کے علاوہ ابراہیم بن احمد کو بھی فرصت مل جائیگی اور وہ جنگ کی تیاری کر لیگا۔ اس کے برخلاف میں اچانک لبدہ اور اطرابلس پر جا پڑونگا اور پھر ان پر حکومت کرنے میں بربریوں کو عطاء وجود کے ذریعے سے اپنے ساتھ ملا لونگا۔ دوسرے یہ کہ میں مصر سے بھی دور ہو جاؤنگا۔ اس طرح میرے باپ (احمد بن طولون) کو اس دوری کی وجہ سے میرا پیچھا کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔" یہ باتیں سوچ کر وہ لبدہ کی طرف روانہ ہوا، مگر ابراہیم بن احمد کو اس کی روانگی اور آمد کی خبر ہوگئی اور اس نے احمد بن قرہب کو ایک ہزار چھ سو سوار دے کر جن میں کوئی بھی پیادہ نہ تھا، روانہ کیا۔ وہ رات ہی کو چل پڑا اور عباس بن احمد بن طولون کے لبدہ پہنچنے سے پہلے اطرابلس میں داخل ہو گیا۔ یہاں ابن قرہب نے اطرابلس کی فوج اور بربریوں کے آدمی جتنے ممکن ہوئے جمع کر لیے

اور بسرعت تمام لبدہ کی طرف روانہ ہوکر وہاں داخل ہوگیا۔ اس کے بعد عباس بن احمد بن طولون پہنچا۔ برقہ میں اُس نے پانچ ہزار جھنڈے تیار کرلئے۔ ہر ایک اونٹ پر ایک پیادہ ایک جھنڈا ہاتھ میں اٹھائے ہوا تھا۔ اس طرح وہ آٹھ سو سوار اور پانچ ہزار پیادے لے کر آگے بڑھا۔ ابن قرہب نے لبدہ سے پندرہ میل آگے بڑھ کر اُس کا مقابلہ کیا۔ اس عرصہ میں جھنڈوں والے اونٹ پیچھے رہ گئے۔ مقابلہ میں چھوٹی سی جھڑپ کے بعد احمد بن قرہب پسپا ہوگیا۔ کیونکہ اُس نے یہ خیال کیا کہ وہ جمعیت جس سے اس کا مقابلہ اور مقاتلہ ہوا ہے وہ دراصل عباس ابن احمد بن طولون کا محض مقدمۃ الجیش ہے۔ بہرحال ابن قرہب پسپا ہوکر اطرابلس چلا گیا اور عباس (بن احمد) بن طولون اُس کے تعقب میں روانہ ہوکر شہر کے پاس آکر اترا اور اُس پر منجنیق وغیرہ لگا دیئے وہ (۴۳) روز تک برابر محاصرہ کئے پڑا رہا۔ مگر اِس اثنا میں اُس کے بعض حبشیوں نے صحراؤں کی عورتوں پر دست درازی شروع کی اور لوگوں کے ناموس کو بٹا لگایا اس پر اہل اطرابلس نے ابومنصور امیر نفوسہ کے پاس شکایت کی اور اُس سے مدد کے طالب ہوئے۔ چنانچہ وہ اپنے مسلمان ہمسایوں کے ناموس اور عزت کا محتسب اور حامی بن کر نفوسہ کے بارہ ہزار آدمیوں کو ہم رکاب لے فوراً عباس بن احمد بن طولون کی طرف روانہ ہوگیا اور اُس کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ اس وقت عباس نے ابوعبداللہ کاتب سے پوچھا کہ اب تمہاری کیا رائے۔ اُس نے کہا کہ . . . . برقہ میں جہاں اُس کا جانشین ہے۔ اہل نفوسہ نے ابن طولون سے جنگ کرنے میں بڑی سرگرمی دکھائی اور آخر کار وہ اپنے لشکر کا تمام مال و اسباب اہل اطرابلس کے ہاتھوں لٹا کر برقہ کی طرف پسپا ہوا لیکن اہل نفوسہ اس مال سے بالکل دست کش رہے۔ اس اثناء میں ابراہیم بن احمد

نے مختلف جہات سے فوجوں کو جمع کیا اور چونکہ ابو الغرانیق نے کوئی مال بیت المال میں نہ چھوڑا تھا اس لئے اُس نے اپنی عورتوں کے زیوروں سے درہم و دینار مضروب کرائے اور خود بہ نفس نفیس اطرابلس کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اُس کو عباس بن احمد بن طولون کے پس پا ہونے کی خبر ملی۔ اس پر اُس نے عباس کے مال کی تحقیق اور تلاش شروع کی اور جو کچھ حاصل ہو سکا لے لیا۔ اہل لشکر عباس کے مال کو خفیہ طور پر فروخت کرتے تھے، کیونکہ ان کو خوف تھا کہ اگر معلوم ہوگیا تو وہ ضبط ہو جائیگا۔

سنہ ۲۶۸ھ میں ابراہیم نے اہل نزاب پر حملہ کیا اور اُن کو اور اُن کے بچوں کو قتل کر ڈالا اور سب کی لاشوں کو جلدی ہی ایک گڑھے میں ڈال دیا۔ اسی سال حسن بن عباس صاحب صقلیہ معزول اور محمد بن فضل اُس کی جگہ والی مقرر ہوا۔

سنہ ۲۶۹ھ میں سلیمان بن حفص الفرّاء کا انتقال ہوا۔ یہ شخص جہمی اور خلق قرآن کا قائل تھا۔ اُس نے کوشش کی کہ لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنائے اور اس سے لوگ اُس کے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔

سنہ ۲۷۰ھ میں قاضی سلیمان بن عمران نے مفلوج ہو کر وفات پائی۔ اسی سال حسین بن زید بن علی اور ابو حاتم ہشام بن حاتم فقیہ نے بھی انتقال کیا۔ مؤخر الذکر مستجاب الدعوۃ تھے۔

سنہ ۲۷۱ھ میں حسین بن احمد والی صقلیہ نے وفات پائی اور سوادہ بن محمد بن خفاجہ تمیمی اُس کا جانشین ہوا۔

سنہ ۲۷۲ھ میں سوادہ والئے صقلیہ نے اپنے فوج کے دستے بلاد روم میں روانہ کئے، جو لوٹ مار کر کے اور مال غنیمت لے کر واپس آ گئے۔ اسی سال مسلمانوں اور نجفور (NICEFORUS) نام ایک بطریق کے درمیان، جو قسطنطنیہ سے

بڑا لاؤ لشکر لے کر آیا چند جنگیں پیش آئیں۔ آخر کار وہ شہر سبترہ (
) میں داخل ہو گیا۔ وہاں کے مسلمان امان حاصل کر کے صقلیہ چلے آئے۔

۲۷۳ھ میں اہل بلرم نے سوادہ بن محمد والئے صقلیہ اُس کے بھائی اور بعض احباب کے خلاف بغاوت کی۔ اور اُن کو مقید کر کے افریقیہ کی طرف روانہ کر دیا۔ بعد ازاں اہل شہر نے متفق ہو کر ابو عباس بن علی کو اپنا والی بنا لیا۔

۲۷۴ھ میں احمد بن عمر بن عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب المعروف بہ حبشی افریقیہ آیا۔ اسی سال احمد بن حدیر نے افریقیہ میں وفات پائی۔ انہوں نے سحنون سے حدیث سنی تھی۔

۲۷۵ھ میں اہل صقلیہ نے مشرکین پر حملہ کیا۔ اس معرکہ میں مشرکوں کے سات ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے اور پانچ ہزار کے قریب غرق ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں نے بہت سے اُن قلعوں اور شہروں کو جو مسلمانوں کی سرحد کے قریب واقع تھے خالی کر دیا اور مسلمانوں نے اپنی فوجوں کو مختلف اطراف میں پھیلا دیا۔ جو لوگوں کو قید کر کے واپس آ گئیں۔

اسی سال افریقیہ میں ایک فتنہ واقع ہوا جو "ثورۃ دراھم" (بغاوت دراہم) کے نام سے مشہور ہے۔

ثورۃ دراھم:۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم بن احمد نے صحیح معیار کے درہم مضروب کرائے اور اب تک جتنے درہم کام آتے تھے سب کو بے کار کر دیا۔ عوام الناس کو یہ بات ناگوار گذری۔ اُنہوں نے دکانیں بند کر دیں اور جمع ہو کر رقادہ کی طرف چلے اور ابراہیم کو دھمکیاں دینی شروع کیں۔ اُس نے سب کو جامع مسجد میں قید کر دیا۔ اہل قیروان کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی دروازے

کی طرف آئے اور مدافعت پر آمادہ ہو گئے۔ اس پر ابراہیم بن احمد نے اپنے وزیر ابو عبداللہ بن ابو اسحاق کو اُن کے خلاف روانہ کیا۔ مگر لوگوں نے اُس پر پتھر پھینکے اور گالیاں دیں۔ یہ دیکھ کر وہ امیر کے پاس واپس چلا گیا اور صورت حالات سے آگاہ کیا۔ اب ابراہیم بذات خود فوج کی ایک جماعت اور اپنے حاجب نصر بن صمصامہ کو لے کر قیروان کی طرف روانہ ہوا۔ اہل قیروان نے اُس کا بھی مقابلہ کیا، مگر وہ سیدھا مسجد میں آیا اور وہیں بیٹھ رہا۔ اُس کے ہمراہی جنگ سے دست کش ہو گئے۔ جب وہ اطمینان سے بیٹھ گیا اور لوگ بھی ٹھنڈے ہو گئے۔ تو فقیہ زاہد ابو جعفر احمد بن مغیث، جس کے اور امیر کے درمیان بہت سی جنگیں ہوئیں تھیں، اُس کے پاس آیا اور وزیر ابو عبداللہ بن ابو اسحاق قیروان آیا، اُس کی صفوں کو توڑ ڈالا اور وہاں کے لوگوں میں پھر سکون قایم کیا۔ اس کے بعد ابراہیم بن احمد رقارہ واپس آگیا اور جامع مسجد کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اُس کے جاری کئے ہوئے سکے ہمیشہ کے لئے افریقیہ سے ناپید ہو گئے اور اُن کی جگہ ابراہیم نے دوسرے دینار اور درہم چلائے جن کا نام "عاشریہ" رکھا، کیونکہ ان کا ہر ایک دینار دس درہم کے برابر ہوتا تھا۔

اسی سال اُس نے عبداللہ بن احمد بن طالب بن سفیان کو قضاء افریقیہ کے عہدے سے معزول کر کے قید کر دیا۔ پھر اُس کے پاس زہر آلود کھانا بھجوایا جس کو کھاتے ہی وہ فی الفور مر گیا۔ یہ ماہ رجب کا واقعہ ہے۔ پھر اُس نے محمد بن عبدون بن ابی ثور کو اُس کی جگہ قاضی بنایا۔ اُس کا دادا خراسی تھا اور وہ خود اپنا نام محمد بن عبداللہ الرعینی لکھا کرتا تھا۔

سنہ ۲۷۰ھ میں سواد بن محمد امیر صقلیہ نے طبرمین پر چڑھائی کی۔ اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اسی سال ابراہیم بن احمد نے اپنے کاتب محمد بن حیون المعروف بہ

ابن یزیدی کو قید کیا۔ اس نے قید خانے سے ہی امیر کو لکھا کہ ؎

ھبنی اساتُ فاین الفضل والکرم اذقادنی نحوك الاذعان والندم

(یہ فرض کرلو کہ میں نے برائی کی ہے مگر فضل وکرم کہاں گیا۔ کیونکہ میں اب تمہارے پاس اطاعت وندامت لے کر آیا ہوں) +

یاخیر مَن مُدّت الایدی الیه اما ترثی لمن قد نعاہ عندك القلم

(اے وہ شخص جس کے آگے ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں۔ کیا تو اُس کی تعزیت نہ کریگا جس کے موت کی خبر تجھ کو قلم دیتا ہے) +

بالغت بالسخط فاصفح صفح مقتدر ان الملوك اذا ما استرحموا رحموا

(تونے غصّے میں زیادتی کی ہے۔ اب ایک مقتدر کی طرح معاف بھی کردے بادشاہوں سے رحم کی درخواست کی جاتی ہے تو رحم کرتے ہیں) +

ابراہیم نے جب یہ اشعار پڑھے تو کہا کہ وہ لکھتا ہے کہ میں نے گناہ کیا مگر مجھے بخش دے۔ اُس کو یہ اعتراف ہے کہ جرم اُس سے سرزد ہوا ہے۔ لیکن اگر وہ مجھ کو یہ لکھتا کہ ؎

ونحن الکاتبون وقد أسا نا فھبنا للکرام الکاتبینا۔

(ہم کاتب ہیں اور ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مگر ہمیں کراماً کاتبین کے صدقے سے معاف کردو) تو میں اُسے ضرور معاف کردیتا۔" پھر اُس نے اُسے سزا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اُسے ایک تابوت میں بند کردیا گیا اور اسی حالت میں اُس نے جان دی۔ رحمہ اللہ تعالےٰ +

۲۷۸ھ میں ابراہیم نے اپنے حاجب نصر بن صمصامہ کو اس طرح قتل کیا کہ پہلے اس کے پانچ سو دُرّے مارے گئے، مگر نہ تو اُس نے زبان سے ایک کلمہ کہا اور نہ اپنی جگہ سے ہلا۔ اس پر ابراہیم نے حکم دیا کہ اُس کی گردن ماردی جائے۔

نصر نے اردگرد کے لوگوں سے کہا کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں موت سے ڈرتا ہوں:۔ اُس نے کہا کہ گردن ماری جانے کے بعد میں تین دفعہ اپنا ہاتھ کھولوں اور بند کرونگا۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ لوگوں نے ابراہیم کو اس امر کی اطلاع دی اُس کو بھی تعجب ہؤا اور حکم دیا کہ اس کا پیٹ کاٹ کر اس کا دل لایا جاوے۔ دل میں یہ عجیب و غریب بات نظر آئی کہ اُس کے اکثر حصہ میں بال نکلے ہوئے تھے

سنہ ۲۷۸ھ میں ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن احمد بن اغلب محکمۂ مظالم کا حاکم ہؤا۔ اور محمد بن فضل کو صقلیہ کا والی بنایا گیا۔ سوادہ نصرانی کو وہاں کے دیوان خراج کا انصرام اس شرط پر پیش کیا گیا کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ مگر اُس نے کہا کہ میں کسی ریاست اور حکومت کی لالچ سے اپنا دین وایمان نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر اُس کے دو ٹکڑے کر ڈالے گئے اور پھر مصلوب کیا گیا ۔

سنہ ۲۷۹ھ میں محمد بن فضل صقلیہ کا والی رہا اور ۲۔ صفر کو دارالحکومت بلرم میں داخل ہؤا۔ اس سال ابراہیم بن احمد نے اہل افریقیہ کو محض خون ریزی کے جذبات کو پورا کرنے کے لئے قتل کیا۔ مقتولین میں اسحاق بن عمران المتطبب المعروف ستم ساعۃ تھا۔ جس کو اُس نے قتل کرنے کے بعد مصلوب کرا دیا۔ اسی طرح اُس نے اپنے حاجب فتح کو بھی چابکوں سے پٹوا کر مروا ڈالا اور اپنے تمام خادموں کو قتل کرا دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابراہیم منجموں اور کاہنوں کی باتوں پر بہت اعتقاد رکھتا تھا اور اُنہوں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ "تم کو ایک ایسا شخص قتل کریگا جو ناقص الخلق ہوگا اور ممکن ہے کہ وہ تمہارے خادموں میں سے ہی کوئی ہو"۔ اس کے بعد جب کبھی ابراہیم اپنے جوانوں میں کسی کو خوش خرم تلوار نکالے دیکھتا تو فوراً اُس کو شبہ ہوتا کہ یہی میرا قاتل ہوگا اور اس شبہ پر اس کو قتل کرا ڈالتا۔ اس طرح جب اُن کی ایک جماعت کو مروا ڈالا تو اُس کو اندیشہ ہوا کہ وہ سب کے فاسد اور بے وفا ہو گئے

ہیں۔ اور اس لئے ان سب کا کام اسی سال تمام کروا دیا اور اُن کی جگہ حبشیوں کو نوکر رکھا۔ مگر آخر ان پر بھی یہی شبہ گذرا، اور ان سب کو بھی قتل کروا دیا۔

۲۸۰ھ میں بلزمہ کے لوگوں کا واقعہ پیش آیا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ابراہیم بن احمد بن اغلب اُن کے ساتھ لڑا تھا اور جنگ کے بعد اُن کے تقریباً ساٹھ سو شرفاء اور بہادروں کو اپنے ساتھ رقادہ لے آیا تھا۔ وہاں اُس نے ان کو ٹھہرایا اور حسن سلوک سے پیش آیا۔ اُس نے اُن کے لئے ایک وسیع مکان بنوا دیا۔ جس میں ایک احاطہ کے اندر بہت سے چھوٹے چھوٹے مکانات تھے مگر اُن سب کا دروازہ ایک ہی تھا۔ جب ان لوگوں کو بالکل اطمینان ہوگیا تو اُس نے اپنے ثقہ لوگوں کو اُن کے روزینہ پر غور کرنے کے لئے جمع کیا اور پھر اُن کو حکم دیا کہ وہ اُس کے بیٹے عبداللہ سے ملاقات کریں۔ اس طرح جب یہ سب اس کے پاس جمع ہوگئے تو وہ بلزمیوں کے قیام گاہ کی طرف فوج کو لے کر گیا اور وقت عصر تک اُن کے مقابلہ و مدافعت پر غالب آکر اُن سب کو قتل کر ڈالا۔ بنو اغلب کے افریقیہ سے نکلنے اور بربادی کے اور اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کیونکہ اہل بلزمہ تقریباً ایک ہزار آدمی تھے اور وہ سب کے سب اُن عربوں اور اُن اہل جند کی اولاد میں سے تھے جو فتح افریقیہ کے وقت یا اُس کے بعد ہی ملک میں آئے تھے؛ ان میں سے اکثر بنو قیس تھے۔ یہ لوگ بنو کتامہ کو دبائے رکھتے تھے۔ مگر اُن کے قتل کے بعد کتامہ نے ہاتھ پاؤں نکالے اور زور پکڑ لیا اور آخر کار بنو اغلب کے خلاف شیعوں کے ساتھ شامل ہوگئے۔

اسی سال مختلف شہر ابراہیم بن احمد کے مخالف اور اُس کی اطاعت سے منحرف ہوگئے۔ تفصیل یہ ہے کہ اہل تونس، جزیرۂ اربس، باجہ اور قمودہ نے ابراہیم کے خلاف بغاوت کی اور فوج وغیرہ کے لوگوں کو اپنے اوپر حاکم بنا لیا۔ بغاوت کی

وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ ابراہیم ابن احمد کے مظالم سے تنگ آ گئے تھے کیونکہ وہ اُن کے غلام اور گھوڑے گرفتار کر لیا کرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ تمام افریقیہ میں بغاوت اور مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور اس تمام ملک میں سے صرف ساحل سمندر اور مشرق میں اطرابلس تک کا علاقہ ابراہیم کے قبضہ میں رہ گیا۔ اس حالت میں اُس نے رقادہ کے گرد خندق کھدوائی۔ اُس پر لوہے کے دروازے لگوائے۔ اپنے ثقہ لوگوں کو جمع کر لیا اور حبشیوں کو جنھیں اس نے پانچ ہزار کی تعداد میں جمع کر لیا تھا اپنے محل میں بلا لیا۔ اب کھلم کھلا جنگ شروع ہو گئی اور انجام کار تونس کو بزور شمشیر فتح کیا گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ اہل قمودہ نے ابراہیم کے ساتھ جنگ کے ارادے سے کوچ کیا اور ادھر ابراہیم نے میمون حبشی کو ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ جنگ میں اہل قمودہ کو شکست ہوئی اور اُن کی ایک بڑی جماعت ماری گئی۔ اب اہل تونس کھڑے ہوئے۔ اُن کو میمون نے شکست دی۔ یہی حال اہل جزیرہ اور صطفورہ کا ہُوا اور اس قدر لوگ مارے گئے کہ قیروان تک کشتوں کے ڈھیر لگ گئے۔ ۲۰۔ ذی الحجہ کو فوج بزور شمشیر تونس میں داخل ہو گئی وہاں کا مال و اسباب لوٹ لیا، لوگوں کو غلام بنایا اور ہر قسم کی بدمعاشی اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔

اسی سال شیعوں کا داعی ابوعبداللہ افریقیہ میں داخل ہُوا۔ اس لئے یہاں ہم ابتداء سے لے کر قیام سلطنت تک اُس کا حال مختصراً بیان کرتے ہیں۔

ابتداء سلطنت عبیدیہ شیعیہ

وراق کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ہمیشہ شیعان علی رض ایک ایسے امام معصوم کے لئے دعوت دیتے رہے جو اُن کے زعم میں حق کو پھر زندہ

کریگا۔ اس دعوت کی تکمیل کے لئے اُنہوں نے مختلف اطراف وجہات میں اپنے داعی روانہ کئے مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔ اب اُنہوں نے آپس میں مشورہ اور خط وکتابت کرکے یہ قرار دیا کہ مغرب میں لوگوں کو اہل بیت کی محبت کی دعوت دینے کے لئے داعی بھیجے جائیں چنانچہ اس کے لئے ہر طرف خط وکتابت کی۔ انجام کار اُنہوں نے اس کام کے لئے ایک صاحب فہم وفراست، فصاحت وبلاغت اور عالم وفاضل شخص یعنی ابوعبداللہ الصنعانی کو منتخب کیا اور اُس کے لئے اتنا مال جمع کیا جس کو کہ وہ اپنے زاد راہ میں صرف کر سکے۔ انتخاب کے بعد ابوعبداللہ مغرب جانے سے پہلے حج کے موسم میں مکہ گیا تاکہ وہاں اس سال اہل مغرب میں سے جو لوگ حج کے قصد سے آئے ہوں اُن سے ملے۔ ان کے اخلاق وعادات کا پتہ لگائے، مذہبی عقاید کے متعلق واقفیت حاصل کرے اور حصول سلطنت کے لئے حیلہ وحجت دریافت کرے (مقدر المقدور اور محکم الامور جس طرح چاہتا ہے کام کو مکمل کرتا ہے لا الٰہ الا ہو) بہرحال یہ شخص دراصل حج کے قصد سے نہیں۔ بلکہ موسم حج گذارنے کے لئے مکہ پہنچا۔ چونکہ اُن کے مذہب فاسد میں حج فرض نہیں ہے۔ درحقیقت اس کا اصلی اور حقیقی مقصد یہ تھا کہ اپنے مراد کے حصول کے لئے اسباب پیدا کرے۔ چنانچہ وہاں اُس کو اہل مغرب دکھائی دے وہ ان کے ساتھ رہنے لگا اور آخر ان سے بالکل مل جل گیا۔ یہ لوگ تعداد میں تقریباً دس تھے اور قبیلۂ کنامہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا ایک رئیس ان کے ہمراہ تھا۔ ابوعبداللہ نے اُن سے اُن کے وطن کا حال دریافت کیا اور اُنہوں نے مناسب جواب دیئے پھر اُن سے مذہب کے متعلق سوال کیا۔ اس پر وہ خاموش ہوگئے اور اُن سے دور رہنے لگے۔ اب ابوعبداللہ نے مذاہب کے متعلق بحث مباحثہ شروع کیا اور معلوم کرلیا کہ مذہبی عقاید میں ان کا رئیس فرقہ اباضیہ کے عقاید کی طرف مائل ہے

یہ کمزور مقام اس کے آئندہ منصوبوں کی تکمیل کے لئے کافی تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنی علمی تبحر اور علم مناظرہ کی فضیلت سے اُن پر بتدریج ایسا اثر ڈالا کہ اس کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے اُن کی عقل بالکل سلب ہوگئی۔ جب اُن کی واپسی کا زمانہ قریب آیا تو اُنہوں نے اس کا حال احوال دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں عراق کا باشندہ ہوں، سرکاری نوکر تھا، مگر بعد میں مجھے معلوم ہُوا کہ یہ ملازمت اور خدمت نیکی کا کام نہیں ہے۔ اس لئے میں اس سے دست کش ہو گیا اور اس تلاش میں رہا کہ کسب حلال کا کوئی ذریعہ میسر آجائے آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ بچّوں کو قرآن شریف کی تعلیم دینے سے بہتر اور کوئی کسب حلال نہیں۔ اس پر میں نے دریافت کرنا شروع کیا کہ اس کا بہترین موقع کہاں مل سکیگا۔ لوگوں نے مجھ سے اس بارے میں ملک مصر کا ذکر کیا۔ اہل مغرب نے یہ سُن کر کہا کہ چونکہ مصر ہمارے راستے میں ہے اس لئے ہم اُس میں سے گذرینگے وہاں تک تم بھی ہمارے ہم سفر ہو جاؤ۔ ان کے اصرار پر وہ ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ اُن سے ہمیشہ گفتگو کرتا اور ان کو اپنے مذہب کی طرف مائل کرتا رہا اور یکے بعد دیگرے اُن کو باتیں بتاتا رہا۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ بھی اُس کے کچھ ایسے گرویدہ ہو گئے کہ اُس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اُن کے وطن چلے اور ان کے بچّوں کو تعلیم دے۔ مگر اُس نے بعد مسافت کا عذر کیا اور کہا کہ اگر مجھ کو مصر میں روزگار مل گیا اور میری حاجت پوری ہوگئی تو فبہا ورنہ میں تمہارے ساتھ قیروان تک چلونگا۔ جب یہ لوگ مصر پہنچے تو وہ اُن سے جدا ہو گیا اور ایسا معلوم ہُوا کہ تلاش روزگار میں سرگرداں ہے۔ پھر وہ لوگ دوبارہ اُس سے ملے اور اُس کا حال دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ اس ملک میں میری خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ ان لوگوں نے پھر اُس کو ساتھ چلنے کے لئے کہا اور اُس نے

بھی ہاں کرلی۔چنانچہ قیروان پہنچنے تک وہ برابر اُس کی صحبت میں رہے یہاں اُنہوں نے پھر خواہش ظاہر کی کہ وہ اُن کے ساتھ وطن جائے اور وہاں اُس کی آرزو کے مطابق تعلیم اطفال اُس کے سپرد کردی جائیگی۔مگر اُس نے کہا کہ میرے لئے ضروری ہے کہ پہلے قیروان میں رہ کر اپنی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کروں اور اگر یہاں میری غرض پوری نہ ہوئی تو میں تمہارے پاس چلا آؤنگا۔ان اہل مغرب کا رئیس سب سے زیادہ اُس کو ساتھ رکھنے کا خواہش مند تھا اور وہی سب سے بڑھ چڑھ کر اُس کی خاطر و مدارات بھی کرتا تھا چنانچہ اُس نے اپنے مقام اور مکان اور قبیلۂ کتامہ کا پورا پورا پتہ دے دیا۔ابوعبداللہ نے چند روز قیروان میں قیام کرکے تمام قبائل کے حالات کا پتہ لگایا اور آخر اُس کو صریحاً معلوم ہوگیا کہ تمام افریقیہ میں بلحاظ تعداد، شوکت اور امیر ملک پر دباؤ کے قبیلۂ کتامہ کا کوئی قبیلہ لگا نہیں کھا سکتا۔جب اُس کو پورے طور پر یہ بات معلوم ہوگئی تو اُس نے کتامہ کے مقدم الذکر رئیس کا رُخ کیا اور ایک اشہب خچر پر سوار ہوکر مع چند ہمراہیوں کے اُدھر کا راستہ لیا۔جب اس رئیس کے مقام تک پہنچا تو راستے سے ذرا ہٹ گیا اور ایک کھیت میں پہنچا جس میں بیل غلے کو کھوند رہے تھے اور کتامہ کا ایک معتبر آدمی مع اپنے بیٹے کے بیٹھا ہوا تھا۔اُس نے اُن کے پاس آکر اُن کو سلام کیا۔وہ فوراً کھڑے ہوگئے اور اُس کو اپنے پاس اترنے کے لئے کہا۔ابوعبداللہ نے اُن کی یہ درخواست منظور کرلی۔چنانچہ اُنہوں نے اس کو اپنے گھر میں اتارا اور بڑی آؤبھگت کی۔داعی (یعنی ابوعبداللہ) نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہارے بیٹے کا کیا نام ہے۔اُس نے کہا تمام۔پھر پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے۔اس نے کہا معارک۔اس پر ابوعبداللہ نے دل میں سوچا کہ ہمارا کام انشاء اللہ ضرور اتمام کو پہنچ جائیگا مگر معرکوں کے بعد۔پھر داعی نے وہاں

سے رخصت ہونا چاہا تو انہوں نے ایک عورت کو بطور رہبر اُس کے ساتھ کر دیا کیونکہ اُن میں اور اُن کے چچازاد بھائیوں میں جنگ چھڑی ہوئی تھی وہ روانہ ہو کر کتامہ کے ایک گھر میں اترا اور مسجد میں پہنچا۔ یہاں ایک معلم بیٹھا ہوا بچوں کو پڑھا رہا تھا۔ وہ فوراً کھڑا ہوا اور اُس کو سلام کیا۔ ابو عبداللہ اب تک اپنے اشہب خچر پر سوار تھا۔ معلم اس کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ اُس سے ابو عبداللہ کو شک گزرا۔ وہ جانور پر سے اتر کر مسجد میں داخل ہوا اور معلم کو بلا کر دریافت کیا کہ تم مجھ کو اور میرے خچر کو غور سے دیکھ رہے تھے معلم نے کہا کہ ہاں اس کا ایک سبب ہے جو میں اب تم کو بتاتا ہوں۔ زمانۂ قدیم میں قبیلۂ کتامہ میں فلیتو نامی ایک کاہن تھا جس نے ان لوگوں کے فتنہ و فساد کو دیکھا تو کہا کہ جب مشرق سے ایک شخص اشہب خچر پر سوار ہو کر آئیگا تو تم جنگ کو دیکھو گے۔ میں نے جب تم کو دیکھا تو مجھے اُس کا قول یاد آ گیا۔ جب ابو عبداللہ کے کان میں یہ بات پڑی تو اُس نے اس سے بھی نیک فال لی چنانچہ اس نے اور اس کے قبل کی فال نے اُس کے دل اور کام کو تقویت دی اور اُس نے جلدی جلدی کام شروع کیا؛ حالانکہ اس سے قبل وہ اس قابل نہ تھا کہ کسی چیز پر اعتماد کر سکے فسبحان مسبب الاسباب۔ بہر نوع ابو عبداللہ داعی وہاں سے چل کر کتامی رئیس کے پاس پہنچا۔ اُس کی مسجد میں آیا اور وہیں قیام کیا۔ یہاں ایک معلم بچوں کو تعلیم دے رہا تھا اور اُس کے پاس اس رئیس قبیلہ کے بچے بھی تھے جو ابو عبداللہ کا دوست بن چکا تھا۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا اور شیخ نے اذان کی آواز سنی تو وہ مسجد میں آیا جہاں اُس نے ابو عبداللہ کو دیکھ کر سلام اور معانقہ کیا اور جب معلم نماز پڑھانے کے لئے محراب میں جانے لگا تو شیخ فُلے سے ہٹا کر ابو عبداللہ کو محراب میں کھڑا کر دیا۔ نماز کے ختم ہونے کے بعد

ابو عبداللہ اس کے ساتھ مکان کو چلا گیا۔ یہاں شیخ نے اُس کی بڑی خاطر کی اور نمازِ عصر کے وقت تک وہ باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد نماز کے لئے برآمد ہوئے اور چونکہ معلم کو پہلے شک گزر چکا تھا اس لئے اُس نے مسجد اور تعلیم دونوں کو ترک کر دیا اور چلا گیا۔ لہٰذا اب ابو عبداللہ مسجد کا پیش امام اور بچوں کا معلم ہو گیا۔ اُس نے ان کی تعلیم میں سخت جد و جہد کی۔ چنانچہ اُن کے والدین نے اُس کا شکریہ ادا کرنے کے طور پر چالیس دینار جمع کئے اور شیخ نے اُن میں کچھ اضافہ کر کے ابو عبداللہ کے سامنے پیش کیا۔ اور کمی پر عذر کیا۔ ابو عبداللہ نے اس قم کو اپنے سامنے ہی رکھا رہنے دیا اور اپنا ہاتھ ایک تھیلی کی طرف بڑھایا اور پانچ سو دینار نکال کر شیخ کے سامنے ڈال دیئے اور اُس سے کہا کہ میں درحقیقت بچوں کا معلم نہیں ہوں بلکہ میں اب اصل معاملہ سے تم کو آگاہ کرتا ہوں۔ اس کو غور سے سنو۔ ہم لوگ اہل بیت کے انصار میں سے ہیں اور اے اہل کتامہ تم میں بھی ایک روایت چلی آتی ہے کہ تم ہمارے انصار اور قیام سلطنت میں ہمارے مددگار ہو گئے اور یہ کہ اللہ تمہارے سبب سے اپنے دین کو غالب کریگا اور اہل بیت کو عزت دیگا۔ اُن میں ابھی ایک امام ظاہر ہو گا جس کے تم مددگار ہو گے اور اُس کے لئے اپنی جانیں تک قربان کرو گے تمہاری مدد سے ہی اللہ اُن کے لئے تمام دنیا کو فتح کریگا۔ اس طرح تمہارا اجر کئی گنا ہو گا اور دنیا اور آخرت کی بہترین چیزیں تم کو میسر آجائینگی۔ یہ سُن کر شیخ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے میں اُس کو قبول کرتا ہوں اور اس کے لئے اپنا مال اور جان خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ نہ صرف اپنا بلکہ اپنے تمام ساتھیوں کا بھی میں تمہارا مطیع ہوں اور جو کچھ تم کرنا چاہو اُس کا مجھے حکم دو۔ ابو عبداللہ نے کہا کہ اپنے نزدیک کے رشتہ داروں کو دعوت دو۔ شیخ نے کہا اچھا۔ اور اس کے بعد اپنے تمام عزیزوں اور اُن لوگوں کو مدعو کیا جو بالخصوص اُس کے

ساتھ تھے۔ اسی اثنا میں رمضان کا مہینہ آگیا، تو ابو عبداللہ نے کہا کہ رمضان آ گیا ہے اور ہمارے مذہب میں تراویح پڑھنا جائز نہیں کیونکہ یہ حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) کی بدعت ہے، نہ کہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے میں یہ کرونگا کہ نماز عشا میں قرآن شریف کی لمبی سورت پڑھونگا۔ اس طرح یہ نماز تراویح کی بجائے ہوجائیگی۔ شیخ نے کہا کہ میں اس معاملہ میں بھی تمہارا مطیع و فرمان بردار ہوں، جو کچھ جی چاہے کرو۔

جب اس نئی نماز اور شیعہ داعی کے دیگر حالات کی کچھ کچھ اطلاع شیخ کے پڑوسیوں اور اُس کے بھائی کو ہوئی۔ تو موخرالذکر شیخ کے پاس آیا اور اُس سے کہا کہ تم کو آخر کیا ہو گیا ہے کہ اس مشرقی شخص نے تمہارے مذہب کو فاسد اور دین کو تبدیل کر دیا ہے۔ آخر جب وہ خاموش ہُوا تو شیخ نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں دعوت دیتا ہوں کہ تم بھی اُس کام میں میرے شریک ہو جاؤ جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے، یا اس شخص کی برائی میرے سامنے نہ کرو جس کی نیکی، علم وفضل، دینداری اور پرہیزگاری کو میں نے پورے طور پر آزما لیا ہے۔ یہ سُن کر اس کا بھائی ناراض ہو کر چلا گیا اور شیخ تمام جماعت کو لے کر علیحدہ ہو گیا اور ان کے سامنے ابو عبداللہ کی تعریفیں کرنی شروع کیں، اور اُس کے ایسے فضائل بیان کئے کہ لوگوں کے دلوں میں اُس کی محبت جاگزیں اور اُس کی تعظیم پیوست ہو گئی۔ شیخ نے اُس سے استدعا کی کہ وہ اُن سب سے گفتگو کرے۔ چنانچہ ابو عبداللہ نے اپنی زبان میں کہا تم سب اہل بیت کے انصار اور شیعہ ہو۔ اس تمام گفتگو میں حلاوت الفاظ کی وجہ سے ان کی عقلیں بالکل سلب ہو گئیں اور آخر کار وہ سب کے سب اس کی تحریک میں شریک ہو گئے۔ پھر شیخ کا بھائی اُس (شیخ) کے پاس آیا اور اپنے اولاد کے معلم کی تعریف کرتے ہوئے دعوے کیا کہ

وہ ابوعبداللہ سے زیادہ عالم ہے اور اس لئے یہ مطالبہ کیا کہ دونوں کا مناظرہ کرایا جائے۔ شیخ نے یہ منظور کر لیا اور دونوں میں اس کے متعلق عہد و پیمان ہو گیا۔ جب مناظرہ کا وقت قریب آیا تو شیخ کا بھائی اپنے بچوں اور اُن کے معلم کو لے کر آیا۔ اُدھر جب شیخ کو اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے بنی عم کی ایک ایسی جماعت کو لے کر جو اُس کے مذہب میں داخل ہو چکی تھی نکلا اور اُن سے کہہ دیا کہ جب ہم یک جا ہوں تو میرے بھائی کے کمرے پر اس طرح حملہ کرنا کہ یہ معلوم ہو کہ تم اُس کے دشمن ہو۔ ایک دوسری جماعت کو اُس کے راستے میں کمین گاہ میں بٹھا دیا اس کا بھائی اپنے بچوں اور معلم کو لئے بیٹھا تھا کہ اچانک اُس کے کمرے کی طرف چیخ کی آواز آئی۔ وہ اس طرف تیزی سے چلا ہی تھا کہ لوگوں نے کمین گاہ سے نکل کر اپنی تلواروں سے اُس کا کام تمام کر دیا اور اُسے بالکل کوچ ڈالا۔ شیخ کو جب اپنے بھائی کے قتل کی اطلاع ہوئی۔ تو اس طرح بسرعت تمام موقع پر پہنچا کہ اُس کو اس واقعہ کا پہلے سے علم ہی نہ تھا۔ اُس کے بنو عم تعزیت کے لئے آئے۔ اُن کی ضیافت کے لئے گائے ذبح کی گئی اور اس موقع پر اُس نے ان لوگوں سے عہد و پیمان لیا کہ وہ ہمیشہ داعی کے مطیع و فرمان بردار رہینگے۔ اس طرح بہ تدریج اُس نے ایک بڑی جماعت کو اکٹھا کر لیا اور یہ رئیس آئندہ سات سال برابر اپنی قوم کے ہمرکاب اُن کی جنگوں میں شریک رہا۔ جب اُس کی موت کا وقت قریب آیا تو اُس نے اپنے بنی عم کو جمع کیا اور اُنہیں وصیت کی کہ وہ اس شخص (یعنی ابوعبداللہ) کا ساتھ نہ چھوڑیں اور اُس کے بارے میں کسی قسم کا اختلاف نہ کریں۔ اسی طرح اُس نے ابوعبداللہ کو اپنے بیٹوں کے بارے میں وصیت کی۔ چنانچہ تمام اہل کتامہ داعی کے مطیع اور اس قبیلہ کے علاوہ دوسرے قبائل بھی اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ اس پر اُس نے ان کے لئے ایک دیوان قایم کیا

اور چھاؤنی کی بنا ڈالی۔ اُس نے ان سے یہ بھی کہہ دیا کہ میں تم کو اپنے لئے دعوت نہیں دیتا بلکہ اہل بیت کے امام معصوم کی اطاعت و فرمان برداری کے لئے بلاتا ہوں۔ اس امام معصوم کی صفات بیان کرنے میں اُس نے اُس کے ایسی ایسی کرامات بھی بیان کیں جو خلاف عقل تھیں، مگر لوگ ان کو صحیح مانتے تھے۔ وہ اُن سے کہا کرتا تھا کہ وہی امام درحقیقت اس امر کا اصلی مالک ہے اور جب وہ (یعنی عبید اللہ) ظاہر ہو جائیگا تو میں ہٹ جاؤنگا۔ لطف یہ ہے کہ ابو عبداللہ نے امام کو خود نہیں دیکھا تھا، بلکہ شیعوں سے صرف اُس کے حالات ہی سنے تھے۔ اس لئے اس بارے میں اُس کا اعتقاد بالکل مستحکم تھا اور امام کے دیکھنے پر مبنی نہ تھا۔ جب تک بربریوں کا کام بالکل درست نہیں ہوا اور وہ امیر افریقیہ کو شکست دے کر ملک پر قابض نہیں ہو گیا، ابو عبداللہ نے امام کو نہیں دیکھا تھا۔

سنہ ۲۸۱ھ میں ابراہیم ابن اغلب صاحب افریقیہ نے میمون حبشی کو حکم دیا کہ تونس جا کر وہاں بنو تمیم وغیرہ کو قتل کر ڈالے۔ میمون نے اُن کو قتل کر کے شہر کے دروازے پر اُن کو سولی پر چڑھا دیا۔ اُس کی واپسی کے وقت اہل تونس کے اکابر و اشراف اُس کے ساتھ امیر کی ملاقات کو آئے۔ ابراہیم نے حبشی کو ریشمی خلعت۔ اور سونے کا طوق عنایت کیا اور گھوڑے پر سوار کرا کے تونس روانہ کر دیا۔ اسی سال ۸۔ رجب کو ابراہیم خود بھی تونس چلا گیا اور وہیں مقیم ہوا۔

سنہ ۲۸۲ھ میں اہل صقلیہ اور رومیوں کے درمیان چالیس ماہ کے لئے اس شرط پر صلح ہوئی کہ ایک ہزار مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور تین مہینے تک عربوں کے یرغمال رومیوں کے پاس رہیں اور تین مہینے بربریوں کے۔ اسی سال ابراہیم بن احمد نے اپنے بیٹوں کو مختلف بلاد افریقیہ کا عامل بنایا۔

۲۸۳ھ میں ابراہیم بن احمد تونس سے پھر رقادہ واپس آگیا۔ ابو منصور احمد بن ابراہیم اطرابلس گیا اور ابو بکر بن ادھم مصر کو روانہ ہوُا۔ اسی سال واقعۂ نفوسہ پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قابس اور اطرابلس کے درمیان اہل نفوسہ ابراہیم بن احمد سے معترض ہوئے اور اُسے آگے بڑھنے سے روکا۔ یہ لوگ تعداد میں بیس ہزار تھے۔ مگر اُن میں ایک بھی سوار نہ تھا۔ ابراہیم نے اُن پر حملہ کیا اور مہیب خون ریزی اور جنگ کے بعد اُن کو شکست دی۔ اس واقعہ کے بعد ابراہیم اطرابلس کی طرف بڑھا اور وہاں ابو عباس محمد بن زیادۃ اللہ بن اغلب کو قتل کیا۔ یہ ایک زبردست ادیب اور صاحب تصنیف تھا۔ اس کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ خلیفہ معتضد باللہ عباسی نے ابراہیم ابن احمد کو اہل تونس کے معاملہ میں لعنت ملامت کی تھی اور لکھا تھا کہ یا تو تم اپنے اخلاق و عادات کو بدلو یا امر ولایت اپنے برادر عم زاد محمد بن زیادۃ اللہ کے سپرد کردو۔ بہر حال ابراہیم اطرابلس سے تاورغا گیا وہاں پندرہ آدمیوں کو قتل کیا اور پھر حکم دیا کہ اُن کے سروں کو پکایا جائے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اور اس کے ہمراہی ان کو کھانا چاہتے ہیں۔ اس خیال سے ہی اہل عسکر کانپ اُٹھے اور کہنے لگے کہ وہ دیوانہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ لوگ آہستہ آہستہ بھاگنے لگے جب ابراہیم نے یہ دیکھا تو اُس کو اندیشہ ہوُا کہ وہ اکیلا رہ جائیگا۔ اس لئے وہ تونس واپس آیا اور بھاگنے والوں کو یہ سزادی کہ اُن میں سے ہر ایک پر تیس۳۰ دینار جرمانہ کردیا۔ یہ جرمانہ غرم الھاربین کے نام سے مشہور ہے۔

۲۸۴ھ میں ابو العباس بن ابراہیم بن احمد کو ”واقعۂ نفوسہ“ پیش آیا اُس نے اُن کی ایک بڑی کثیر تعداد کو قتل کیا اور کم و بیش تین سو آدمیوں کو قید کیا جب وہ ان کو لے کر اپنے باپ ابراہیم بن احمد کے پاس پہنچا تو اُس نے اُن

سب کو اپنے سامنے بلوایا اور ایک بڈھے کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ کیا تو حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو پہچانتا ہے۔ اُس نے فوراً جواب دیا کہ اے ابراہیم تجھ پر ظلم اور سفک دم کے باعث خدا کی لعنت ہو۔ یہ سُن کر ابراہیم نے اُس کو ذبح کر ڈالا۔ اور اُس کا پیٹ چاک کر کے دل اپنے ہاتھ میں رکھ لیا۔ پھر حکم دیا کہ باقی قیدیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا جائے۔ چنانچہ ان سب کے دلوں کو ایک رسی میں پرو کے (قیروان کے) باب تونس میں لٹکا دیا۔

قصۂ ابن اغلب مع ابوالاحوص، زاہد مشہور:۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوالاحوص احمد بن عبداللہ المکفوفی سوسہ کے رہنے والے ایک زاہد و عابد شخص تھے۔ ابراہیم کا جور و ظلم حد کو پہنچ گیا تو انہوں نے سوسہ کے ایک شخص کو بلایا اور اُس سے ابراہیم کے نام ایک خط لکھوایا جس میں ایک مقام پر تھا کہ اے فاسق، جابر اور خائن تو قوانین و شرائعِ اسلام سے دور جا پڑا ہے اور عنقریب جب جہنم میں تیرا ٹھکانا بنیگا تو اُس وقت تجھ کو تمام حال معلوم ہوگا یہ خط لکھوا کر ابراہیم کے پاس روانہ کر دیا وہ اُسے پڑھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ اُس نے ابوالاحوص کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہاری فضیلت و دینداری کی وجہ سے ہم تم سے معترض نہیں ہوتے! مگر جس شخص نے یہ خط لکھا ہے اُس کو میرے پاس روانہ کر دو! ورنہ بخدا میں اہل سوسہ کے اتنے آدمی قتل کر ڈالوں گا اور اس تمام خون ریزی اور سفک دم کا وبال تمہاری گردن پر رہیگا۔ ابوالاحوص نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اگر تو ہزار آدمیوں کو بھی قتل کرے تو اس کا وبال سوائے تیرے اور کسی پر نہ ہوگا! اور اگر تجھ کو وہ تمام باتیں معلوم ہوتیں جو مجھ کو معلوم ہیں تو تو ایسا سلوک ایک شخص کے ساتھ بھی نہ کرتا۔ اس لئے خدا سے توبہ کر، اور جور و ستم سے دست کش ہو جا۔ یہ جواب پا کر ابراہیم خاموش ہو رہا اور اُن سے

باز پرس نہ کی۔ ابوالاحوص نے اسی سال وفات پائی +

۲۸۵ھ میں صقلیہ میں وہاں کے عربوں اور بربریوں میں فساد ہوا اور اسی کے دوران میں ابراہیم بن الاغلب نے اُن کو پھر مطیع ہوجانے کے لئے لکھا اور تمام مفسدوں کو سوائے ابوالحسن بن یزید اُس کے دو بیٹوں اور حضرمی کے، امان دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اُن کو گرفتار کرکے ابراہیم کے پاس بھیج دیا گیا۔ ابوالحسن کو زہر دیا گیا اور وہ اُسی وقت مر گیا۔ پھر اُس کی نعش کو مصلوب کیا گیا۔ اس کے دونوں بیٹے بھی قتل کئے گئے۔ حضرمی ابراہیم سے مذاق کرنے لگا۔ مگر اُس نے کہا کہ یہ مذاق کا وقت نہیں۔ اس کے بعد اُس کو ابراہیم کے سامنے ڈنڈوں سے پیٹ کر مار ڈالا گیا +

۲۸۶ھ میں ابراہیم بن اغلب اپنے بعض جوانوں سے ناراض ہوگیا۔ اسی سال ابوعباس بن ابراہیم بن احمد بن اغلب اور بنی بلطیط کے درمیان بسکرہ کے مقام پر ایک جنگ پیش آئے جس میں اُس نے اس قبیلہ کی جمعیت کو پراگندہ کردیا، ان کے لوگوں کو بکثرت قتل کیا اور فساد کو فرو کردیا +

۲۸۷ھ میں صقلیہ میں سخت خون ریزی ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوعباس عبداللہ بن ابراہیم بن احمد بن اغلب کو اُس کے باپ نے صقلیہ میں امن و امان قایم کرنے کی غرض سے ایک بیڑا دے کر روانہ کیا۔ وہ فوراً بلرم پہنچا اور وہاں کے باشندوں کو امان دی۔ اس پر وہاں کا قاضی اہل شہر کی ایک جماعت کے ہمراہ ابوعباس سے ملاقات کے لئے آیا۔ اُس نے ان سب کو قید کرلیا اور قاضی کو نکال دیا پھر اُس نے افریقیہ کے آٹھ بزرگوں کو اہل شہر کے پاس بھیجا اور اُنہوں نے اپنے اکابر سے بدسلوکی کا بدلہ لینے کے لئے اِن آٹھوں کو قید کرلیا اور جنگ کے قصد سے روانہ ہوئے۔ مگر اُن کو شکست ہوئی وہ کثیر تعداد

میں قتل ہوئے اور اُن کے جہازات جلا ڈالے گئے یا غرق کر دیئے گئے۔ ان کی جنگ کا اثر بلرم تک پہنچا۔ اب ابو عباس خود اُن کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ بلرم کے دروازے پر جنگ ہوئی۔ اہالی شہر تعداد کثیر میں قتل ہوئے اور آخر کار اُس سے امن مانگی۔ چنانچہ اُس نے ان کو امن دی اور خود ۲۰۔ رمضان سنہ مذکور کو شہر میں داخل ہوا۔

۲۸۸ھ میں ابراہیم ابن احمد نے اپنے بیٹے ابو عبداللہ کو ایک عظیم الشان لشکر دے کر نزاب روانہ کر دیا۔ اسی سال ابو عباس صاحب صقلیہ نے جنگ کی اور شہر ریّہ[1] (REGGIO) میں بزور شمشیر داخل ہوا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کے علاوہ دیگر قلعوں نے بھی اُس سے امان طلب کی اور جزیہ دینا قبول کیا۔

۲۸۹ھ میں ابراہیم بن احمد نے جب دیکھا کہ قبیلہ کتامہ میں ابو عبداللہ داعی کے قدم جم گئے ہیں تو اپنے جور و ستم سے توبہ کی اور کوشش کی کہ عامۃ الناس کو راضی اور اکابر الناس کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرلے۔ چنانچہ اُس نے تمام مظلوم لوگوں کو رہا کر دیا، ضمانتوں سے دست بردار ہوا، جو ٹیکس اُس نے شروع کئے، جاگیرداروں کو ایک سال کی مالگذاری معاف کر دے اور اس سال کا نام "سنۃ العدل" رکھا اس کے علاوہ اپنے غلاموں کو آزاد کیا، اور اکابر فقہائے قیروان کو بہت سا مال و اسباب ضعیفوں اور مسکینوں میں تقسیم کرنے کے لئے دیا۔ مگر یہ تمام مال یوں ہی کھایا گیا، یا غیر مستحق لوگوں میں تقسیم ہوا اور یا شہوات نفسانی اور لذات حیوانی کے پورا کرنے میں صرف ہوا۔ اسی وقت ابراہیم کا بیٹا ابو عباس

---

[1] آبنائے مسینا کے کنارے اٹلی کے ساحل پر سسلی کے شہر مسینا کے بالکل بالمقابل ایک شہر ہے۔ (مترجم)

بھی صقلیہ سے ملک کا دعویدار بن کر آیا اور باپ نے ملک اُس کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد ابو عباس نے مختلف صوبوں پر جس کو چاہا عامل بنا دیا۔

ابراہیم بن احمد کا مجمل حال اور اُس کی وفات کا بیان

وہ ۲۳۰ھ میں اور با بقول النویری ۲۳۵ھ میں عید الضحیٰ کے دن پیدا ہوا اور ۲۸۹ھ میں پیر کے دن جب ماہ ذیقعد کے ختم ہونے میں تیرہ دن باقی تھے رومیوں کے علاقہ میں مرا۔ اس کے جنازے کو صقلیہ لے جایا گیا اور موت کے ۴۳ دن بعد وہاں دفن ہوا۔ وفات کے وقت اُس کی عمر (۴۲) سال کی تھی۔ اس کی ولایت کا زمانہ (۲۸) سال (۶) ماہ اور (۱۲) دن ہے۔

اپنی امارت کے شروع چھ سات برس میں اُس نے حسن سیرت اور خوش اخلاقی میں اسلاف کا تتبع کیا۔ اس کے بعد اُس کے حالات بدلنے شروع ہوئے اور اس نے مال جمع کرنا شروع کیا۔ اور پھر ہر سال یہ تغیر زیادہ ہوتا گیا اور اُس کا سوء اخلاق بڑھتا چلا گیا۔ بُرے افعال کے ساتھ اُس میں خون ریزی بھی پیدا ہو گئی اور اُس نے اپنے دوستوں اور حاجبوں کو قتل کیا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اپنے بیٹے الملکنی بہ ابو اغلب اور بیٹیوں کو بھی تہ تیغ کر ڈالا اور ایسے ایسے افعال اس سے سرزد ہوئے جن کی مثال اس سے قبل نہیں ملتی۔ وہ زود رنج اور شدید الحسد بھی تھا۔ جیسا کہ اوپر بھی لکھا جا چکا ہے کہ شروع شروع میں وہ حسن اخلاق اور حسن سیرت کی صفات سے مزین تھا۔ مگر انجام کار خلط سوادی اُس کے مزاج میں غالب آ گئی اور اُس سے اس کے تمام اخلاق و افعال بدل گئے۔ کہتے ہیں کہ اُس کی ایک لونڈی سے اُس کا ایک چھوٹا سا رومال جس سے وہ منہ پونچھا کرتا تھا گم ہو گیا اور ایک نوکر کے پاس سے ملا۔ اس جرم میں اُس نے تین سو

خانہ نشیں ہو گیا اور اُس کے ساتھی قید کر دیئے گئے۔

ابو عباس (عبداللہ) بن ابراہیم بن احمد کے قتل کا بیان

ماہ شعبان کے ختم ہونے میں صرف ایک دن باقی تھا کہ بدھ کے روز ابو عباس قتل کیا گیا۔ اُس نے اپنے باپ کی موت کے بعد صرف نو مہینے اور گیارہ دن اور اگر تفویض سلطنت کی تاریخ سے حساب لگایا جائے تو ایک سال (۵۲) دن حکومت کی۔ اُس کے قتل کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن وہ حمام سے نکل کر خالی مکان میں آیا یہاں سے سوائے دو جوانوں کے جن پر اس کو پورا پورا اعتماد تھا سب کو نکال دیا اور پھر تلوار سر کے نیچے رکھ کے سو گیا۔ اب ان دونوں جوانوں نے اُس کے قتل کے متعلق آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے ہم زیادۃ اللہ کو قید سے چھڑا کر اُس کے باپ کا پاپ بھی کاٹے دیتے ہیں۔ زیادۃ اللہ کا مکان بھی قریب ہی تھا۔ چنانچہ اُن میں سے ایک نے تلوار کو اس کے سر کے نیچے سے کھینچ کر اُس کی گردن مار دی۔ دوسرا جوان مکان کی طرف دوڑا۔ دیوار پر چڑھ کر زیادۃ اللہ کے پاس پہنچا اور اُس کو ابو عباس کے قتل کی خبر دی۔ پہلے تو زیادۃ اللہ نے سمجھا کہ یہ بھی اُس کے ساتھ مکر ہے۔ اس لئے اس خادم سے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو اُس کا سر دکھلا۔ خادم بسرعت تمام واپس آیا اور سر اُس کے پاس پھینک دیا۔ اب زیادۃ اللہ کو معلوم ہوا کہ یہ خبر صحیح ہے۔

زیادۃ اللہ بن ابو العباس عبداللہ بن ابراہیم بن احمد بن اغلب کی ولادت کا بیان

جب زیادۃ اللہ کو اپنے باپ کی موت کا یقین ہو گیا اور اُس کا سر اپنے سامنے پڑا ہوا دیکھ لیا تو اُس نے اپنی زنجیریں توڑیں اور اس خوف سے کہ اس امر کی اطلاع

اُس کے چچاؤں نہ ہو جائے۔ بسرعت تمام وہاں سے نکلا اور عبداللہ بن صائغ، ابو مسلم منصور بن اسماعیل (جو اسی کی طرح تہمت میں قید تھے) اور عبداللہ بن ابی طالب کو پاس بلایا۔ جب وہ آ گئے تو اُن سے کہا کہ اپنے اور میرے بارے میں غور کرو اور مشورہ دو۔ انہوں نے کہا کہ اپنے چچاؤں، شرفاء اور افسران فوج کو اپنے باپ کی طرف سے ہی بلا بھیجو۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور انعام و اکرام تقسیم کر کے اُن سے بیعت لے لی۔ تونس میں منادی کرائی کہ شہر میں جتنی فوج ہے وہ امیر کے دروازے پر حاضر ہو۔ سپاہی مسلح ہو کر آئے۔ ایک ایک کو اُس کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہاں انہوں نے بیعت کی اور ہر ایک کو پچاس مثقال (سونا؟) دیا گیا۔ یہی سلوک اُس نے اکابر شہر سے بھی کیا۔ اسی روز بیعت کا فرمان بھی لکھا جو تونس کی جامع مسجد میں پڑھا گیا اور وہاں عوام الناس نے بھی اُس سے بیعت کر لی۔ پھر مختلف شہروں کے عمال کو لکھا کہ گزشتہ طریقے کے مطابق وہ بھی اُس کے لئے بیعت لیں۔ جب رات قریب آئی تو فوج میں منادی کی گئی کہ اپنے عطیات لینے کی غرض سے صبح کو حاضر ہوں۔ پھر اُس نے اپنے چچاؤں کو واپس جانے کی اجازت میں لیت و لعل کیا اور آخر اُن سب کی مشکیں کس کر ایک کشتی میں سوار کرایا اور اپنے چند معتبر لوگوں کی سپردگی میں دے کر جزیرہ کراث کو جو تونس سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے روانہ کر دیا۔ وہاں ہفتہ کی رات ۲۰ رمضان المبارک کو اُن سب کی گردنیں مار دی گئیں۔ صبح کو رات کی منادی کے مطابق فوج اور موالی انعام کی غرض سے حاضر ہوئے جب آدھا دن گذر گیا تو اُن سے کہہ دیا گیا کہ آج امیر بہت مصروف ہے کل آؤ۔ دوسرے دن آئے تب بھی ایسا ہی ہوا۔ غرض کہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ آخر کار اُن کے دل سرد اور اختلاف و شقاق کی طرف مائل ہو گئے۔

جب اس طرح زیادۃ اللہ کی حکومت مستحکم ہو گئی تو اُس نے اُن دونوں جوانوں کو بلایا جنہوں نے اُس کے باپ کو قتل کیا تھا اور ان کے ہاتھ پیر کٹوانے کے بعد تونس

سے رخصت ہونا چاہا تو انہوں نے ایک عورت کو بطور رہبر اُس کے ساتھ کر دیا کیونکہ اُن میں اور اُن کے چچازاد بھائیوں میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ وہ روانہ ہو کر کتامہ کے ایک گھر میں اترا اور مسجد میں پہنچا۔ یہاں ایک معلم بیٹھا ہوا بچوں کو پڑھا رہا تھا۔ وہ فوراً کھڑا ہوا اور اُس کو سلام کیا۔ ابو عبداللہ اب تک اپنے اشہب خچر پر سوار تھا۔ معلم اس کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ اُس سے ابو عبداللہ کو شک گزرا۔ وہ جانور پر سے اتر کر مسجد میں داخل ہوا اور معلم کو بلا کر دریافت کیا کہ تم مجھ کو اور میرے خچر کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ معلم نے کہا کہ ہاں اس کا ایک سبب ہے جو میں اب تم کو بتاتا ہوں۔ زمانہ قدیم میں قبیلۂ کتامہ میں فلیتق نامی ایک کاہن تھا جس نے ان لوگوں کے فتنہ و فساد کو دیکھا تو کہا کہ جب مشرق سے ایک شخص اشہب خچر پر سوار ہو کر آئیگا تو تم جنگ کو دیکھو گے۔ میں نے جب تم کو دیکھا تو مجھے اُس کا قول یاد آ گیا۔ جب ابو عبداللہ کے کان میں یہ بات پڑی تو اُس نے اس سے بھی نیک فال لی چنانچہ اس نے اور اس کے قبل کی فال نے اُس کے دل اور کام کو تقویت دی اور اُس نے جلدی جلدی کام شروع کیا! حالانکہ اس سے قبل وہ اس قابل نہ تھا کہ کسی چیز پر اعتماد کر سکے فسبحان مسبب الاسباب بہر نوع ابو عبداللہ داعی وہاں سے چل کر کتامی رئیس کے پاس پہنچا۔ اُس کی مسجد میں آیا اور وہیں قیام کیا۔ یہاں ایک معلم بچوں کو تعلیم دے رہا تھا اور اُس کے پاس اس رئیس قبیلہ کے بچے بھی تھے جو ابو عبداللہ کا دوست بن چکا تھا۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا اور شیخ نے آذاں کی آواز سنی تو وہ مسجد میں آیا۔ جہاں اُس نے ابو عبداللہ کو دیکھ کر سلام اور معانقہ کیا اور جب معلم نماز پڑھانے کے لئے محراب میں جانے لگا تو شیخ فلُے نے ہٹا کر ابو عبداللہ کو محراب میں کھڑا کر دیا۔ نماز کے ختم ہونے کے بعد

ابوعبداللہ اس کے ساتھ مکان کو چلا گیا۔ یہاں شیخ نے اُس کی بڑی خاطر کی اور نمازِ عصر کے وقت تک وہ باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد نماز کے لئے برآمد ہوئے اور چونکہ معلم کو پہلے شک گزر چکا تھا اس لئے اُس نے مسجد اور تعلیم دونوں کو ترک کردیا اور چلا گیا۔ لہٰذا اب ابوعبداللہ مسجد کا پیش امام اور بچوں کا معلم ہو گیا۔ اُس نے ان کی تعلیم میں سخت جدوجہد کی۔ چنانچہ اُن کے والدین نے اُس کا شکریہ ادا کرنے کے طور پر چالیس دینار جمع کئے اور شیخ نے اُن میں کچھ اضافہ کرکے ابوعبداللہ کے سامنے پیش کیا۔ اور کمی پر عذر کیا۔ ابوعبداللہ نے اس رقم کو اپنے سامنے ہی رکھا رہنے دیا اور اپنا ہاتھ ایک تھیلی کی طرف بڑھایا اور پانچ سو دینار نکال کر شیخ کے سامنے ڈال دیئے اور اُس سے کہا کہ میں درحقیقت بچوں کا معلم نہیں ہوں بلکہ میں اب اصل معاملہ سے تم کو آگاہ کرتا ہوں۔ اس کو غور سے سنو۔ ہم لوگ اہل بیت کے انصاریں سے ہیں اور اے اہل کتامہ تم میں بھی ایک روایت چلی آتی ہے کہ تم ہمارے انصار اور قیام سلطنت میں ہمارے مددگار ہو گے؛ اور یہ کہ اللہ تمہارے سبب سے اپنے دین کو غالب کریگا اور اہل بیت کو عزت دیگا۔ اُن میں ابھی ایک امام ظاہر ہوگا جس کے تم مددگار ہوگے اور اُس کے لئے اپنی جانیں تک قربان کردو گے تمہاری مدد سے ہی اللہ اُن کے لئے تمام دنیا کو فتح کریگا۔ اس طرح تمہارا اجر کئی گنا ہوگا اور دنیا اور آخرت کی بہترین چیزیں تم کو میسر آجائینگی۔ یہ سُن کر شیخ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے میں اُس کو قبول کرتا ہوں اور اس کے لئے اپنا مال اور جان خرچ کرنے کے لئے تیار ہوں؛ نہ صرف اپنا بلکہ اپنے تمام ساتھیوں کا بھی میں تمہارا مطیع ہوں اور جو کچھ تم کرنا چاہو اُس کا مجھے حکم دو۔ ابوعبداللہ نے کہا کہ اپنے نزدیک کے رشتہ داروں کو دعوت دو۔ شیخ نے کہا اچھا؛ اور اس کے بعد اپنے تمام عزیزوں اور اُن لوگوں کو مدعو کیا جو بالخصوص اُس کے

کے باب جزیرہ اور رباب قیروان پر اُن کو مصلوب کر دیا۔ اسی طرح اُس نے اپنے چچا ابو اغلب زاہد کو جو سوسہ میں تھا قتل کرایا۔ اپنے بھائی ابو عبداللہ الاحول کو بھی طبنہ سے بلا کر قتل کرا دیا۔

زیادۃ اللہ نے وزارت اور محکمہ برید کا کام عبداللہ بن صائغ کے تفویض کیا اور ابو عباس منصور بن اسماعیل کو دیوان خراج عامل بنایا۔ قیروان کی قضا حماس بن مروان بن سماک الهمدانی کے سپرد کی۔ یہ شخص دیندار اور مذہب امام مالک کا عالم تھا۔ اُس نے احکام میں عدل و انصاف سے کام لیا اور اپنی قضا کے دوران میں کسی سے مرعوب نہیں ہوا۔ اسی سال محمد بن محمد بن الفرج البغدادی بنو ہاشم کا مولےٰ فوت ہوا۔ وہ سخی آدمی تھا۔ اسی سال محمد بن ابی منہال نے جو افریقیہ کا ایک رئیس تھا وفات پائی۔ اسی سال ابن قیاد کو زیادۃ اللہ نے یہ تہمت لگا کر قتل کرایا کہ اسی نے ابو عباس عبداللہ کو مشورہ دیا تھا کہ زیادۃ اللہ کو قید کر دے۔ اسی سال حسین بن محمد بن سلیمان نے وفات پائی۔ وہ حدیث اور روایت کے ثقہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور اُن کے باپ نے سفیان بن عیینہ سے حدیث سنی تھی۔ اسی سال محمد بن ابی عون بن عبدوس اور اندلسیوں کی ایک جماعت نے مدینہ وہران کو مستحکم کیا۔ اسی سال علی بن ہیثم محدث اور ابراہیم بن عثمان القرشی التونسی نے وفات پائی۔ یہ دونوں بھی بڑے پائے کے عالم تھے اور اہل روایت میں سے تھے۔

۲۹۱ھ میں زیادۃ اللہ نے اپنے بیٹے محمد کو اپنا ولی عہد بنایا اور اُس کے لئے بیعت لی۔ اسی سال ہذیل النفطی صاحب دیوان خراج اور ابن المنبت الملقب عجل قتل ہوئے۔ اسی سال محمد بن زرزور فقیہ الفارسی نے انتقال کیا۔ وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مذہب کے پیرو تھے۔ مشہور عالم ہونے کے علاوہ اُن کو علم ہیئت اور ریاضی میں بھی دخل تھا۔ لیکن آخر عمر میں اُن کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ چنانچہ

اگر اُن کو "یا نڈوا عیٔ" کہا جاتا تھا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ اسی سال علی بن ابو الفوارس التمیمی عمل قیروان کا والی ہوا۔ مگر پھر اُس کو معزول کر کے احمد بن مسرور کو وہاں کا عامل مقرر کیا گیا۔ ابراہیم بن حبشی التمیمی کو ابو عبداللہ شیعی سے جنگ کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ وہ ابو عبداللہ سے لڑنے کے ارادے سے افریقیہ کی فوجوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ جس میں کہا جاتا ہے کہ چالیس ہزار سپاہی تھے اربس سے روانہ ہوا۔ اسی سال ربیعہ کے مولے ابو جعفر احمد بن داؤد الصولف کا انتقال ہوا۔ یہ سحنون کے شاگردان رشید میں سے تھے۔ جوانی میں شعر شاعری کا مشغلہ کرتے تھے۔ مگر آخر میں اُس کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ اسی سال زیادۃ اللہ کی طرف سے حسن بن حاتم بہت سے تحفہ و تحائف لے کر بطور ایلچی کے عراق روانہ ہوا۔ ابو عیش عیسٰے بن ادریس بن محمدؐ بن سلیمان بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب۔ رضی اللہ عنہم اجمعین کی موت کی وجہ سے اُن کا بیٹا حسن بن عیسٰے عمل جراوہ پر اُن کی جگہ قایم ہوا۔ زیادۃ اللہ نے فقیہوں کو تونس (اور قیروان) میں اس لئے جمع کیا کہ وہ ابو عبداللہ شیعی کے مقابلہ میں اُس کی مدد کریں چنانچہ وہ سب عبداللہ بن صائغ صاحب برید کے پاس جمع ہوے اور اس معاملے میں غور و خوض کیا۔ ابن صائغ نے اُن سب سے کہا کہ امیر نے تمہارے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ یہ صنعانی (یعنی ابو عبداللہ) جو کتامۃ کو اپنا پشت و پناہ بنا کر ہم پر چڑھ آیا ہے حضرات ابوبکر و عمر پر لعنت بھیجتا ہے اور اُس کا دعویٰ ہے کہ اصحاب رضی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو مومن اور جو مذہب میں اُس کی مخالفت کرے اُس کو کافر کہتا ہے اور مخالفوں کے خون کو اُس نے مباح کر دیا ہے۔ تمام فقہاء نے اُس پر لعنت بھیجی اور اُس سے برأت ظاہر کی۔ لوگوں کو اُس کے ساتھ جنگ کرنے پر اکسایا

اور اُس کے خلاف جہاد کا فتوے دیا۔ زیادۃ اللہ نے عباسی خلیفہ کے پاس دس ہزار گھڑیاں تحفے میں روانہ کیں۔ ان میں سے ہر ایک گھڑی میں دس گھڑیاں تھیں اور ہر ایک پر یہ دو شعر لکھے ہوئے تھے ؎

یا سائرا نحو الخلیفۃ قل لہٗ - ان قد کفاک اللہ امرک کلہٗ
بزیادۃ اللہ بن عبد اللہ سیف اللہ من دون الخلیفۃ سلہٗ

۲۹۲ھ میں ابو مسلم منصور بن اسماعیل بن یونس شہر رقادہ کی اصلاح کے لئے آیا اور جو کچھ شہر خراب خستہ ہو گیا تھا اُس کی مرمت کرائی۔ قیروان کے تالاب پر ایک جہاز بنایا اور اُس کا نام زلاج رکھا۔ زیادۃ اللہ خود ربیع الآخر میں تونس سے وہاں آیا اور قیروان کے بڑے تالاب پر قیام کیا۔ اسی سال نشانات نکالے گئے اور قیروان کے گرد گھوڑ دوڑ ہوئی (۹) اسی سال ماہ رجب میں بجانب شمال بنات النعش کے قریب جدی میں ایک دم دار ستارہ نمودار ہوا ٭

اسی سال امیر افریقیہ کے لشکر کو کبونہ کے مقام پر ابو عبد اللہ شیعی کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ابو عبد اللہ داعی کو یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم بن حبشی بن عمر التمیمی کے لشکر نے اُس کی طرف کوچ کیا ہے اور ساتھ ہی اس بات کی بھی اطلاع ملی کہ اُس کے ہمراہ اکا بر قوم شرفاء عرب اور موالی ہیں اور ان کے علاوہ وہ سب آلات حرب سے خوب مسلح ہیں تو اُس کو خوف پیدا ہوا اور اُس نے کتامہ کو جمع کرنا شروع کیا۔ یہ تمام جمعیت بالکل بے ترتیب اور بے ضابطہ تھی اور اس کی صورت یہ تھی کہ ابو عبد اللہ قبائل کے مختلف رؤسا کو خط لکھا کرتا تھا اور وہ لوگ اپنے مطیع اور اُس کی طرف راغب شدہ لوگوں کو اکٹھا کر لیا کرتے تھے۔ ان خطوط میں وہ صرف یہ لکھتا تھا کہ "فلاں دن اور فلاں موقع مقرر ہوا ہے"۔ اس کے سامنے ایک شخص پکارتا رہتا تھا کہ "پیچھے رہنا اور جنگ میں شرکت نہ کرنا حرام ہے"

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتامہ میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں رہا جو اُس کے ساتھ مل نہ گیا ہو۔ اس طریقہ سے اُس نے اُن کو جمع کر کے ایک لاتحصیٰ لاتعداد جماعت بنالی۔ اور اس کو ابراہیم بن حبشی کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے تیار کر لیا۔ چنانچہ آخر کار کبونہ کے مقام پر ابراہیم کی فوج سے ان کا سخت مقابلہ ہوا جس میں پہلے نیزوں سے کام لیا گیا اور جب وہ ٹوٹ گئے تو فریقین نے تلواریں نکال لیں، یہاں تک کہ وہ بھی بیکار ہو گئیں۔ یہ کشت و خون صبح سے لے کر شام تک برابر جاری رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کو شکست ہوئی۔ فوج کے اکثر لوگ مارے گئے۔ بقیۃ السیف میں سے اکثر نے تو بھاگ کر جان بچائی اور باقی رات کی تاریکی میں منتشر ہو گئے۔ کتامیوں کو چھوڑ کر مال و متاع کے لوٹنے میں مشغول ہو گئے اور بے انتہا ہتھیار، زین، لگام اور قسم قسم کا مال و اسباب اُن کے ہاتھ آیا۔ یہ سب سے پہلا مال غنیمت تھا جو ابو عبداللہ شیعی اور اُس کے اصحاب کو حاصل ہوا۔ چنانچہ ان کو اب ریشمی کپڑے میسر آئے، مرصع تلواریں گردنوں میں حمائل کیں اور سنہری اور زرد پہلے کام کے زین اور لگام لگا کر گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اس کے علاوہ اُن کے پاس ہتھیاروں کی افراط ہو گئی اور وہ لوگ بھی شریف و بزرگ بن گئے۔ اب اُن کی مرادیں بر آئیں اور ساتھ ہی ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابو عبداللہ داعی نے فتح و ظفر کے جو کچھ دعوے ان کے ساتھ کئے تھے سب برحق ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے دل بڑھ گئے اور اُدھر اہل افریقیہ زیادہ کمزور اور بے ہمت ہو گئے اور اُن کے دلوں میں بے چارگی اور کم مائگی کا خیال پیدا ہو گیا۔ ابو عبداللہ داعی نے فوراً عبیداللہ شیعی کو جو اس وقت سجلماسہ میں تھا اس فتح کی اطلاع دی اور خفیہ طور پر کتامہ کے ایک جماعت کے ہمراہ بہت سا مال اُس کے پاس بھیج دیا۔

بنو ہاشم بن عبدالمطلب کا ایک شخص، احمد بن محمد بن عبداللہ بن جعفر

بن عبداللہ بن علی ابن زید بن رکانہ بن عبدود بن ہاشم اس وقت سجلماسہ میں عبیداللہ شیعی کے پاس تھا۔ اُس کا بیان ہے کہ عبیداللہ نے میرے پاس بہت سے ایسے دینار بھیجے جو اُس شہر میں رائج نہ تھے۔ اس لئے مجھ کو تعجب ہوا اور آخر جب عبیداللہ کو میرے ثقاہت پر پورا اطمینان ہو گیا تو اُس نے ابو عبداللہ کا فتح کے متعلق خط مجھ کو سنایا اور حکم دیا کہ اس خبر کو پوشیدہ رکھوں اور اپنے پرانے طریقے اور لباس کو تبدیل نہ کروں کیونکہ اُس نے کہا کہ ہم پر جاسوس مقرر ہیں اور اس مال سے فائدہ اٹھانے اور حالت بدلنے سے ہم مشتبہ ہو جائینگے۔

اسی سال ابو سہل فرات بن محمد العبدی فقیہ نے وفات پائی۔ انہوں نے پہلے افریقیہ میں سحنون، عبداللہ بن ابو حسان اور موسےٰ بن معاویہ وغیرہ سے علم حاصل کیا اور پھر مشرق گئے اور وہاں امام مالک بن حنبل کے شاگردوں کی تعلیم و تدریس سے مستفید ہوے۔ وہ بالخصوص انساب کے عالم تھے اور ہمیشہ لوگوں کو لوگوں سے بچانتے (؟) تھے اور اسی وجہ سے ان پر کذب کی تہمت لگائی گئی تھی۔

اسی سال محمد بن یوسف الورّاق قیروان میں پیدا ہوا۔

۲۹۳ھ میں زیادۃ اللہ بن عبداللہ بن اغلب نے ابو عبداللہ شیعی سے لڑنے کے لئے مدلج بن زکریا اور احمد بن مسرور الخال کی سرکردگی میں ایک لشکر اربس کی جانب روانہ کیا۔ مگر پیر کے دن ۱۰۔ جمادی الآخر کو یہ دونوں زیادۃ اللہ سے بگڑ گئے اور جمعرات کے دن ۱۳۔ جمادی الآخر کو مع لشکر کے قیروان واپس چلے گئے۔ یہاں ایک جم غفیر نے شہر سے نکل کر اُن کا مقابلہ کیا۔ مدلج کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی جس سے وہ اپنے منہ کے بل گرا اور فوراً قتل کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ابن لرلر (؟) بھی کام آیا اور اُن دونوں کو رقادہ کے دروازے پر مصلوب کیا گیا۔ زیادۃ اللہ مدلج سے لڑنے کے لئے تیار ہو چکا تھا کہ اُس کو معلوم ہوا کہ عوام الناس نے اُس کو

قتل کردیا ہے چنانچہ اُس نے فتح نامہ لکھا جو قیروان اور اس کے اعمال میں پڑھا گیا۔ مدلج کی مخالفت کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے زیادۃ اللہ سے ایک لونڈی (۹) المعروف بہ جلیدیہ کے متعلق تنازعہ کیا اور قاضی حماس بن مروان نے اُس کے خلاف فیصلہ کیا یہی مدلج کی مخالفت کا سبب ہوگیا۔ اسی سال مکتفی باللہ خلیفہ عباسی کا خط آیا جس میں افریقیہ کے باشندوں کو زیادۃ اللہ کی مدد اور شیعی سے جنگ کرنے کے لئے برانگیختہ کیا گیا تھا۔ یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا۔ اسی سال تمام سورج کو گہن لگا اور قاضی حماس بن مروان نے جامع مسجد میں لوگوں کو نماز کسوف پڑھائی۔ زیادۃ اللہ بن (ابو عباس) عبداللہ اربس گیا اور اُس کے مغربی جانب قیام کیا۔ یہاں اُس کے پاس بکثرت فوج جمع ہوگئی اور اُس نے بہت سا مال ان لوگوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ پیالوں سے ناپ کر لوگوں کو دینار دیئے اس طرح یہاں پر اُس نے بے شمار مال و اسباب بانٹا (اُدھر ابو عبداللہ شیعی بھی برابر خروج کی تیاریاں کر رہا تھا) بہرحال زیادۃ اللہ نے باغایہ کی طرف فوجیں روانہ کیں اور چونکہ شہر طبنہ کی حالت مشکوک تھی اس لئے وہاں بھی لوگ مقیم کئے اور اس پر اپنے حاجب ابو المقارع حسن بن احمد بن نافذ کو شبیب بن ابو شداد قمودی اور خفاجہ العبسی کی معیت میں حاکم بنایا۔ یہ تینوں مشہور بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کو اُس نے حکم دیا کہ وہ کتامہ پر لگاتار چھاپے ماریں چنانچہ آپس میں متعدد جنگیں ہوئیں جن میں فریقین کے بہت سے آدمی کام آئے۔ اسی سال مدینہ رقادہ پر محمد بن عبداللہ معروف بہ ابن جیمان قاضی مقرر ہوا۔ وہ بنو اُمیہ کا مولے تھا اور نہ عالم تھا نہ دین دار۔ اس کے علاوہ وہ نیم خفتہ اور ضعیف آدمی تھا اور محض عبداللہ ابن صائغ کے آوردہ ہونے کی وجہ سے قاضی مقرر کر دیا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جوانی کے زمانے میں اُس نے اپنے آپ کو خشک سالی کی وجہ سے فروخت

کرڈالا تھا۔ اُس کے بعد اُس کو پھر آزادی مل گئی۔ اس کے سامنے ایک نظیر پیش کی گئی کہ ایک عورت اپنے بیٹے کی وکیل قرار دی گئی۔ اُس نے کہا کہ بالغ ہونے پر وہ وکیل ہوگی۔ لوگوں نے کہا کہ خدا امیر کا بھلا کرے وہ اُس کا بیٹا تھا اور اس لئے وہ یقیناً بالغ تھی۔ لوگ ہنس پڑے اور قاضی شرمندہ ہوگیا۔

اسی سال ابو یعقوب اسحاق بن سلیمان اسرائیلی ابوحسن بن حاتم کے ساتھ مشرق سے زیادۃ اللہ کے پاس آیا۔ اس وقت زیادۃ اللہ اربس میں مقیم تھا اسحاق کہتا ہے کہ جونہی میں پہنچا، مجھے زیادۃ اللہ کے سامنے پیش کیا گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی مجلس خفیف الحرکت اور لہو ولعب کی طرف مائل ہے۔ ابن خنبش معروف بہ یونانی نے مجھ سے کہنا شروع کیا کہ "کہا جاتا ہے کہ نمکین چیز (ملوحتہ) مزیدار ہوتی ہے (تحلو)" میں نے کہا کہ ہاں۔ پھر کہا کہ "اور کہتے ہیں مٹھاس (حلاوۃ) میٹھی ہوتی ہے (تحلو)" میں نے کہا ہاں۔ اس پر اس نے کہا کہ "پھر مٹھاس ہی نمکینی ہے اور نمکینی مٹھاس ہے" میں نے جواب دیا کہ مٹھاس اپنی لطافت کی وجہ سے مزے دار ہوتی ہے اور نمکینی اپنی ثقالت کی وجہ سے۔ اس کے بعد بھی اُس نے اسی قسم کی گفتگو جاری رکھی۔ آخر میں نے تنگ آکر کہا کہ کہتے ہیں کہ تم زندہ ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کتا زندہ ہے اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر تم کتے ہو اور کتا تمہارے برابر ہے۔ یہ سن کر زیادۃ اللہ خوب قہقہے مار کر ہنسا۔ میں سمجھ گیا کہ بجائے کام کی باتوں کے ان ہی ہزلیات کی طرف زیادہ مائل ہے۔

اسی سال ابوعبداللہ داعی نے مدینۂ بلزمہ اور مدینۂ طبنہ پر غلبہ حاصل کرلیا۔ مؤخر الذکر شہر میں وہ امان کے ذریعہ سے ماہ ذی الحجہ کے آخر میں داخل ہوا۔ یہاں ابوالمقارع حسن بن احمد زیادۃ اللہ کی طرف سے والی اور عامل تھا

اور مذکورہ بالا اشخاص بھی اُس کے ساتھ تھے۔ اس جگہ چند قسم کا محصول لیا جاتا تھا۔ یہ لوگ اس کا وصول شدہ حصہ لے کر ابوعبداللہ کے پاس آ گئے۔ اُس نے اُن میں سے ایک سے پوچھا کہ یہ مال تم نے کہاں سے جمع کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ عشر سے۔ ابوعبداللہ نے کہا عشر تو اناج ہوتا ہے اور یہ سونا ہے۔ پھر طبنہ کے معتبر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس مال کو لے جاؤ جس جس شخص سے یہ لیا گیا ہے اس کو واپس کر دو اور کہہ دو کہ جو کچھ اُن کی زمین سے پیدا ہو وہ اُس کے مالک اور امین ہیں۔ عشر سنت ضرور ہے مگر نص قرآنی کے مطابق میں اُس کو واپس کرتا ہوں۔ پھر دوسرے سے پوچھا کہ تمہارے پاس کا مال کہاں سے آیا۔ اُس نے کہا کہ یہ وہ جزیہ ہے جو میں نے یہودیوں اور عیسائیوں سے ختم سال کے بعد وصول کیا ہے۔ ابوعبداللہ نے دریافت کیا کہ سونا کس طرح لیا۔ حالانکہ آنحضرتؐ امراء سے اڑتالیس، متوسط درجے کے لوگوں سے چوبیس اور غرباء سے بارہ درہم لیا کرتے تھے اس نے کہا کہ میں نے درموں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے مطابق سونے کی صورت میں تبدیل کر کے لیا ہے۔ ابوعبداللہ نے کہا کہ خیر یہ مال اچھا ہے۔ پھر اپنے ایک داعی کو حکم دیا کہ اُس کو اپنے لوگوں میں تقسیم کر دے۔ خراج جمع کرنے والے سے ابوعبداللہ نے کہا کہ اس مال میں نہ تو کوئی بھلائی ہے اور نہ یہ باضابطہ ہے، اس لئے کہ مسلمانوں سے اُن کے مال پر کوئی خراج وصول نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اُس نے طبنہ کے معتبر لوگوں کو یہ تمام مال واپس کر دیا۔ مگر صدقہ کے اونٹ گائیں اور بھیڑ بکریاں اُس نے یہ سُن کر رکھ لیں کہ ان کو واجب صدقوں میں وصول کیا گیا ہے اور اُن کو بیچ کر ان کی قیمت وصول کر لی جائیگی۔ وہ اس بات پر راضی ہو گیا اور اُس کو جائز سمجھا۔ اہل طبنہ نے جب یہ مال دیکھا تو وہ بہت خوش ہوئے اور اُنہوں نے امید ظاہر کی کہ وہ اُن میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو پھر زندہ کریگا اور

اُمی پر اُنہیں کے مطابق حکومت کریگا۔ اس کا یہ کام نواحی افریقیہ میں ہر طرف مشہور ہو گیا اور سب کے دلوں کو اُس کی طرف کھینچ لایا۔ چنانچہ سب خط و کتابت کے بعد اُس کے مطیع ہو گئے جب زیادۃ اللہ کو یہ معلوم ہوا تو اُسے سخت رنج ہوا اور اس نے فوج جمع کرنی شروع کی۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ ابو عبداللہ شیعی پر مسجدوں کے منبروں سے لعنت بھیجی جائے۔ اسی سال ابن الطبنی بغداد سے زیادۃ اللہ کے پاس آیا۔ اسی سال ابو جعفر محمد بن حسین المروزی نے جزیرہ صقلیہ میں وفات پائی۔ وہ فقیہ تھے مگر اُن پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اسی سال محمد ابن منیب ازدی نے انتقال کیا۔ یہ بھی فقیہ تھے اور مذہبی عقائد میں وہ اہل عراق کے پابند تھے۔ اہل خیر میں سے تھے۔ اُن کو قاضی بنایا گیا مگر انہوں نے اس عہدہ کو قبول نہ کیا۔ اسی سال محمد بن نصر عابد جو محدث تھے اور محمد بن حمید السوسی اور زیدان بن اسماعیل الازدی نے وفات پائی۔ موخر الذکر دونوں حضرات علم کے ثقہ لوگوں میں سے تھے۔

نصف محرم الحرام ۲۹۴ھ میں ابراہیم بن حبشی بن عمر اپنی فوج کو لے کر شہر اربس سے ابو عبداللہ کی جنگ کے لئے شہر طبنہ کی طرف روانہ ہوا۔ اسی سال عبداللہ بن محمد بن مفرج المعروف بہ ابن شاعر قسطیلیہ کی قضا سے معزول کر کے زیادۃ اللہ کے پاس اربس لایا گیا۔ اُس نے حکم دیا کہ اُس کو مارا جائے اور ہتھکڑیاں بیڑیاں ڈال کر اربس کے محبس میں قید کر دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اکابر قسطیلیہ نے زیادۃ اللہ کے پاس اس کی شکایت کی اور دادرسی چاہی تھی۔ اس پر زیادۃ اللہ نے اپنے عامل کو لکھا کہ اُس کو معزول کر کے اُس کے پاس روانہ کر دیا جائے۔ جب یہ خط پہنچا ہے تو عامل شہر سے غائب تھا لیکن شکایت کرنے والے فوراً مجلس قضا پہنچے جہاں اس وقت قاضی موجود تھا۔ انہوں نے اُسے

برا بھلا کہا اور چاہا کہ کسی طرح اُس تک رسائی حاصل کرلیں۔ مگر اُس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اُن کو مارا جائے اور پھر مشکیں کس کر قید کردیا جائے عامل شہر کی واپسی کے بعد اُس نے احکام جاری کئے اور اُس کو قید کرکے زیادۃ اللہ کے پاس بھیج دیا۔ یہاں اُس نے قاضی کے جوتے لگوائے اور محبس میں ڈال دیا یہ نصف محرم کا واقعہ ہے۔ اسی سال اربس کی فوج پر ابراہیم بن احمد بن ابو عقال کو حاکم بنا کر زیادۃ اللہ خود رقادۃ چلا گیا اور شہر کی فصیل اینٹوں کی تیار کرائی۔ پھر وہ سمندر کے سیر و شکار میں مشغول ہوگیا۔ خواہشات نفسانی میں مبتلا ہوا۔ اور بد چلن، بدمعاش۔ لوگوں اور گویوں اور اسی قماش کے ندماء کی صحبت میں زندگی بسر کرنے لگا جب کبھی زوال ملک اور غلبۂ دشمن کا خیال اس کے دل کو مکدر کرتا تو وہ اپنے ندیموں سے کہتا کہ جام بھرو اور مجھے دو۔ یہی میرے لئے کافی ہے۔ وہ ایک غلام مسمی بہ خطاب کو خصوصیت سے چاہتا تھا اور اُس کا شغف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اُس نے اس کا نام دیناروں اور درہموں پر بھی مسکوک کرا دیا تھا۔ مگر آخر میں ناراض ہو کر اُس کو قید کردیا۔ چنانچہ اُس کی ایک لونڈی نے غلام کی سفارش کے طور پر ذیل کے اشعار گائے ؎

یا ایھا الملك المیمون طائرہٗ۔ رفقًا فانّ ید المعشوق فوق یدك

(اے مبارک بادشاہ نرمی سے کام لے کہ معشوق کا ہاتھ تیرے ہاتھ پر ہے)

کم ذا التجلد والاحشاء خافقة۔ اعیذ کفك ان تسطوا علی کبدك

(کتنے صابر لوگ ہیں جن کے دل متحرک رہتے ہیں۔ میں پناہ مانگتی ہوں اُس دن سے کہ جب تیرا ہاتھ تیرے دل پر جائے)۔

یہ اشعار سُن کر وہ خطاب سے راضی ہوگیا اور اُس کا پرانا مرتبہ پھر عطا کردیا۔ جب کبھی وہ ابو عبد اللہ شیعی کے معاملہ کی وجہ سے فکرمند ہوتا تو لوگ اُس کی تسلی

کرتے چنانچہ ایک دن ایک لونڈی نے یہ اشعار گائے ؎

اصبر لدھر نال منسک۔ فھکذا مضت الدھور

(زمانہ کی کج ادائی پر صبر کر کیونکہ زمانے اسی طرح گذرتے رہتے ہیں)

فرحٌ وحزنٌ مرۃً لا حزن دائمٌ ولا السرور

(خوشی اور غم آتے جاتے رہتے ہیں نہ غم ہمیشہ رہتا ہے اور نہ خوشی)

یہ سُن کر اُس نے لونڈی سے کہا ہاں تو نے سچ کہا اور اُسے انعام دیا۔

اسی سال قیروان کے قاضی حماس بن مروان نے استعفا دیا۔ زیادۃ اللہ نے یہ استعفا منظور کر کے محمد بن جیمال کو وہاں کا قاضی بنا دیا۔ چنانچہ زیادۃ اللہ کے افریقیہ سے ذلا فرار ہونے تک قاضی رہے۔ اسی سال ماہ شعبان میں لوگوں کو امان دے کر ابو عبداللہ شیعی شہر باغایہ میں داخل ہوا۔ اس سے زیادۃ اللہ کو اور بھی زیادہ غم ہوا اور اُس نے ابن صائغ سے اس امر میں مشورہ کیا۔ اُس نے کہا کہ چھپ کر مصر چلے جاؤ اور یہاں کوئی سپہ سالار چھوڑ جاؤ اور کافی مال دے کر فوج اُس کے حوالے کر دو۔ غور کرنے کے بعد اُس نے اس مشورہ پر عمل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور سفر کے لئے پانچ سو اونٹ خریدنے کا حکم دیا مگر پھر اُسے اس رائے کی خرابیاں معلوم ہوئیں اور اُسے خوف معلوم ہوا کہ کہیں لوگ اس کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں اور باغی نہ ہو جائیں۔ یہ سوچ کر وہ رک گیا۔ اُدھر ابراہیم بن حبشی بن عمر کو زیادۃ اللہ کے ارادے کی خبر ہوئی تو اس نے بھی مخالفت کی۔ اور اُس کو قصر بحر میں لے جا کر وہ تمام ساز و سامان دکھایا جو اُس کے لئے مہیا تھا۔ پھر کہا اے سردار یہی قصر قدیم ہے جس میں آپ کے دادا نے بے شمار عوام الناس کے محاصرے کو برداشت کیا تھا۔ اہل شہر کا بڑا حصہ مع سرداران فوج کے اُن کا مخالف ہو گیا تھا مگر وہ برابر اسی میں مقیم رہے یہاں تک کہ آخر خدائے تعالےٰ نے انہیں غلبہ دیا اور اُن سب پر مستولی کر دیا۔ آپ کا حال

تو اُن سے کہیں اچھا ہے۔ آپ کے پاس اُن سے زیادہ مال ہے۔ آپ لوگوں میں ہر دل عزیز ہیں۔ تمام اہل افریقیہ آپ کے ساتھ ہیں۔ ایک ایسے بڈھے نے آپ کی مخالفت کی ہے۔ کہ جس کا بربریوں میں کوئی ٹھکانا نہیں۔ اس کے برخلاف آپ ایک مضبوط قلعے میں پناہ گزیں ہیں۔ خدا یہ مصیبت بھی آپ سے ٹال دیگا۔ اس لئے جو کچھ آپ سے کہا جائے اس کو نہ مانئے چونکہ انشاء اللہ آخر میں فتح و ظفر آپ ہی کو نصیب ہوگی"۔ زیادۃ اللہ نے یہ تقریر کان دھر کر سنی اور خوش ہوا۔ پھر اُس نے اربس کی طرف، جو اُس کے علاقے کی سرحد پر واقع تھا مال اور فوجیں روانہ کرنا شروع کیں۔ اس وقت حال یہ تھا کہ ابو عبداللہ شیعی کی فوجیں باغایہ سے اربس پر اور زیادۃ اللہ کا لشکر اربس سے باغایہ پر چھاپے مارتے تھے۔ اسی سال حبشی۔ ابن ابی حجر اور ابن عباس روم کے علاقے سے افریقیہ واپس آئے۔ اُن کے ہمراہ شاہ قسطنطنیہ کا ایلچی بھی تھا۔ زیادۃ اللہ نے اُن سب کو خلعت دیا اور عیسائیوں کے ایلچی کو رقادہ کے قریب ملعب میں اتارا اور لوگوں کو اُن کے ملاقات کے لئے دعوت دی۔ چنانچہ بڑی کثرت سے لوگ جمع ہوئے ۔

اسی سال رقادہ کے اردگرد شامیانے اور خیمے نصب کئے گئے اور اہل قیروان نے اُس کے گرد پہرا دینا اور اُن خیموں میں رات گزارنی شروع کی۔ زیادۃ اللہ نے پھر فوج جمع کرنی شروع کی اور عطاء مال کے ذریعے سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ اسی سال فقیہ محمد بن ابو ہیثم اللولوی نے وفات پائی اور ماہ شعبان میں قرہب حاجب مقرر ہوا ۔

محرم ۲۹۵ھ میں زیادۃ اللہ اپنے معاملات پر غور و خوض کرنے کے لئے تونس آیا ۶۔ ربیع الآخر کو پیر کے دن قاضی ابو عباس ابن حیمان نے لوگوں کے ساتھ نماز استسقا ادا کی۔ نصف ربیع الآخر میں ابن ابو ولید کو امامت نماز کے عہدے سے معزول کرکے

ابن یزید کو مقرر کیا گیا۔ ماہ شوال میں ابوحسن بن حاتم نے جو بغداد میں ایلچی بنا کر بھیجا گیا تھا انتقال کیا۔ اسی سال ابوموسےٰ عیسےٰ بن مسکین قاضی نے وفات پائی اور ساحل سمندر پر اُس کے گاؤں میں ابوجعفر احمد بن خلد سہمی نے اُس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

اسی سال ابوعیاش احمد بن موسےٰ بن مخلد فقیہ نے وفات پائی۔ وہ اپنے آپ کو غافق سے منسوب کرتے تھے۔ سحنون بن سعید کے ساتھیوں میں تھے۔ بڑے زاہد و عابد، عالم و فاضل آدمی تھے۔ اہل قیروان کی ایک بڑی جماعت نے اُن سے تحصیل علم کی تھی۔ وہیں باب سلم میں مدفون ہوئے۔ اسی سال سعید بن اسحاق فقیہ نے جو کلب کے مولے تھے انتقال کیا۔ وہ ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ سحنون بن سعید کے اصحاب میں سے تھے اور افریقیہ کے بہت سے مشائخ سے استفادہ کیا تھا۔ وہ جمع حدیث اور روایت کی کثرت کے لئے ممتاز ہیں۔

۲۹۶ھ میں ابوعبداللہ شیعی الداعی کے لشکر قسطیلیہ تک پہنچ گئے۔ اور ابومسلم منصور بن اسماعیل اور شبیب بن ابی الصارم شہر توزر کی طرف پس پا ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابوعبداللہ شیعی کی فوجوں نے گرد و نواح کے علاقے میں پھیل کر قربون کو جلا کر خاک کر دیا اور جو چیز اُن کے راستے میں آئی برباد کرتے چلے گئے۔ اس کے قبل ابوعبداللہ نے اپنی فوج کو حکم دے رکھا تھا کہ قتل و غارت نہ کریں اور اپنے مکانات کو نہ چھوڑیں۔ اس حکم کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوگ دو ماہ تک اس طرح اپنے اپنے مکانوں میں مقیم رہے کہ کوئی حرکت اُن سے سرزد نہ ہوئی اور لوگوں کا خیال ہوا کہ یا تو ابوعبداللہ شیعی بیمار ہے اور یا مر گیا ہے۔ اچانک یہ حملہ ہوا اور جب اُس کی خبر زیادۃ اللہ کو پہنچی تو وہ خوف زدہ اور مرعوب ہو گیا۔ لوگوں کی زبانیں خوف کی وجہ سے بند ہو گئیں۔ فوج میں گھبراہٹ اور اضطراب

پھیل گیا۔ وہ سب شہر کی طرف سے نا امید ہو گئے۔ بلکہ ڈرے کہ کہیں اُن کے اہل و عیال گرفتار کر کے غلام نہ بنائے جائیں۔ اب عبداللہ بن صائغ نے زیادۃ اللہ سے کہنا شروع کیا۔ کہ یہ سب اُس نکمے شخص ابو مسلم کا کیا دھرا ہے اور اسی کی بد تدبیری کی وجہ سے یہ سب حادثے ہو رہے ہیں۔ ابراہیم بن احمد کے زمانے میں ابن صائغ ابو مسلم کا کاتب تھا۔ مگر آخر میں ان دونوں کے آپس میں کھٹک گئی اور ابن صائغ اُس وقت سے برابر ابو مسلم کی چغلیاں کھاتا رہا یہاں تک کہ اس کو معزول کر دیا گیا۔ پھر قسطیلیہ کا یہ حادثہ گذرا اور ابو مسلم کو منہزم ہونا پڑا۔ اب ابن صائغ کو ایک موقع مل گیا۔ اُس نے زیادۃ اللہ کو اس قدر بھڑکایا اور دھوکے میں ڈالا کہ آخر اُس نے شبیب بن ابی الصارم کے نام ایک خط لکھ کر حکم دیا کہ ابو مسلم کی گردن مار کر اُس کو ایک دن اور ایک رات مصلوب رکھے اور پھر دفن کر دے۔ ساتھ ہی اُس نے چند معتبر آدمیوں کو روانہ کیا کہ وہ اس حکم کا نفاذ اپنی آنکھوں سے دیکھ آئیں۔ آخر جب شبیب کو یہ خط ملا تو اُس کو سخت رنج ہوا۔ مگر نفاذ حکم کے سوائے اور کوئی چارہ نہ دیکھا تو زریں ابو مسلم اُس کے ساتھ ہی مقیم تھا وہ خط اُس نے اُس کو دے دیا اور کہا کہ آپ کے متعلق جو کچھ حکم آیا ہے وہ مجھ پر بہت شاق گذرا ہے۔ ابو مسلم نے خط پڑھ کر "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا اور کہا کہ اس احمق بچے کو دھوکا دیا گیا ہے اور اُس کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ پھر اُس نے بائیں ہاتھ سے اپنی داڑھی پکڑی اور اپنے آپ کو سزا دینے کے لئے داہنے ہاتھ سے منہ پر چند طمانچے مارے۔ پھر کہا کہ "یہ سزا اُس شخص کی ہے جس نے خدا کی نافرمانی اور انسان کی اطاعت کی اور حرام خون کئے خدا کی قسم اگر میں اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیتا اور اُس کے چچاؤں اور بھائیوں کے قتل کا مشورہ نہ دیتا اور اُس کو ان کے معاملات میں مشغول و منہمک کرتا

تو میرا آج یہ حال نہ ہوتا۔ پھر اُس نے شبیب سے کہا کہ مجھ کو اتنی مہلت دو کہ میں وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لوں اور اُس پر اپنی زندگی کے اعمال کو ختم کر دوں۔ اُس نے اجازت دی۔ ابو مسلم نے نماز پڑھی دعا مانگی اور خوب رویا۔ پھر واپس آیا اور اُس کی گردن ماردی گئی اور مصلوب کرنے کے بعد اُس کو دوسرے دن دفن کر دیا گیا۔ یہ نصف ماہ صفر کا واقعہ ہے۔ اسی سال ابوالعباس بن ابی خداش جو ابن عبدون کے زمانے میں حاکم محکمہ مظالم تھا مر گیا۔ اسی سال ابوالعقال بن خیر فقیہ نے بھی انتقال کیا۔ وہ اہل عراق کے مذہب کے پیرو تھے اور ابن عبدون کی قضا کے زمانے میں اُن کے کاتب تھے۔

بنو اغلب کے افریقیہ سے خروج اور زیادۃ اللہ کے قادہ سے فرار کا بیان

۲۹۶ھ میں ہی ابو عبداللہ شیعی نے اربس کی طرف کوچ کیا اور وہاں کی ترا اس مقام پر ابراہیم بن ابو اغلب افریقیہ کے لشکروں اور ملک کی تمام افواج کے ساتھ مقیم تھا۔ ابو عبداللہ اس فوج سے لڑا اور آخر ہفتہ کے دن جب جمادی الآخر کے ختم ہونے میں چھ دن باقی تھے۔ شہر میں بزور شمشیر داخل ہوا۔ شہر کے والی ابراہیم بن ابو اغلب نے بھاگ کر افسروں اور فوج کی جماعت میں پناہ لی اور اہل شہر اور بقیۃ السیف فوج جامع مسجد میں پناہ گزیں ہو گئی اور یہ حالت ہوئی کہ لوگوں نے ایک دوسرے کو کچل ڈالا۔ ابو عبداللہ شیعی لعنۃ اللہ علیہ نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ یہاں تک مسجد میں سے اس طرح خون بہ رہا تھا کہ جیسے سخت بارش کے وقت پانی بہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اُس نے مسجد کے اندر تیس ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور یہ کام نماز عصر کے وقت سے شروع ہو کر رات کے آخری

حصّہ تک جاری رہا۔ صبح کو جب قتل و غارت سے بالکل فارغ ہوگیا۔ تو کوچ کا حکم دیا اور شہر باغایہ کی طرف چلا گیا۔ کیونکہ اُس کو ڈر تھا کہ اہل افریقیہ اس کے برخلاف اٹھ کھڑے ہونگے۔

رقادہ سے زیادۃ اللہ کا فرار

اس واقعہ کے دوسرے روز جب جمادی الآخر کے ختم میں پانچ دن باقی تھے کہ زیادۃ اللہ کو اُس کی اطلاع ہوئی۔ یہ سُن کر اُس کے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے اور اُس نے سمجھ لیا کہ اب ملک و سلطنت اُس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے ابن صائغ نے اس خبر کو ٹھنڈا کرنا چاہا، اس کو جھٹلایا اور یہ ظاہر کیا کہ انہوں نے ہی شیعوں پر فتح حاصل کی ہے۔ شہر رقادہ کے دروازوں کو کھول دیا اور عام منادی کرادی کہ جو شخص امیر کے ساتھ آکر شامل ہو جائیگا اُس کو اگر سوار ہو تو بیس دینار اور اگر پیادہ ہو تو دس دینار انعام دیا جائیگا۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو اُن کے دل میں بُرے بُرے خیالات جاگزیں ہونے لگے اور اُن کو معلوم ہوگیا کہ ضرور زیادۃ اللہ کے آدمیوں ہی کو شکست ہوئی ہے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ اُن میں اضطراب کی حالت پیدا ہوگئی اور عوام و خواص رقادہ سے بھاگنے لگے جب زیادۃ اللہ نے یہ حالت دیکھی تو پہلے جواہرات اور مال و متاع کے بوجھ باندھنے شروع کئے، اور اپنے حذم و حشم کو ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ ۲۶۔ جمادی الآخر کو نماز عشا کے وقت اُس نے تلوار حمائل کی اور اُن بوجھوں کے پاس اس قصد سے آیا کہ اپنے اہل خاندان حرم اور بال بچوں کو چھوڑ کر کسی طرف بھاگ جائے۔ اس وقت اُس کی ایک لونڈی نے عود اٹھایا اور سینہ پر رکھ کر یہ اشعار گائے، تاکہ وہ اُسے بھی اپنے ساتھ لے جائے۔ ؎

لم أنس يومَ الوداع موقفها وجفنها في دموعها غرقُ

(میں نہیں بھولا رخصت کے دن اُس کے ٹھیرنے کے مقام کو ایسی حالت میں کہ اُس کی آنکھوں کی پلکیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں) ٭

وقولها والركاب سائرةٌ تتركنا سيدي وتنطلق

(اور اُس کا اُس وقت جبکہ سواری جارہی تھی یہ کہنا کہ میرے مالک تو ہم کو چھوڑ کر جا رہا ہے)

استودعُ اللهَ ظبيةً جزعت للبين والبين فيه لي حرقُ

(خدا وداع کرے اس ہرنی (عورت) کو جو فراق کی وجہ سے جزع فزع کرتی ہے اور فراق میں میرے لئے جلنا مضر ہے) ٭

یہ اشعار سن کر زیادۃ اللہ کے آنسو نکل پڑے۔ مگر سواری کی خرابی اور حال کی ابتری کی وجہ سے اُس کو اپنے ساتھ آخر نہ لے جا سکا۔ بہرحال وہ مدینہ رقادہ سے رات کے پہلے حصے میں ہی چل کھڑا ہوا اور مصر کی طرف روانہ ہوگیا۔ تمام شرفاء اُس کے نوکر اور غلام بھی اُس کے ہم رکاب تھے۔ اُس نے جادہ کا راستہ لیا اور آخر اطرابلس پہنچ گیا۔ عبداللہ بن صائغ اُس کے تمام امور کا منتظم اور اہل خدمت کا مہتمم تھا۔ اُس نے خزانہ دار سے مل کر تمام مال متاع کو تین بوجھوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک بوجھ میں ساٹھ ہزار مثقال تھے۔ ابن صائغ نے ایک موقع بتایا کہ جہاں پہنچ کر وہ اُن کے ساتھ شامل ہو جائیگا۔ مگر یہ لوگ رات کو راستے سے بھٹک گئے اور شہر سوسہ جا پہنچے۔ یہاں کے والی ابن ہمدانی نے اس سب پر اپنا قبضہ کر لیا اور سوسہ کے قصر رباط میں اُس کو محفوظ کر دیا۔ یہ مال شیعوں کے قبضہ تک وہیں رہا اور آخر اُن کے ہاتھ لگا ٭

رقادہ سے زیادۃ اللہ کے فرار کے بعد جب صبح ہوئی تو لوگ شہر میں داخل ہوئے اور بنو اغلب کا باقی ماندہ مال ومتاع اور سونے چاندی کے برتن جن کی

قیمت اور صفت کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے لوٹ لیا اور ضعیفوں نے جو کچھ حاصل کیا تھا اُس کو آخر میں اُن سے زبردست لوگوں نے چھین لیا۔

بھاگنے والے امیر کا نام ابو مضر زیادۃ اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم بن احمد بن محمد بن اغلبؒ المعروف بہ خزر بن ابراہیم بن اغلب بن سالم بن عقال التمیمی تھا۔ افریقیہ میں اُس کی ولایت کا زمانہ پانچ سال گیارہ مہینے اور چار دن ہے۔ خاندان بنو اغلب نے ایک سو گیارہ سال تین مہینے حکومت کی۔

زیادۃ اللہ کے فرار کے بعد ابراہیم بن ابو اغلبؒ جو اس سے قبل ازیں سے پس پا ہوا تھا' بقیتہ السیف افسران فوج کو ساتھ لے کر قیروان آیا اور دار امارت میں اترا۔ اس نے تمام اکابر شہر کو جمع کیا اور اُن کے سامنے زیادۃ اللہ کو بُرا بھلا کہنا اور اس کی تنقیص کرنا شروع کیا اُس نے کہا کہ اُس نے مسلمانوں کے امور ایسے آدمیوں کے سپرد کر دیئے' جو سلطنت کو برباد کرنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ بھی کہا کہ کتامہ نے ملک میں فساد مچا رکھا ہے۔ اس لئے خدا اور دین کی خوشنودی کے لئے مجھے جان اور مال دو اتنی دیر میں ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ اور لوگوں نے اسے اپنا امیر بنانا قبول کر لیا پھر لوگ اُس کے پاس جمع ہوئے اور اُس سے کہا۔ ہمارا شہر فتنہ و فساد سے بالکل نا آشنا ہے۔ اور ہم جنگ و جدل کے بالکل ناقابل ہیں۔ تم لشکروں فوجوں اور اموال کے ذریعے سے بھی کتامہ کے اندفاع پر قادر نہ ہو سکے۔ تو ہم رعیت کے مال سے اب کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں نے غل مچایا کہ ہم پر تمہاری اطاعت واجب نہیں اور ہم نے تم سے بیعت بھی نہیں کی۔ اس لئے ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ یہ حالت دیکھ کر وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ تلوار کھینچی اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر بھاگا اور باب ابو الربیع سے نکل کر زیادۃ اللہ

سے جا ملا۔

اُدھر عبداللہ بن صائغ سمندر کے راستہ سے مشرق کی طرف بھاگا۔ مگر اُس کو سمندر نے پھر اطرابلس کے ساحل پر پھینک دیا۔ جہاں زیادۃ اللہ اس وقت مقیم تھا۔ اُس کو زیادۃ اللہ کے پاس لایا گیا جس نے اُس کی بہت آؤ بھگت کی اور اُس کے فرار پر ناراضگی ظاہر کی۔ ابن صائغ نے گھبراہٹ اور خوف کا عذر پیش کیا اور زیادۃ اللہ نے بھی اس کو زندہ باقی رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر اہل خاندان اور تمام قواد فوج نے اُس کے قتل کا مشورہ دیا۔ آخر زیادۃ اللہ نے ایک حبشی غلام راشد نامی کو اس کے قتل کے لیے مامور کیا۔ چنانچہ اس نے ابن صائغ کی گردن ماردی۔ علی بن اسحاق بن عمران طبیب نے بیان کیا ہے کہ اس سے قبل جب کبھی ابن صائغ اس حبشی غلام راشد کو دیکھتا تھا تو اُس کا رنگ فق ہو جاتا تھا اور جب کبھی اُس کا ذکر ہوتا تو اُس کے سرور اور خوشی میں ایسا فرق پڑ جاتا تھا کہ تمام حاضرین مجلس کو محسوس ہوتا۔ ایک دن میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو جواب دیا کہ میرا نفس مجھ کو گواہی دیتا ہے کہ ملک الموت اسی راشد حبشی کی صورت میں میری روح قبض کرنے آئیگا اور اسی وجہ سے جب کبھی میں اُسے دیکھتا ہوں تو میرا صبر و قرار جاتا رہتا ہے۔

دولت شیعہ

ابو عبداللہ شیعی کو زیادۃ اللہ کے فرار کا حال معلوم ہوا تو وہ اربس سے قیروان کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں اُس کے اس فعل سے لوگوں کو ہول پڑ گیا اور اُن کو اپنی جان کا خوف ہوا۔ فقہاء و اکابر شہر اس کی طرف چلے مگر شہر جلولا اور عام السلاوقی کے

درمیان محض یاروقس کے مقام پر بدھ کے روز ۲۸ جمادی الآخر کو محبوب بن عبدربہ الھواری اُن کا مزاحم ہوا اور اُن کو بہت بُری طرح وہاں سے واپس آنا پڑا۔ اب اُنھوں نے ابوعبداللہ کو اس تمام حادثہ اور سلوک کی اطلاع دی اور حاضر نہ ہونے کی معافی چاہی، اور لکھا کہ کوئی جگہ مقرر کی جائے جہاں وہ اُن سے ملاقات کرسکیں۔ اُس نے ہفتہ کا دن اور ساقیہ ممس کا مقام مقرر کیا، اور اُدھر ابوعبداللہ نے غرویہ بن یوسف ملوسی کو کچھ رسالہ دے کر شہر رقادہ کو روانہ کیا تاکہ وہ اُس پر قبضہ کرلے اور وہاں کے مال و متاع اپنے تسلط میں لے لے چنانچہ وہ سلخ جمادی الآخر کو جمعہ کے دن وہاں آیا، اور لوگوں میں منادی کرائی کہ جو نکل گیا ہے وہ واپس نہ آئے، اور جو شہر میں موجود ہے وہ بیک بینی و دو گوش نکل جائے۔ مگر اور لحاظ سے اُس نے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔

ابوعبداللہ شیعی کے رقادہ اور قیروان میں داخل ہونے اور وہاں اُس کے احوال کا بیان

سنہ ۲۹۶ھ میں ہی ابوعبداللہ شیعی اپنے سات لشکروں کو لے کر شہر رقادہ میں داخل ہوا جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے اُس کی فوج کی تعداد تین لاکھ سوار اور پیادہ تھی۔ یکم رجب کو ہفتہ کے دن وہ وہاں پہنچا، اور قیروان کے فقہاء اکابر اور تجار عظام نے شہر سے باہر نکل کر اُس کا استقبال کیا اور ساقیہ ممس کے مقام پر ملاقی ہوئے اُس کو سلام کیا، اُس حکومت سے اپنی رضامندی ظاہر کی، اور اُس سے امان کے طالب ہوئے۔ ابوعبداللہ نے سب کو امان دی۔ اُن کے اُس فعل کی تحسین کی، اور احسان اور عدل کا وعدہ کیا۔ اُس سے قبل اُس نے قواد کتامہ اور عام سپاہیوں سے وعدہ کیا تھا،

کہ وہ قیروان کو اُن کے حوالے کر دیگا، اُس پر اُن کو مسلط کریگا، اور وہاں کے لوگوں کا تمام مال اُن کے حوالے کر دیگا۔ اب جب اُن کو اُس قوم کے امان پانے کا حال معلوم ہوا تو اُن کو سخت ناگوار گذرا، چنانچہ اس بارے میں اُنھوں نے ابوعبداللہ سے گفتگو کی اور اُس کا وعدہ یاد دلایا۔ ابوعبداللہ نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ کر سنائی "واُخریٰ لم تقدِروا علیھا قد احاط اللہ بھا وکان اللہ علیٰ کل شیئٍ قدیراہ" اور کہا کہ یہی قیروان ہے۔ لوگوں نے اس قول کو تسلیم کر لیا اور پھر اُس کے فرماں بردار ہو گئے، اس کے بعد وہ آگے بڑھا اور اپنے لشکر کو رقادہ کے گرد اُتارا، اور شہر میں داخل ہوا۔ اُس وقت ایک قاری اُس کے آگے آگے یہ آیت پڑھتا جاتا تھا: "ھوالذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب من دیارھم لاوّل الحشر ما ظننتم ان یخرجوا و ظنوا انھم مانعتھم حصونھم من اللہ فاتاھم اللہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبھم الرعب یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار" اور یہ آیت پڑھتا تھا: "کم ترکوا من جنات وعیونٍ وزروعٍ ومقامٍ کریم" (تا آخر سورۃ) وہ خود قصر صحن میں اترا اور عروبہ بن یوسف کو سوسہ پر قبضہ کرنے اور وہاں کے لوگوں کو امن دینے کے لئے روانہ کیا، وہ وہاں سے اٹھائیس بوجھ مال لایا جو قصر رباط میں محفوظ تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ ابوعبداللہ نے بنو اغلب کے باقی ماندہ لوگوں اور قواد کو جو زیادۃ اللہ کے پیچھے رہ گئے تھے امان دی۔ مگر بنو اغلب کے حبشی موالی کے قتل کا حکم دیا، اور ساتھ ہی ابراہیم بن بربر بن یعقوب التیمی معروف بہ قوس، کو قتل کرایا۔ لوگ اس کثرت سے اُس کے قتل کرنے کے لیے جھپٹے کہ

ف۱ سورۃ الفتح۔ آیت ۲۱ ف۲ سورۃ حشر آیت ۲ ف۳ سورۂ دخان آیت ۲۴ الخ

اُس کا دم بند ہو گیا اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔ ابو عبداللہ کا قول تھا کہ جب تک قوس کو قتل نہ کرلونگا اُس وقت تک افریقیہ میں بے خوف نہیں رہ سکتا۔

اُس کے بعد ابو عبداللہ شیعی نے اطرابلس آدمی بھیجے جہاں اُس کا بھائی ابوعباس مخطوم وہاں محبوس تھا۔ ابو جعفر خزری اور عبید اللہ شیعی کی ماں قیروان آئی۔ اُس کی ماں اطرابلس میں خزری کے پاس تھی۔ ابوعباس جلد باز بکواسی اور ضعیف العقل شخص تھا؛ اُس نے چاہا کہ قیروان کے اُن تمام فقہاء کو جو مدینہ منورہ کے مذہب کے پیرو تھے جلاوطن کردے مگر اُس کا بھائی ابو عبداللہ اس کا مانع ہوا۔ قیروان میں ابو عبداللہ نے حسن بن احمد بن علی بن کلیب المعروف بہ ابن ابی خنزیر کو والی مقرر کیا، اور حکم دیا کہ وہ ہر ایسے شخص کو جو رات کو باہر نکلے، مسکرات کا استعمال کرے یا اُسے اٹھائے ہوئے یا اس کے پاس پائی جائے قتل کردے۔ شہر قصر قدیم پر خلف بن احمد بن علی بن کلیب کو جو ابن ابی خنزیر کا بھائی تھا والی مقرر کیا، اور اُس کو بھی مذکورہ بالا حکم دیا، اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ اذان میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کے بعد "حی علی خیر العمل" زیادہ کردے اور صبح کی اذان میں سے "الصلاۃ خیرٌ من النوم" نکال دے۔ پھر اُس نے حکم دیا کہ شہر قادہ میں سے جو کچھ مال لوٹا گیا ہے اُس کو جمع کیا جائے۔ پھر زیادۃ اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کو جمع کیا، اور اُن کے معاملے کو احمد بن فروخ الطبنی الاحدب کے سپرد کردیا۔ ٹکسال کے محکمہ پر ابوبکر فیلسوف المعروف بہ ابن قمودی کو مقرر کیا۔ اُس کے سکہ پر الحمد للہ رب العالمین مضروب تھا، اور سکہ کا نام سیدیہ تھا۔ اُس کی انگوٹھی پر منقوش تھا: "فتوکل علی اللہ انک علی الحق المبین" اور اُس انگوٹھی پر جس سے وہ مراسلات پر مہر لگایا کرتا تھا منقوش تھا: "تمت کلمات ربک صدقا وعدلا ولا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم"۔ گھوڑوں کی رانوں کے

یہ الفاظ واغے گئے تھے۔ "الملك لله" اس کے جھنڈوں پر تھا: "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ" اور "وقُل جاءِ الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً" وغیرہ اور اسی قسم کی بہت سی آیات قرآنی لکھی ہوئی تھیں۔ اُس نے حکم دیا کہ نماز کے خطبوں میں حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوات بھیجنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہُ پر بھی اُسی طرح صلوات بھیجی جائیں، اور پھر حضرت فاطمہؓ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ پر۔ اُس نے حضرت علی کی شیعیت کا اقرار اور اُن کے مخالف اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگنے کا کھلم کھلا اظہار کیا۔

اسی سال ابوعبداللہ نے قیروان کے محکمہ قضا پر محمد بن عمر بن یحیےٰ بن عبدالاعلےٰ المروزی کو جو خراسان کی فوج میں تھا، مقرر کیا۔ یہ واقعہ جمعرات کے دن ۱۸ شعبان کا ہے۔ قاضی نے جامع مسجد میں اجلاس کیا اور رمضان المبارک میں نماز تراویح کے اسقاط کا حکم دیا۔ اس بارے میں اُس نے فقہاء کے خلاف احتجاج کیا، اور (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے فعل کی پیروی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہُ کے فعل کے اقتداء کے ترک یعنی اذان میں حی علی خیر العمل کے نکال دینے کو بُرا کہا، اور ان سب فقہاء سے کہا کہ اہل بیت کا مذہب اختیار کرو اور باقی سب کچھ چھوڑ دو۔ رمضان کا مہینہ آیا تو پہلے ہی دن جب المروزی جامع مسجد میں آیا تو عین محراب میں اپنے بیٹھنے کی جگہ دیوار پر یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی کہ "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا خائفين لهم في الدنيا خزيٌ ولهم في الآخرة عذابٌ عظيمٌ" (سورۃ بقر آیت ۱۰۸) اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ تم نے دیکھا تھا کہ یہاں کون بیٹھا تھا۔ اُنہوں نے جواب دیا نہیں۔ اُس نے آیت کریمہ کو مٹانے کا حکم دیا اور اُس جگہ

بیٹھنا چھوڑ دیا۔ ایک دن ایک لاوارث، مخبوط الحواس شخص ایسی حالت میں المروزی کے پاس آیا کہ لوگ اس کو گھیرے ہوئے تھے۔ اس مخبوط الحواس نے اُس سے کہا کہ آپ نے رمضان شریف کی نماز کا جھگڑا اُڑا کر ہم پر واقعی بڑا احسان ہے، کیا خوب ہو کہ اُس کے روزوں کا قضیہ بھی چکا دیں، اور اس طرح اُس کا بالکل خاتمہ ہی ہو جائے۔ یہ سُن کر المروزی نے کہا جا دفع ہو کمبخت، ملعون اور اُس کو دور کرنے کا حکم دیا۔ اُدھر ابو عبداللہ شیعی نے اکابر کتامہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل ہونے آل علی کو فضیلت دینے، اور اُن کے سوا سب سے برأت ظاہر کرنے کی تبلیغ کریں۔ اُس کے اثر سے لوگ بکثرت اُن کے مذہب میں داخل ہو گئے۔ چونکہ اُنہوں نے اہل مشرق کے ایک شخص کی تبلیغ کا اتباع کیا تھا اس لئے یہ دعوت مذہب "تشریق" کے نام سے مشہور ہو گئی۔

ابو عبداللہ داعی کے سجلماسہ جانے اور عبید اللہ شیعی سے ملاقی ہونے کا بیان

اب ابو عبداللہ نے لشکروں کے اجتماع اور سجلماسہ کے جنگ کی تیاری شروع کی، یہاں عبید اللہ شیعی اور اُس کا بیٹا ابو القاسم قید تھے، ابو عبداللہ (داعی) لوگوں کو اسی عبید اللہ کے لئے دعوت دیتا تھا اور اُس کو آل علی کا امام سمجھتا تھا۔ بہر حال جب لشکر، اسلحہ، آلات اور سفر کی دیگر تیاریاں بالکل مکمل ہو گئیں، تو افریقیہ میں اپنے بھائی ابو عباس، اور ابو زاکی تمام بن معارک الاجابی کو چھوڑ کر رقادہ سے نصف رمضان کو جمعرات کے دن روانہ ہوا۔ اُس کا لشکر ٹڈی دل کی طرح منتشر تھا۔ اہل دعوت اور اکابر قوم اُس کے ہمرکاب تھے، ان لوگوں میں ابراہیم بن محمد الشیبانی المعروف بہ ابی الیسر کاتب اور زیاد بن

خلفون المتطبب بنو اغلب کا مولے بھی شامل تھے اُس کے ساتھ جنگ کی غرض سے احمد بن محمد بن سیرین فقیہ بھی تھا جو عراق کے مذہب کا پابند تھا، اور اُس وقت اُس کے ساتھ اس لئے پیادہ جارہا تھا کہ اپنے زعم میں طلب امام کی راہ میں ثواب حاصل کرے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اُس کے بعد اُس کو برقہ کا قاضی بنادیا گیا۔ آخر کار ابو عبداللہ شہر تاہرت پہنچا، امان دے کر داخل ہوا، اور خاندان رستمیہ میں سے یقظان ابن ابی یقظان اور اُس کے اہل بیت کو قتل کرادیا۔ اُن سب کے سر اُس نے رقادہ میں اپنے خلفاء ابو عباس اور ابو زاکی کے پاس بھیج دیئے، جنہوں نے قیروان میں اُن کا گشت کرانے کے بعد رقادہ کے دروازے پر نصب کرادیا۔ اس واقعہ سے بنو رستم کی سلطنت کا ایک سو تیس برس کی حکومت کے بعد خاتمہ ہوگیا۔

فتح تاہرت کے بعد ابو عبداللہ نے ابو حمید دواس بن صولات لہیضی اور ابراہیم بن محمد یمانی، المعروف بہ الہواری کو جس کا لقب سید صغیر تھا، وہاں کا والی مقرر کیا اور خود شہر سجلماسہ کی طرف چلا، جہاں ۲۹۶ھ۔ ذی الحجہ کو ہفتہ کے دن پہنچا، اور اپنے لشکر سے اُس کو گھیر لیا۔ اتوار کے دن سات تاریخ کو جنگ ہوئی اور اسی دن اُس نے شہر پر قبضہ کرلیا۔ اب عبیداللہ شیعی اور اُس کے بیٹے ابو القاسم کو، جو وہاں ایک کوٹھڑی میں مریم بنت مدرار کے پاس قید تھے، نکالا گیا۔ جب ابو عبداللہ کی نظر اُس پر پڑی تو پا پیادہ ہوگیا، اور اُس کے سامنے اپنے عجز وانکسار کا اظہار کیا، فرط سرور سے اُس کے آنسو نکل آئے۔ پھر وہ پا پیادہ ہی اُس کے آگے چلتا رہا، اس طرح کامیابی کو معراج پر پہنچا کر اور تمام امور سلطنت اُس کے سپرد کر کے، اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ ہی میرا اور تمہارا آقا ہے، اللہ تعالے نے اُس کے بارے میں اپنا وعدہ پورا کیا، اُس کو اُس کا حق عطا کیا، اور اُس سے غلبہ

دیا۔ ابو عبداللہ شیعی اور اُس کے اصحاب نے سجلماسہ کو لوٹا اور جلا دیا، وہاں کا حاکم یسعؔ اپنے بنی عم کی ایک جماعت کو لے کر ایک رات وہاں سے نکل کھڑا ہوا، ابو عبداللہ نے اُس کا پیچھا کیا، مگر نہ پا سکا۔

اسی سال ابراہیم بن عیسٰے بن محمد بن سلیمان بن عبداللہ بن حسنؓ بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب کا انتقال ہوا، اور ارشقول کے مقام پر اُن کے مکان ہی میں اُن کو دفن کیا گیا۔ اسی سال ابو عبدالرحمٰن بکر بن حماد بن سہر بن ابی اسماعیل زناتی نے ماہ شوال میں شہر تاہرت کے علاقے میں قلعۂ ابن حتمہ کے مقام پر وفات پائی۔ وہ یہیں پر پیدا ہوئے اور رہے سہے تھے۔ موت کے وقت اُن کی عمر (۹۰) برس کی تھی، اُن کے جنازے کی نماز موسٰے بن فارسی فقیہ نے پڑھائی تھی۔ ۲۱۷ھ میں جوانی کے عالم میں بحر مشرق گئے تھے، اور وہاں فقہاء اور جلیل القدر علماء کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ وہ حدیث اور رجال کے عالم اور زبردست شاعر تھے۔ خلیفہ کی مدح میں قصائد کہے تھے، اور اُس سے بہت سا انعام و اکرام حاصل کیا تھا، اُس کے علاوہ اُس عصر کے مشہور شعراء عراق مثل حبیب، صریع، دعبل، علی بن جہم وغیرہ کے جلیس رہے تھے، چنانچہ اُنھوں نے معتصم کو دعبل کے خلاف اکساتے ہوئے کہا تھا۔

ایھجو امیر المومنین و رھطہٗ ویمشی علی الارض العریضہ دعبل

(اے دعبل کیا تو امیر المومنین اور اُس کے خاندان کی ہجو کرتا ہے اور پھر بھی وسیع زمین پر چلتا پھرتا نظر آتا ہے)

اما والذی ارسی ثبیراً مکانہٗ لقد کادت الدنیا لذاک تزلزل

(قسم ہے اُس خدا کی جس نے اُس زمین کو مضبوط کیا۔ قریب ہے کہ دنیا میں زلزلہ آجائے)

ولکن امیر المومنین بفضلہ یھم فیعفوا ویقول فیفعل

(لیکن امیرالمومنین اپنے فضل و کرم سے ارادہ کر کے معاف کر دیتا ہے اور یا کہہ کر پورا کرتا ہے)۔

یہ اشعار سن کر حبیب نے اُن سے کہا کہ تم نے تو دعبل کو مار ہی ڈالا ہے چنانچہ ایک قصیدہ میں وہ کہتے ہیں کہ ؎

وعاتبنی فیه حبیب وقال لی - لسانك محذور وسمك یقتل

(مجھ پر حبیب نے عتاب کیا اور کہا کہ تمہاری زبان سے احتراز لازم ہے کیونکہ وہ تمہارا زہر قاتل ہے)۔

وانی وان صرفت فی الشعر منطقی لانصف فیما قلت فیه واعدل

(لیکن میں جب کبھی کوئی شعر کہتا ہوں تو موضوع کے متعلق پورا پورا انصاف و عدل کرتا ہوں)۔

اسی سال محمدؒ بن حسنؒ المعروف بہ ابن ورصدؒ نے قصطیلیہ میں وفات پائی۔ انہوں نے مشرق کا سفر کیا تھا اور فقہاء کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ اسی سال محمد بن یزید الفارسی نے جو قیروان کے رہنے والے تھے وفات پائی۔ انہوں نے سحنون اور ان کے بیٹے محمدؒ سے علم حاصل کیا تھا۔

۲۹۷ھ میں بربریوں کی ایک جماعت بنو خالد نے یسع بن مدرار کے خلاف غدر کیا اور ابو عبداللہ کے پاس پناہ لی اور اُس نے بھی پناہ دی۔ یہ یکم محرم کا واقعہ ہے۔ اسی سال عبیداللہ شیعی نے ابراہیم بن غالب مزاتی کو شہر سجلماسہ کا حاکم مقرر کر کے کتامہ کے پانچ سو سوار اُس کے پاس چھوڑے اور باقی ماندہ لشکر لے کر افریقیہ کی طرف چلا۔

اسی سال ماہ صفر میں قیروان میں ابراہیم بن محمد الضبیؒ المعروف بہ ابن برذونؒ اور ابو بکر ابن ہذیل دو فقیہوں کو قتل کیا گیا۔ یہ دونوں صاحب

علم وفضل تھے اور علوم کے کئی شعبوں میں دسترس رکھتے تھے محمد الکلاعی، اور اُس کے اصحاب مذہب اہل عراق کے پیرو تھے، اور چونکہ اُن عقاید میں اُن کو ہر قسم کی اجازت حاصل تھی اس لیئے اُس کو شیعہ جائز سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے مذکورہ بالا حضرات کی ابوعباس کے پاس چغلی کھائی، اور اُن کے متعلق کہا کہ یہ شیعی حکومت کو مطعون کرتے، اور حضرت علی بن ابی طالب کے مقابلہ میں حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی طرف داری کرتے ہیں، یہ سُن کر (ابوعباس) مخطوم نے اُن کو قید کردیا، اور چونکہ ابراہیم بن برذون کے خلاف چغلی سخت کھائی گئی تھی، اور اُس معاملے میں اُن کا قول بھی شنیع تر تھا اُن کو پانچ سو درے مارے گئے، اور پھر دونوں کو ابن ابوخنزیر کے حوالے کردیا گیا تاکہ اُن کو قتل کردیا جائے اُس نے اُن کے ساتھ سخت بدسلوکی کی۔ ابن ہذیل کو مارا، اور پھر قتل کردیا؛ مگر ابن برذون کے ساتھ یہ رعایت کی کہ اُن کو بغیر مارے ہی قتل کردیا۔ یہ ماہ صفر کا واقعہ ہے، قتل کے بعد قیروان کے تمام بازاروں اور گلیوں میں اُن کی لاشوں کو برہنہ کھینچا گیا، اور پھر مصلوب کردیا گیا۔ ابوعباس مخطوم نے اس تمام معاملہ کی اطلاع اپنے بھائی ابوعباس کو دی، اُس نے اُس کو زجر و توبیخ کی اور کہا کہ تو نے شہر اور اہالی شہر کے حال کو ابتر کردیا، حالانکہ ہم کو اس وقت اُس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

اسی سال محمد بن خزر بن صیلات الزناتی نے ابوعبداللہ شیعی کے خلاف خروج کیا، اور شہر تاہرت کی جانب اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ دواس بن صولات کو وہاں سے نکال کر شہر پر قبضہ کرے، اور ابوعبداللہ اور اُس کے ہمراہیوں کو سجلماسہ سے آتے ہوئے روک لے۔ اہل تاہرت کی ایک جماعت بنودلوس نے اس بارے میں اُس کو اُکسایا، اور اُس کو مدعو کیا، مگر دواس

عامل شہر کے پاس اُن کی چغلی کھائی گئی، اور اُس نے اُن سب کو قلعہ برقجانہ میں، جو تاہرت قدیم کے نام سے مشہور تھا مُقید کر دیا۔ محمد بن خزر تاہرت کے برخلاف اور اُس کے بعض گرد و نواح کے مقامات پر قابض ہو گیا۔ جب دواس نے یہ حال دیکھا تو اُس نے بھاگ کر ابن حمّہ حاکم قلعہ کے پاس پناہ لی، اُدھر قلعہ برقجانہ کے لوگ بنو دلوس کے خلاف ہو گئے، اور اُن کو قتل کر ڈالا۔ اہل تاہرت نے محمد بن خزر کے اندفاع کی کوشش کی، اُس سے لڑے، اور آخر اُسے قتل کر ڈالا۔ اب اُنہوں نے دواس سے خط وکتابت کی، اور وہ اُن کے پاس واپس آ گیا عبیداللہ شیعی نے ابراہیم بن غالب المزاتی کو سجلماسہ کا حاکم مقرر کیا، اور کتامہ کے دو ہزار سوار اُس کے پاس چھوڑ کر ابوعبداللہ کی ہمراہی میں افریقیہ کو روانہ ہو گیا، اُن کے ہمراہ بنو مدرار بھی تھے، اور اُن سب کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ شہر اربار (یا اربہ) پہنچے تھے کہ محمد بن خزر کی بغاوت کا حال معلوم ہوا، یہ اُس کی طرف روانہ ہوئے مگر وہ اُن کے آنے کی خبر سُن کر مفرور ہو گیا، اور ریگستان میں پناہ لی۔ عبیداللہ نے لیسع بن مدرار کے قتل کئے جانے کا حکم دیا، اور وہ بیاسی کی حالت میں قتل ہوا۔

اسی سال پیر کے دن ۱۰۔ ربیع الاوّل کو اہل سجلماسہ نے اپنے عامل ابراہیم بن غالب المزاتی کے خلاف بغاوت کی[۵] اُس کو اور اہل کتامہ کے

---

[۵] یہاں یہ عبارت جو ایک قلمی نسخے میں موجود ہے۔ زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے:۔

"عبیداللہ کو راستہ میں یہ خبر معلوم ہوئی، اُس نے محمد بن خزر کا تعاقب کیا، اور آخر کار وہ ریگستان میں پناہ گزیں ہو گیا، اس سفر میں بنو مدرار کے لوگ قید کی حالت میں عبیداللہ کے ساتھ تھے جب محمد بن خزر کا یہ حال ہوا تو اُس نے یسع کے قتل کا حکم دیا، اور اہل سجلماسہ نے عبیداللہ کے حاکم ابراہیم بن غالب کو قتل کر ڈالا۔" (ڈوزی)

شیعوں کو قتل کیا، اور واسول بن امیر بن مدرار کو اپنا حاکم مقرر کر لیا۔

سجلماسہ کے معاملہ کے شروع سے سنہ زیر بحث تک کے حالات

ابوالقاسم سمغون بن واسول مکناسی مویشیوں کے ایک بہت بڑے گلے کا مالک تھا، جو موضع سجلماسہ میں چرا کرتا تھا، اور وہیں رہتا تھا، یہ دلدلی علاقہ تھا، اور یہاں ارد گرد کے بربری قبائل اپنے مویشیوں کو لے کر جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اس طرح صفریہ جماعت کے کچھ لوگ ابوالقاسم کے پاس جمع ہو گئے۔ وہیں اُس کے پاس خیموں میں رہنے سہنے لگے۔ پھر تقریباً سنہ ۱۴۰ھ میں رفتہ رفتہ مکانات تعمیر کرنے شروع کئے، اور اپنے اوپر عیسٰے بن یزید الاسود کو حاکم بنا لیا، اور تمام کام اُس کے سپرد کر دیئے۔ مگر بعد میں اُس کی چند حرکات اُن کو ناگوار گذریں، اس لئے اُس کو گرفتار کر کے مشکیں کس لیں، اور پہاڑ پر لے جا کر ایک درخت سے باندھ دیا، اسی حالت میں وہ مر گیا۔

اُس کے بعد ابوالقاسم سمغون کو جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، والی بنایا۔ اُس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس کے باپ کا نام واسول یا مدلان تھا، وہ سنہ ۱۶۸ھ میں اپنی موت تک برابر والی رہا، پھر حکومت اُس کے بیٹے الیاس بن ابوالقاسم المعروف بہ ابن وزیر کے ہاتھ میں منتقل ہوئی، مگر دو برس ہی گذرے تھے، کہ اُس کے بھائی نے اُس کے خلاف خروج کیا، اور سنہ ۱۷۰ھ میں اُس کا بھائی یسع بن سمغون بن مدلان المکناسی حاکم ہوا، وہ منتصر کے نام سے مشہور تھا، یہ شخص بڑا تند خو اور ظالم تھا۔ جو بربری قبیلہ اُس کا مخالف ہوا اُس نے اُس کو زیر کیا، سختی کی، اور آخر اُس کو ذلیل کر دیا۔ اُس نے صفریہ عقائد کا اظہار کیا، اور زرہیں تیار کرنے کے پانچ کارخانے قائم کئے، اُن تمام وجود سے اُس

وقت اُس کی قدر بہت زیادہ ہوگئی، اور سجلماسہ کا گاؤں رفتہ رفتہ شہر ہوگیا۔ مگر اُس کی فصیل اب تک نہ بنی تھی، جب یسع کے ملک میں اور توسیع ہوئی، تو اُس نے شہر کی فصیل اس طرح بنانے کا حکم دیا کہ نیچے سے وہ پتھر کی ہو اور اوپر سے اینٹوں کی۔ کہتے ہیں کہ اُس کی تعمیر محض اُس کے ذاتی مال سے ہوئی تھی، اور کوئی اور اُس میں شریک نہ تھا۔ اُس نے خاص سجلماسہ ہی میں سکونت اختیار کر لی، اور (۳۷) یا (۳۸) برس کی حکومت کے بعد ۲۰۸ھ میں وفات پائی ء

مدرار ابن یسع (منتصر) بن سمغون اُس کا جانشین ہوا، اُس کی ولایت کے دوران میں اُس کے دو بیٹوں میمون، المعروف بہ ابن اروا (اریہ اُس کی ماں کا نام تھا، جو عبد الرحمٰن بن رستم صاحب تاہرت کی بیٹی تھی) اور دوسرے بیٹے معروف بہ ابن بقیہ کے درمیان تنازع ہوا اور تین سال تک برابر آپس میں جنگ ہوتی رہی۔ آخر اُن کا باپ مدرار اپنے بیٹے میمون بن اروا (رستمیہ) کی طرف مائل ہوگیا، اور اُس کے بھائی ابن بقیہ کو سجلماسہ سے نکال دیا۔ اب مدرار سلطنت کے کاموں سے دست کش ہوگیا، اور حکومت اپنے بیٹے میمون بن مدرار کے سپرد کر دی، مگر اہل سجلماسہ اُس کے مخالف ہوگئے، اور اُسے علیحدہ کر دیا۔ انھوں نے چاہا کہ اُس کے باپ سے بھی خلع کر کے ابن بقیہ کو حاکم بنا لیں، مگر اُس نے اپنے باپ پر حکومت کرنے سے انکار کیا، اُس پر لوگوں نے دوبارہ مدرار کو حاکم بنا لیا۔ پھر اُن کو معلوم ہوا کہ وہ اپنے بیٹے میمون کے لئے سازش کرتا ہے اس پر اُنھوں نے مدرار کا محاصرہ کر لیا، اور اُس کو علیحدہ کر کے ابن بقیہ کو بادشاہ بنا لیا۔ یہ ۲۶۳ھ میں اپنی موت تک برابر بادشاہ رہا، اور اُسی کی حکومت کے دوران میں اُس کے باپ مدرار نے انتقال کیا ء

اُس کے بعد ماہ صفر ۲۷۰ھ میں لیسع بن میمون بن مدرار بن یسع

بن سمغون بن مدلان المکناسی بادشاہ ہوا اور اپنے دادا کے لقب پر اپنا لقب المنتصر مقرر کیا۔ یہی شخص ہے، جس نے یہ معلوم کر کے عبیداللہ ہی دعوت شیعی کا سرکردہ ہے اُس کو سجلماسہ میں قید کیا تھا۔ مگر یہ دیکھ کر افریقیہ کے شیعوں نے اُس پر چڑھائی کی، اور اُس کو اُن کے سامنے سے ہٹ جانا پڑا، اب عبیداللہ سجلماسہ میں اپنے قید خانہ سے نکلا، اور تمام سلطنت پر مستولی ہوگیا۔ پھر ۲۹۶ھ میں یسع بھی اُس کے ہاتھ لگ گیا، اور اُس کو قتل کرادیا۔ اس طرح سجلماسہ اور گردو نواح کے علاقے میں یسع کی حکومت (۲۷) سال رہی۔ اسی پر سجلماسہ میں دولت بنو مدرار کا خاتمہ ہوگیا۔ اس خاندان کی حکومت تقریباً ایک سو ساٹھ سال تک رہی۔ بنو مدرار کے اس طرح برباد ہو جانے کے بعد عبیداللہ شیعی نے وہاں اپنا عامل مقرر کردیا، مگر ابھی پچاس دن ہی گذرے تھے کہ لوگ اُس کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اور اُس کو قتل کرڈالا۔

عبیداللہ شیعی کے رقادہ پہنچنے اُس کے مختصر حالات اور اُس کے نسب کے متعلق روایات

۲۹۷ھ میں ہی عبیداللہ مع اپنے بیٹے ابوالقاسم، جعفر ابن علی حاجب، اور ابوالحسن طیب بن اسماعیل معروف بہ حاضن کے رقادہ پہنچا۔ قیروان کے اکابر اور فقہاء نے اُس کا استقبال کیا، اُس کے لئے دعائے خیر کی، اُس کو مبارکباد دی، اُس کی حکومت سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا، اور اُس سے امان کی تجدید چاہی۔ اُس نے کہا کہ ہاں تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے امان ہے، مگر مال کا ذکر نہ کیا۔ اس پر بعضوں نے اپنی خواہش کا اعادہ کیا، اور اُس سے چاہا کہ اُن کے مال و متاع کے لئے بھی امان دے دے، مگر اس پر

اُس نے اُن سے منہ پھیر لیا۔ یہ دیکھ کر سمجھدار لوگ اُسی وقت سے اُس سے خائف ہو گئے۔ بہرحال وہ شہر رقادہ میں اس طرح داخل ہُوا کہ سیاہی مایل ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھا، اور اُسی رنگ کا عمامہ اُس کے سر پر تھا، اور سُرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا۔ اُس کے پیچھے اُس کا بیٹا تھا جو زعفران سے رنگے ہوئے ریشمی کپڑے پہنے، اور بھورے گھوڑے پر سوار تھا۔ عبیداللہ کے آگے ابوعبداللہ (داعی) سبز رنگ کے کپڑے پہنے کتان کی چادر اوڑھے اور عمامہ اور اسکندرانی مندیل رکھے جا رہا تھا۔ وہ کمیت گھوڑے پر سوار تھا، اُس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا، جس سے وہ اپنے چہرے سے غبار، اور پسینہ صاف کرتا تھا۔ لوگ اُس کے اردگرد تھے۔ اس شان سے عبیداللہ رقادہ میں داخل ہُوا، اور ایک محل المعروف بہ صحن میں ٹھیرا۔ اُس کا بیٹا ابوالقاسم قصر ابوالفتح میں اُترا، اور عبیداللہ نے اپنا لقب مہدی مقرر کیا۔

عبیداللہ کے نسب میں بہت کچھ اختلاف ہے، خود اُس کا دعوے ہے کہ وہ عبیداللہ بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ بعینہ یہی خیال حکم المستنصر باللہ اموی کا ہے مگر باقی لوگوں کا خیال ہے کہ وہ جھوٹا ہے، اور بنو ابوطالب سے اُس کا انتساب ایک دعوے باطل ہے۔ اُنھوں نے القاسم بن طبا طبا العلوی کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اُنھوں نے کہا تھا، کہ خدا کی قسم جس کے سوا اور کوئی لائق پرستش نہیں، عبیداللہ شیعی نہ ہم میں سے ہے، اور نہ ہمارے اور اُس کے نسب میں کوئی مشارکت ہے۔ مقاتل کا بیان ہے، کہ وہ درحقیقت عبیداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن البصری ہے۔ قاضی ابوبکر بن طیب الباقلانی نے اپنی کتاب "کشف الاسرار و ہتک الاستار" میں اُس کے نسب کو کھول کر

بیان کیا ہے، اور لکھا ہے، کہ یہ لوگ درحقیقت قرامطہ میں سے ہے اور ابو عبداللہ شیعی (داعی) نے اُن کا یہ مذہب تیار کیا، اور اس شجرۂ نسب کو ڈھالا بعض مورخین کا خیال ہے کہ جعفر بن علی کی ایک لونڈی تھی اور ایک قرامطی یا بقولے ایک یہودی کا اُس سے ناجائز تعلق ہو گیا۔ اُس نے بہت مال اُس شخص کو دیا اور دونوں کی آپس میں بہت محبت ہو گئی۔ آخر اُس نے اپنے آقا جعفر کو قتل کر ڈالا۔ اسی شخص سے عبید اللہ کا دادا پیدا ہوا۔ جو شخص اس قصے سے واقف نہیں ہوتا وہ تو اُس کے نسب کو صحیح سمجھ لیتا ہے، اور جسے اس کا علم ہوتا ہے وہ اُس دعوے کی حقیقت اور کذب وافتراء سے پورا واقف ہو جاتا ہے نسب کے متعلق یہ باتیں ابن قطان نے بیان کی ہیں۔

اُس نے اپنی انگوٹھی پر نقش کرایا تھا:۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع ام من لا یھدی الا ان یُھدی فما لکم کیف تحکمون (سورۂ یونس آیت ۳۶) اُس نے ابوالفضل جعفر بن علی، ابو احمد جعفر بن عبید ابوالحسن طیب بن اسماعیل المعروف بہ حاضن، اور ابو سعید عثمان بن سعید المعروف بہ مسلم سجلماسی کو اپنا حاجب، اور ابو الیسر ابراہیم بن محمد البغدادی الشیبانی کو کاتب مقرر کیا۔ ابو جعفر الخزری کو بیت المال کا، ابوالقاسم بن قدیم کو دیوان خراج کا، ابو بکر فیلسوف المعروف بہ ابن قمودی کو ٹکسال کا اور عبدون ابن حباسہ کو عطلے کے محکمہ کا حاکم بنایا، شہر رقادہ کے محکمۂ قضا پر افلح بن ھارون الملوسی کو مقرر کیا۔ قیروان کے اعمال پر حسن بن ابو خنزیر کو اور وہاں کی قضا پر مروزی کو مقرر کیا، عبید اللہ نے یہ بھی حکم دیا کہ مسجدوں، تالابوں، پلوں اور محلوں پر سے اُن کے بانیوں کے نام اُتار ڈالے جائیں، اور اُس کا نام کندہ کر دیا جائے۔ عبید اللہ نے قبیح ترین شیعیت کا اظہار کیا۔

تمام اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کو سوائے (حضرت) علی ابن ابی طالب، مقداد بن الاسود، عمار بن یاسر، سلمان فارسی، اور ابوذر الغفاری کے سب و شتم کیا، اُس کا عقیدہ تھا کہ تمام اصحاب (رضی اللہ عنہم) سوائے مذکورہ بالا حضرات کے آنحضرت کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ (قاضی) المروزی نے تمام فقہاء کو تنبیہ کر دی کہ وہ سوائے اُس مذہب کے، جو اُس کے زعم میں جعفر بن محمد کا مذہب تھا، اور کسی طرح کا فتوےٰ نہ دیں۔ اُس قانون کے مطابق طلاق کی قسم ساقط تھی، بیٹیوں کی میراث جاتی رہتی تھی، اور بہت سے ایسے ہی قوانین تھے جن کا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔ بہت سے شعراء نے عبید اللہ (المہدی) کی شان میں کفر آمیز قصائد کہے اور اُس نے اُن کو انعام و اکرام دیئے، مثلاً ابو قضاعہ کا کاتب محمد البدیل اُس کی مدح میں کہتا ہے کہ ؎

حل برقادۃ المسیح حل بها آدم ونوح

(رقادہ میں مسیح سا آدم اور نوح آکر اترا ہے)

حل بها احمد المصفی حل بها الکبش والذبیح

(وہاں احمد، مینڈھا اور ذبیح اگر اترا ہے)

حل بها اللہ ذو المعالی وکل شیئ سواہ ریح

(وہاں خود اللہ آکر ٹھیرا ہے۔ اور سوائے اس کے تمام چیزیں بے کار ہیں)

خدا کی اُس پر لعنت اور پھٹکار ہو اور قائل و مقول دونوں ذلیل و خوار ہوں۔ جب سے کتامہ افریقیہ میں داخل ہوئے تھے، اُن کا ایمان تھا، کہ اُن کا سردار (عبید اللہ) المہدی جو رقادہ میں مقیم تھا، عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اُسی کے متعلق قیروان کے ایک نوجوان نے ذیل کے دو شعر لکھے، اور اُن کو اس طرح

سے عبید اللہ کے پاس پہنچایا کہ اُس کو لکھنے والے کا پتہ نہ لگے ۔

الجور قد رضینا لا الکفر و الحماقہ

(ہم ظلم و جور سہنے کے لئے رضا مند ہوئے ہیں، نہ کہ کفر و حماقت کے لئے)

یا مدعی الغیب من کاتب البطاقہ

(اے غیب دانی کے مدعی بتا کہ یہ خط کس کا لکھا ہوا ہے؟)

یہ اشعار اُس کو سخت ناگوار گزرے، اور اُس نے اس بھید کے معلوم کرنے کی کوشش کی، مگر کبھی کامیاب نہ ہوا۔

اسی سال کتامہ کے علاقہ میں بباب نے چند بربری قبایل کے ساتھ مل کر بغاوت کی۔ بکثرت لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے۔ عبید اللہ نے اُن اہل کتامہ کو، جو اُس کے مطیع و فرمان بردار تھے، بباب سے لڑنے کا حکم دیا۔ اُنھوں نے اکثر کو قتل کیا، اور بباب کو قید کر لیا۔ فتح نامہ قیروان میں پڑھا گیا، قبیلہ زناتہ تاہرت کی جانب واپس چلا گیا، اور وہاں دواس بن صولات کا محاصرہ کر لیا، عبید اللہ نے شیخ المشائخ نامی ایک قائد اُن کے برخلاف روانہ کیا، اور اُس نے اُن کو شکست دے کر بہت سوں کو قتل کیا۔

اسی سال (عبید اللہ کا بیٹا) ابوالقاسم عید الفطر کے روز شہر رقادہ کی عیدگاہ میں آیا، لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی، اور خطبہ پڑھا۔ ابو عبد اللہ (داعی) اور کتامہ کے قواد کی ایک جماعت اُس کے ہمراہ تھی۔ یہ پہلی عید تھی، جو اُس نے افریقیہ کی سرزمین میں پڑھی، اور اُسی دن عبید اللہ کا خط قیروان اور اُس کے اعمال میں مساجد کے منبروں پر سے پڑھا گیا۔

اسی سال ابو عبد اللہ شیعی کتامہ کے بہت سے قائدوں اور داعیوں کو لے کر مغرب گیا، کیونکہ اس سرزمین میں بہت کچھ خرابیاں پڑ گئیں تھیں، راستے

غیر محفوظ تھے، اور قبائل بکثرت اپنے عمال کے خلاف ہو رہے تھے، ابو عبداللہ نے وہاں پہنچ کر یکے بعد دیگرے متعدد شہروں کو فتح کیا، اور لوگوں کو قید کیا، اور بہت سے فتح نامے لکھے، جو افریقیہ میں پڑھے گئے۔

اسی سال جبلہ بن حمود بن جبلہ الصدفی نے جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مولے تھے وفات پائی۔ وہ فقیہ اور زاہد تھے، اور سحنون کے شاگردوں میں سے تھے۔ اُنہوں نے دنیا کو ترک کر دیا تھا۔ اُن کا باپ سلطان کے خدام میں سے تھا، اور صاحب مال تھا، اُنہوں نے اُس کی عین حیات میں ہی دنیا ترک کر دی تھی، اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کے ترکے سے بھی جو مقدار میں تقریباً آٹھ ہزار مثقال تھا دست بردار ہو گئے تھے۔

اسی سال دعامہ بن محمد الفقیہ نے بھی انتقال کیا۔ یہ بھی سحنون کے شاگرد تھے، اور بنو اغلب کے زمانے میں صقلیہ کے قاضی رہ چکے تھے۔ اُن کے علاوہ اسی سال میں قاضی محمد بن عبدون، احمد بن محمد بن اغلب التمیمی، اور عبداللہ بن ابو منہال نے بھی وفات پائی۔

اس سال ابوالقاسم نے عید الضحٰے کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی، اور خطبہ پڑھا، اور عبیداللہ کا خط قیروان میں پڑھا گیا۔

اسی سال محمد بن خلد القیسی المعروف بہ ابن طرزی نے انتقال کیا۔ یہ بھی سحنون کے شاگرد تھے ۔ ابو سمیدع المودب نحوی نے بھی وفات پائی۔ اسی سال شہر رقادہ میں احمد بن یحیٰے بن طیب المتطیب فقیہ، جو اہل عراق کے مذہب کے پابند تھے، قتل کئے گئے۔

اسی سال ابو عبداللہ شیعی شہر تنس پہنچا اور ثور نام ایک مقام پر اترا۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے، جبکہ ذالحجہ کے اختتام میں تین دن باقی تھے، یہاں

اُس نے کتامہ کے بڑے بڑے آدمیوں کو اپنے پاس جمع کیا، اور عبیداللہ کے بارے میں اُن سے گفتگو کی، اور اُن کے ساتھ مل کر اُس کو حکومت سے علیحدہ کرنا چاہا۔ اُس نے کہا کہ اُس کے افعال اُس مہدی سے نہیں ملتے جس کے لئے میں تم کو دعوت دے رہا تھا، مجھ کو خوف ہے کہ میں نے اُس کے معاملے میں غلطی کی ہے، اور مجھ کو اُس میں ایسا ہی دھوکا ہوا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ہوا تھا، کہ جب رات ہوئی، اور انہوں نے ستارے دیکھے تو کہا کہ یہی میرا رب ہے۔ اب میرے اور تمہارے لئے واجب ہے کہ ہم اُس کو آزمائیں، اور علماء کے نزدیک جو علامات کہ امام میں ہونی چاہئیں اُن کو ظاہر دیکھیں، کیونکہ اُس نے اُن لوگوں کو یہ بتلایا تھا کہ ایک روایت کے بموجب جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان خاتم نبوت تھی، اسی طرح مہدی کے بھی ہوگی، اور اُس میں لکھا ہوگا "مہدی رسول اللہ" اور یہ کہ مہدی بھی بیّن نشانیوں سے ظاہر ہوگا، اور پتھر میں اپنی مہر لگا سکیگا۔ بہرحال اُس نے کتامہ کی ایک جماعت سے یہ عہد لیا کہ جب وہ اُس کے پاس رقادہ واپس جائیں، تو اُن کو آزملیا جائیگا۔ اس معاملہ میں غرویہ بن یوسف بھی شامل تھا۔

۲۹۸ھ میں ابو عبداللہ شیعی بلاد بربر میں برابر گھومتا رہا، چنانچہ وہ صدینہ اور زناتہ سے لڑا، لوگوں کو قتل کیا، اُن کی اولاد کو غلام بنایا، اور بعض شہروں کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا، اپنے ان کارناموں سے وہ برابر عبیداللہ کو آگاہ کرتا رہا، اور اُس کے خط لوگوں کے مجمعوں میں پڑھے جاتے رہے۔ کئی مہینوں تک اس طرح مغرب کا چکر لگانے کے بعد ابو عبداللہ واپس ہو کر رقادہ پہنچا۔ یہاں غرویہ بن یوسف نے اُس تمام معاملہ سے عبیداللہ شیعی

کو اطلاع دی، جو تنس کے مقام پر تھا، اور بتلایا کہ کس طرح ابوعبداللہ کتامہ کی ایک جماعت کو ملا کر اُس کو علیحدہ کرنے کے درپے ہے، یہ سُن کر عبیداللہ اس سے چوکنا ہوگیا۔

اسی سال ابوجعفر بغدادی دیوان کشف کا عمران بن ابوخلد بن ابی سلام کے ساتھ عامل مقرر کیا گیا، اور اسی سال سحنون کے اصحاب میں سے ذیل کے حضرات نے وفات پائی، یحیٰی بن عون بن یوسف، اور عبداللہ بن ولید المعروف بہ ابن فُندَقی۔ موخر الذکر نہایت اچھے فقیہوں میں تھے۔

اسی سال جب جمادی الاول کے اختتام میں (۱۴) راتیں باقی تھیں، اتوار کے دن ابوالیسر ابراہیم بن محمد الشیبانی البغدادی، المعروف بہ ریاضی، نے انتقال کیا، اور باب سالم کے پاس دفن ہوئے، وہ بڑے ادیب، خطوط نویس، اور شاعر تھے، اُن کی بہت سی تصانیف بھی ہیں، وہ اندلس میں امام محمد بن[۵۱] عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک خط لے کر پہنچے، جس کو اہل شام کی زبان کی نقل میں لکھا گیا، امام نے اُن کو اپنے پاس ٹھیرایا، اُس خط کو قبول کیا اور اُن کے ساتھ احسان کیا۔ مگر آخر میں اُن کو یہ معلوم ہوگیا کہ خط مصنوعی ہے جب ابوالیسر چلنے لگے، تو اُن کو ایک مختوم خط اہل شام کے خط کے جواب میں دیا گیا۔ جب وہ سمندر میں دور نکل گئے، تو انھوں نے اُس کو پڑھنے کے لئے کھولا، مگر سوائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کاغذ بالکل سادہ تھا۔ اس کو دیکھ کر وہ سمجھ گئے، کہ اُن کو دھوکہ بازی میں کامیابی نہیں ہوئی اور امام کی تمام جود و سخا محض خود اُس کی عظمت اور فضیلت کی وجہ سے تھی یہ دیکھ کر ابوالیسر کے دل میں اندلس کے بادشاہوں کی تعظیم جاگزیں ہوگئی انھوں نے جب لوگوں سے یہ قصہ بیان کیا تو سب کو تعجب

---

۵۱ یہ شخص اندلس میں بنی اُمیہ کا پانچواں بادشاہ تھا۔ (مترجم)

ہوا۔ بنو اغلب کی سلطنت کے انقراض تک ابو الیسر اُن کے کاتب کے طور پر کام کرتے رہے پھر اپنی موت تک عبید اللہ شیعی کے کاتب رہے۔ علوم کے مختلف شعبوں میں اُن کی نہایت قابل قدر تصانیف ہیں مثلاً مسند فی الحدیث، قرآن کے متعلق ایک کتاب سراج الہدیٰ، لقیط المرجان، رسالۃ الوحیدہ فی المونسہ قطب الادب وغیرہ۔

اسی سال ابو الیسر کی وفات کے بعد عبید اللہ نے ابو جعفر محمدؐ بن احمد بن احمد بن ہارون بغدادی کو کاتب مقرر کیا، اور اپنا ندیم و جلیس بنایا۔ اسی سے اُس نے ابو عبد اللہ، ابو عباس اور کتامہ کے باغیوں کے متعلق صلاح و مشورہ لیا۔ اس بارے میں اُس نے عمدہ اور کارآمد مشورے دیئے۔ ابو جعفر نہایت صاحب فہم اور صائب رائے تھا، امام عبد اللہ[۵۷] کے زمانے میں وہ اندلس میں رہا تھا، اور وہاں کے علماء اور اہل ادب کی صحبت سے مستفید ہوا تھا، اُس کے بعد وہ قرطبہ میں اپنے اُن دوستوں کی حفاظت کیا کرتا تھا، جو حج کے ارادے سے وہاں سے گذریں۔

اسی سال اطرابلس میں ہوارہ نے مخالفت ظاہر کی اور ابو ہارون الہواری کو اپنا امیر بنالیا دوسری طرف زناتہ، لمایہ وغیرہ قبایل کی جماعتیں اطرابلس کے محاصرہ کی غرض سے روانہ ہوئیں عبید اللہ شیعی نے ابوزاکی تمام بن معارک الاجابی کو جو عبید اللہ کو سلطنت سے علیحدہ کرنے کی سازش میں ابو عبد اللہ کے ساتھ شریک تھا، اُن باغیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، کیونکہ وہ ابو عبد اللہ کے قتل کا ارادہ کر رہا تھا، اس لئے ابوزاکی کو اپنے سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ اُس نے ابوزاکی کے ساتھ ایک زبردست لشکر کیا، جس کی مدد سے وہ اُن باغیوں سے لڑا، اُن کو شکست دی، اُن کی جماعت کو منتشر کر دیا، اور تعداد کثیر کو قتل کیا۔ اُس نے

---

[۵۷] اندلس میں بنی اُمیہ کا ساتواں بادشاہ (۲۷۵-۳۰۰ھ)۔ (مترجم)

بہت سے سر اور مقتولین کے کٹے ہوئے کان بھیجے، جن کو رقادہ میں نصب کیا گیا۔

عبید اللہ (شیعی) کے ابو عبد اللہ اور ابوزاکی کو قتل کرنے کا بیان

پھر عبید اللہ (شیعی) نے اطرابلس کے عامل ماقنون بن دبارۃ الاجابی کو جو ابوزاکی کا چچا تھا لکھا کہ وہ ابوزاکی کا چچا تھا، لکھا کہ وہ ابوزاکی (تمام بن معارک الاجابی) کو اس جرم میں قتل کر ڈالے کہ اُس نے عبید اللہ کے قتل کی نیت اور اُس کے ارتکاب کے لئے سازش کی تھی۔ اُس کے قتل ہونے کے بعد ابو عبد اللہ قتل ہوا۔ جب حکمنامہ ماقنون عامل شہر کو ملا تو اُس نے ابوزاکی کو بلا کر عبید اللہ کا خط اُس کے ہاتھ میں دے دیا۔ خط پڑھنے کے بعد اُس نے کہا کہ جو کچھ تم کو حکم ملا ہے اُس کو پورا کر دو۔ اس پر اُس کو باہر لے جایا گیا، اور وہاں اُس کی گردن ماردی گئی۔ پھر اس امر کی اطلاع عبید اللہ کو ایک کبوتر کے ذریعے سے دی گئی، جو رقادہ میں غرہ ذی الحجہ ۲۹۸ھ کو منگل کے دن پہنچا، اس اطلاع ملنے کے بعد عبید اللہ شیعی نے عزویہ بن یوسف الملوسی اور حبر بن نماسب المیلی کو حکم دیا، کہ وہ قصر صحن کے پیچھے چھپ رہیں، اور جب ابو عبد اللہ شیعی، اور اُس کا بھائی ابو عباس اُن کے پاس سے گزریں، تو نیزوں سے اُن پر وار کر کے انہیں مار ڈالیں۔ اس حکم کے مطابق یہ دونوں کتامہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر چھپ گئے، اور عبید اللہ نے حسب عادت ابو عبد اللہ اور ابو عباس کو اپنے ساتھ کھانا کھانے کے لئے بلایا۔ مگر جب یہ کمین گاہ کے قریب سے گزرے، تو لوگوں نے اُن پر حملہ کیا۔ ابو عبد اللہ نے چیخ کر کہا کہ اے عزویہ ایسا نہ کر۔ مگر اُس نے جواب دیا کہ مجھ کو تیرے قتل کا اسی نے حکم دیا ہے، جس کی اطاعت کرنے کا تو نے ہم کو حکم دیا تھا، اور اُس کے بعد

اُس سے خلع کرنے پر آمادہ ہوا تھا۔ یہ کہہ کر اُس نے نیزے کا وار کیا! ایک وار میں ابوعبداللہ کا کام تمام ہو گیا ابو عباس کے اُنیس نیزے لگے، تب کہیں وہ مرا۔ یہ واقعہ منگل کے دن ۱۵ ذی الحج ۲۹۸ھ کا ہے۔ دونوں مقتول دوسرے دن دوپہر تک برابر بحر نام ایک گڑھے کے کنارہ پر پڑے رہے اُس کے بعد عبیداللہ کے حکم سے اُن کو جنان باغون (۹) میں دفن کیا گیا۔ عبیداللہ نے کہا کہ اے ابوعبداللہ خدا تجھ پر رحم کرے اور تیرے گذشتہ افعال کی آخرت میں تجھ کو جزا دے، اور اے ابوعباس خدا تجھ پر رحم نہ کرے کیونکہ تو نے ہی اُس کو راہ راست سے گمراہ کیا، اور آخر موت کے گھاٹ اتارا، پھر یہ آیت پڑھی وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ۔ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ۔ (سورۂ زخرف آیت ۳۵-۳۶)، ان دونوں کے بارے میں اُس نے مشرق کے شیعوں کو لکھا کہ اما بعد۔ اسلام میں ابوعبداللہ اور ابوعباس کے مرتبہ سے تم واقف ہو، مگر شیطان نے اُن کو گمراہ کر دیا تھا، اس لئے میں نے تلوار سے اُن کو پھر پاک و صاف کر دیا ہے، والسلام +

ابوعبداللہ کے قتل کے بعد چند روز تک عبیداللہ کتامہ سے الگ الگ رہا، مگر پھر اُن کو امن دے کر اُن کو اپنے سے نزدیک کر لیا، لیکن پھر خوف کے مارے اُن کو الگ الگ اپنے پاس بلایا کرتا تھا، اور آخر کار اُن کی ایک جماعت کو طرح طرح کے طریقوں سے قتل کرا دیا +

اسی سال سحا بن دوقان، اور رجا بن ابی قنہ ایک زبردست لشکر لے کر لواتہ کی طرف نکلے، اُن کو قتل کیا، اُن کے اموال کو لوٹا اور بچوں کو غلام بنایا۔ اُس واقعہ کے متعلق قیروان اور اُس کے اعمال میں عبیداللہ

کا خط پڑھا گیا۔

۲۹۹ھ میں عبیداللہ نے اپنے بعض قائدوں کو بڑا لاؤ لشکر دے کر زناتہ کی جنگ کے لئے مغرب کی سرزمین کی طرف روانہ کیا، چنانچہ فلک مدک نامی مقام پر اُن میں اور زناتہ میں بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں بے شمار زناتہ مارے گئے۔

اسی سال قیروان میں زلزلے اور طوفان آئے اور ساحل کے باس نامی گاؤں کی زمین دھنس گئی۔

اسی سال قیروان میں منگل کے روز ۲۰ شعبان کو کتامہ کا واقعہ پیش آیا اور بازار اور گلیوں میں اُن کے تقریبًا ایک ہزار آدمی مارے گئے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ کتامہ عبیداللہ سے برابر یہ درخواست کرتے رہتے تھے کہ وہ اُن کو قیروان کے لوٹنے کی اجازت دے اور وہ اُن کو لیت و لعل میں رکھ رہا تھا۔ اسی وجہ سے اُن کی طمع بھی بڑھتی جاتی تھی، اور وہ اہل قیروان پر برابر دست درازیاں اور ظلم و ستم کرتے رہتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں کا ناک میں دم آگیا۔ ایک دن قیروان کے ایک تاجر پر چند کتامہ کے ایک لشکری کی دست درازی کی وجہ سے عوام الناس بالکل بے قابو ہو گئے، اور جب اس لشکری کو الگ کرنے کی کوشش کی تو کتامہ نے ہتھیاروں سے کام لینا شروع کیا، اور دکانوں کے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ اہل بازار نے یہ دیکھ کر "النفیر النفیر" کا غل مچانا شروع کیا۔ اس ہنگامے میں کتامہ کے ایک ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے۔ قیروان کا عامل احمد بن ابو خنزیر امن قایم کرنے کے لئے آیا، اور لاشوں کو چھپانے کا حکم دیا، چنانچہ انہیں تالابوں میں پھینک دیا گیا۔ رقادہ کے گرد جو کتامہ سکونت پذیر تھے، وہ اپنے اپنے شہروں کو بھاگ گئے، اور عبیداللہ کی اطاعت

سے منحرف ہوکر ایک نوجوان المعروف بہ ماوطی کو جس کا نام کادو بن معارک تھا، اپنا حاکم بنالیا، اور اُسی کو اپنا قبلہ بنایا، جس کی طرف رخ کرکے وہ نماز پڑھتے تھے اُس کے علاوہ اُنھوں نے ایک کتاب بھی تصنیف کی، جس کو وہ خدا کی جانب سے کتاب شریعت سمجھتے تھے، جو اُن کے اُس حاکم پر نازل ہوئی تھی۔ اُنھوں نے یہ بھی دعوےٰ کیا کہ اُن کا یہ سردار درحقیقت مہدی منتظر ہے، بہرحال اُس نے تمام نزاب کے علاقہ پر اپنا تسلط بٹھالیا، اور اُس کی طاقت وشان نہایت زبردست ہوگئی۔ آخر عبیداللہ نے اُن کے مقابلہ کے لئے چند افسران فوج کو روانہ کیا، جو اُن سے لڑے، مگر ایک قائد صولات بن جندہ دو سواروں کو لے کر اُن سے جاملا، اب عبیداللہ نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کو ماوطی سے لڑنے کے لئے کتامہ کے علاقے میں روانہ کیا۔ چنانچہ وہ ہفتہ کے دن جب رمضان المبارک کے اختتام میں پانچ دن باقی تھے، رقادہ سے روانہ ہوا، اُس نے کتامہ کے علاقے میں قسطنطینیہ وغیرہ مقامات فتح کئے، اور اُس کو ماوطی سے چند معرکے پیش آئے۔ ابوالقاسم کے بھی چند قائد ماوطی سے جاملے، مگر ابوالقاسم نے اُن کو امان دی، اور احسان کا وعدہ کیا، اس لئے یہ سب پھر اُس کے ساتھ شامل ہوگئے۔

اسی سال قیروان میں ایسے لوگوں کی ایک جماعت قتل کی گئی، جن کے متعلق شبہ تھا کہ وہ ابوعبداللہ شیعی (داعی) کے عبیداللہ شیعی سے غدر کے وقت اُس کے ساتھ شامل تھے۔ ان لوگوں میں محمد بن ابوسعید المیلی، صاحب السوق، عبداللہ بن محمد المعروف بہ ابن قدیم، محمد بن ابورجال الباغائی، ابوالوہب بن عمرو بن زرارد العبدی، اور بنو اغلب کے خاندان، اور قائدون کی ایک جماعت شامل تھی۔ اسی سال ابوابراہیم المعروف بہ ابن ہجادی اللقرشی الفہری قتل ہوا۔ وہ اہل تونس کو ساتھ لے کر ابراہیم بن احمد بن اغلب کی حمایت میں باغی

ہؤا تھا۔ اسی سال ابوطاہر اسماعیل ابن القاسم بن عبید اللہ شیعی پیدا ہؤا۔ اُس نے بعد میں سات برس افریقیہ پر حکومت کی ہے اسی سال زیادۃ اللہ بن عبد اللہ ابن ابراہیم بن احمد بن الاغلب جو افریقیہ سے مصر بھاگ گیا تھا مر گیا، اور بیت المقدس میں دفن ہؤا جب وہ اپنے اہل وعیال، مال ومتاع اور ایک ہزار صقلبیوں کے ساتھ قیروان سے بھاگا ہے تو ایک لونڈی کو پیچھے چھوڑنا چاہتا تھا، جس نے رخصت کے وقت یہ دو شعر گائے، تاکہ وہ اُس کو بھی ساتھ لے جائے ؎

لم انس یوم الوداع موقفها وجفنها فی دموعها غرق

(میں نہیں بھولونگا رخصت کے دن اپنے قیام گاہ کو، جب کہ اُس کی آنکھوں کی پلکیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں)

وقولها والرکاب واقفۃ تترکنی سیدی وتنطلق

(اور اُس وقت جبکہ سوار تیار کھڑے تھے اُس کا یہ کہنا کہ ہمارے سردار ہم چھوڑ کر جا رہا ہے)۔

یہ اشعار سن کر اُس نے مال کا ایک بوجھ وہیں گرا دیا، اور اُس کی جگہ اُسے اُٹھا لیا۔ یہ طبری کی روایت ہے۔ مگر عریب کا بیان ہے کہ اُس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے، اور اُس سے منہ پھیر کر وہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو گیا، اور اُسے وہیں چھوڑ دیا۔ مصر پہنچنے پر وہ آٹھ دن وہاں کے حاکم، عیسے نوشری، کے پاس مہمان رہا، اور وہاں سے رقعہ چلا گیا۔ مگر اُسے بغداد میں داخل ہونے سے روکا گیا، اور حکم دیا گیا کہ مصر واپس چلا جائے۔ اُس کے بعد اُس کے کسی غلام نے اُسے زہر دے دیا۔

ف ۵۔ یہ شخص عبیدیین کا تیسرا بادشاہ ہے، (۳۳۴ھ سے ۳۴۱ھ) (مترجم)

اسی سال عبداللہ بن محمدؒ تیمیؒ المعروف بہ بیدیؒ نے جو مدینہ کے فقہاء میں سے تھے اور لغت، نحو، اور فصاحت کے جید عالم تھے انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ستاسی برس کی تھی وہ عباد بن کثیر کی اولاد میں سے تھے۔

سنہ ۳۰۰ھ میں اہل اطرابلس نے اس وجہ سے عبیداللہ شیعی کے خلاف بغاوت کی کہ اس نے ماقنون بن دبارہ الاجابی کو ان پر عامل مقرر کیا تھا، کیونکہ اس نے اپنے عم زاد کتامہ کو بہت بڑھا چڑھا لیا تھا، اور وہ لوگوں کے حرم تک دست درازیاں کرنے لگے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ حبشیوں میں جوش پیدا ہوا، اور جتنے کتامہ ان کو ملے، ان سب کو قتل کر ڈالا، اب ماقنون شہر سے بھاگ گیا، اور باشندوں نے شہر کے دو دروازے بند کر کے جتنے بنو کتامہ شہر کے اندر تھے سب کو قتل کر ڈالا، اور محمد بن اسحاق المعروف بہ ابن قرلین کو اپنا حاکم بنا لیا۔ ماقنون عبیداللہ کے پاس چلا گیا، جس نے ان کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر بھیجا، اور چند ماہ تک ان سے لڑتا رہا۔

اسی سال ابوالقاسم شیعی بلاد کتامہ سے ماوطی اور اس کے اصحاب کو مقید کر کے رقادہ واپس آیا۔ ان کو اونٹوں سوار کرا کے قیروان میں اس صورت سے ان کو تشہیر کیا گیا کہ ان کے سروں پر سینگ دار اونچی اونچی ٹوپیاں تھیں۔ آخر انہیں رقادہ میں قتل کر دیا گیا۔

اسی سال اہل صقلیہ نے ابو خنزیر نے ان کو نکال باہر کیا، اور ان کے گھروں کو لوٹ لیا۔ یہ کہہ چکنے کے بعد انہوں نے ارادہ کیا کہ احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کو اپنا حاکم بنا لیں، مگر اس نے انکار کیا، اور بھاگ کر ایک غار میں چھپ گیا۔ لیکن اکابر صقلیہ نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا، اس سے درخواست کی کہ وہ ان کی حکومت قبول کرلے، اور وعدہ کیا کہ وہ لوگ اسے ذلیل وخوار

نہ کر سکے۔ انجام کار اُس نے حکومت قبول کر لی، اور (خلیفہ) مقتدر (عباسی) کو لکھا کہ وہ اُس کا داعی ہے، اور صقلیہ میں اُس کا قائم مقام ہونا چاہتا ہے، مقتدر نے منظور کر لیا، اور سیاہ جھنڈے، سیاہ خلعتیں اور سونے کا طوق اُس کے پاس روانہ کیا، اور احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب نے اُن کے پہنچنے پر بہت خوشی ظاہر کی۔ اپنی عہد حکومت میں اُس نے بہت حزم و استقلال کا اظہار کیا۔

اسی سال ابوالقاسم بن عبید اللہ (شیعی) اتوار کے دن ۲۔ جمادی الاول کو اطرابلس کے لوگوں کے مقابلہ کے لئے رقادہ سے روانہ ہوا، اور اُدھر عبید اللہ نے پندرہ جنگی جہاز اُس سمت روانہ کئے۔ جب یہ بیڑا اطرابلس پہنچا، تو اہل شہر نے اپنے جہازات اُس کے مقابلے کے لئے بھیجے، جنہوں نے بیڑے کو جلا کر خاک کر دیا، اور اُس کے آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ ابوالقاسم خشکی کی جانب سے آگے بڑھ کر اچانک اہل ہوارہ پر جا پڑا، اور پھر اطرابلس کے لوگوں کا مقابلہ کرنے کے بعد شہر کا محاصرہ کر لیا، لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ شدت قحط کی وجہ سے اُنہوں نے مردوں تک کا گوشت کھایا۔ آخر ابوالقاسم سے امان کے طالب ہوئے۔ اُس نے تین اشخاص یعنی محمد بن اسحاق القرشی، محمد بن نصر، اور ایک شخص المعروف بہ حوحہ کے سوائے سب کو امان دی، اور ان تینوں کے متعلق اپنے فیصلے کو محفوظ رکھا۔ وہ شہر میں داخل ہوا، اور وہاں کا انتظام کرنے کے بعد رقادہ کو واپس چلا گیا، تینوں مقدم الذکر اشخاص اس کے آگے آگے تھے۔ قیروان میں اونٹوں پر تشہیر کرانے کے بعد انہیں قتل کر دیا گیا۔

اسی سال اس فتح اطرابلس کے بعد ابوالقاسم نے اُن تمام بنو اغلب اور اُن کے قائدوں کو جو اُس کے ساتھ تھے قتل کرا دیا۔

اسی سال عبید اللہ رقادہ سے تونس، قرطاجنہ اور ساحل بحر پر ایسے

مقام کی تلاش میں نکلا، جہاں وہ اپنا دارالسلطنت قایم کر سکے۔ آخر اس نے ایک جزیرہ نما کے مقام کو پسند کیا، اور وہاں شہر کی تعمیر شروع ہو گئی، یہی شہر مہدیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

اسی سال ابو جعفر محمد بن احمد بن ہارون البغدادی محکمہ برید کا حاکم مقرر ہوا، اور اپنی موت تک برابر اس عہدہ پر قایم رہا۔

اسی سال محمد بن ابوایوب المعروف بہ ابو عاصہ قیروان میں قتل کرایا گیا۔ اس پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ عبیداللہ کے خلاف لوگوں کو بغاوت پر اکساتا ہے۔ اس پر وہ روپوش ہو گیا، اور اس کے سبب سے چند مکانات منہدم کئے گئے۔ پھر اہل قیروان میں عبیداللہ کی طرف داری کرنے کی وجہ سے وہ دوبارہ ظاہر ہوا، اور عبیداللہ نے چند دن آنا دچھوڑنے کے بعد اس کو قتل کرا دیا۔

اسی سال اہل اندلس کے سوداگروں میں سے ابو جعفر بن جبرون (۹) جو مسجد شریف اور محبس کے قریب کی سرائے کا مالک تھا، قتل کیا گیا، قاضی مروزی نے اس کی چغلی کھائی تھی، اور گواہی دی تھی کہ اس کے پاس بہت سا مال ہے۔ یہ مال اس سے طلب کیا گیا، اور اس کو یہاں تک عذاب دیا گیا کہ وہ مر گیا۔

سنہ ۳۰۱ھ میں عبیداللہ شیعی نے حباسہ بن یوسف کو لشکر دے کر مشرق کی طرف روانہ کیا۔ وہ امان کے ذریعے شہر سُرت میں داخل ہوا، اور وہاں سے بنو عباس کی فوج کے تمام لوگ بھاگ گئے، اس کا فتح نامہ افریقیہ کی تمام جامع مسجدوں میں پڑھا گیا۔ اس کے بعد حباسہ شہر اجدابیہ میں بھی بذریعہ امان داخل ہوا، وہاں سے بھی بنو عباس کے تمام آدمی بھاگ گئے، پھر اس نے شہر برقہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس اثناء میں عبیداللہ شیعی برابر اس کو لشکروں سے

مدد دیتا رہا۔ جباسہ جب کبھی شہر میں داخل ہوتا، تو اُس کے باشندوں کو قتل کر ڈالتا، اُن کے مال و متاع کو لوٹ لیتا، اُن کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتا اور خوش باش لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کرتا۔ اُس نے برقہ میں چند ایسے لوگوں کو گرفتار کیا، جو کبوتر سے کھیل رہے تھے۔ اُس نے آگ روشن کرائی، اور اُن کو اُس کے گرد بٹھا کر حکم دیا کہ اُن کا گوشت کاٹ کر آگ پر بھونا جائے، اور ان ہی کو کھلایا جائے، اُس کے بعد اُن کو آگ میں جھونک دیا۔ اس سزا کی اُس نے یہ وجہ بتائی کہ یہ کبوتر اُن کے پاس بنو عباس کے پیغامات لاتا تھا۔ اسی شہر میں اُس نے حکم دیا کہ جو شخص عطاء و جود اور روزینہ کا طالب ہے وہ حاضر ہو، چنانچہ بہت سے لوگوں نے اُس کے پاس عرضداشتیں روانہ کیں۔ اُدھر اُس نے کتامہ کے بڑے بڑے لوگوں کو حکم دیا کہ اُن لوگوں کو پہچان لیں، اور ہر ایک شخص اُن میں سے ایک ایک کو اپنی نظر میں رکھے۔ یہ انتظام کرنے کے بعد اُس نے حکم دیا کہ کل کو وہ سب اپنے اپنے وظائف لینے کے لئے حاضر ہوں۔ جب وہ آئے تو اُن کو قتل کر ڈالا۔ ان مقتولین کی تعداد کم و بیش ایک ہزار تھی۔ اُس نے اُن کی لاشوں کو جمع کر کے اُن پر تخت بچھایا، اور اُس پر بیٹھ کر اہل شہر کے اکابر کو اندر آنے کا حکم دیا۔ کثرت مقتولین کا یہ نظارہ دیکھ کر ان میں سے تین تو دہشت کے مارے ہی مر گئے۔ جو لوگ اُس کے سامنے آ گئے تو اُس نے اُن کو گالیاں دیں اور کہا کہ اگر کل تم نے ایک لاکھ مثقال (سونا) میرے سامنے حاضر نہ کیا تو میں تم کو قتل کر ڈالونگا۔ چنانچہ دوسرے دن یہ سونا اُس کے پاس جمع کر دیا گیا۔ مصر سے ایک عظیم الشان لشکر جباسہ کی جنگ کے ارادہ سے آیا اور فریقین میں سخت خونریز لڑائی ہوئی، اُس میں جباسہ کو چند مرتبہ شکست ہوتے ہوتے رہ گئی؛ آخر میں مصر کا لشکر پسپا ہوا، جباسہ نے اُن کا تعاقب کر کے تعداد کثیر کو قتل کیا۔

اسی سال حباسہ بن یوسف نے برقہ میں حمال المزاتی کے دو بیٹوں حارث اور نزار کو مع اُن کی اولاد اور بنی عم کے قتل کرایا، اُن کی عورتوں کو بیچ ڈالا، اور اُن کا تمام مال واسباب ضبط کر لیا۔ اس قتل کی وجہ یہ تھی کہ عبید اللہ شیعی مصر سے افریقیہ آتے ہوئے اُن کے پاس سے گذرا تھا، اور یہ دعوے کیا تھا کہ اُنھوں نے اُس کے مال واسباب کا ایک بوجھ چُرا لیا ہے، اور جب اُن سے مانگا گیا تو اُن میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر اُس کو گالیاں دیں اور مارا۔ چنانچہ اب حباسہ نے عبید اللہ کے حکم سے اُن کو قتل کر دیا۔ اہل برقہ نے عبید اللہ کو تمام کیفیت لکھی، اور حباسہ کی حرکتوں سے کہ کیسے اُس نے لوگوں کو قتل کیا، اور اُن کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا، اور اُن کا مال واسباب لوٹا، اطلاع دی۔ اُس نے جواب میں اُن سے عذر کیا اور قسم کھائی کہ اُس نے حباسہ کو سوائے تین آدمیوں کے قتل کے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ ساتھ ہی اُس نے حباسہ کو حکم دیا کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے، چنانچہ وہ فوجوں سمیت مصر کی جانب روانہ ہوا، اور اُس نواح کے قلعوں کو فتح کر کے اُن کے باشندوں کو قتل کیا، مال واسباب لوٹا، اور اُن کی اولاد کو غلام بنایا؟

مصر میں جنگ کے قصد سے ابوالقاسم شیعی کے روانہ ہونے کا بیان

اسی سال ابوالقاسم بن عبید اللہ ایک بڑے زبردست لشکر کو ہمراہ لے کر شہر رقادہ سے مصر پر فوج کشی کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔

اسی سال محمد بن احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب نے لمطہ کے بندرگاہ پر عبید اللہ شیعی کے جنگی بیڑے کو آگ لگا دی، اور اُس کے قائد حسن

بن احمد بن ابی خنزیر کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا، اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے، اور اُس کے ساتھیوں میں سے تقریباً چھ سو آدمیوں کو قید کر دیا۔ اُس نے عبید اللہ کے تمام جنگی بیڑے کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ عبید اللہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو اُس نے یہ سمجھ کر بیڑا ابھی جلایا نہیں گیا، ایک فوج مدافعت کے لئے روانہ کی۔ ابن قرہب کی فوج نے غنیم کا مقابلہ کیا، اُن کو شکست دی، اور لشکر میں جو کچھ تھا لوٹ لیا۔

اسی سال قیروان میں ابوبکر محمد بن عمر بن محمد بن حسن بصری قرشی نے وفات پائی۔ اسی سال ابو یونس زاہد نے قصر طوب کے مقام پر، جو سوسہ کی جانب ایک رباط کا مقام ہے، انتقال کیا۔ اہل قیروان اُن کے جنازے کے ساتھ جانے کے لئے نکلے۔

۳۰۲ھ میں ابوالقاسم بن (عبید اللہ) شیعی اسکندریہ میں داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ حباسہ قائد بھی تھا۔ اُنہوں نے شہر کو بالکل خالی پایا، کیوں کہ لوگ اپنے ملکے اثاث البیت کو لے کر سمندر میں چلے گئے تھے، مگر وزنی چیزیں وہیں چھوڑ دی تھیں۔ ابوالقاسم اور حباسہ نے اُن پر قبضہ کر لیا، وہاں سے ابوالقاسم فیوم گیا، اور وہاں چھاؤنی ڈال دی۔ اُدھر مونس غلام عراق کی جانب سے اُس کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ اسی اثناء میں حباسہ بن یوسف مصر سے مغرب کی طرف بھاگ گیا۔ اُس کے بھاگنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ابوالقاسم نے فیوم سے ابوفریدون (۹) قائد کو بھیجا کہ خود لشکر کی سپہ سالاری کا کام اپنے ہاتھ میں لے لے اور حباسہ کو اُس کے پاس فیوم روانہ کر دے۔ مگر حباسہ کو یہ بات ناگوار گذری، اور اُس نے کہا کہ اب جب میں شہر کو فتح کرنے میں تقریباً کامیاب ہو چکا ہوں، تو اُس کی فتح کا سہرا ابوفریدون (۹) کے سر رہیگا، اور اُس کی

تمام تعریف اُسی کو ملیگی۔ چنانچہ وہ اپنے بنی عم میں سے تیس سواروں کو لے کر مغرب کی طرف بھاگ گیا، ابوالقاسم نے یہ معلوم کر کے راستے کے تمام عمال کو یہ حال لکھا، اور حکم دیا کہ اُس کی طرف سے باخبر رہیں، اور اگر وہ اُن کے پاس سے گزرے، تو اُسے گرفتار کرلیں۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے اپنے باپ عبیداللہ کو بھی اس کی خبر دے دی۔ مونس غلام پیر کے روز نصف رمضان کو مصر پہنچا، مگر ابوالقاسم مال، لباس، اور ہتھیاروں کو لے کر فیوم سے افریقیہ جانے پر مجبور ہوا۔ یہ دیکھ کر مصر کی فوج نے اُس کے پہلو پر حملہ کیا، اور بہت سا مال اور ہتھیار لوٹے۔ حباسہ مصر سے بھاگ کر برقہ پہنچا، اور وہاں سے نفزاوہ چلا گیا۔ یہاں اُس کا اور اُس کے ہمراہیوں کا پتہ لگ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اور سب تو بھاگ گئے، مگر حباسہ قید ہو کر عبیداللہ کے پاس لے جایا گیا، اور اُس نے اُسے اور اُس کے تمام اہل و عیال کو قید کر دیا ۔

اسی سال جب غزویہ کو حباسہ کے فرار اور دیگر احوال کی اطلاع ملی تو اُس نے بھی تاہرت سے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ حباسہ نے اس معاملے میں اُس سے خط و کتابت کی تھی، اور غزویہ اُس سے مل جانا چاہتا تھا جب حباسہ قید ہو گیا تو غزویہ کو بھی خوف ہوا، اور وہ بھی اپنا مال و اسباب لے کر بھاگ نکلا۔ مگر آخر جبل اوراس میں گرفتار ہوا، قتل کیا گیا اور اُس کا سر عبیداللہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ جب عبیداللہ کو اُس کا سر ملا، اور یہ معلوم ہوا کہ حباسہ اور غزویہ میں سازش تھی تو اُس نے حباسہ اور اُس کے تمام قرابت داروں کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ قیدخانے سے نکال کر اُن کی گردنیں ماردی گئیں، اور کاغذ کے پرزوں پر اُن کے نام لکھ کر ہر ایک کے کان میں آویزاں کر دیئے گئے۔ پھر اُن کے سر عبیداللہ کے سامنے پیش کئے گئے اور اُس نے

بذات خود غرویہ اور حباسہ کے سر ملاحظہ کئے، اور کہا کہ "دنیا میں کیسی عجیب باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ یہی سر تھے، جن کے لئے مشرق و مغرب تنگ ہو گئے تھے، اور یہی اُس وقت ایک ٹوکرے میں سمائے ہوئے ہیں"۔ پھر اُس نے حکم دیا کہ اُن سروں کو خفیہ طور پر اسکندریہ کے جامع مسجد میں پھینک دیا جائے۔

اسی سال فقیہ سعید بن محمد بن صبیح غسانی نے انتقال کیا۔ یہ سحنون بن سعید کی صحبت میں رہ چکے تھے، اور اُن ہی سے علم حاصل کیا تھا۔

اسی سال برقہ میں بغاوت ہوئی۔ ابو القاسم جب مصر سے واپس آتے ہوئے اس شہر کے پاس سے گذرا، تو وہاں کے باشندوں نے اُسے سلامتی کی مبارکباد دی، اور اُس نے اُن کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ وہ حباسہ کی اُن کے ساتھ بد سلوکی کا بدلہ لینے، اور سزا دینے کے لئے گیا تھا۔ اُس نے حکم دیا کہ وہ اپنے شہر کی فصیل کے شگاف کی مرمت کریں، اور کتامہ کے چند اشخاص کو اُن کے پاس چھوڑ دیا۔ جب ابو القاسم وہاں سے چلا گیا، اور لوگوں کو اُس کے مصر سے نکلنے کی صحیح کیفیت معلوم ہوئی، تو کتامہ کے اُن لوگوں کے خلاف جن کو وہ وہاں چھوڑ گیا تھا، بڑا شور و شغب ہوا، اور اُنہوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ ابو القاسم فیوم سے واپس آ کر اتوار کے دن ۱۰۔ ذیقعد کو رقادہ میں وارد ہوا۔

سنہ ۳۰۳ھ میں زیادۃ اللہ بن عبد اللہ بن اغلب نے رملہ کے مقام پر وفات پائی، اور حاضرین کے قول کے مطابق ایک ہزار مثقال مضروب سکے ترکہ میں چھوڑے۔ اس سال افریقیہ اور گرد و نواح کے علاقہ میں سخت وبا پڑی۔ اسی وبا میں قیروان کے قریشیوں میں سے ابو مصعب بن زرارہ عبدری نے وفات پائی۔ اسی مرض میں قاضی حماس بن مروان بن سماک الہمدانی نے، جو فقیہ اور زاہد تھے، محمد بن عبادۃ السوسی اور خلف بن معمر بن منصور نے

بھی وفات پائی، موخرالذکر صاحب عراقی فقیہوں میں سے تھے، اور اپنے باپ سے بسند اسد بن الفرات روایت کیا کرتے تھے۔ شیعوں کے افریقیہ میں داخل ہونے کے وقت ہی وہ اس وجہ سے اُن کے ساتھ شامل ہو گئے تھے کہ اُن کا بیٹا جس کے پاس زیادۃ اللہ فرار کے وقت بہت سا مال چھوڑ گیا تھا، شیعوں کے مطالبہ سے محفوظ رہ سکے۔ اُن کے باپ معمر بن منصور نے ابن فَرّوخ اور اسد بن فرات سے علم حاصل کیا تھا، اور موخرالذکر کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ مستند تھے۔ معمر نے ایسی شراب کو حلال کر دیا تھا جس میں نشہ نہ ہو۔

اسی سال قاضی محمد بن عمر مروزی نے وفات پائی۔ اُس کو اُس کے مال کی وجہ سے رقادہ میں عذاب دیا گیا، اور اسی تعذیب میں آخر اُس نے جان دی۔ موت کے بعد باب سلم میں دفن کیا گیا۔ اہل قیروان سے اُس کے مال کا مطالبہ کیا گیا، اور اُن کے چند بڑے بڑے لوگوں، سوداگروں اور عاملوں کو اس معاملہ میں عذاب دیا گیا۔

اسی سال عبید اللہ نے شہر برقہ کی طرف ابو مدینی بن فروخ لہیصی کو لشکر دے کر روانہ کیا۔

اسی سال عبید اللہ نے افریقیہ کے خراج پر ابو معمر عمران بن احمد بن عبداللہ بن قاضی ابو محرز کو مقرر کیا، اور اس طرح وہ افریقیہ کی جاگیروں کی تقسیم کے بھی حاکم ہو گئے۔ اُنہوں نے ایک سال میں عشر کے مال کی بہتات اور پھر کمی پر غور کیا، اور دونوں محصولوں کو جمع کر کے اُس کا ایک حصہ جاگیروں پر لگا دیا۔

اسی سال ابن قرہب کے برخلاف صقلیہ میں اضطراب پھیلا۔ وہاں کے

چند لوگوں نے اُس کی خلع کا ارادہ کیا، اور اُس کے بارے میں عبید اللہ سے خط و کتابت شروع کی۔ ابن قرہب اُن سے ملاطفت سے پیش آیا، اور اُن کو اُن کی قسمیں یاد دلائیں، مگر اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ انجام کار اُس کی وجہ سے جزیرۂ صقلیہ میں اُس کے طرفدار اور مخالف فریقوں میں فساد ہوا۔ ابن قرہب نے یہ حال دیکھ کر سمندر پار اندلس چلے جانے کا ارادہ کیا، اور اس غرض سے کشتیاں کرایہ پر لے کر اُن میں مال و اسباب بار کر لیا۔ مگر اہل صقلیہ مانع ہوئے، اور اُن کشتیوں کے تمام مال و اسباب کو لوٹ کر اُس کے بیٹے اور اُس کے قاضی المعروف ابن خامی کو گرفتار کر کے عبید اللہ کی طرف چلتا کر دیا۔ اہل صقلیہ نے اُسے یہ بھی لکھا کہ اپنی طرف سے ایک عامل اور قاضی اُن کے پاس بھیج دے اور یہ بھی لکھ دیا، کہ اُن کو فوج یا اور کسی قسم کی مدد کی ضرورت نہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے اُس خط میں ایسی شرطیں لگائیں، جن سے اُس کو غصہ آگیا، اور وہ اُن کے محاصرہ کے لئے آمادہ ہو گیا، اُس کا ذکر انشاء اللہ آئندہ آئیگا ۔

محرم سنہ ۳۰۰ھ میں ابن قرہب اور اُس کے ہمراہی لوہے کی بیڑیاں پہنے ہوئے شہر سوسہ پہنچے۔ عبید اللہ شیعی اُن دنوں یہیں مقیم تھا۔ اُس نے ابن قرہب کو اپنے پاس بلایا، اور کہا کہ تجھ کو ہماری مخالفت اور ہمارے حقوق کے انکار پر کس نے آمادہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اہل صقلیہ نے میری مرضی کے خلاف مجھے والی بنایا، اور میری مرضی کے خلاف ہی مجھے نکال دیا۔ عبید اللہ شیعی اُن کو لے کر رقادہ چلا گیا، جہاں اُن کو چابک مارے جانے کا حکم دیا، اور باب سلم میں حسن بن ابی خنزیر کی قبر پر اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اُن کو مصلوب کر دیا گیا ۔

اسی سال کے ماہ ربیع الاول میں شہر مہدیہ کی فصیل کی تعمیر ختم ہوئی۔

اور اُس میں دروازے نصب کئے گئے ۔

اسی سال ابوسعید المعروف بہ ضیف کی ماتحتی میں عبیداللہ نے صقلیہ کی طرف لشکر اور جنگی بیڑے روانہ کئے، اُس نے چند مہینے اُن کا محاصرہ کیا، اور بہت سے لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ کتامہ نے شہر کے گرد و نواح سے ایک ہزار عورتیں اور بچے گرفتار کئے اور اُن میں سے جوان کنواری لڑکیوں کی عصمت خراب کی۔ ابوسعید ضیف نے عبیداللہ کو فتح کی اطلاع دی، اور اُس نے فوج اور جہازوں سے اُس کی مدد کی۔ جب اہل صقلیہ نے یہ حالت دیکھی، تو انہوں نے اس شرط پر اُس سے امان چاہی کہ وہ فسادیوں کو اُس کے حوالے کر دیں گے، اُس نے امان دی، اُن کے شہر کی فصیل کو منہدم کر دیا، اُن کے ہتھیار، گھوڑے اور غلام ضبط کر لئے، اور اُن میں سے جو لوگ گرفتار ہوئے، اُن کو جہازوں میں بٹھا کر عبیداللہ کی طرف روانہ کر دیا، جو اُن کو لے کر سمندر میں غرق ہو گئے، ابوسعید ضیف نے جزیرۂ صقلیہ پر سالم بن ابوراشد کو مقرر کر کے کتامہ کے چند آدمیوں کو اُس کے پاس چھوڑا، اور خود قیروان واپس چلا آیا ۔

اسی سال ابومدینی نے برقہ کے شہر کو فتح کیا۔ اٹھارہ مہینے کے محاصرہ میں شہر کے اکثر لوگ جنگ میں کام آ چکے تھے، ایک تعداد آگ کی نظر ہو چکی تھی، اب ابومدینی نے اُن کے مال پر قبضہ کر کے بچے کھچے لوگوں کی ایک جماعت کو عبیداللہ کی طرف بھیج دیا، جس نے اُن کو قتل کرا دیا ۔

اسی سال قاضی محمد بن اسود بن شعیب صدینی، میمون بن عمر فقیہ اور محمد بن احمد صدفی زاہد نے انتقال کیا ۔

اسی سال مصالہ بن جبوس تاہرت سے سعید بن صالح بن سعید بن ادریس صاحب ناکور پر فوج کشی کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا، اور اُن میں

بہت سی جنگیں ہوئیں ۔

جمعرات کے دن ۳ محرم ۳۰۵ھ کو عبید اللہ شیعی کے قائد مصالہ بن حبوس نے ناکور کو فتح کیا ۔ اُس واقعہ میں وہاں کا بادشاہ سعید بن صالح بھی کام آیا ۔ مصالہ نے شہر ناکور کو لوٹا، اور بچوں اور عورتوں کو گرفتار کیا ۔ اس کے بعد تاہرت چلا گیا، عبید اللہ کو فتح کی اطلاع دی، اور سعید بن صالح اور اُس کے ساتھیوں کے سر اُس کے پاس روانہ کئے، عبید اللہ نے اُن کو قیروان میں گشت کرایا ۔ بنو صالح اپنی جان بچا کر اندلس کو بھاگے، اور امیر المومنین (عبد الرحمن) الناصر (لدین اللہ) کے پاس پناہ لی، کیونکہ اُن کو اُس کی نیکی اور حسن سلوک کا حال معلوم ہو چکا تھا ۔ یہ لوگ مالقہ کے بندرگاہ پر اُترے، اور الناصر نے اُن کے اترنے کا اہتمام اور خرچ کا انتظام کر دیا، چنانچہ اُس نے طرح طرح کے لباس اور ہر ایک ضرورت کی چیز اُن کے پاس بھیج دی، اور اُن کو اجازت دی کہ خواہ وہ وہیں رہیں، جہاں وہ تھے، یا امیر المومنین کے پاس چلے جائیں، مگر اُن لوگوں نے وہیں قیام کرنا پسند کیا ۔

ناکور کی فتح کے بعد مصالہ نے ایک شخص ذلول نامی کو وہاں کا حاکم مقرر کیا، اور خود تاہرت چلا آیا، ذلول کی تمام جماعت متفرق ہو گئی، اور اُس کے پاس مشارقہ کے چند آدمی باقی رہ گئے ۔ یہ حال سُن کر صالح بن سعید بن صالح نے مالقہ کے بندرگاہ سے پھر ناکور کا قصد کیا، اور اُس کو اور اُس کے اصحاب کو قتل کر کے وہاں پر قابض ہو گیا، اور امیر المومنین (الناصر) کے پاس گھوڑے اور اونٹ تحفے میں روانہ کئے ۔

ناکور کی بناء سے اس سال تک وہاں کے امیروں کے مختصر حالات

صالح بن منصور المعروف بہ عبد صالح (خلیفہ) ولید بن عبد الملک (اموی) کے زمانے میں، مغرب کی پہلی فتح کے وقت اُس علاقے میں داخل ہوا، اور بنو تمساماں میں ٹھہرا۔ یہاں کے بربر، جو صنہاجہ اور غمارہ قبائل سے تھے، اُسی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، مگر جب شرائع اسلام اُن پر سخت گذرنے لگے تو اُن میں سے اکثر مرتد ہو گئے اور داؤد المعروف بہ مزیدی نام ایک شخص کو اپنا حاکم بنا لیا، یہ نفزہ میں سے تھا، اور اُن لوگوں نے اب صالح کو نکال باہر کیا، مگر خدائے تعالےٰ نے پھر اُن کو ہدایت بخشی، اُنھوں نے شرک سے توبہ کرکے پھر اسلام قبول کر لیا، اور داؤد المزیدی کو قتل کرکے صالح کو واپس بلا لیا۔ چنانچہ وہ اپنی موت تک برابر تمساماں میں رہا۔ اُس نے تین بیٹے چھوڑے، معتصم اور ادریس جن کی ماں صنہاجہ قبیلہ سے تھی، اور تیسرا عبد الصمد۔ لوگوں نے معتصم کو اپنا امیر بنایا، اور یہ تھوڑی سی مدت کے بعد مر گیا۔ پھر اُنھوں نے ادریس کو حاکم بنایا، اور اُس کے مرنے پر سعید بن ادریس امیر ہوا، اُسی نے شہر ناکور کی بنیاد ڈالی۔ حسن بن ابی العیش کے شہر زواغہ سے اُس کی مسافت پانچ دن کی تھی۔ ناکور کے چار دروازے تھے، باب سلیمان، باب بنی وریاغل، باب مصلی اور باب یہود۔ وہاں ایک بڑی جامع مسجد بھی تھی اور وضو بکثرت ہوتا تھا، شہر میں بکثرت حمام، اور بارونق بازار تھے۔ وہ دو دریاؤں کے درمیان آباد تھا، جس میں سے ایک کا نام نکور تھا، جس پر اس شہر کا نام پڑ گیا، ۲۴۴ھ میں مجوس[۵] یہاں داخل ہوئے، اور شہر پر غلبہ حاصل کرکے اُنھوں نے اُس کو لوٹا۔ اُن کی دست برد سے صرف

---

[۵] مجوس سے اندلس اور مغرب کے مورخ ہمیشہ نارمن قوم مراد لیا کرتے ہیں۔ (مترجم)

وہی بچے جو اپنی جان لے کر بھاگ گئے تھے۔ آٹھ دن کے قیام کے بعد مجوس چلے گئے سمندر یہاں سے صرف پانچ میل کے فاصلے پر تھا۔ پھر برانس نے سعید بن ادریس کی مخالفت کی، مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کو اُن پر فتح دی۔ وہ لوگ پس پا ہوئے، اور اُن کا رئیس مارا گیا، اور بقیۃ السیف لوگوں نے پھر اطاعت قبول کر لی۔ سعید بن ادریس نے (۳۷) برس حکومت کی۔

اُس کے بعد اُس کا بیٹا صالح بن سعید ادریس بن صالح بن منصور امیر ہوا۔ سعید نے بہت سی اولاد چھوڑی تھی، یعنی منصور، حماد، صالح، زیادۃ اللہ، رشید، عبدالرحمٰن الشہید، معاویہ، عثمان، عبداللہ اور ادریس۔ عبدالرحمٰن مالکی مذہب کا فقیہ تھا۔ اس نے چار مرتبہ حج کیا، اور جہاد کی غرض سے اندلس گیا۔ یہاں مشہور اندلسی باغی ابن حفصون نے اُس کے تمام ساتھیوں کو قتل کرا دیا، اور وہ خود اپنی جان بچا کر مرسیہ چلا گیا۔ ابوالعباس قائد کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا، اور اُسی میں شہادت پائی۔

صالح کے بھائی ادریس نے بنو وریاغل اور کزنایہ کو ساتھ لے کر اُس کے خلاف سر اُٹھایا۔ جبل جزیانہ کے مقام پر فریقین میں جنگ ہوئی جس میں صالح نے شکست کھائی۔ ادریس اُس کے لشکر کو لوٹ کر ناکور میں داخل ہونے کے ارادہ سے آگے بڑھا، مگر اہل شہر مانع ہوئے۔ اس اثناء میں صالح خاصہ کی فوج کو لئے ہوئے وہاں پہنچا، اور اپنے بھائی کی بے خبری میں آدھی رات کو شہر میں داخل ہو گیا۔ ادریس اس شہر پر قبضہ کرنے کا حریص تو تھا ہی، صبح کو جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا تو لوگوں نے اُس کو شہر میں آنے نہ دیا۔ یہاں صالح کے نوکروں نے اُسے گھوڑے سے اتار کر پاپیادہ کر دیا، اور اس حالت میں اُسے صالح کے پاس لے گئے۔ اُس نے اُسے قید کئے جانے کا حکم دیا، اور آخر

قاسم وسنانی کے مشورہ کے مطابق علون نام اپنے ایک خادم کے ہاتھ سے قتل کرادیا۔

قبیلہ مکناسہ نے صالح کی مخالفت کی، اور محاصل ادا نہ کئے۔ صالح نے اُن کو ایک تہدیدی خط لکھا، اُس پر مہر لگاکر ایک لفافے میں بند کیا، اور اپنے گدھے پر باندھ کر اپنے ایک معتبر کے ہمراہ اُسے روانہ کیا۔ اس شخص کو اُس نے حکم دیا کہ جب مکناسہ میں پہنچے، تو گدھے کو اُس کے بوجھ سمیت چھوڑ دے، اور خود علیحدہ ہو جائے۔ اُس نے ایسا ہی کیا، مکناسہ نے گدھے کو پکڑا، اور خط پڑھا، اور اپنی مخالفت پر قایم رہے۔ مگر پھر اُن کی رائے بدل گئی، اور اُنہوں نے اپنے تمام محاصل کو جمع کرکے اُس گدھے پر بار کیا، اور صالح کے پاس لے آئے، اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ صالح نے معاف کردیا۔ بیس برس سے کچھ زیادہ حکومت کرنے کے بعد صالح مرگیا، اور اُس کا بیٹا سعید بن صالح اُس کا جانشین ہُوا۔

جب اُس کی سلطنت مستحکم ہوگئی، تو صقالبہ غلام اُس کے پاس آئے، اور آزادی کا مطالبہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ تم لوگ ہمارے محض غلام اور فوج ہو، ہماری وراثت میں شریک نہیں، اس لئے یہ آزادی کا مطالبہ بیکار ہے۔ مگر ان لوگوں نے اُس کا پیچھا لے لیا، اور اُس کو اُن سے سخت تکلیفیں ہوئیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اُس کو معزول کرکے اُس کے بھائی عبید اللہ اور چچا رضا المکنی بہ ابوعلی کو اپنا بادشاہ بنالیا، اور اُس کو لے کر محل پر چڑھ آئے۔ سعید نے وہیں محل پر سے اپنے خادموں اور عورتوں کو لے کر اُن کا مقابلہ کیا۔ شہر کے عام لوگ بھی اُس کے مخالف ہوگئے، اور اُس کو شکست دے کر شہر سے باہر نکال دیا۔ وہاں سے نکل کر وہ سات دن تک ایک گاؤں میں قلعبند رہا؛ مگر سعید نے یہاں بھی اُس کو

شکست دی۔ اُس کا چچا رضا اُس کا خسر بھی تھا، اُس نے اُسے مع اپنے بھائی عبید اللہ کے قید، اور جتنے بنو عم اُن دونوں کے ساتھ مل گئے تھے، اُن کو قتل کر دیا، موخر الذکر میں اغلب اور ابو اغلب بھی شامل تھے۔ اس پر سعادت اللہ بن ہارون نے، جو اغلب کا چچا زاد بھائی تھا، سر اُٹھایا، اور یہ عذر کیا کہ میرے چچا زاد بھائی کو تو اُس نے قتل کر دیا، مگر اپنے بھائی اور چچا کو زندہ رکھا۔ بنو یصلاتن اُس کے ساتھ ہو گئے، اور اُس نے بھی اُن سے اتحاد کر لیا، اُس وقت تک سعادت اللہ سعید کے ساتھ ناکور ہی میں تھا، مگر اب اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور اپنے تمام طرف داروں کو لے کر بنو یصلاتن سے جا ملا۔ سعید کو شکست ہوئی، اُس کے طبل اور جھنڈے دشمنوں نے لے لئے، اور اُس کے موالی میں سے تقریباً ایک ہزار قتل ہوئے۔ سعادت اللہ نے بڑھ کر ناکور میں سعید بن صالح کا محاصرہ کر لیا، اب سعید نے اُن پر حملہ کیا، اور اُن کو شکست دے کر سعادت اللہ کے بھائی میمون بن ہارون کو قید کر لیا۔ پھر وہ تمسامان گیا، اور شہر جلا کر اس نواح کو بالکل برباد کر دیا، اور اُس کے بعد ناکور واپس چلا آیا۔ اس واقعہ کے بعد سعادت اللہ بطویہ اور بنو ورتدی کی طرف روانہ ہوا، اور اُن کو ساتھ ملا کر زناتہ پر فوج کشی کی، اور اُنہیں شکست دی۔ انجام کار اس نواح کے تمام شہر اُس کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اب وہ ناکور گیا، اور سعید سے جنگ کرنے کے لئے وہاں ٹھیرا؛

جب عبید اللہ شیعی نے غلبہ حاصل کر لیا، تو اُس نے اہل مغرب کو ایک خط لکھا، کہ اور اس میں اُن کو مطیع ہو جانے، اور اُس کی امامت کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ اسی مضمون کا خط سعید بن صالح کے پاس بھی آیا، اُس کے آخر میں چند اشعار تھے، جن میں سے دو یہ ہیں ؛ ؎

فان تستقیموا استقِم لصلاحکم۔ وان تعدلوا عنی ارمی قتلکم عدلا

(اگر تم سیدھے رہو تو میں بھی تمہاری بھلائی کے لئے سیدھا رہونگا، اور اگر تم مجھ سے پھر گئے تو میں تمہارے قتل کو عین انصاف تصور کرونگا) ۔

واغلو بسیفی قاھراً سیوفکم ۔ وادخلہا عفواً واملؤھا قتلا

(ایسی حالت میں اپنی تلوار تمہاری تلواروں کے خلاف اُٹھاؤنگا، معافی سے اُس کو (میان میں) داخل کرونگا اور قتل سے اُسے بھر دونگا) ۔

اُن کے شاعر نے اُس کا جواب دیا کہ ؎

کذبت وبیت اللہ لا تعرف العدلا ۔ ولا عرف الرحمٰن من قولک الفضلا

(تو جھوٹا ہے اور بیت اللہ کی قسم عدل و انصاف نہیں جانتا، اور خدا نے تیرے قول میں کوئی فضیلت نہیں رکھی) ۔

ما انت الا کافر و منافق تمثّلُ للجہال فی السنۃ المُثلا

(تو ایک کافر اور منافق ہے جو جاہلوں کے لئے ایک سنت بناتا ہے)

وھمّتُنا علیا لدین محمد ۔ وقد جعل الرحمٰن ھمتک السفلا

(حضرت محمد صلعم کے دین کے لئے ہماری ہمتیں عالی ہیں، اور اللہ نے تیری ہمت کو فروتر بنایا ہے) ۔

اس پر عبید اللہ شیعی نے اپنے قائد مصالہ کو جو تاھرت پر مقرر تھا لکھا کہ وہ شہر ناکور کی طرف جائے اور سعید بن صالح سے جنگ کرے ۔ چنانچہ وہ تاھرت سے سنہ گذشتہ کے غرۂ ذی الحج کو روانہ ہُوا، اور ناکور سے ایک دن کے فاصلے پر ٹھیرا ۔ سعید اس سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلا، اور تین دن تک برابر لڑائی ہوتی رہی ۔ بربریون کا ایک سردار حمد بن عیاش نامی بنو یطوفت میں سے تھا، سعید کے ساتھ تھا، اُس نے ارادہ کیا کہ سات سواروں کو لے کر مصالہ کی جاء قیام پر جا پڑے ۔ چنانچہ اُس نے اُس پر اچانک حملہ کیا، مگر لوگوں نے

غل مچا دیا، اور وہ مع اپنے ساتھیوں کے گرفتار ہوا۔ مصالہ نے ان سب کی گردنیں مار دینے کا حکم دیا، مگر حمد نے کہا کہ میرا جیسا آدمی قتل نہیں ہوا کرتا۔ مصالہ نے کہا کیوں۔ اُس نے جواب دیا کہ تم سعید پر میرے بغیر قابو نہیں پا سکتے۔ یہ سُن کر مصالہ نے حمد کو زندہ رکھا، اور اپنا ندیم و جلیس بنا لیا۔ پھر ایک لشکر اُس کو دیا، جسے لے کر اُس نے ایسی جانب سے حملہ کیا، جس کی کمزوری کا اُس کو علم تھا۔ چنانچہ وہ بالکل بے خبری کے عالم میں سعید کے لشکر میں جا گھسا، اور اُس کو منتشر کر دیا۔ اب لشکروں نے ہر طرف سے سعید کو گھیر لیا، اور اُس کو اپنا وہاں ٹھیرنا ناممکن معلوم ہونے لگا، اس لئے اُس نے شہر ناکور میں آدمی بھیجے، اور جو کچھ اُس کے محل میں تھا، اُس کو مع وہاں کے آدمیوں کے ناکور کے بندرگاہ کی طرف بھیج دیا۔ ان لوگوں میں صالح بن سعید، ادریس اور معتصم بھی شامل تھے۔ سعید لڑتا ہوا شہید ہوا، اُس کا لشکر لوٹ لیا گیا، اور مصالہ نے ناکور میں داخل ہو کر وہاں کے مردوں کو قتل کیا، اور عورتوں، اور بچوں کو قید کر لیا۔ اس کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

لما طغی الارذل وابن الارذل۔ فی عصبۃ فی الطغاۃ الجہل

(جب رذیل ابن رذیل نے جاہل باغیوں کو ساتھ لے کر بغاوت کی)

مال نکور دون ربی معقل۔ اتاہ محتوم القضاء الفیصل

(نکور خدا کی جاء پناہ کے سوا اور طرف مایل ہوا، تو اُس کو ایک قضاء فیصل نے آلیا)

من الالٰہ کالحریق المشعل۔ حطّم اہل کفرھا بالکلکل۔

(اُس اللہ کی طرف سے قضاء فیصل نے جلتی ہوئی مشعل کی طرح اہل کفر کو پاش پاش کر دیا)

وجاء راس راسھا المبدل۔ علی قنا من الرماح الذبل

(اور اُس کا سر نیزے کو لکڑی پر اُٹھا کر لایا گیا)

خالمة شاعثة لم تقیل - ولحیة غبراء لم ترجّل

(یہ سر بے ترتیب بالوں کے گچھوں سے اور داڑھی سے ڈھکا ہُوا تھا)

سعید کی اولاد میں سے جو لوگ باقی رہ گئے اُنہوں نے کشتیوں پر سوار ہو کر مالقہ میں پناہ لی، اور اپنے ملک سے قرب کی وجہ سے وہیں مقیم ہو گئے، کیونکہ اُن کو وہاں واپس جانے کی اب تک امید باقی تھی۔ مصالہ تقریباً چھ مہینے ناکور میں ٹھیرا، اور اُس کے بعد ذلول کو وہیں سے واپس چلا گیا۔ اُس کے انجام کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، یعنی یہ کہ جب ذلول کے لوگ اُس سے پھر گئے، اور بنو سعید کو مالقہ میں یہ معلوم ہوا تو وہ ایک ہی رات میں مختلف کشتیوں میں سوار ہو کر چلے، اور اس بات پر اتفاق کیا کہ اُن میں سے جو کوئی سب سے پہلے مغرب میں پہنچے، وہی والی ہو۔ یہ تین آدمی تھے، ادریس، معتصم اور صالح۔ صالح اسی رات وہاں پہنچ گیا، اور بربری اُس کے آنے کی خبر سُن کر جوق جوق اُس سے آملے، اُس کو اپنا امیر بنا لیا، یتیم لقب دیا اور ذلول اور اُس کی فوج کی طرف کوچ کیا، اور ان سب کو قتل کر ڈالا۔ صالح نے الناصر لدین اللہ کو فتح کی خبر بھیجی، اور اُس نے اُس کو خیموں، اسلحہ، جھنڈوں اور طبلوں سے مدد دی۔ چنانچہ مغرب میں صالح بن سعید کی حکومت مستحکم ہو گئی، اور اُس کے بھائی دو مہینے تک سمندر میں مارے پھرنے کے بعد ناکور پہنچے۔

اسی سال قیروان میں قاسمیہ کی تعمیر مکمل ہوئی، اور ماہ ربیع الاول میں شہر کے تاجر اور صناع وہاں منتقل ہو گئے۔

اسی سال ابو جعفر احمد بن محمد القرشی المعروف بہ مغربانی نے جو عقبہ بن نافع کی اولاد میں سے تھے انتقال کیا۔ یہ مشہور زاہد و عابد تھے اور سحنون

وغیرہ سے اُنہوں نے حدیث سنی تھی۔

اسی سال قفصہ کے قاضی ملک بن عیسٰے بن نصر نے وفات پائی۔ اُنہوں نے تحصیل حدیث کے لئے دو سفر کئے تھے، اور بیس برس تک وطن سے دور رہے تھے۔ اُن کو اس فن میں پورا تبحر حاصل تھا۔

اسی سال قریش افریقیہ میں سے ابوالفضل محمد بن عبدالسلم بن اسمٰعیل بن عبدالسلم رحمتہ اللہ علیہ نے، جو عبدالملک بن مروان کی اولاد سے تھا، انتقال کیا۔ وہ اطرابلس اور تونس کے خراج کے والی تھے، اور لوگوں کے ساتھ اُن کے تعلقات اچھے تھے۔ اُن کا انتقال شیعوں کے عذاب دینے سے ہوا۔

اسی سال اعمال افریقیہ کے جاگیرداروں پر "تضیع" کے نام سے ایک ٹیکس عائد کیا گیا، اور یہ کہا گیا کہ یہ محصول کا بقایا ہے۔

۳۰۶ھ میں ابوالقاسم بن عبیداللہ شیعی پیر کے دن یکم ذیقعد کو مصر کی طرف اپنی دوسری مہم پر روانہ ہوا۔ اُس نے کتامہ اور عرب اور بربریوں کی ایک بڑی فوج تیار کی تھی، اور اُس کے باپ کے لوگوں میں سے خلیل بن اسحٰق، ابوغانم کاتب وغیرہ اُس کے ہمراہ تھے۔ عبیداللہ نے من اللہ بن حسن بن ابوخنزیر کو قیروان سے معزول کر کے اُس کو ابوالقاسم کے ساتھ کر دیا، اور قیروان پر ابوسعید ضیف کو مقرر کیا۔

اسی سال بدھ کی رات ۱۳ ذی الحج کو قیروان کے بازار میں آگ لگی۔

اسی سال ابوسعید محمد بن محمد بن سحنون نے وفات پائی۔ اُنہوں نے اپنے باپ سے حدیث سنی تھی، وہ دن رات زہد و عبادت میں گزارتے تھے۔

اسی سال ابوالاسود موسیٰ بن عبدالرحمٰن بن حبیب، المعروف بہ موسےٰ قطان نے وفات پائی۔ یہ سحنون کے شاگردوں میں سے تھے۔ عیسٰے

بن مسکین کے عہد میں وہ اطرابلس کے قاضی تھے ۔ ابراہیم بن احمد نے اُن کو قضا سے معزول کر کے قید کر دیا۔ اُنھوں نے احکام قرآنی کے متعلق بارہ جلدوں کی ایک کتاب تصنیف کی تھی۔

اسی سال برقہ میں ابو مدینی بن فرّوخ لہیضی نے وفات پائی ۔ وہ وہاں شیعوں کا قائد تھا۔

۳۰۰ھ میں افریقیہ اور مصر کے قریب کے علاقہ میں وبا پڑی، اور شیعوں کے ظلم و ستم کے علاوہ ملک میں سخت گرانی ہوئی، اور عبید اللہ نے ہر ایک طریقہ سے لوگوں کے مال میں دست اندازی کی۔

اسی سال ابو القاسم بن عبید اللہ شیعی نے اپنے مقدمتہ الجیش کے حاکم سلیمان بن کافی کو کتامہ وغیرہ کے تمام آدمی دے کر اسکندریہ روانہ کیا۔ اُس نے وہاں کے لوگوں کو بالکل غافل پایا۔ مگر جب اُن کو اس لشکر کے آمد کی خبر ملی، اور اُس کے بعد ہی فوراً ابو القاسم کی فوج وہاں پہنچی، تو اُنھوں نے شہر کو خالی کر دیا ۔ ابو القاسم شیعی شہر میں داخل ہوا، وہاں کا مال و اسباب لوٹا، اور اپنے باپ کو اس فتح کی خبر دی۔ پھر سلیمان بن کافی لشکر لے کر فیوم پہنچا، اور بزور شمشیر اُس پر قبضہ کر کے لوگوں کو قتل کیا، مال و متاع لوٹا، سبھوں کو غلام بنایا، اور خراج وصول کر لیا۔ افریقیہ سے برابر یکے بعد دیگرے فوجیں پہنچتی رہیں، اور ابو القاسم کے پاس اتنی تعداد میں لشکر جمع ہو گیا، کہ شمار سے باہر ہے۔ چنانچہ وہ اسکندریہ سے فیوم کی طرف چلا، اور اشمونین میں ماہ رجب میں اُترا۔ اناج ابھی تک کھیتوں ہی میں پڑا تھا، اٹھایا نہیں گیا تھا، ابو القاسم کی فوج نے اُسے لوٹ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مصر اور لشکر میں قحط پڑ گیا، لوگوں میں وبا نمودار ہو گئی، اور ان میں سے اکثر بھاگ گئے۔ مصر میں اُس وقت بالکل فوج نہ تھی۔

وہاں کے لوگ مشورے کے لئے جمع ہوئے، اور آخر کار اُنہوں نے تمام کام محمد بن علی مادرائی اور اُس کے بھائی، ابو زنبور کے سپرد کر دیا۔ اُن دونوں نے خفیہ طور پر ابوالقاسم کو اطلاع دی کہ فوج غائب ہے، اور شہر کی حالت کمزور تا نہوں نے اُس کی اطاعت قبول کرنے کے لئے بیتابی ظاہر کی، اور صرف یہ شرط کی کہ عوام الناس کے ساتھ جس سلوک کی امید تھی اُس سے اُن کو مستثنےٰ کر دیا جائے۔ اس تمام کارروائی سے اُن کا اصل مقصد یہ تھا کہ ابوالقاسم اُس وقت تک اُن پر ہاتھ نہ ڈالے، جب تک کہ بغداد سے اُن کی مدد کے لئے فوج نہ آجائے۔ چنانچہ مادرائی نے اُسی وقت (خلیفہ) مقتدر (عباسی) کو فوج کے لئے لکھ دیا۔

اسی سال ثمل نامی ایک غلام اسکندریہ کی مدد کے لئے شامی جہاز لے کر پہنچا، اور شیعی نے وہاں اپنا جنگی بیڑہ مقیم کر دیا۔ ثمل اس بیڑے سے لڑا اور اُس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ یہ اتوار کے دن کا واقعہ ہے، جبکہ شوال کے اختتام میں ۱۲۔ دن باقی تھے۔ اس جنگ میں کتامہ کے لوگ بھی بکثرت گرفتار ہوئے۔ ثمل اُن قیدیوں کو لے کر فسطاط گیا، اور وہاں اُن کو اونٹوں پر بٹھا کر تشہیر کرایا۔ اُن میں عبیداللہ شیعی کے بعض بڑے بڑے سپہ سالار بھی شامل تھے۔

اس سال قاضی محمد بن محفوظ قمودی نے افریقیہ میں وفات پائی۔ یہ ضعیف الرائے اور ظالم شخص تھے۔ قیروان میں اسحاق بن ابو منہال قاضی ہوئے۔

اسی سال قیروان میں زرد رنگ کی سخت آندھی آئی، اور چند دنوں تک اُس نے اُفق کو بالکل گھیرے رکھا، یہاں تک کہ کسی شخص کو اپنا جلیس تک نظر نہ آتا تھا۔ اُس کے بعد وہ وبا پڑی، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اسی سال احمد بن علی بن دُوْدان فقیہ نے وفات پائی۔ اُنہوں نے تحصیل

علم کے لئے سفر کیا تھا، اور یونس اور مزنی کی صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ اسی سال محمد بن احمد بن یحییٰ بن مہران فقیہ نے انتقال کیا۔ یہ محمد بن سحنون کے شاگردوں میں سے تھے۔ اسی سال ابوسلیمان داؤد بن مسرور غسانی کا انتقال ہوا، یہ زاہد اور عالم وفاضل آدمی تھے۔ اسی طرح محمد بن عبداللہ بن قاضی احمد بن محرز نے انتقال کیا۔ اسی سال قریش میں سے تونس میں محمد بن احمد بن عبداللہ بن سعید بن خالد بن عبیداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ یہ بعرۃ کے نام سے مشہور تھے، اور دو مرتبہ اندلس گئے تھے۔

اسی سال قیروان میں عبدوس (یا عروس) موذن کو ابن عیاش فقیہ کی مسجد میں قتل کیا گیا۔ اس کا جرم یہ تھا کہ مشارقہ کی ایک جماعت نے گواہی دی تھی، کہ اُس نے اذان میں "حی علی خیر العمل" نہیں کہا تھا۔ قتل سے پہلے اس کو دروں سے مارا گیا اور اُس کی زبان کاٹی گئی۔ یہ نہایت زاہد و عابد شخص تھا، اپنے ہاتھ سے پسائی کا کام کر کے بسر اوقات کرتا تھا۔

اسی سال فقیہوں میں سے قیروان میں عبداللہ بن محمد بن یحییٰ رعینی، سحنون کے شاگرد محمد بن موسیٰ تمیمی، عراقیوں کے شیخ، اسحٰق بن ابراہیم بن ابوعاصم فارسی، ابوجعفر احمد بن منصور بنو تمیم کے موالی المعروف بہ ابن مقرعہ الغاسل نے وفات پائی۔ موخرالذکر نے مکہ اور مصر میں حدیث سنی تھی۔ ان حضرات کے علاوہ تاجروں، شاہی نوکروں اور اطباء کی ایک جماعت نے بھی انتقال کیا، جن کے ذکر سے کتاب بے کار طویل ہو جائیگی۔

سنہ ۳۰۸ھ میں شیعہ دوسری مرتبہ ناکور میں داخل ہوئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبیداللہ شیعی کا قائد مصالہ لشکر لے کر مغرب کی طرف عازم ہوا۔ جب ناکور کے قریب پہنچا تو صالح بن سعید نے وہاں سے نکل کر قریب ہی ایک

پہاڑ جبل ابوالحسن میں پناہ لی، اور قلعبند ہوگیا۔ مصالہ ناکور میں داخل ہوا، اور اُس پر پورے طور سے قابض ہوگیا۔ وہاں سے وہ فاس کی طرف بڑھا، یہاں اُس زمانہ میں یحیٰی بن ادریس بن عمر بن ادریس مع اہل و عیال اور خدم و حشم کے رہتا تھا جب مصالہ شہر کے قریب پہنچا، تو اُنہوں نے مدافعت کا ارادہ کیا، چنانچہ وہ چند دن تک اُن سے لڑتا رہا، مگر انجام کار اُن کو شکست دی، اور فاس کے شہر میں داخل ہوگیا، اور اُس پر تسلط حاصل کرلیا۔ اُن کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

دخلت فاس ولی شوق الی فاس ۔ والجُبْنُ یاخذ بالعینین والراس

(میں فاس میں داخل ہوا اور فاس میں داخل ہونے کا مجھے شوق بھی تھا مگر نامردی وہاں ہر طرف گھیرے لیتی تھی)

فلستُ ادخل فاسًا ما حییت ولو ۔ اُعْطِیتُ فاسًا بما فیہا من الناس

(اب میں جب تک زندہ ہوں فاس میں داخل نہ ہونگا اگر مجھ کو فاس اُس کے تمام آدمیوں سمیت بھی دے دیا جائے)۔

اسی سال ابوسعید موسیٰ بن احمد نے قیروان میں زیاد بن خلفون متطبب مولائے بنو اغلب کو قتل کرایا، یہ طب کا بڑا عالم تھا، عبیداللہ شیعی کو زیاد کی ضرورت پڑی تھی، اور اُس نے اُسے اپنا مقرب بنالیا تھا، اور اُن کے درمیان جو اختلاف تھا اُس کی وجہ سے اُس کو ابوسعید سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا اور کہا تھا کہ جب ابوسعید قیروان میں ہو تو وہاں نہ جائے زیاد نے اس بات پر عمل کیا۔ آخر ایک رات وہ قیروان میں سویا۔ ابوسعید رقادہ میں تھا، اور اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے گھر میں داخل ہوکر زیاد کا کام تمام کردیا۔

اسی سال عبید اللہ شیعی اپنے مال و اسباب اور اہل و عیال کے ساتھ اپنے اور اپنے بیٹے ابوالقاسم کے محل، شہر کی فصیل اور اس کے خدم و حشم کے گھروں کی تیاری کے بعد مہدیہ میں منتقل ہو گیا۔ یہ جمعرات کے دن ۸۔ شوال کا واقعہ ہے۔ ابھی تک پورا شہر مکمل نہیں ہوا تھا۔

اس سال قیروان اور رقادہ میں بہت سخت بارش ہوئی جس سے بہت سے مکانات گر گئے، اسی وجہ سے عبید اللہ نے شہر سے منتقل ہونے میں اور بھی جلدی کی۔ شعراء نے اس کے انتقال اور استیطان پر قصائد کہے، جن کے چند اشعار ہم یہاں نقل کرتے ہیں، تاکہ ان سے ان کے یہاں کے حلال اور جائز کا صحیح اندازہ ہو سکے ؎

لیھنک ایھا الملک الھمام ۔ قدوم فیہ للدھر ابتسام

(اے بادشاہ بزرگ تجھ کو اس شہر میں آنا مبارک ہو کیونکہ اس میں زمانہ ہنستا ہے)

حططت الرحل فی بلد کریم ۔ رعتہ الملائکۃ الکرام

(ایسے بزرگ شہر میں سواری پہنچی ہے جس کی تیرے لئے ملائکہ نے حفاظت کی تھی)

لان عظم الحرام وما یلیلہ ۔ لما عظمت مشاھدہ العظام

(اگر بلد حرام کی زمین باعظمت ہے)

لقد عظمت بارض الغرب دار ۔ بھا الصلوٰت تقبل والصیام

(تو اسی طرح ارض مغرب میں ایک مکان باعظمت ہے جس میں نماز روزے قبول ہوتے ہیں)

ھی المھدیۃ الحرم الموقی ۔ کما بتھامۃ البلد الحرام

(یہ مقام مہدیہ ہے جس کا وہی درجہ ہے جو تہامہ کے بلد حرام کا ہے)

کان مقام ابراھیم فیہ ۔ ثری قدمیک ان عدم المقام

(اگرچہ یہاں مقام ابراہیم نہیں ہے لیکن تیرے عدل نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے)

وان لثم الحجیج الرکن اضحی۔ لنا ابراص قصرکما لتثام

(اور اگر حاجی رکن کو بوسہ دیتے ہیں، تو تمہارے محل کے صحن میں ہمارے لئے بوسہ دینے کی جگہ موجود ہے)

لئن شاب الزمان وشاب ملك۔ دعائمہ اذا عجمت حطام

لملکك ایہا المہدی ملك۔ غلام والزمان بہ غلام

(اے مہدی تیرا ملک تیرا غلام ہے اور زمانہ بھی اس کا غلام ہے)

لك الدنیا ونسلك حیث کنتم۔ فکلکم لہا ابدا امام

(دنیا تیرے ہی لئے ہے اور تیری نسل جہاں کہیں بھی ہو ہمیشہ امام رہیگی)

اسی سال قیروان کے قریش میں سے ہم (؟) علی بن محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ہاشم بن عبد العزیز بن عبد الرحمٰن بن ابوبکر صدیق رحمتہ اللہ علیہ قتل ہوئے۔ اُن کو ابو سعید موسیٰ بن احمد نے قتل کرایا، اور اُن پر یہ تہمت لگائی کہ اُنہوں نے عبید اللہ سے چغلی کھائی تھی کہ اہل قیروان نے ابو سعید کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے، اور بغاوت پر آمادہ ہیں، عبید اللہ نے اس جرم کی سزا میں اُنہیں قید کر دیا، اور آخر گلا گھونٹ کر مروا ڈالا۔

اس سال بنو اغلب کے قائدوں میں سے ابو جعفر احمد بن تمیم نے، فقہا میں سے سعید بن حکمون نے جو زاہد تھے، ابراہیم بن یونس المعروف بہ ابن حصاب نے جو موسےٰ بن نصیر کے مولا تھے اور حارث حشبۃ کے نام سے مشہور تھے، اور رقادہ کے قاضی اور احکام قرآنی کے والی تھے، عراق کے فقیہوں میں سے احمد بن عبد الرحمٰن اللخمی نے جنہوں نے محمد بن وہب وغیرہ سے

حدیث سنی تھی' احمد بن عبدون ابن وہب نے اور مشہور زاہد ربیع بن ہشام التیمی نے وفات پائی ✦

سنہ ۲۹۶ھ میں مصالہ بن حبوس نے شہر سجلماسہ کو فتح کیا' وہاں کا مال و اسباب لوٹا' احمد بن مدرار کو قتل کیا' اور معتز بن محمد بن مدرار کو والی بنا کر واپس چلا آیا ✦

اسی سال منیب بن سلیمان المکناسی داعی نے تاہرت کی طرف مذہب تشریق کا اظہار کیا' اور محرمات کو حلال کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ عبیداللہ شیعی نے اُسے اور اوروں کو مختلف جہات میں روانہ کیا تھا' اور حکم دیا تھا کہ تشریق کا کھلم کھلا اظہار کریں' اور اگر لوگ اُس کے متحمل ہو جائیں' اور اُس سے چشم پوشی کریں تو اُس مذہب کی اشاعت عام لوگوں میں شروع کر دیں چنانچہ جب مُنیب جبل اونشریش میں ظاہر ہوا' اور اُس حکم کی پیروی شروع کی' جو عبیداللہ نے اُس کو دیا تھا' تو یہ حالت ہو گئی کہ ایک شخص اپنے ہمسایہ کی منکوحہ بیوی کے پاس جاتا' اُس کے شوہر کی آنکھوں کے سامنے اُس سے بدکاری کرتا' اور باہر نکل کر شوہر کے منہ پر تھوکتا' اُس کی کمر پر مکا مار کر کہتا کہ صبر کر' کیوں کہ صبر کرنے سے ہی تو کامل ایمان دار شمار ہو گا۔ ایسے شوہر کا نام صابر ہو جاتا تھا۔ مگر لوگ اُن کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے' اور اُن میں سے چند کو قتل کر ڈالا۔ اس سے یہ سب رُک گئے ✦

اسی سال ابوالقاسم شیعی ہفتہ کے دن یکم رجب کو فیوم سے مہدیہ واپس پہنچا۔ اُس کے اس سفر کا زمانہ دو سال اور آٹھ ماہ کا ہے ✦

اسی سال عبیداللہ نے تقریباً دو سو آدمیوں کے قید کرنے کا حکم دیا۔ اُنھوں نے باجۂ تونس' اور قیروان میں تشریق کا اظہار کیا تھا' محرمات کو علانیہ

حلال کر دیا گیا، اور رمضان شریف میں کھلم کھلا اس طرح شراب پی اور سؤر کا گوشت کھایا گیا کہ عوام و خواص سب کو اُس کی اطلاع ہو گئی ہے یہاں تک کہ ابو القاسم کے فیوم میں قیام کے زمانے میں لوگوں نے اُس کو غیرت دلائی، اور عوام الناس میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ آخر عبید اللہ نے ان مقامات کے عاملوں کو لکھا کہ اُن کو مقید کر کے اُس کے پاس بھیج دیں پھر اُن کو قید کیا گیا۔ اُن میں سے اکثر قید کی حالت ہی میں مر گئے۔ یہ سب لوگ افریقیہ میں مشہور و معروف تھے۔ اُن میں سے ایک بردہ فروش احمد بلوی تھا، یہ شخص عبید اللہ کے رقادہ کے قیام کے دوران میں رقادہ کی طرف رُخ کر کے، جو مغرب میں تھا، نماز پڑھا کرتا تھا۔ جب عبید اللہ مہدیہ میں منتقل ہو گیا تو وہ بھی مہدیہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے لگا، حالانکہ مہدیہ مشرق میں واقع تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو بغیر دیکھے معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ عبید اللہ کی طرف منہ کر کے کہا کرتا تھا کہ "آسمان پر اٹھ جا، کب تک تو زمین پر مقیم رہیگا، اور بازاروں میں چلے پھریگا" وہ اہل قیروان سے کہا کرتا تھا کہ "عبید اللہ تمہارے تمام بھید اور خفیہ باتیں جانتا ہے" ایک دن جب وہ یہ کہہ رہا تھا، تو ایک شخص قریب آیا اور اُس کا کان پکڑ کر اُس سے کہا کہ "عبید اللہ جس کے متعلق تو یہ کہہ رہا ہے، زانی ابن زانیہ ہے، اگر جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُس کو معلوم ہے تو اُس سے مدد مانگ" یہ سُن کر اُس نے ایک چیخ ماری، اور کہا کہ "اے مسکین! وہ (یعنی عبید اللہ) حلیم ہے، اور جلد بازی نہیں کیا کرتا" اسی جماعت میں سے ایک دوسرا شخص ابراہیم بن غاندی تھا، وہ رمضان میں کھلم کھلا کھایا پیا کرتا تھا، اور کبائر کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔ بنو اغلب کی حکومت میں یہ شخص اپنے آپ کو زاہد ظاہر کیا کرتا تھا، اور سوسہ کے قریب قصر طوب میں گوشہ نشین ہو گیا تھا، یہاں تک

کہ اہل سوسہ نے اُس کو نماز جمعہ پڑھانے کے لئے منتخب کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

اسی سال اہل قیروان کی ایک جماعت اپنی عورتوں اور بچوں کو لے کر خفیہ طور پر ابوالقاسم کے پاس آئی، اور اُس سے ابوسعید اور باڈی گارڈ کے ظلم وستم کی شکایت کی، اور اُن کے فساد اور مال ومتاع کی لوٹ مار کی حکایت بیان کی۔ ابوالقاسم نے اپنے باپ سے اُن کو حاضر لانے کی اجازت چاہی، مگر یہ لوگ یک بارگی اُس کے پاس چلے گئے، اور ابوسعید کی موجودگی ہی میں جو شکایت اُنھوں نے ابوالقاسم سے کی تھی عبیداللہ سے بھی کی۔ اُس نے قسم کھائی کہ اُس کو اُن پر ظلم وتعدی کی اطلاع نہ تھی۔ پھر اُن کو واپس جانے کا حکم دیا، اور انصاف کا وعدہ کیا۔ ابوسعید کو حکم دیا کہ اپنے کاتب اور باڈی گارڈ کی جماعت کی شکایت کرے، عبیداللہ نے موخرالذکر کو قید کر دیا، اور کاتب کو چھوڑ دیا۔

اسی سال عبیداللہ نے حکم دیا کہ حاجی مہدیہ کے راستے سے حج کو جائیں اس کی وجہ یہ تھی کہ جو کچھ محصول لگایا جائے اُن سے وصول ہو جائے۔ چنانچہ اُس نے حکم دیا کہ کوئی اُس راستے کے سوا دوسرا راستہ اختیار نہ کرے، بنو اغلب کے زمانے میں اہل قیروان کی ضرب المثلوں میں ایک مثل یہ بھی تھی کہ جب کسی ایسی چیز کا مطالبہ کیا جائے، جو ناقابل حصول ہو تو کہا کرتے تھے کہ "جب حج کا ارادہ کرو تو بندون کی طرف روانہ ہو"۔ بندون ایک قریہ تھا جمہ (؟) کے راستے میں، اور حج کا اصل راستہ مصر کی طرف جاتا تھا۔ بہر حال عبیداللہ کے زمانے میں جب اُن کا راستہ مہدیہ سے ہو گیا تو یہ قدیم ضرب المثل بھی بالکل صحیح ہو گئی۔

اسی سال عبیداللہ نے ابوعلی حسن بن مفرج فقیہ اور محمد الشذونی زاہد کے قتل کا حکم دیا، کیونکہ اُن کے متعلق چغلی کھائی گئی تھی کہ وہ بعض صحابہ کو حضرت علی پر ترجیح دیتے ہیں۔

اسی سال شہر سوسہ میں ابو الفضل نقش فقیہ نے وفات پائی۔ انہوں نے سحنون اور عون بن یوسف وغیرہ سے حدیث سنی تھی۔ اسی سال محمد بن ہیثم بن سلیمان بن حمدون قیسی فقیہ اور بنی عبدالملک بن مروان میں سے عبدالسلام بن اسمٰعیل کے دو بیٹوں محمد اور محمد نے وفات پائی ۔

سنہ ۲۹۳ھ میں مصالہ بن حبوس عبیداللہ شیعی کے پاس مہدیہ آیا اور یہاں چند روز کے قیام کے بعد اسے شعبان میں تاہرت بھیج دیا گیا ۔

اسی سال عبیداللہ کا ایک خط قیروان کی جامع مسجد میں فلاح بن قمون اور مصری فوج کے درمیان ذات حمام کے مقام پر جنگ کے متعلق پڑھا گیا ۔

اسی سال عبیداللہ کا قائد ابو معلوم مخلون الکتامی جبل اوراس میں قتل کیا گیا، عبیداللہ نے اس کو اس علاقہ کا حاکم بنایا تھا، اس نے یہاں کے باشندوں پر اتنی سختی کی جس کو وہ برداشت نہ کر سکے۔ اس نے حکم دیا کہ وہ اپنے بال بچوں کو لے کر مہدیہ چلے جائیں انہوں نے اس امر میں بھی اس کی اطاعت کی، اور جو کچھ اس نے کہا تھا کرنا شروع کیا۔ مگر ایک رات وہ اچانک اس کے اور اس کی کتامی فوج کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سب کو قتل کر ڈالا ۔

اسی سال نفوسہ نے عبیداللہ کی اطاعت سے انحراف کیا، اور اپنے اوپر ابو بطہ کو حاکم بنایا۔ اس کے پاس ایک بہت بڑی تعداد جمع ہو گئی، اور اس کی شان و شوکت بھی خوب بڑھ گئی۔ عبیداللہ نے علی بن سلمان داعی کو ایک لشکر عظیم دے کر ان کے خلاف روانہ کیا۔ جب وہ ان کے قریب پہنچا، تو انہوں نے اس پر شبخون مارا، اور اس کی فوج کے بڑے حصے کو کاٹ ڈالا، اور باقی منہزم

ہو کر علی بن سلمان سے متفرق ہو گئے، علی اطرابلس چلا گیا، اور وہاں سے عبید اللہ کو اس معاملے کی اطلاع دی۔ عبید اللہ نے اپنے عامل قابس علی بن لقمان کو لکھا کہ منہزمین میں سے جو کوئی اُس کے پاس سے گذرے اُسے قتل کر دے، چنانچہ اُس نے ایک جماعت کو قتل کر دیا۔ عبید اللہ نے علی بن سلمان کو لشکر سے مدد دی، اور اُس نے نفوسہ کا محاصرہ نہایت عزم سے شروع کر دیا۔

اسی سال مسعود غلام نے سمندر میں بیس جہازوں کے ساتھ بلاد روم پر فوج کشی کی، شہر اغاثی (SANCTA AGATHA.) کو فتح کیا، اور وہاں کے لوگوں کو غلام بنا کر مہدیہ واپس آ گیا۔

اسی سال محمد بن سلام بن سیار البرقی الہمدانی نے وفات پائی۔ وہ اہل تشیع کے فقیہ تھے قریش میں سے احمد بن یحییٰ بن خلد السہمی نے نوّے برس سے زیادہ کی عمر میں وفات پائی۔ انہوں نے مشرق کا ایک سفر بھی کیا تھا، اور ابو سنجر سے اُن کی مسند سنی تھی۔ حسن بن علی الحسنی بربریوں کو ساتھ لے کر کھڑا ہوا اور فاس کی طرف آیا۔ اسی سال عبید اللہ کا قائد کتامی وہاں مقرر ہو کر آیا۔ حسن بن علی کو وہاں سے نکال دیا، اور لوگوں پر بہت سختی کی۔ حامد بن حمدان نے اُس سے غدر کیا، اور ابن ابو العافیہ کو جو بنو اُمیہ کا طرف دار تھا، شہر میں داخل کر لیا۔ عبید اللہ شیعی کے دو قائد مسرور اور جوہر کے آنے تک وہ وہیں رہا، مگر اُن کے آمد کی خبر سُن کر وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اُس کے بعد شیعی کا قائد وہاں اُس وقت تک رہا، جب تک کہ بنو ادریس نے اُس کو وہاں سے نکال نہ دیا؛ اب یہ لوگ اُس پر قابض ہو گئے۔ الناصر اموی، صاحب اندلس کے لشکر سے اُن کی جنگ ہوئی، اور اب اُس پر الناصر کا قبضہ ہو گیا۔

اسی سال مشہور و معروف مورخ ابو جعفر الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے

وفات پائی۔

۳۱۱ھ میں عبیداللہ نے اسحاق بن ابو منہال کو مدینہ قیروان کی محکمۂ قضا سے معزول کیا یہ ہفتہ کے دن کا واقعہ ہے، جب جمادی الآخر کے ختم میں دو (دن) باقی تھے عبیداللہ نے اپنا ایک آدمی اُس کے پاس بھیجا، جس نے بادشاہ کو یہ پیغام سنایا کہ ہم نے تم کو کسی خرابی کی وجہ سے معزول نہیں کیا، بلکہ محض تمہاری نرمی اور کمزوری کے سبب ایسا کیا گیا ہے۔ اسحاق بن ابو منہال کی معزولی کے بعد محمد بن عمران النفطی کو جو اُس کے قبل اطرابلس کا قاضی تھا قیروان کا قاضی مقرر کیا گیا اُس نے اطرابلس میں رشوت اور بے ایمانی سے بہت سا مال و اسباب جمع کیا، پھر اس کو اُس نے عبیداللہ کی خدمت میں پیش کیا اور اس طرح وہ مال اُس کی ترقی کا وسیلہ بن گیا۔

اسی سال علی بن ابی سلیمان اہل نفوسہ پر جا پڑا۔ اُن کے قلعے میں داخل ہو کر اُس کو منہدم کر دیا، مردوں کو قتل کیا، اور بچوں کو غلام بنایا۔ یہ پیر کے دن کا واقعہ ہے، جب شعبان کے اختتام میں بارہ راتیں باقی تھیں۔

اسی سال محمد بن عباس ہذلی فقیہ کو ننگا کر کے جامع مسجد میں درے لگائے گئے، اور اُن کی کمر پر بھی ضربیں لگائی گئیں اس کے بعد اُن کو قیروان کے بازاروں میں تشہیر کیا گیا۔ اس سزا کی وجہ یہ تھی کہ مشارقہ کی ایک جماعت نے اُن کے خلاف گواہی دی تھی کہ وہ سلطان کو بُرا بھلا کہتے ہیں، اور امام مالک کے مذہب کے مطابق فتوے دیتے ہیں۔

اسی سال مسرور بن سلیمان بن کافی مصر صعید کے علاقے میں الواحات میں داخل ہوا، یہ ریگستانی بنجر میدان میں دو قلعے ہیں۔ صاحب مصر کی طرف سے یہاں کا عامل کیبازبی (۹) نام ایک شخص تھا۔ مسرور نے اُس کو شکست

دی، اُس کے بیٹے اور بھتیجے کو قید کر لیا، اور اُس علاقہ پر پورے طور سے غالب آگیا۔ اس کے بعد مسرور کے ساتھیوں میں وبا پھیل گئی، جس کی وجہ سے وہ قلعوں کو مسمار اور پھلدار درختوں کو برباد کر کے برقہ واپس چلا آیا۔

اسی سال قیروان کے نیک، اور پابند سنت، لوگوں میں سے محمد بن شیبہ بن حسان نے قیروان میں وفات پائی۔ شیبہ اُن سپہ سالاروں میں سے تھے، جو یزید بن حاتم کے ساتھ افریقیہ میں آئے تھے۔

اسی سال ابو جعفر محمد بن تمیم تمیمی نے تونس میں وفات پائی۔ یہ شخص زیادۃ اللہ کا قائد تھا، مگر پھر ابو عبداللہ شیعی کے پاس بھاگ گیا تھا، اور اُسی کے ساتھ افریقیہ میں داخل ہوا تھا۔ اسی سال ابو الفضل احمد بن جعفر بن موسیٰ الصمادحی نے وفات پائی۔

۳۱۲ھ میں مصالہ بن حبوس تاہرت سے زناتہ کے مقابلہ کے لئے نکلا، اُن کے علاقے کو پامال کر ڈالا، اور لوگوں کو قتل اور قید کیا؛ اپنی فوج کے ایک حصہ کو اُس نے ابن خزر کی طرف روانہ کیا، اسی حصہ میں اُس کے بڑے بڑے طرفدار اور ثقہ لوگ شامل تھے۔ اب مصالہ تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ وہاں گیا جب ابن خزر کو یہ معلوم ہوا، تو وہ مصالہ کی طرف چلا۔ فریقین میں مہیب جنگ ہوئی، جس میں مصالہ مارا گیا، اور اُس کی فوج منہزم ہوئی۔ یہ جمعہ کے دن کا واقعہ ہے جبکہ شعبان کے ختم میں دس (راتیں) باقی تھیں۔

اسی سال جعفر بن عبید حاجب بڑے جنگی بیڑے کو لے کر رومیوں کے ساتھ جنگ کے ارادے سے صقلیہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس سال اُس نے موسم سرما اسی جزیرہ میں بسر کیا، مگر دشمن سے جنگ نہیں ہوئی۔

اسی سال ماہ ربیع الاول میں قیروان کے قاضی محمد بن عمران النفطی

نے انتقال کیا۔ وہ احکام میں رشوت لیا کرتا تھا، اور بعض منکرات کا مرتکب ہوتا تھا۔ عبید اللہ نے اُس کی جگہ اسحاق بن ابو منہال کو دوبارہ مقرر کیا، اور فرمان میں لکھا کہ "ہم نے تم کو تمہاری کمزوری اور نرمی کی وجہ سے معزول کیا تھا، اور دینداری اور امانت داری کی وجہ سے پھر بحال کر دیا۔

اسی سال محمدؐ بن حفص الفہم نے وفات پائی۔ یہ اہل فضل و دیندار لوگوں میں سے تھے، اور بنو اغلب کے زمانے میں قیروان کی جامع مسجد میں شافعیوں کے امام تھے۔ پھر اُس کے بعد رقادہ کی جامع مسجد کی نماز کے والی ہوئے۔ اُن کو ہر مہینہ میں دس مثقال مشاہرہ ملتا تھا۔ (قاضی) مروزی اُن کے پاس آیا، اور کہا کہ ہمارا امام سوائے امیر المومنین کے اور کوئی نہیں ہو سکتا، اس لئے داعی کے پاس جا کر اُس کے ہاتھ پر بیعت کرو، اور اپنی امامت پر قایم رہو۔ مروزی کا ارادہ یہ تھا کہ وہ بھی اُن سب لوگوں کی طرح تشریق کے عقائد اختیار کر لیں، اور کافر ہو جائیں محمدؐ بن حفص نے جواب دیا کہ مجھے ایک دن کی مہلت دو تاکہ میں اپنے نفس سے مشورہ کر لوں۔ دوسرے دن جب وہ آیا تو اُن کو وہ عقاید اختیار کرنا ناگوار گزرا جو اُن سب لوگوں نے اختیار کر لئے تھے، اس لئے اُن کو نماز کی ولایت سے معزول کر دیا گیا۔

اسی سال قیروان اور اُس کے اعمال میں عبید اللہ کا ایک خط اس مضمون کا پڑھا گیا، کہ مسرور بن سلیمان بن کافی الواحات میں داخل ہو گیا ہے اور اُس پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے جب محرم کے ختم میں آٹھ راتیں باقی تھیں۔

سنہ ۳۰۱ھ میں ابو احمد جعفر بن عبید حاجب نے صقلیہ کے رومی علاقہ میں فوج کشی کی، اور بہت سے مقامات کو فتح کیا۔ ان ہی میں واری کا شہر تھا،

یہاں چھ ہزار سپاہی قتل ہوئے، اور دس ہزار قیدی ہاتھ آئے۔ یہاں کا بطریق بھی قید ہوا، مگر اُس نے پانچ ہزار مثقال کے بدلے میں اپنے، اور اپنے شہر کے لئے صلح کر لی۔ اس کے بعد ابو احمد جعفر صقلیہ چلا گیا، ربیع الآخر کے اختتام میں چار راتیں باقی تھیں، کہ وہاں پہنچا، اور عبید اللہ شیعی کو اُس فتح کی خبر دی۔ پھر خود بھی مہدیہ آیا، اور تمام کا تمام مال غنیمت عبید اللہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اُس کا ایک خادم بیان کرتا ہے کہ "ایک دن میں اُس کے پاس گیا، اُس کے سامنے بہت سا زر و جواہر، بیش قیمت ریشم اور مال و اسباب رکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا اے آقا میں نے آج جیسا منظر پہلے کبھی اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ عبید اللہ نے جواب دیا کہ یہ وہ مال غنیمت ہے جو وآری میں حاصل ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ شخص بڑا امانت دار ہے، اور پھر ابو احمد جعفر حاجب کی تعریف کرنی شروع کی۔ مگر عبید اللہ نے جلدی ہی مجھ کو روک کر کہا کہ بخدا اُس نے اونٹ کے دو کانوں کے سوا مجھے اور کچھ نہیں دیا۔"

اسی سال احمد بن بحر بن علی بن صالح المعروف بہ ابن اخی کرام قیروان کے محکمہ مظالم کا افسر ہوا، اور ہفتہ کے دن ۱۱ جمادی الآخر کو پہلی مرتبہ اجلاس کیا۔

اسی سال شہر سوسہ میں محمد بن بسطام بن رجاء الضبی فقیہ نے انتقال کیا۔ اُنھوں نے مشرق کا سفر کیا تھا، جس کے دوران میں ابن عبد الحکم وغیرہ سے حدیث سنی تھی۔ اسی سال عبد العزیز بن شیبہ کا انتقال ہوا۔ اُنھوں نے مشرق کا سفر کیا تھا، جس میں اُنھوں نے بندار، ابو موسیٰ الزمن اور ابو حفص سے حدیث حاصل کی تھی۔ اُنھوں نے اپنا کوئی وارث نہیں چھوڑا، اس لئے عبید اللہ اُن کا وارث ہوا، اُن کے مکان کے پاس ایک مسجد اور سرائے تھی، محکمۂ مواریث کے حاکم نے عبید اللہ کی طرف سے مسجد کا دروازہ بند کر دیا، اور

مکان اور سرائے اُس کو دے دی۔

اسی سال عبید اللہ شیعی نے علی ابن حمدون' المعروف بہ ابن اندلسی' کے زیر اہتمام شہر مسیلہ کی تعمیر شروع کی' اور اُس کا نام محمدیہ رکھا۔ یہ بنی برزال اور بنی کہلان کے علاقوں کے درمیان ہوارہ کے قریب ایک دریا پر واقع تھا؛ اُس کی دو فصیلیں تھیں' جن سے اُس وادی کا ایک نالا آکر مل جاتا تھا۔

۳۱۴ھ میں عبید اللہ شیعی نے اپنے غلام نسیم کو قیروان کے اعمال سے معزول کر کے مہدیہ بلایا' اور جوذر غلام کے پاس قید کر کے اُس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا۔ نسیم سریع الغضب شخص تھا' اور تازیانہ کی سزا دیا کرتا تھا اُس کے بعد عبید اللہ نے اُس علاقہ پر ابن قرھب کے مولا صابر کو عامل مقرر کیا۔

اسی سال ابن خزر تاہرت گیا اور وہاں لڑا' مگر شکست کھائی۔ اُس کے پیچھے پیچھے عبید اللہ نے موسیٰ بن محمد الکتامی کو چند قائد ساتھ کر کے روانہ کیا' جب یہ لوگ طبنہ پہنچے' تو محمد بن خزر صحراء میں داخل ہو گیا' اور اُس کا بھائی عبد اللہ وادی مطماطہ میں اُس کے اکابر کے ساتھ رہ گیا۔ اُس میں اور شیعی کی فوج میں سخت جنگ ہوئی' جس میں آخر کار فتح اور غلبہ ابن خزر کو حاصل ہوا۔ پھر عبید اللہ نے اسحاق بن خلیفہ اور اُس کے ساتھیوں کو روانہ کیا' مگر لمایہ اور اُس کے گرد و نواح کے قبائل کے لوگ شیعی کی اطاعت سے منحرف ہو گئے' اور ابن خزر سے مدد کے طالب ہوئے۔ اسحاق بن خلیفہ نے عبید اللہ کو مدد کے لئے لکھا' اور اُس نے ایک بڑا لشکر اُن کی کمک کو بھیج دیا۔ مگر اس لشکر نے شکست کھائی۔ ان قبائل نے ابن خزر سے خط و کتابت کرنی شروع کی' اور اُس نے اپنے بھائی عبد اللہ کو اُن پر حاکم مقرر کر دیا' اس کے بعد

ابن خزر اور شیعی کے لشکروں میں بہت سے معرکے ہوئے +

اسی سال موسیٰ بن بُغا کا مولا مونس بغدادی مغنی نے مہدیہ میں اچانک وفات پائی +

۳۱۵ھ میں جمعرات کے دن ۹ صفر کو ابوالقاسم بن عبید اللہ شیعی مہدیہ سے مغرب کی طرف روانہ ہوا اُس کا راستہ قیروان میں سے ہوکر گذرتا تھا۔ وہ اربس کے مقام پر ٹھیرا، اور فوجوں کے جمع ہونے تک وہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد وہ باغایہ کی طرف چلا۔ پھر کتامہ گیا، وہاں سے ایک پہاڑ کو چلا، جہاں بنو برزال اور مکلانہ کا ایک حصہ مقیم تھا۔ ان لوگوں نے اُس کی مخالفت کی، اُن سے لڑا، اور آخر فتح پائی۔ وہاں سے وہ مدغرہ کی طرف متوجہ ہوا، اور پھر سوق ابراہیم چلا گیا، اور سردی اور کیچڑ کی کثرت کی وجہ سے مہینے کا اکثر حصہ وہیں گزارا۔ عبید اللہ شیعی کا ایک خادم بیان کرتا ہے کہ وہ دوسرے خادموں کے ساتھ ایک دن اُس کی خدمت میں حاضر تھا۔ اُس زمانہ میں ابوالقاسم کے خطوط کے آنے میں بہت دیر ہوگئی تھی، اور لوگوں کو اُس کی طرف سے بدظنی پیدا ہو چلی تھی۔ اُس وقت اُس کی موجودگی میں ہی ابوالقاسم کا ایک خط آیا۔ عبید اللہ نے اُس کو کھولا، پڑھا اور پڑھ کر رونے لگا۔ یہ دیکھ کر ہم کو بھی خوف ہوا کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آگیا ہے، اور ہم نے بھی اُس کے ساتھ رونا شروع کر دیا۔ آخر عبید اللہ نے گفتگو شروع کی، اور کہا کہ "اے اللہ تو جانتا ہے کہ اُس کو مغرب کی طرف بھیجنے میں میرا مطلب صرف تیری رضا جوئی، تیرے دین کی مدد، اور دشمنوں کی ذلت تھی، ورنہ مجھ کو گوارا نہیں کہ وہ ایک دن کے لئے بھی مجھ سے جدا ہو۔" پھر وہ ہماری طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تمہارا آقا اپنے خط میں لکھتا ہے کہ وہ پورے ایک مہینہ سے ایک ہی چھاؤنی میں مقیم ہیں، اور ہر روز صبح اور شام بارش ہوتی ہے۔ زمین کے ناہموار

ہونے کی وجہ سے وہ صرف پیدل ہی چلتا ہے، سوار نہیں ہو سکتا، اور لشکر میں مکھیوں کی کثرت کے سبب ہر روز کم و بیش ایک ہی انڈا کھا سکتا ہے۔

اسی سال صابر غلام نے صقلیہ میں بلاد روم پر چالیس کشتیاں لے کر فوج کشی کی۔ اس جنگ میں اُس کو بہت سا مال غنیمت اور قیدی حاصل ہوئے اور بہت سے لوگوں کو اُس نے قتل بھی کیا۔

اسی سال مہدیہ کے میدان میں مُعَلّیٰ بن محمد الملوسی الداعی قتل ہوا۔ اُس کو ابوالقاسم نے مشکیں کسوا کر مغرب سے روانہ کیا، اور عبیداللہ نے اُس کی گردن مار دینے کا حکم دیا۔

اسی سال افترا پرداز حامیم بن مَنّ اللہ طنجہ کے علاقہ میں ساحل سمندر پر قتل ہؤا۔ اُس نے اُس پہاڑ کے لوگوں میں جو اُسی سے منسوب ہے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا، اور بربریوں کے بہت سے جاہل اُس کے ساتھ ہو گئے تھے، اور اُس کی رسالت کے قائل تھے۔ اُس نے اُن کے لئے جمعرات کا روزہ فرض کیا۔ جو کوئی اُس دن کچھ کھاتا پیتا اُس پر پانچ بیل جرمانہ ہوتا تھا۔ روزے کا دوسرا دن پیر کا تھا، اور اُس میں کھانے پینے والے کو دو بیل جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اسی قسم کی اور بہت سی حماقتیں تھیں، اُسی کے متعلق کہا گیا ہے ؎

وقالوا افتراءً اَنّ حامیم مُرسَلٌ۔ الیہم بدین واضح الحق باھر

(لوگوں نے کہا کہ حامیم رسول ہے جو اُن کی طرف دین واضح اور حق ظاہر کے ساتھ بھیجا گیا ہے)۔

فقلتُ لھم کذ بتم بدّد اللہ شملکم ـ فما ھو الا عاھر وابن عاھر

(میں نے کہا کہ خدا تمہاری جمعیت کو پراگندہ کرے، تم جھوٹے ہو، وہ صرف ایک زانی ابن زانی ہے)۔

فأن كان حاميم رسولاً فانني ... بمُرسِلِ حاميم لاول كافرِ

(اگر واقعی حامیم رسول ہے تو میں حامیم کے بھیجنے والے سے سب سے پہلے منکر ہو جاؤنگا)

رووا عن عجوز ذات افك بهيمة ... تجاوز في اسمارها كل ساحرِ

(اُنھوں نے ایک متہم بوڑھی عورت سے روایت کی ہے جو جادوگری میں تمام جادوگروں سے بڑھ کر ہے)

احاديث افكٍ حاكَ ابليس نسجها - يُسِرُّونها والله مبدى السرائرُ

(یہ تمام کی ایسی حکایات ہیں جن کو ابلیس نے بنایا ہے جس کو وہ چھپائے رکھتے ہیں لیکن اللہ بھیدوں کو ظاہر کرنے والا ہے)

اسی سال افریقیہ محمد بن سلمون القطان نے افریقیہ میں وفات پائی۔ اُنھوں نے سحنون کے شاگردوں سے بکثرت حدیث سُنی تھی۔

اسی سال تاجروں اور اہل عدل میں سے حاتم بن عبدالرحمن بن حاتم نے وفات پائی۔ اُنھوں نے سحنون سے تحصیل علم حدیث کی تھی اور عراق کا سفر کیا تھا۔

سنہ ۳۰۶ھ میں ابوالقاسم شیعی نے مغرب کے بربری قبائل کی طرف کوچ کیا اور منگل کے دن جب کہ محرم کے اختتام میں چودہ راتیں باقی تھیں برقہ کے مشہور قلعے المعروف بہ اغرر کا محاصرہ کیا وہاں والوں سے لڑا اور فصیل شہر میں سرنگیں کھود دیں جب یہ فصیل گری تو اُس کے نیچے اور اوپر کے لوگ بکثرت ہلاک ہوئے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ غلبہ اُس کو حاصل ہو رہا ہے تو اُنھوں نے اپنے مال و اسباب کو آگ لگا دی، چوپاؤں اور مویشیوں کی کونچیں کاٹ دیں اور لڑنا شروع کیا، یہاں تک کہ آخر قتل ہو گئے اور چند گرفتار ہوئے، قلعہ میں جو کچھ تھا لوٹا گیا۔ ہوارہ اور رلمایہ نے

اطاعت قبول کرلی، اور ابوالقاسم نے اُن کو امان دی آب ابوالقاسم تاہرت کی جانب روانہ ہوا ۔ وہاں تقریباً ایک مہینہ تک مقیم رہا، اور وہاں سے تامغلت آیا، اور ابن خزر کو نگاہ میں رکھنے کے لئے جو اُس وقت اورن نام ایک مقام میں تھا، دو مہینے ٹھیرا رہا۔ اس کے بعد وہ طبنہ کی طرف پھرا، اور وہاں سے ابن خزر کا مقابلہ کئے بغیر مہدیہ چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس واپسی کی وجہ یہ تھی کہ اُس کے بیٹے قاسم نے اُسے لکھا تھا، کہ لوگوں میں عبیداللہ کے بیٹے احمد المکنی بہ ابوعلی کی بیعت کے متعلق چرچا ہو رہا ہے، اور اُسی نے لوگوں کے ساتھ نماز عید اضحٰے اور عید الفطر ادا کی ہے۔ اس واقعہ سے اُس کو اضطراب پیدا ہوا اور وہ واپس چلا گیا۔

اسی سال صابر نے صقلیہ میں رومی علاقے پر فوج کشی کی، اور غیران نام ایک مقام اور قلعہ حسب نام ایک مقام کو فتح کیا، اور جو کچھ اُس میں تھا اُس پر حاوی ہو گیا۔ وہاں سے سلیر کی طرف کوچ کیا، یہاں کے لوگوں نے مال اور ریشم دے کر اُس سے صلح کی۔ پھر نابل ر   ) گیا، یہاں کے لوگوں نے بھی مال اور کپڑا دے کر صلح کی، اُس کے بعد وہ صقلیہ واپس آگیا۔

اسی سال فقیہوں میں سے محمد بن احمد بن ابو زاہر نے قیروان میں انتقال کیا۔ اسی سال عبداللہ المعروف بہ علینی کا انتقال ہوا۔ یہ عابد و زاہد آدمی تھے۔

اسی سال قیروان میں قحط اور گرانی کی ابتداء ہوئی۔ اسی سال ابو یزید مخلد بن کیداد زناتی کا قضیہ شروع ہوا۔ اُس نے فرقہ نکار کا مذہب اختیار کر لیا تھا، جس میں وہ مسلمانوں کے خون اور اُن کی شرمگاہوں کو حلال سمجھتا تھا، اور حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اُس کا کام تقیوس سے شروع ہوا، جہاں وہ بچوں کو تعلیم دیتا تھا۔ سلطان کے خلاف خروج پر اعتقاد رکھتا

تھا، لوگوں کے اکثر افعال، اور محصول پر احتساب کیا کرتا تھا۔ آخر کار اس سال اُس نے تقیوس کے عامل پر چھاپا مارا، اور اُس کے قتل کا حکم دیا، چنانچہ تقیوس کے لوگوں نے اُس کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ سے اُس کو سخت دہشت ہوئی، اور وہ حج کے ارادہ سے نکل کھڑا ہوا۔ ابھی اطرابلس ہی پہنچا تھا کہ عبیداللہ کا خط چند بربریوں کی گرفتاری کے متعلق آیا، یہ سن کر وہ اور اُس کا دوست ابو عمار الاعمیٰ، جو اُس کے مذہب اور خلافت کا پیرو تھا، وہاں سے بھاگے، اور تقیوس کو واپس آئے۔ یہاں بھی اُن کی گرفتاری کے متعلق عبیداللہ کا خط آیا۔ وہ یہاں سے بھی بھاگا، اور اُس وقت تک ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتا اور چھپتا پھرا، جب تک کہ اُس کا امر ظاہر نہ ہو گیا ؛

۳۱۶ھ میں قیروان اور اُس کے اعمال میں بڑی سخت وبا، اور قحط پڑا؛ یہ حالت ہو گئی کہ قرطبی پیمانے سے ایک قفیز گندم کی قیمت، ایک مثقال سونا ہو گئی ؛

اسی سال محمد بن خزر نے زاب پر غلبہ حاصل کیا، اور تمام علاقے پر قابض ہو گیا ؛

اسی سال خاندان ادریسیہ کے بنو محمد نے ایک شہر المعروف بہ حجر النسر کی بنا ڈالی ؛

اسی سال موسیٰ بن ابو العافیہ ناکور گیا۔ اُس وقت وہاں کا بادشاہ المؤید بن عبدالبدیع بن ادریس بن صالح بن منصور تھا۔ موسیٰ نے شہر کا محاصرہ کیا، اور آخر اُس پر غالب آیا۔ شہر کے مال و اسباب کو مباح قرار دیا، اور جو کچھ اُس میں تھا لوٹ لیا، مؤید کو قتل کیا، اور فصیل شہر کو منہدم کر دیا۔ پھر وہ بنو محمد بن سلیمان بن عبداللہ کے قصد سے روانہ ہوا، اُس وقت اُن کا سوا

جراوہ کا بادشاہ حسن بن عیسی المعروف بہ ابن ابو العیش تھا۔ جراوہ اُس علاقہ کا بہترین شہر تھا، ابو موسےٰ یہاں اترا، اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ آخر جب البن ابو العیش کو اُس کے غلبہ کا احساس ہُوا، تو وہ ایک رات اپنے اہل و عیال، لڑکوں اور تابعین کو ساتھ لے کر وہاں سے نکل کھڑا ہُوا، اور جراوہ کے بندرگاہ المعروف بہ اکاس میں پناہ گزیں ہوا، وہاں سے سمندر میں چلا گیا، اور جزیرۂ ملویہ میں پناہ لی، اور پھر جزیرۂ ارشقول چلا گیا۔ یہ جزیرہ ناقابل تسخیر تھا، اس لئے اپنے اہل وعیال، موالی اور دوسرے ساتھیوں کو لے کر وہ یہاں قلعبند ہو گیا۔ اُس کے بھاگ جانے کے بعد موسےٰ بن ابو العافیہ نے اُس علاقہ کو پامال کیا، اور شہر تربیہ اور ارشقول پر قابض ہو گیا۔ محمد بن سلیمان کی اولاد میں سے جتنے لوگ اُس نواح میں تھے، سب بھاگ گئے۔ ابن خزر کے قائد اور عامل بھی اُس علاقہ کو چھوڑ کر چلے گئے، اور اس طرح تاہرت کے نواح سے لے کر سوس الاقصےٰ تک تمام سرزمین موسےٰ بن ابو العافیہ کے قبضے میں آ گئی۔

اسی سال صابر غلام نے تیسری مرتبہ جنگ کی، اور سمندر میں مسر غوس سے اُس کا مقابلہ ہوا۔ صابر کے پاس چار جہاز تھے، اور دشمن کے سات، مگر پھر بھی اُس کو مسر غوس پر فتح حاصل ہوئی، صابر نے شہر ترمولہ[۱] (TERMOLI) کو بھی فتح کیا، اور وہاں کے بہت سے آدمیوں کو قیدی بنا کر مہدیہ واپس چلا آیا۔

اسی سال قیروان میں فقہاء میں سے احمد بن نصر بن زیاد نے وفات پائی۔ اُنہوں نے محمد بن سحنون، ابن عبدوس، اور یوسف بن یحیٰی سے حدیث

---

[۱] اٹلی کے مشرقی ساحل پر کیپیٹاناٹا کے علاقہ میں ایک شہر ہے، نقشہ ملاحظہ ہو۔ (مترجم)

سنی تھی؛ وہ علم مناظرہ کے بڑے عالم، صحیح المذہب، اور سلیم القلب شخص تھے۔ محمد بن حارث کا بیان ہے کہ میں ایک دن اُن کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت اُن کے پاس چند لوگ بیٹھے ہوئے مسائل میں مناظرہ کر رہے تھے۔ اتنے میں محمد بن عبداللہ بن مسرۃ القرطبی بھی جو اُس وقت حج کے ارادے سے نکلے تھے آ گئے؛ اُنھوں نے سلام کیا، اور بیٹھ گئے؛ اور چاروں طرف بولنے والوں کے چہروں کو دیکھنا شروع کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اُن کے نام سے واقف نہ تھا، مگر مجھے اس میں شک نہ رہا کہ وہ ضرور صاحب علم و فضل ہیں۔ آخر جب شیخ احمد بن نصر چلنے کے لئے کھڑے ہوئے، تو اُنھوں نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے نوجوان، تم یہاں سارے دن بیٹھے رہے ہو، کیا تمھاری کوئی حاجت ہے جس کو تم بیان کرنا چاہتے ہو۔ محمد بن مسرہ نے نہایت فصیح و بلیغ کلام میں جواب دیا کہ میں آپ کے نور سے اقتباس اور آپ کے علم و فضل سے مدد حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ اُس کا جواب احمد بن نصر نے بھی ایسے ہی فصیح الفاظ میں دیا؛ اس کے بعد وہ اور اُن کے ساتھ ہم سب جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

اسی سال محمد بن محمد بن خلد قیسی المعروف بہ طرزی نے وفات پائی۔ وہ قیروان میں محکمہ مظالم کے حاکم تھے؛ جب ابراہیم بن احمد نے اُن کو حاکم بنانا چاہا، تو اُنھوں نے عذر کیا کہ اُن میں حیا اور نرمی ہے، اور فقہ کی کمی ہے، مگر ابراہیم نے جواب دیا کہ حیا اور نرمی کو جب تم حکم دو گے، اور منع کر دو گے تو خود زائل ہو جائیگی؛ باقی رہی قلت فقہ، سو اس میں تم اپنے احکام کے متعلق فقیہوں سے مشورہ کر سکتے ہو۔ چنانچہ اُن کو مقرر کر دیا؛ قیروان میں اُن سے زیادہ زبردست، اور باہمت حاکم کبھی نہیں ہوا۔

سنہ ۳۱۸ھ میں حمید بن یصل بغیر عبیداللہ کے حکم کے مہدیہ سے ہجرت

چلا گیا، اور ایک قلعہ بنا لیا۔ حماد بن ہاشم کو اُس کے شہر واپس کر دیا، اور شادی کر کے اُس سے تعلق پیدا کر لیا، اور اُس کے اور سیار بن عبدالوہاب کے درمیان صلح کرا دے۔ عبیداللہ نے یصل بن حبوس کو لکھا کہ حمید کو بلا توقف مہدیہ واپس بھیجے؛ چنانچہ حمید پھر واپس آ گیا، اور عبیداللہ نے اُس سے بُرا سلوک نہیں کیا۔

اس سال قیروان میں بارش ہوئی، اور سخت خشک سالی کے بعد حالات پھر ٹھیک ہو گئے، کیونکہ اُس سے قبل گرانی اور وبا پھیلی ہوئی تھی۔

اس سال ہشام بن ربیع تمیمی نے مہدیہ میں وفات پائی۔ یہ نیک لوگوں میں شمار ہوتے تھے؛ عبیداللہ شیعی نے اُن کو سزا دی تھی، اور ابن قدیم کے سبب اُن کو پٹوایا تھا؛ اُنہوں نے وصیت کی تھی کہ اُنہیں مہدیہ میں دفن نہ کیا جائے، چنانچہ اُن کو قیروان لے جایا گیا اور وہیں دفن کیا گیا۔

شہر جراوہ کا حال

جراوہ کی شہر پناہ اینٹوں کی بنی ہوئی تھی؛ شہر کے باہر کھاری چشمے اور اندر پاک صاف اور میٹھے پانی کے مخزن تھے؛ شہر کے گرد ہر طرف مکانات اور آبادی تھی، اور ایک ناقابل تسخیر قلعہ تھا۔ اُس میں پانچ حمام تھے، اور ایک جامع مسجد، جس کو ابوالعیش عیسےٰ بن ادریس نے ۲۵۷ھ میں تعمیر کرایا تھا؛ اس جامع مسجد میں پانچ گھین (بلاطات) تھیں۔

ابوالعیش کے بعد اُس کا بیٹا حسن ابن ابوالعیش ۲۹۱ھ میں اُس کا جانشین ہوا، ۳۱۹ھ میں وہ حصن مقصورہ میں منتقل ہو گیا؛ پھر ۳۲۳ھ میں دوبارہ وہاں واپس آیا، اور ۳۲۵ھ میں تلمسان منتقل ہو گیا۔ اس شہر کے چار دروازے تھے، اور اُس کے گرد زراعت اور مویشیوں کے پالنے کے لئے

زمینیں تھیں۔ اُس کے گرد مدغرہ کے قصبے ساحل سمندر پر واقع تھے، اور پہاڑ میں بنو یزناتن، مشرق میں زناتہ کے بنو لیفرین اور مغرب میں قبائل زواغہ وغیرہ آباد تھے۔

شہر تاہرت کو عبدالرحمٰن ابن رستم بن بہرام نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ شخص حضرت عثمانؓ بن عفان کا مولا، اور افریقیہ پر غلبہ حاصل ہونے کے بعد (حضرت عمرؓ) ابن الخطاب کا وہاں عامل تھا۔ جب ابن اشعث قیروان میں داخل ہوا تو عبدالرحمٰن اپنے اہل وعیال اور مال واسباب کو لے کر مغرب کی جانب بھاگ گیا؛ یہاں فرقۂ اباضیہ کے لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے، اور ایک شہر کی بنیاد ڈالنی چاہی، جس میں وہ سب جمع ہو کر سکونت پذیر ہو سکیں۔ چنانچہ وہ تاہرت کے جاء وقوع پر اُترے۔ یہ مقام تین دریاؤں کے درمیان ایک جنگل تھا، وہاں اُنھوں نے چار گھون (بلاطات) کی ایک مسجد بنائی، اور لوگوں نے اپنے اپنے مکانات تعمیر کرائے؛ یہ ۱۶۱ھ کا واقعہ ہے۔ گذشتہ زمانے میں یہ ایک نہایت قدیم شہر تھا، جس کو اب عبدالرحمٰن بن رستم نے نئے سرے سے آباد کر لیا۔ ۱۶۸ھ میں اپنی موت تک عبدالرحمٰن وہیں رہا؛ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

شہر تاہرت کی ابتداء سے وہاں کے بنو رستم وغیرہ بادشاہوں کا بیان

سب سے پہلا بادشاہ عبدالرحمٰن بن رستم ہے۔ تاہرت میں اُس کی مدت قیام صرف سات سال ہے۔ پھر اُس کا بیٹا عبدالوارث اُس کا جانشین ہوا۔ اُس کا زمانۂ حکومت بیس سال ہے۔ اُس نے ۲۰۰ھ میں وفات پائی۔ اُس کا بیٹا ابو سعید افلح بن عبدالوارث اُس کا جانشین ہوا۔ یہ ۲۰۵ھ میں

ملا۔ اب اُس کا بیٹا ابوبکر بن افلح بن عبدالوارث بن عبدالرحمٰن بن رستم بادشاہ ہوا۔ اُس کے زمانے میں بغاوت ہوئی، اور آخر تاہرت کے باشندوں نے اُسے شہر بدر کر دیا؛ مگر پھر واپس بلا لیا، اور اُس نے وہیں وفات پائی۔ اُس کا جانشین اُس کا بھائی ابوالیقظان محمد بن افلح ہوا۔ اُس نے ستائیس برس حکومت کی، اور ۲۸۱ھ میں وفات پائی۔ اُس کے بعد حاتم یوسف بن ابوالیقظان بادشاہ ہوا، وہ ابھی ایک سال ہی حکومت کرنے پایا تھا کہ لوگوں نے اُس کی مخالفت کی، اور حکومت میں بے چینی پیدا ہو گئی؛ آخر کار وہ حصن لواتہ چلا گیا، اور اُس کے اور اہل تاہرت کے درمیان زبردست جنگیں ہوئیں۔ اب اہل تاہرت نے اپنی مرضی سے یعقوب بن افلح بن عبدالوارث بن عبدالرحمٰن بن رستم کو اپنا والی بنا لیا۔ اُس نے چار برس تک حکومت کی، پھر باشندوں نے اُسے بھی نکال باہر کیا، اور ابوحاتم (یوسف) بن ابوالیقظان کو اپنا حاکم بنا لیا۔ چھ سال کے بعد ۲۹۴ھ میں اُس کے بھتیجوں نے اُسے قتل کر دیا۔ اُس کے بعد یقظان بن ابویقظان والی ہوا۔ اُس کو ابوعبداللہ شیعی نے مع اُس کے اہل بیت کی ایک جماعت کے قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ نہایت طویل ہے، اور ۲۹۶ھ میں پیش آیا، اس سنہ کے بعد تاہرت سے بنو رستم کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

شیعہ حکومت کے زمانے میں ابوحمید دواس لہیضی کو ابوعبداللہ نے وہاں سے سجلماسہ جاتے ہوئے شہر کا والی مقرر کیا۔ یہ چھ مہینے ہی وہاں ٹھیرا تھا کہ افریقیہ سے فوجیں آگئیں، اور انھوں نے ۲۹۹ھ کو شہر فتح کر لیا۔ پھر مصالہ بن حبوس المکناسی وہاں کا والی ہوا، اور شعبان ۳۱۲ھ میں محمد بن خزر الزناتی کے ہاتھ سے قتل ہونے تک وہاں رہا۔ اس طرح اُس کی حکومت کا زمانہ تیرہ سال ہے۔ اُس کے بعد اُس کا بھائی یصل بن حبوس ۳۱۹ھ

میں اپنی موت تک وہاں کا والی رہا۔ پھر ابو مالک بن یغمراسان بن ابی شحمہ لیصنی والی ہُوا۔ اہل شہر اُس کے خلاف ہو گئے، اور ۳۲۳ھ میں اُس کو نکال دیا پھر ابوالقاسم الاحدب ابن مصالہ بن حبوس کو اُنہوں نے اپنا والی بنایا۔ وہ ایک سال تک وہاں رہا، مگر جب میسور مغرب کے علاقے سے افریقیہ آیا تو وہ اُن سے لڑا، اور آخر شہر پر قبضہ کر کے ابوالقاسم الاحدب کو قتل کر دیا۔ اب داؤد بن ابراہیم عجیسی والی ہُوا، اور جمادی الآخر ۳۳۳ھ تک والی رہا، مگر اُس سال ابویزید مخلد بن کیداد یفرنی کے زمانے میں حمید بن یصل نے اُسے نکال دیا۔ اسی سال یعنی ۳۳۳ھ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ حمید بن یصل تاہرت سے نکلا، اور اندلس کو چلا گیا، مگر اس واقعہ کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ اب اسماعیل شیعی نے حیلہ سے تاہرت پر قبضہ کر لیا، اور میسور غلام کو وہاں کا والی مقرر کیا، مگر اہل شہر نے اُس کی مخالفت کی، کیونکہ وہ نہایت مذموم سیرت کا آدمی تھا؛ ان لوگوں نے محمد بن خزر زناتی اور اُس کے بیٹے خیر کو مع اُن کے زنانہ لوگوں کے بلایا۔ یہ لوگ ایک جم غفیر کو لے کر تاہرت آئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ میسور کی مدد کو آتے ہیں، چنانچہ وہ اُن کے استقبال کے لئے نکلا، مگر اُنہوں نے وعدہ خلافی کی اور اُس کو قید کر لیا۔ اب بنو خزر اور زناتہ شہر میں داخل ہوئے اور دارامارت میں اُترے۔ اہل تاہرت کے کام میں پھر بے چینی پیدا ہوئی، اور ۳۴۹ھ میں شیعوں کے قائد جوہر کے آنے تک یعلیٰ ابن محمد یفرنی زناتی وہاں کا بادشاہ بن بیٹھا۔ تاہرت کے گرد مختلف النوع پھلوں کے نہایت گھنے باغ تھے، اور وہاں سردی اور بارش نہایت سخت ہُوا کرتی تھی۔ وہاں کے باشندوں میں سے ایک ظریف سے پوچھا گیا کہ تمہارے شہر میں سال کے کتنے مہینہ سردی رہتی ہے، اُس نے جواب دیا کہ تیرہ مہینے

تاہرت کا ایک شاعر ایک قصیدہ کے شروع میں کہتا ہے ؎

فراغُ الهوى شغلٌ ومحيا الهوى قتلُ - ويوم الهوى حولٌ وبعض الهوى كلُّ

(عشق سے فراغت پانا شغل ہے اور عشق کی زندگی موت ہے، محبت کا ایک دن ایک سال کے برابر ہے اور محبت کا کچھ حصہ کُل ہے)

وجود الهوى بخلٌ ورشُّ الهوى عدًى - وقرب الهوى بعدٌ وسبق الهوى مطلُ

(محبت کی بخشش بخل ہے اور محبت کا چھوڑ دینا تعدی، محبت کا قرب بُعد ہے اور محبت کا آگے بڑھ جانا سستی ہے)

سَقَى الله تيهرت المنا وسويقة - بسا كنها غيثاً يطيب به المحل

(خدا تیہرت اور سویقہ کے رہنے والوں کو بارش سے سیراب کرے جس سے اُن کا مقام خوش گوار ہو جائے)

كأن لم يكن والدار جامعةٌ لنا - ولم يجتمع وصل لنا ولا وصل

(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کسی مکان نے ہم کو ایک جا نہ جمع کیا اور نہ ہم کو ملایا)

فلما تمادى العيش وانشقت العصى - تداعت اهاضيب النوى هي تهمل

(جب زندگی نے طول پکڑا اور آپس میں اختلاف پڑ گیا، فراق کے بادل یکے بعد دیگرے آنے اور برسنے لگے)

سلامٌ على من لم تطق يوم بيننا - سلاماً ولا كن فارقت وهما تكل

(سلام ہے اُس پر جو ہمارے فراق کے دن کی تاب نہیں رکھتا، لیکن پھر بھی ایسا فراق ہوا جس میں فریاد تھی)

وما هي آماقٍ تفيض دموعها - ولا كنها الارواح تجري وتنسل

(یہ آنسو نہیں جو گوشۂ چشم سے بہہ رہے ہیں، بلکہ روحیں ہیں جو بہہ رہی ہیں)

جب یہ شہر بالکل برباد ہو گیا، اور لوگ وہاں سے منتقل ہو گئے، تو کسی نے

خلیلیّ عُوجَا بالرسوم وسَلّما ۔ علی طلل أقویٰ واصبح اغبرا

(اے میرے دو دوستو۔ ان کھنڈروں کی طرف مڑجاؤ اور سلام کرو' ایسے کھنڈروں کو جو مٹ گئے ہیں اور غبار آلودہ ہو گئے ہیں)

اَلمّا علی رَسْمٍ بِتیھرت دا ثرٍ ۔ عَفتهُ الغوادی الرائحات فأقفرا

(اترو برباد شدہ تیھرت کے کھنڈروں پر' جن کو شام کے بادلوں نے مٹا کر چٹیل میدان کر دیا ہے)

کان لم تکن تیھرت دارٌ لمعشرٍ ۔ فدقرها المقدور فیمن قد قرا

(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیھرت میں کبھی کوئی قبیلہ بسا ہی نہیں' اور قضا و قدر نے اوروں کی طرح اس کو بھی برباد کیا ہے)

اسی تیھرت قدیم کو خیر بن محمد بن خزر زناتی نے برباد کیا تھا۔

اسی سال یعنی ۳۱۸ھ میں' قریش میں سے قیروان میں ابوالحسن مُطّلبی احمد بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن علی بن زید بن رُکانہ بن عبدود بن ہاشم بن عبدالمطلب نے بدھ کے دن ۱۴۔ جمادی الاوّل کو وفات پائی۔ عبیداللہ کے قیروان پر قابض ہونے کے قبل یہ شخص سجلماسہ میں اس کے ساتھ رہا' اور آخری عمر میں اس کو بہت بڑا مرتبہ حاصل ہو گیا تھا۔

اسی سال محمد بن عثمان خراسانی فقیہ صاحبِ ثاتق نے قیروان میں وفات پائی' یہ اہل کوفہ کے مذہب کے پابند تھے' اور خلق قرآن کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے مصر میں یونس بن عبدالاعلے سے علم حدیث حاصل کیا تھا۔

۳۱۹ھ میں میں موسےٰ بن ابوالعافیہ نے خلیفہ اندلس امیرالمومنین عبدالرحمٰن الناصر لدین اللہ' سے عدوۂ غربیہ کی سرزمین سے خط و کتابت کی' اس کی پناہ اور اطاعت میں داخل ہونا چاہا' اور یہ امید دلائی کہ اندلس کے قریب جتنا اہل

عدوہ میں اُن کو اُس کی طرف پھیرنے کی کوشش کریگا۔ امیر المومنین نے قبول کیا اُسے خلعتوں اور مال و متاع سے سرفراز کیا، اور ابن ابوالعیش وغیرہ کے خلاف جنگ میں اُس کی طاقت کو مضبوط کیا، چنانچہ اُسی وقت سے موسےٰ بن ابی العافیہ عدوہ میں ظاہر ہوا، اور اکثر قبائل بربر اُس کے گرد جمع ہو گئے اُس نے شہر جراوہ پر غلبہ حاصل کر لیا، اور حسن بن ابوالعیش بن ادریس علوی کو وہاں سے نکال باہر کیا اس پر اُن کے درمیان بہت سی جنگیں اور واقعات پیش آئے حسن بن ابوالعیش اپنے قیام گاہ اور جراوہ کے درمیان ایک پہاڑ پر ایک زبردست قلعہ تعمیر کرایا۔ اُس میں اور جراوہ میں چار میل کا فاصلہ تھا، اور اُس کے گرد مدغرہ، اور بنو یفرن وغیرہ قبائل کے گاؤں تھے۔ اس کے علاوہ ابوالعیش، اور اُس کا بیٹا شہر تلمسان، اور نواح کے علاقہ پر بھی قابض تھے جہاں زواغہ اور نفزہ وغیرہ قبائل رہے تھے۔ اسی کے متعلق بکر بن حماد کہتا ہے ؎

سائل زواغة عن طعان سیوفه ۔ ورماحه فی عارض المتهلل

(زواغہ سے اُس کے تلواروں اور نیزوں کے ضربوں کے متعلق دریافت کرو، جب کہ ہلال جیسے چہرے پر انہیں استعمال کر رہا تھا)

ودیار نفزة کیف داس حریمها ۔ والخیل تمرح فی لوشیخ الذبل

(اور نفزہ کے شہروں کے متعلق کہ کس طرح اُس کا صحن پامال کیا گیا، کہ گھوڑے اُس کے اصطبل میں لوٹتے تھے)

غشّی مغیلة بالسیوف مذلّة ۔ وسقی جراوة من نقیع الحنظل

(مغیلہ کو ذلیل کر کے تلواروں سے ڈھانپ لیا، اور جراوہ کو حنظل کا عرق پلا دیا)

جراوہ اور تاہرت کے درمیان تین منزلوں کا، اور حصن تامغلت تک دو منزلوں کا فاصلہ ہے۔ اُس میں زناتہ کے بنو دمر آباد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تلمسان

مغرب اوسط کا صدر مقام ہے۔ یہ بکری کا قول ہے، اور بہت سے مورخوں نے اس کو صحیح سمجھا ہے۔ رجار نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ تلمسان اور تاہرت کے درمیان بنو مرین اور زناتہ کے تمام قبائل، مثلاً تجین، مغراوہ، بنو راشد، و رتید وغیرہ آباد ہیں۔ اس کا قول ہے کہ ان میں سے اکثر شہ سوار، صاحب معرفت، ہوشیار اور علم کشف میں دسترس تامہ رکھتے ہیں، وہ جانا کی طرف منسوب ہیں۔ اسی کا بیان ہے کہ زناتہ درحقیقت اصل عرب ہیں، لیکن بربریوں کی ہمسائگی اور مخالفت کی وجہ سے وہ بربر ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ بربر بن قیس بن الیاس بن مضر کی طرف منسوب ہیں۔

عدوہ کے شہر سبتہ کی فتح کا بیان

اسی سال عدوہ کی سرزمین میں، آبنائے جبل الطارق پر شہر سبتہ فتح ہوا۔ یہ مغربی لوگوں کا پشت پناہ اور مشرقیوں کے دروازے کی کنجی ہے، اور ایک قول کے مطابق وہ خشکی اور تری کا صدر مقام ہے۔

اسی فتح کے متعلق عبیداللہ بن یحییٰ بن ادریس الناصر کو مخاطب کر کے کہتا ہے ؎

یسیفك دانت عنوۃ و اُقرّت ۔ بصائرُ کانت برھۃً قد تولّت

(تیری تلوار سے (یہ) شہر رام ہو گیا اور وہ آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں جو ایک لمحہ قبل پھری ہوئی تھیں)

وما قربت اھواؤھا ان تقربت ۔ ولا حلیت بالری لما تحلت

(ان کی خواہشات قربت چاہنے پر بھی قریب نہیں ہو سکتیں، اور نہ وہ ری میں اتر کر شیریں و لوش آیند ہوئیں)

ولٰکن ازالت راسیات عقودھا۔ عزائم لو ترقی الاصم ازالت
(گران کی مضبوط گرہوں کو ایسے مضبوط ارادوں نے دُور کر دیا، جو اگر پہاڑ بھی چڑھتے
تو اُن کو بھی گرا دیتے)

ودولۃ منصور اللواء مظفر۔ تُدال بحمد اللہ من شر دولت
(اور یہ فتح مند و کامیاب حکومت خدا کے فضل سے بُری حکومتوں سے محفوظ رہتی ہیں)

فھذا اوان النصر منھا وھذہ۔ تباشیرھا تروی الاقاح لبسبتت
(سبتہ میں یہ فتح کا وقت ہے اور یہ اُس کی سفیدی ہے جس سے گل بابونہ بھی
سیراب ہوتا ہے)

شہر کی فتح کے بعد امیر المومنین الناصر نے وہاں فوج بھیجی، عمارتیں تعمیر کر کے اُس کو مستحکم کیا، اور اپنے ایسے قائد اور فوج وہاں چھوڑے، جن پر اُس کو پورا اعتماد تھا۔ اس طرح پر یہ شہر عدوہ کی کنجی ہو گیا۔ صاحب عریب کا بیان ہے کہ یہ شہر اُس سرزمین میں داخل ہونے کا دروازہ، اور اُس نواح کے بندرگاہوں پر غلبہ حاصل کرنے کا ذریعہ بن گیا۔ اب وہاں امیر المومنین الناصر کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ یہ جمعہ کے دن ۳۔ ربیع الاول ۳۱۹ھ کا واقعہ ہے۔

اسی سال عبید اللہ شیعی کو مہدیہ میں اطلاع ملی کہ موسےٰ بن ابو العافیہ اور اہل سبتہ امیر المومنین عبدالرحمٰن بن محمد الناصر کے مطیع ہو گئے ہیں، اور جراوہ کی بندرگاہ میں موسےٰ کی مدد کے لئے اندلس کا ایک جہاز بھی لنگر انداز ہوا ہے۔ حسن بن ابو العیش اس پر حملہ آور ہوا، اور جو کچھ اس میں تھا لے لیا۔ اب موسےٰ اُس کے قاضی ہوئے، اور اُس مقام کے لوگوں نے اس بارے میں اُس سے خط و کتابت اور گفت گو کی، مگر اُس نے مال واپس نہ کیا۔ اس پر موسےٰ نے صاع پر فوج کشی کی، اور عامر بن ابو العیش کو وہاں سے نکال دیا، اور باشندوں کو امن دی، وہاں

سے اُس نے زواغہ کا رخ کیا۔ اور ابن ابو العیش اُس کے مقابلہ کے لئے نکلا، مگر دشمن کی کثرت فوج دیکھ کر لڑنے کی ہمت نہ پڑی، اور بغیر لڑے واپس چلا گیا۔ ابن ابو العافیہ نے جراوہ کی زمین کو جلا دیا، اور شہر کو چند دنوں تک پامال کیا۔ اب ابن ابو العافیہ اور ابن ابو العیش کے درمیان خط و کتابت شروع ہوئی، اور ابن ابو العیش صلح کی طرف راغب ہو گیا، اور جو کچھ مال اُس نے لیا تھا واپس کر دیا، چنانچہ دونوں میں صلح ہو گئی۔ موسےٰ بن ابو العافیہ اپنے شہر کو واپس آ گیا، اور پھر وہاں سے اوزقور کی طرف روانہ ہوا۔ جارہ کے قلعوں کے لوگوں نے ابن ابو العیش سے اُس کے خلاف مدد مانگی، اور اُس نے رسالہ سے اُن کو مدد دی۔ اُنہوں نے موسےٰ کے علاقے کے بعض اطراف پر چھاپے مارے، اور اُس کے بہت سے اونٹ پکڑ کر لے گئے، جو اُنہوں نے ابن ابو العیش کے ساتھ آپس میں تقسیم کر لئے۔ اس واقعہ سے ابن ابو العافیہ اور ابن ابو العیش میں نئے سرے سے جنگ چھڑ گئی۔ اہل جراوہ نے موسےٰ سے خط و کتابت کی اور اُسے شہر میں داخل کر لینے کے ضامن ہوئے۔ موسےٰ اُن کی طرف گیا اور وہاں کے لوگ اُس کے آدمیوں کو شہر میں داخل کر کے اُس کے مطیع ہو گئے۔ اب اُس نے منصور کا قصد کیا اور اُن کو امان دینی چاہی۔ بعضوں نے اُس کی دعوت کو قبول کیا، اور باقی کو اُس نے زیر کر لیا۔ یہاں اُن لوگوں کی ایک جماعت کو قتل کیا۔ کہتے ہیں کہ اُس نے ابن ابو العیش کی بیوی کو جو قریشیہ تھی، قید کیا، اور ابن ابو العیش کی اولاد گھوڑے اور ہتھیار بھی لے گیا۔ شہر کو آگ کی نذر کر کے وہ اپنے مقام کو واپس چلا گیا، اور ابن ابو العیش کی بیوی کو چند معتبر آدمیوں کے ہمراہ جراوہ میں اُس کے رشتہ داروں کے پاس بھیج دیا۔ (عبید اللہ شیعی کو اس معاملے کی تمام اطلاعات سے سخت اضطراب و قلق ہوا، اور اُس نے مغرب کی قبائل کو اپنی طاعت پر کسایا اور بنی ادریس کی ولایت؎

؎ سبتہ کا قدیم شہر بحیرۂ روم کے کنارے پر واقع ہے۔ بحیرۂ روم آبنائے جبل الطارق (بحر الزقاق) سے شروع ہوتا ہے اور اس آبنائے کے ذریعے سے بحر المحیط میں جا ملتا ہے۔ شہر خشکی کے ایک جانب آباد ہے اور سوائے ایک تنگ نائے کے ہر طرف سے سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ اگر وہاں کے باشندے دوسرے

سمندر میں جانا چاہیں تو با آسانی جا سکتے ہیں۔ سمندر کے معجزے کے وقت پانی وہاں کے حماموں تک میں پہنچتا ہے۔ یہاں کے رہنے والے عرب اور بربر ہیں۔ شہر ہمیشہ مردم خیز رہا ہے۔ اُس کے قریب ہی ایک اونچا پہاڑ ہے، جس کو ہر طرف سے سمندر گھیرے ہوئے ہے۔ اس پہاڑ کے بعض اطراف میں چھوٹا لیکن نہایت ہی عمدہ یاقوت سمندر سے آتا ہے، اور سمندر سے مرجان نکلتا ہے۔ شہر کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ سمندر میں منقطع ہونے کی وجہ سے اُس کا یہ نام ہو گیا؛ (سَبت بمعنی قطع)۔ دوسرے کہتے ہیں کہ سام بن نوح کی اولاد میں سے سبت نام ایک شخص بعض اسباب کی وجہ سے مشرق سے آیا، اور مغرب کے اندرون سرزمین میں داخل ہوا، آخر وہ سبتہ کے جاء وقوع پر پہنچا، اور یہاں اپنے بسنے کے لئے ایک جگہ اختیار کی۔ ہمارے بزرگ وہب بن مسرۃ الحجری کی سند سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں، جس کا مضمون یہ ہے کہ سنہ ۲۸۴ھ میں ابو عبداللہ محمد بن علی نے وہب بن مسرۃ بسند ابن وضاح بسند سحنون بسند ابن القاسم بسند مالک بسند نافع بسند ابن عمر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ مغرب اقصےٰ میں سبتہ نام ایک شہر ہے جس کو سبت نام ایک شخص صالح نے جو سام بن نوح کی اولاد میں سے تھا آباد کیا تھا، اور اسی شخص کے نام پر اس شہر کا نام پڑ گیا۔ آنحضرتؐ نے اُس کے لئے برکت اور سد کی دعا کی تھی، چنانچہ کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جس نے اُس کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا ہو اور اللہ نے یہ برائی اُس پر ہی نہ لوٹا دی ہو۔ ابن حمادہ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوالفضل عیاض کہتے ہیں کہ اس حدیث کی صحت پر تجربہ شاہد ہے؛ کیونکہ یہ شہر اپنے بادشاہوں کے لئے ہمیشہ جائے پناہ رہا ہے اور سوائے موت کے کم ہی کبھی ایسا ہوا ہے کہ اُن کو یہاں کسی قسم کا حادثہ

پیش آیا ہو۔

عذری کہتے ہیں کہ اندلس کے قرطبیہ بادشاہوں میں سے تودوش نام ایک بادشاہ نے بربریوں سے جنگ کرنے کے لئے سمندر کو عبور کیا، اور سبتہ میں اُن کا محاصرہ کر لیا؛ اُنھوں نے اُس سے صلح کر لی، مگر پھر اُس نے اُن سے کچھ دھوکا بازی کی۔ اس پر بغاوت ہوئی، اور بہت کم لوگ زندہ بچے۔ تودوش اندلس واپس چلا گیا۔ اب رومیوں کے دوبارہ واپس آنے تک بربر ہی وہاں رہے، ان ہی میں سے یلیان تھا۔ جب عقبہ بن نافع (رضی اللہ عنہ) نے مغرب پر فوج کشی کر کے اُس کو پامال کیا، تو وہ سبتہ تک پہنچے، یلیان تحفے تحائف لے کر اُن سے ملنے کے لئے آیا، اور اُن کو اپنے اوپر مہربان کر لیا۔ چونکہ یہ شخص صاحب عقل و فہم تھا، اس لئے عقبہ نے اُس کو اُس مقام کا حاکم رہنے دیا۔ اس کے بعد عرب صلح کے ذریعے سے وہاں داخل ہوئے۔ پھر طنجہ کے بربریوں نے اُس کی طرف کوچ کیا، اور اُس میں داخل ہو کر اُسے برباد کر دیا۔ چنانچہ ایک مدت وہ محض جانوروں کا مسکن رہا۔ پھر بنو غمارہ کا ایک شخص ماجکسن وہاں آیا، اور اُسے آباد کیا۔ وہ مسلمان ہو گیا اور وہاں کا حاکم بن بیٹھا، اور بربر اُس کے مطیع ہو گئے۔ اُس کے مرنے پر اُس کا بیٹا عصام بن ماجکسن بادشاہ ہوا۔ پھر محمد بن عصام، اور اُس کے بعد راضی بن عصام بادشاہ بنا۔ یہ شخص اندلس کے فقہا کے احکام کے مطابق فیصلہ کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد وہاں قلسانہ کی قوم داخل ہوئی، اور بربریوں سے تھوڑی سی زمین خریدی، اور مکانات بنائے۔ اُس کی فصیل کو اُنھوں نے بالکل نہ چھیڑا، یہ لوگ عبدالرحمٰن الناصر کی فتح تک بنو ادریس کے مطیع تھے۔ آخر ۲ شعبان ۳۱۹ھ کو جمعہ کے دن اموی خلیفہ اندلس کا قائد فرج بن عفیر وہاں فاتحانہ داخل ہوا۔

سبتہ پر بنو امیۂ اندلس کا سب سے پہلا والی الناصر کی طرف سے فرج بن عفیر ہوا۔ اُس کے بعد احمد بن عبد الصمد اغرناطی، پھر محمد بن حزب اللہ ۳۲۳ھ میں؛ اُس کے معزولی کے بعد ۳۲۶ھ میں محمد بن مسلمہ؛ اُس کی معزولی کے بعد وہ پھر مقرر ہوا، اور ۳۳۰ھ تک والی رہا؛ پھر ابن مقاتل شوال ۳۳۲ھ میں اپنے قید ہونے تک والی رہا؛ اُس کو بنو محمد ادارسہ نے اپنے پاس وہاں کے قاضی محمد بن ابو عیسےٰ کے رمضان ۳۳۳ھ میں آجانے تک قید رکھا۔ آب قاضی کی کوشش سے بنو محمد صلح کی طرف راغب ہوئے۔ ابن مقاتل کو چھوڑ دیا، اور قرطبہ میں امیر المومنین الناصر کے پاس اپنے یرغمال بھیج دیئے؛ چنانچہ ۳۴۶ھ تک الناصر کے والی وہاں برابر مقرر ہوتے رہے۔

اسی سال احمد بن احمد بن زیاد الفارسی صاحب وثائق نے قیروان میں وفات پائی۔ یہ صاحب علم و فضل تھے، اور عیسےٰ بن مسکین کے زمانے میں احکام و مراسلات کی کتابت اُن کے ذمے تھی؛ وثائق، شروط اور مواقیت صلاۃ کے متعلق اُن کی تصنیفات بھی ہیں۔

اسی سال تاہرت میں یصل بن حبوس وہاں کے والی نے وفات پائی۔ لوگوں نے علی بن مصالہ کو اپنا والی مقرر کر کے عبید اللہ کو اس کی اطلاع دی۔ اُس نے حمید بن یصل کو والی بنایا، اور ایک بہت لشکر دے کر روانہ کیا؛ چنانچہ وہ ذی الحج میں وہاں پہنچا۔

اسی سال ابو تمیم معد بن اسماعیل شیعی مہدیہ کے محل میں پیر کے دن ۹ رمضان کو پیدا ہوا۔

سنہ ۳۲۰ھ میں حمید بن یصل نے داؤد بن مصالہ، سنان اور ابو حملیل ابن برنو پر چھاپا مارا۔ اُن کی ایک جماعت کو قتل کیا، اور تین مہینے تک حصن ابو حملیل

میں اُن کا محاصرہ کئے رہا۔ ۲ جمادی الآخر کو جمعرات کے دن عبید اللہ شیعی کا اُس کے متعلق ایک خط منبروں پر سے پڑھا گیا۔

اسی سال موسےٰ بن ابوالعافیہ محمد بن خزر میر زناتہ کی طرف یلغار کرتا ہوا چلا اور غفلت میں اُس پر جا پڑا، اُسے شکست دی اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کیا پھر موسےٰ جراوہ چلا گیا۔ اس چھاپے کا سبب یہ ہوا تھا کہ محمد بن خزر نے موسےٰ بن ابوالعافیہ کو ابن ابوالعیش کے متعلق لکھا تھا، اور یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ اُس کے خلاف ابن ابوالعیش کا موید ہے یہ موسےٰ کو ناگوار گزرا، چنانچہ وہ نکلا، اور اچانک اُس پر جا پڑا۔

اسی سال عبداللہ بن سلمان صاحب وثائق معزول ہوا یہ ابوجعفر بغدادی کا آوردہ تھا۔ اُس پر اغلام کا الزام لگایا گیا۔ شیعی کے دوست عُلَیہ نے اُس کی چغلی کھائی اور کہا کہ بغدادی اُس شریف سلطنت کو پارہ پارہ کرنا، اور اُس میں عیب پیدا کرنا چاہتا ہے، اُس نے قضاء اطرابلس پر ایک ایسے شخص کو مقرر کیا ہے۔ جو امردوں پر جان دیتا ہے، اور ساتھ ہی عبید اللہ شیعی سے ایام بنو اغلب میں اُس معاملے کے متعلق ابن عامر کا قول نقل کر دیا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اُس کو معزول کیا گیا، اور اطرابلس کی قضاء پر احمد بن بحر کو مقرر کر دیا۔ اس سے قبل وہ قیروان میں محکمۂ مظالم اور صلات کا حاکم تھا۔

اسی سال موسےٰ بن ابوالعافیہ نے امیرالمومنین الناصر کی دعوت کا اظہار کیا یہ شعبان کا واقعہ ہے۔ اس سے قبل وہ ناکور پر غلبہ حاصل کر کے بزور شمشیر اس میں داخل ہو گیا تھا، اور وہاں کے بادشاہ موید بن عبدالبدیع بن صلح بن سعید بن ادریس کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اُس نے اُس سے پہلے بنو محمد کو جبل حجر نسر میں محصور کر کے اُن کو مجبور کیا تھا کہ کچھ دے کر اُس سے

صلح کریں تو وہ وہاں سے چلا جائے۔

اسی سال ابو حبیب نصر الرومی نے شہر تونس میں وفات پائی۔ اُس نے ابن عبد الحکم سے تحصیل علم کی تھی اور مسائل میں وہ اہل حفظ میں سے تھا۔

سنہ ۳۲۱ھ میں ابو منصور سمغون بن معتز بن محمد سجلماسہ کا والی ہوا۔ وہ اُس وقت تیرہ برس کا تھا۔ دو مہینے کی حکومت کے بعد ہی اُس کا برادر عم زاد محمد بن فتح المسمی بہ امین اُس کے خلاف ہو گیا، اُس سے لڑا، اور آخر غلبہ پاکر اُس کو سجلماسہ سے نکال دیا، اور خود اُس پر قابض ہو گیا۔ یہ شخص مذہباً سُنی تھا، اور عادل و منصف مزاج تھا۔ اُس نے اپنے آپ کو امیر المومنین کہلایا، اور شاکر للہ اپنا لقب مقرر کیا، اسی نام پر درہم اور دینار مضروب کرائے۔ یہ سنہ ۳۲۴ھ کا واقعہ ہے۔ عبیدی کے ساتھ بنو تمیم کے لشکر کے آنے تک وہ اسی حالت میں رہا۔

شیعی کی فتح سجلماسہ کے بعد وہاں کے والیوں کا بیان

اس پر شیعی نے مزاتی کو جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے، سنہ ۲۹۸ھ میں والی مقرر کیا۔ اُس کو اہل سجلماسہ نے پچاس روز کی امامت کے بعد قتل کر ڈالا۔ پھر ابو الفتح بن الامین والی ہوا، اور دو برس چند ماہ حکومت کی۔ اس کے بعد سنہ ۳۰۰ھ میں احمد بن الامین والی ہوا، یہ مصالہ بن حبوس کے محاصرہ تک والی رہا۔ مصالہ نے محرم سنہ ۳۰۹ھ میں شہر کو بزور شمشیر فتح کیا، اور اُسے قتل کر ڈالا۔ اب مصالہ نے سجلماسہ پر بنو مدرار میں سے معتز بن محمد کو والی بنایا۔ یہ شخص سنہ مورخہ تک والی رہا۔ اُس کے مرنے پر ابو منصور حاکم ہوا، جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔

سنہ ۳۲۲ھ میں عبید اللہ المہدی نے نصف ربیع الاول کو منگل کی رات

انتقال کیا اُس کی حکومت کا زمانہ چوبیس برس اور دس ماہ کا ہے ۲۸۹ھ میں وہ تاجروں کی بھیس میں مصر آیا، ذی الحج ۲۹۶ھ میں سجلماسہ پہنچا، ربیع الآخر ۲۹۷ھ میں رقادہ میں داخل ہُوا، اور امام تسلیم کیا گیا، ۳۰۸ھ میں اُس نے مہدیہ کو آباد کیا، اور وہاں منتقل ہو گیا۔ رقادہ سے منتقل ہو جانے کے بعد شہر بے رونق ہو گیا، اور اُس کے باشندے بھی شہر کو چھوڑ کر چل دیئے اسی طرح وہ تھوڑا تھوڑا برباد ہوتا رہا، یہاں تک کہ جب معد بن اسماعیل بادشاہ ہُوا، تو اُس نے رہے سہے شہر کو بھی بالکل برباد کر دیا۔ رقادہ بنو اغلب کا دار السلطنت تھا۔ کہتے ہیں کہ جو کوئی اُس میں داخل ہوتا تھا، وہ بغیر سبب کے بھی ہنستا رہتا تھا۔ بنو اغلب کے ایک بادشاہ کو نیند نہ آتی تھی، جب وہ رقادہ پہنچا تو اُسے نیند آ گئی، اس لئے شہر کا نام رقادہ ہو گیا۔ ابراہیم بن احمد نے اُس کو اپنا وطن بنایا، اور قصر قدیم سے وہاں منتقل ہو گیا یہاں اُس نے ایک عجیب و غریب محل جامع مسجد اور حمام وغیرہ تعمیر کرائے یہ تمام عمارات ۲۶۳ھ میں اور محل ۱۸۴ھ میں تعمیر ہوئے۔ ابن الاغلب نے قیروان میں شراب کی خرید و فروخت ممنوع اور رقادہ میں مباح قرار دی تھی۔ اسی کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے کہ ؎

یا سید الناس وابن سیدھم - ومن الیہ الرقاب منقادہ

(اے سید ابن سید جس کے سامنے سب کی گردنیں جھک جاتی ہیں)

ما حرم الخمر فی مدینتنا - وھو حلال بارض رقادہ

(کس چیز نے ہمارے شہر میں شراب کو حرام کیا حالانکہ رقادہ میں وہ حلال ہے)

مہدیہ عبید اللہ المہدی الشیعی کی طرف منسوب ہے اُس میں اور قیروان میں ساٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ قیروان بہ حیثیت مجموعی مغرب کا سب سے بڑا شہر آبادی میں سب سے زیادہ معمور، اموال میں سب سے زیادہ مالدار، اور دیگر حالات میں

سب سے زیادہ وسیع شہر تھا وہاں کے رہنے والے نیکی کی طرف راغب، اور شبہات اور محارم سے مجتنب تھے بعد کے زمانہ میں عربوں کے داخل ہونے کی وجہ سے وہاں انقلابات ہوئے جن کا ذکر آگے آئیگا؛ اور نتیجہ یہ ہُوا کہ سوائے پُرانے کھنڈروں اور قریب الختم آثار کے وہاں کچھ باقی نہ رہا۔ کہتے ہیں کہ وہ پھر اپنی پرانی حالت کو عود کر جائیگا۔ ہمارے وقت یعنی ساتویں صدی ہجری میں تعمیرات پھر شروع ہو گئی ہیں۔

عبید اللہ شیعی افریقیہ تمام مغرب، اطرابلس، برقہ اور جزیرۂ صقلیہ پر قابض تھا، اور وہاں اُس کے والی مقرر تھے۔ اپنے ولی عہد کو مصر بھیجا جس نے اُس ملک کو فتح کیا۔ اُس کی چھ اولادیں تھیں، سب سے بڑا اُس کا ولی عہد ابو القاسم تھا۔ موت کے وقت عبید اللہ مہدی کی عمر (۶۳) برس کی تھی۔

اُس کے مرنے کے بعد ابو القاسم بن عبید اللہ بادشاہ ہُوا۔ نصف ربیع الاوّل ۳۲۲ھ کو اُس کے باپ کے موت کے دن ہی اُس سے بیعت کی گئی اور القائم بامر اللہ اُس کا لقب ہُوا۔ اتوار کے دن ۱۳ شوال ۳۳۴ھ کو اُس کا انتقال ہُوا۔ اس طرح اُس نے بارہ سال اور سات مہینے حکومت کی۔ موت کے وقت اُس کی عمر پچپن سال کی تھی، اور سات اولاد نرینہ چھوڑیں۔ اُس کا حاجب جعفر بن علی تھا، اور اُس کے قاضیوں میں سے ایک ابن ابی المنہال تھا۔ اپنی تمام امارت کے زمانے میں اپنے باپ کی پیروی کی وجہ سے وہ سوار نہیں ہُوا، اور اُس کے مرنے کا ایسا رنج کیا۔ جس کی مثال نہیں ملتی، اور یہ رنج اُس کے بعد موت تک برابر باقی رہا؛ چنانچہ باپ کے مرنے سے اپنی موت تک وہ صرف دو مرتبہ سوار ہو کر محل کے دروازے میں داخل ہُوا۔

اُس کے زمانہ میں روم کے بہت سے شہر فتح ہوئے، اور چند باغیوں نے

بغاوتیں کیں، مگر اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ اُس کو غالب کیا، ان باغیوں میں سے ایک ابن طالوت قرشی تھا۔ یہ شخص ایک بڑی جمعیت کو لے کر اطرابلس کی طرف چلا، جنگ ہوئی، اور اُس کے بہت سے ہمراہی قتل ہو گئے۔ اُس نے مہدی کے بیٹا ہونے کا دعوےٰ کیا، اس لئے بربری اُس سے مل گئے تھے مگر جب اُن پر تمام حال ظاہر ہو گیا۔ تو اُسے قتل کر کے اُس کا سر القاسم بامراللہ کے پاس لے آئے۔

ابوالقاسم شیعی نے اپنی حکومت میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تمام شہروں کے عاملوں کو حکم دیا کہ ہتھیار اور سامان حرب تیار کرائیں، اور میسور غلام کو ایک لشکر عظیم دے کر مغرب کی طرف روانہ کیا، وہ فاس تک پہنچا، ابن ابوالعافیہ کو شکست دی، اور اُس کے بیٹے کو قید کر لیا۔ اس کے علاوہ یعقوب بن اسحاق کو ایک بیڑہ دے کر بلاد روم کی جانب روانہ کیا، اُس نے جنوہ کو فتح کیا۔ ابوجعفر بغدادی کو محکمہ برید اور کتابت پر مقرر کر کے بہت سے امور مملکت اُس کے تفویض کر دیئے۔

۳۲۳ھ میں القائم بامراللہ نے زیدان کو ایک لشکر کا افسر مقرر کر کے برقہ کی طرف بھیجا، عامر المجنون، ابوزرارۃ اور برقہ میں کتامہ کا جتنا لشکر موجود تھا، اُس کے ساتھ کیا گیا۔ یہ سب لاؤ لشکر مصر گیا، اور اسکندریہ میں داخل ہو گیا محمد بن اخشید نے (۱۵۰۰) سواروں کا لشکر مقابلہ کے لئے بھیجا، اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا۔

اسی سال فضل بن علی بن ظفر نے وفات پائی یہ علم و فقہ اور ادب کے لحاظ سے اپنے زمانے کے بڑے زبردست فاضل تھے۔

اسی سال غلام میسو صقلبی فاس کی طرف گیا، وہاں کا بادشاہ احمد بن بکر بن ابوسہل جذامی مقابلہ کے لئے نکلا۔ میسور نے اُس سے بے وفائی کی،

اور اُس کو قید کر کے مہدیہ بھیجدیا اب اہل فاس نے حسن بن قاسم لولتی کو اپنا حاکم بنا لیا۔ میسور سات ماہ تک برابر اُن سے لڑتا رہا، مگر اُن پر قابو نہ پاسکا۔ اس کے بعد ابن ابوالعافیہ کا محاصرہ کیا، اور بنوادریس سے مدد کا طالب ہُوا، اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا، اور اُن کا حق ادا کیا۔ آخر ابن ابوالعافیہ ان دشمنوں کے آگے آگے فرار ہوکر صحراء میں داخل ہوگیا، اور بنی العافیہ کا تمام علاقہ بنوادریس کو مل گیا۔ اُس وقت اُن کی حکومت بنو محمد قاسم کے ہاتھ میں تھی۔ یہ تین بھائی تھے، حسن، قنون اور ابراہیم۔ موخر الذکر اموفی کے نام سے مشہور تھا۔ قنون کا نام قاسم تھا اور شہر صخرۃ النسر میں مقیم تھا۔

ادارسہ رحمہم اللہ کی تاریخ مغرب میں اُن کے داخل ہونے کا سبب، بناء شہر فاس کا حال، اور سنہ حال تک اُن کے اور دیگر بادشاہوں کا بیان

عذری وغیرہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے دو بیٹے، ادریس اور سلیمان، (خلیفہ) (ابو) جعفر منصور کے زمانہ میں واقعۂ فخ کے بعد مشرق سے بھاگے۔ یہ سب چھ بھائی تھے، ادریس، سلیمان، محمد، ابراہیم، عیسےٰ اور یحیٰی۔ محمد نے حجاز میں خروج کیا، اور قتل ہُوا۔ ابراہیم نے عراق میں بصرہ کے مقام پر بغاوت کی، اور منصور کے عہد میں قتل ہُوا۔ یحیٰی ہارون الرشید کے عہد میں دیلم میں باغی ہُوا، اور امان پر مطیع ہوگیا۔ مگر پھر اُس کو زہر دیا گیا، اور وہ مر گیا۔ ادریس مغرب کی طرف بھاگا، اور اُس کی

زندگی ہی میں طالبین میں سے اُس کا بھائی سلیمان تلمسان میں جا رہا، اور داؤد بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب وہاں آ گئے۔ داؤد پھر مشرق کی طرف واپس چلا گیا، مگر اس کی اولاد مغرب ہی میں رہ گئی۔ ادریس بن عبداللہ سنہ ۱۷۰ھ میں مغرب میں آئے، اور ولیلی کے قدیم شہر کو اپنا وطن بنایا، جو ایک نہایت قدیم شہر تھا۔ اُن کے ہمراہ اُن کا مولا راشد بھی تھا، پھر سنہ ۱۷۲ھ میں اسحاق بن عبدالحمید کے پاس ٹھیرے، بربری قبائل نے اُن کو اپنا سردار بنا لیا اور اُن کے مطیع ہو گئے۔ ہارون الرشید کو اس امر کی اطلاع ہوئی، تو اُس نے ایک شخص شَمّاخ نامی کو اُس کے پاس روانہ کیا، جس نے خفیہ طور پر اُس کو زہر دے دیا، اور مشرق کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے اثر سے ادریس سنہ ۱۷۵ھ میں مر گئے۔ اس کے بعد اُن کا مولا راشد بربریوں کا سردار ہو گیا۔ مگر ادریس نے ایک بربری لونڈی کنزے نامی چھوڑی تھی، اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کو باپ نام دیا گیا، چنانچہ سنہ ۱۸۷ھ میں گیارہ برس یا بقولے اس سے زیادہ عمر میں ادریس بن ادریس بادشاہ ہوا، اور تمام قبائل نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ قرویین کی سرحد (عدوة) پر تمام جنگل تھا اور اُس کے گرد قبیلہ زواغہ کے مکانات تھے، اُنھوں نے اُس کو بلایا، اور اُس نے ان کے قریب شہر کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۳ھ میں شہر فاس کی تعمیر کی ابتدا ہوئی، اس طرح یہ شہر قرویین کی سرحد (عدوہ) پر واقع ہوا۔ ادریس بن ادریس نے نفزہ پر فوج کشی کی، اور تلمسان تک پہنچا۔ پھر وہاں سے واپس آیا، اور وادی نفیس میں قبیلۂ مصمودہ کے شہروں کو فتح کیا، اور سنہ ۲۱۳ھ میں زہر کے اثر سے مرا، مگر اُس کی موت کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ابن حمادہ اور بکری وغیرہ کا بیان ہے کہ اُس نے بارہ بیٹے چھوڑے تھے، محمد، احمد، عبداللہ

عیسےٰ، ادریس، جعفر، یحییٰ، حمزہ، عبیداللہ، قاسم، داؤد اور عمر۔

اس کے مرنے کے بعد محمد بن ادریس بادشاہ ہوا۔ اس نے اپنی دادی کنیزی کے حکم سے تمام سلطنت بھائیوں میں تقسیم کر دی، قاسم کو طنجہ اور اس کا علاقہ، عمر کو صنہاجۃ الہبط اور غمارہ، اور داؤد کو ہوارہ تاملیت، اسی طرح اس نے عیسےٰ، یحییٰ اور عبداللہ کو ملک کے دوسرے اقطاع دے دیئے، صرف اس کے کم عمر بھائی ہی باقی رہ گئے۔ عیسےٰ نے بغاوت کی، اور اس کی اطاعت سے انحراف کیا۔ محمد بن ادریس نے اپنے بھائی قاسم کو اس سے لڑنے کو لکھا، مگر اس نے انکار کیا۔ پھر اس نے عمر کو لکھا، اس نے منظور کیا اور اس کی مدد کے لئے چلا۔ عمر اور عیسےٰ کے آپس میں کچھ جھگڑا تھا۔ آخر عمر صنہاجہ کے شہر میں مرگیا، اور فاس لایا گیا۔ وہ محمود مین کا جد ہے۔

محمد بن ادریس رحمہ اللہ کے وفات پر یحییٰ بن محمد بن ادریس بادشاہ ہوا۔ یحییٰ نے اپنے چچاؤں اور ماموؤں کو اعمال کا والی بنایا، چنانچہ حسین کو فاس کے باہر سے اغمات تک، داؤد کو فاس کے مشرق میں مکناسہ، ہوارہ، صدینہ کا اور قاسم کو فاس کے مغرب میں لہاتہ اور کتامہ کا والی بنایا۔ خود یحییٰ اپنی سلطنت اور حکومت کے کاموں سے بالکل الگ تھلگ ہو گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بھائیوں نے اپنے اپنے لئے کوشش کرنی شروع کر دی، قبائل کو اپنی طرف ملا لیا، اور ان سے کہا کہ ہم سب ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں، اور تم دیکھتے ہو کہ ہمارا بھائی یحییٰ سلطنت کو کس طرح ضائع کر رہا ہے۔ چنانچہ بربریوں نے ان سب کو بالکلیہ اپنا سردار بنا لیا، اس اثناء میں یحییٰ شراب خوری اور زناکاری میں منہمک رہا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن تک وہ حمام میں ایک عورت کے پاس گیا، اور ادھر اہل فاس اس کے خلاف

ہوگئے، اور یہی اُس کی تباہی کا باعث ہُوا؛ گو وہ اندلس کی سرحد کی طرف بھاگا، مگر آخرکار رہ میں مر گیا اُس کی بیٹی، علی بن عمر جد محمود بیین کی بیوی تھی؛

اس کے بعد علی بن عمر بن ادریس بادشاہ ہُوا۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ جب یحییٰ نے وفات پائی، تو اُس کا داماد قرومیین کی سرحد میں آیا، اور اُس پر قابض ہوگیا؛ اس طرح حکومت بنو محمد بن ادریس سے نکل کر بنو عمر بن ادریس میں آگئی۔ عبدالرزاق خارجی صفری نے اُس کے خلاف مدیونہ میں بغاوت کی، اور علی اور عبدالرزاق میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں، آخر خارجی نے علی کو شکست دی، اور فاس پر مسلط ہوگیا؛ علی اوربہ چلا گیا، اور عبدالرزاق اندلسیوں کی سرحد (عدوہ) پر بھی قابض ہوگیا، مگر قرومیین کی سرزمین کا مالک نہ بن سکا۔ اُس علاقے کے باشندوں نے یحییٰ بن قاسم بن ادریس المعروف بہ مقدام کو بلایا، اور اُس کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ پھر اُس نے اندلسیوں کی سرحد پر سے بھی عبدالرزاق کو نکال باہر کیا، اور اُس پر قبضہ کر لیا؛ مگر یہ قصہ نہایت طویل ہے۔ یہ یحییٰ، فاس اور اُس کے گرد و نواح کے علاقہ، اور قلعوں پر ۲۹۲ھ تک قابض رہا؛ آخر اس سال ربیع بن سلیمان نے اُسے قتل کر دیا۔

پھر یحییٰ بن ادریس بن عمر بن ادریس ابن ادریس بادشاہ ہُوا اُس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب یحییٰ ابن قاسم کا انتقال ہُوا، تو یحییٰ بن ادریس فاس آیا اور اُس پر قابض ہوگیا۔ اس طرح حکومت پھر پندرہ سال کے لئے ۳۰۷ھ میں مصالہ بن حبوس کے آنے تک بنو عمر بن ادریس میں منتقل ہوگئی۔ مصالہ پہلے حملہ کے وقت ۳۰۵ھ میں مغرب آیا تھا، وہ موسیٰ بن ابوالعافیہ سے حسن سلوک سے پیش آیا، اور بلاد مغرب میں سے جن اضلاع پر وہ مسلط ہوگیا تھا، اُس پر اُسے حاکم بنا دیا۔ یحییٰ بن ادریس اُس پر چھاپے مارا کرتا تھا، اور جب

اُس کے پاس نہ پہنچنے دیتا تھا۔ جب ۳۰۹ھ میں مصالہ واپس آیا تو پانچ برس تک غراب کے مقام پر ٹھیرا۔ ابن ابو العافیہ اور محمد بن ادریس میں دشمنی تھی، اور مصالہ اور موسےٰ میں دوستی، اس دوستی کو کام میں لاکر موسےٰ برابر اس کوشش میں رہا کہ یحییٰ کو نقصان پہنچائے، اور مصالہ کے ہاتھوں اُس کو مروا ڈالے۔ مصالہ نے ارادہ کیا کہ یحییٰ پر قابو حاصل کرے۔ چنانچہ آخر حیل و حجت سے اُسے اپنی چھاؤنی میں لے آیا اور وہاں نقض عہد کرکے اُسے قید کر لیا، جو کچھ اُس کے پاس تھا لے لیا، اور پھر اُس کے مال کی ضبطی کا حکم دیا، جو فاس میں اُس کے سامنے حاضر کیا گیا۔ اب وہاں مصالہ نے وہاں اپنا عامل مقرر کر دیا، اور خود مغرب سے چلا گیا۔ موسےٰ بن ابو العافیہ بدستور مغرب کا امیر بنا رہا۔

۳۱۰ھ میں حسن بن محمد بن قاسم بن ادریس بن ادریس، الملقب بہ حَجّام مقابلہ کے لئے نکلا اور موسےٰ ابن ابو العافیہ پر اچانک جا پڑا۔ اُس کے اور رؤساء قبائل کے درمیان ایسا ہنگامہ ہوا کہ ادریس کے مغرب میں داخل ہونے کے بعد وہاں ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ اس معرکے میں تقریباً دو ہزار بربر قتل ہوئے، ان ہی میں موسےٰ کا بیٹا منہل تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حسن تقریباً دو برس کے لئے فاس اور گرد و نواح کے علاقے پر قابض ہو گیا، مگر پھر اہل فاس نے غدر کیا، اور حامد بن حمدان الہمدانی، المعروف بہ لوزی کو اپنا سردار بنا لیا۔ لوزہ افریقیہ کا ایک قصبہ تھا، جس سے وہ منسوب تھا۔ حامد نے حسن بن محمد کو قید کر لیا، اور موسےٰ ابن ابو العافیہ کو بلا بھیجا۔ یہ اپنی فوجوں کو لے کر آیا، اور شہر میں داخل ہو کر اس پر مسلط ہو گیا۔ اب اُس نے حسن کو اپنے بیٹے کے قصاص میں قتل کرانا چاہا، مگر حامد نے روکا اور کھلم کھلا قتل کرنا

پسند نہ کیا، آخر اُسے زہر دے دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حامد نے اُس کو شہر پناہ سے نیچے پھینک دیا تھا، جس سے اُس کا پاؤں ٹوٹ گیا، اور وہ اندلسیوں کی سرحد (عدوۃ) پر مرا۔

حسن المعروف بہ حجام کی موت کے بعد موسٰے ابن ابو العافیہ فاس، اور اُس کے علاقے پر قابض ہو گیا۔ حسن کے حجام مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ چچا کی اولاد سے اُس کی جنگ ہوئی، جس میں اُس نے ایک ہتھیار سے ایک شخص کے سینگی لگانے کی جگہ پر ضرب لگائی، اور پھر دوسرے کے اور پھر تیسرے کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ یہ دیکھ کر اُس کے چچا زاد بھائی احمد نے کہا کہ ہمارا بھائی حجام ہو گیا ہے، اسی نام سے وہ مشہور ہو گیا ہے، چنانچہ وہ خود کہتا ہے ؎

وسُمّیتُ حجّاماً ولستُ بحاجم ۔ ولکن لضربی فی مکان المحاجم

(میں حجام مشہور ہو گیا ہوں حالانکہ میں حجام نہیں ہوں، اصل وجہ یہ ہے کہ میں نے سینگی کے مقام پر تلوار کی ضرب لگائی تھی)

جب ابن ابو العافیہ فاس پر مسلط ہو گیا تو اُس نے عبید اللہ بن ثعلبہ بن محالب الازدی اور اُس کے بھائی محمد کو قتل کیا۔ اُن کا باپ ثعلبہ بن محارب وہاں سے قرطبہ بھاگ گیا، موسٰے نے حامد کو بھی جو اُس کے فاس میں داخل ہونے کا اصلی باعث ہوا تھا، قتل کرنے کا ارادہ کیا، مگر وہ مہدیہ بھاگ گیا۔ اب موسٰے نے تمام بنو ادریس کو اُن کی جگہوں سے جلاوطن کر دیا، اور وہ لوگ نہایت ہی بد تر حالت میں شہر حجر النسر میں جو ابراہیم بن محمد بن قاسم بن ادریس کا تعمیر کرایا ہوا ایک مضبوط قلعہ تھا، پناہ گزیں ہو گئے۔ موسٰے نے یہاں بھی اُن کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا، مگر اکابر اہل مغرب مانع ہوئے اور کہا کہ تم نے اُن کو جلاوطن اور فقیر کر دیا ہے، کیا اب تم یہ چاہتے ہو کہ تمام بنو ادریس

کو قتل کردو، حالانکہ تم بربر ہو۔ اُس پر موسےٰ اپنے ارادے سے باز آیا، اور فوج کو واپس لے گیا، مگر اپنا ایک افسر ابو قمح وہاں چھوڑ گیا کہ بنوادریس کو نگاہ میں رکھے۔ یہ اُن کے قریب ہی ایک مقام پر ٹھیرا، اور اُن کی زندگی دوبھر کر دی۔

ابن ابوالعافیہ نے اپنے بیٹے مدین کو فاس میں اپنا جانشین مقرر کیا، اور وہ حمید بن یصال کے آنے تک وہاں رہا، مگر جب وہ بلاد مغرب میں پہنچا تو اُس نے فاس پر حامد بن حمدان کو مقرر کیا۔ اُدھر جب موسےٰ کے بیٹے کو حمید اور حامد کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا، اور بنوادریس نے موسےٰ کے افسر کے خلاف مظاہرہ کیا، جس میں اُسے شکست دی اور اُس کے لشکر کو لوٹ لیا گیا۔ یہ ۳۱۰ھ کا واقعہ ہے۔ پھر احمد بن بکر بن ابی سہل جذامی نے فاس میں فتنہ برپا کیا، حامد بن حمدان کو قتل کیا، اور اُس کا اور اُس کے بیٹے کا سر موسےٰ ابن ابوالعافیہ کے پاس بھیج دیا۔ موسےٰ نے ان دونوں کو سعید منذر کے ساتھ قرطبہ روانہ کر دیا۔ حمید بن یصال جب بلاد غرب سے واپس آیا تو موسےٰ بن ابوالعافیہ سے امیر افریقیہ کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ کیا، اسی وجہ سے اُسے افریقیہ میں قید کیا گیا، مگر آخر وہ اندلس بھاگ گیا۔ موسےٰ خود بھی بادشاہ قرطبہ یعنی بنی اُمیہ کی طرف مائل تھا۔

۳۲۴ھ میں علی بن حمدون، المعروف بہ ابن اندلسی، نے شہر مسیلہ کو برباد کیا۔ اُس میں اور طبنہ میں دو منزلوں کی مسافت تھی۔ مسیلہ کے پاس للاول کا شہر تھا، جو رمانیہ نام سے مشہور تھا۔ اس کے ایک جانب جبل اوراس تھا، اور سات دن کی مسافت پر واقع تھا۔ اسی پہاڑ میں بہت سے قلعے تھے جن میں قبیلۂ ہوارہ کے لوگ مقیم تھے۔ یہ لوگ خارجی تھے۔ یہیں کامنہ کا مستقر تھا، یہیں سے ابو یزید مخلد بن کیداد ظاہر ہوا، اور ابوالقاسم شیعی کی مخالفت کی۔

۳۲۵ھ میں ابوالقاسم بن عبید اللہ شیعی نے خلیل بن اسحاق المکنیٰ ابوالعباس کو صقلیہ کا والی مقرر کیا۔ یہاں اُس نے وہ مظالم کئے جو اُس کے قبل اور بعد کے والیوں سے کبھی سرزد نہیں ہوئے۔ اُس نے مسلمانوں کو قتل اور بھوک سے بالکل ہلاک کر دیا، یہاں تک کہ آخر وہ بلاد روم کی طرف بھاگ گئے، اور اکثروں نے عیسائیت قبول کر لی۔ یہ شخص چار برس صقلیہ میں رہا۔ جب ۳۲۹ھ میں واپس آیا تو اپنے دوستوں کی مجلس میں اُس نے اپنے ظلم کا ذکر فخریہ طور پر کیا اس مجلس میں مختلف امور پر گفتگو کے دوران میں اُس کے صقلیہ جانے کا ذکر بھی آیا اور اُس نے بیان کیا کہ اُس نے ہزاروں کو قتل کیا ہے۔ اسی وجہ سے اُس کو مکثر اور مقلل دونوں کہا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایک لاکھ آدمی۔ اُس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ابو عبد اللہ مودب نے سن کر کہا کہ اے ابوالعباس تیرے واسطے صرف ایک نفس کا قتل کافی تھا۔ عبید اللہ شیعی اُس کو مختلف اعمال میں محصولات کی وصولی، اور یا دواوین کے محاسبہ کے لئے مقرر کیا کرتا تھا؛ مگر پھر اُس کی شکائتیں ہوئیں، جن کی وجہ سے اُس کو اُس سے نفرت اور دشمنی ہو گئی۔ اگر ابوالقاسم نہ ہوتا تو خلیل ضرور قتل کر دیا جاتا۔ خلیل عبید اللہ شیعی کے بارے میں مبالغہ کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

ان الامام اقام سنۃ جدہ۔ للمسلمین کما حدث لغالہا

(امام نے اپنے جد کی سنت کو مسلمانوں کے لئے دوبارہ قایم کیا)

احیی شرائعہ وقوم کتبہا۔ وفروضہا وحرامہا وحلالہا

(اس کی شریعت کو زندہ کیا اور کتاب فرائض، حرام وحلال کو مضبوط کیا)

امیر ابوالقاسم بن عبید اللہ نے ۳۱۳ھ میں شہر مسیلہ کی تعمیر کا حکم دیا، اور یہ کام ابن اندلسی کے سپرد کیا، اور اس کے بعد اسی کو وہاں کا

حاکم مقرر کیا؛ چنانچہ وہ ۳۳۶ھ تک جبکہ وہ ابو یزید مخلد بن کیداد کے فتنہ میں قتل ہؤا وہاں کا حاکم رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا جعفر مسیلہ میں رہا بلکہ تمام زاب کا حاکم ہو گیا، اور آخر سنہ ۳۶۰ھ میں زیری کے فتنہ میں وہاں سے نکلا شیعوں نے مسیلہ کا نام محمدیہ رکھا تھا مروزی کہتا ہے ؎

ثم الی مدینۃ مرضیۃ - اسست علی التقوی لمحمدیہ

شہر اشیر کو زیری بن مناد صنہاجی نے تعمیر کرایا تھا۔ عبدالملک بن عیشون کا مندرجہ ذیل قول اس دعوے کی دلیل ہے ؎

یا ایہا السائل عن حربنا - وعن محل الکفر اشیر

(اے ہمارے جنگ اور محل کفر اشیر کے متعلق دریافت کرنے والے)

عن دار فسق ظالم اہلہا - قد شیدت للکفر والزور

(وہ اشیر جو دار فسق ہے جس کا مالک ظالم ہے اور جو کفر و جھوٹ کی بنیاد پر قایم کیا گیا ہے)

اسسہا الملعون زیریہا - فلعنۃ اللہ علی زیری

(اس کو زیری ملعون نے تعمیر کرایا تھا خدا کی اس پر لعنت ہو)

اس کو ۴۴۰ھ کے بعد یوسف بن حماد الصنہاجی نے برباد کیا، اور وہاں کے مال و متاع کو لوٹ لیا۔

۳۲۷ھ میں مغرب الاقصے (جس کو مصنف کے زمانے میں مغرب ادنے کہتے تھے) میں تادلا اور تامسنا کے مقام پر ابو الانصار بن ابو عفیر البرغواطی اپنے باپ کی موت کے بعد قائم ہؤا۔ یہ شخص اپنے عہد و پیمان اور وعدوں کو پورا کیا کرتا تھا۔ میں عنقریب ان کے مختصر حالات بیان کرونگا، انشاء اللہ تعالے۔

ابویزید مخلد بن کیداد یفرنی زناتی کے حالات

اس کا شجرۂ نسب مخلد بن کیداد بن سعد اللہ بن مغیث بن کرمان ابن مخلد بن عثمان بن وریمت بن تبقراسن بن سمیدان بن یفران ہے، یہ یفران اس کاہنہ کا باپ ہے، جو جانا بن یحییٰ زناتہ کی طرف منسوب ہے ۔

ابن حمادہ کا بیان ہے کہ عبید اللہ کے مرنے کے بعد ابوالقاسم شیعی نے اپنے عقائد کا اظہار کیا، اور انبیاء علیہم السلام پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا۔ اسی قسم کے اور احکام جو قرآن کے منافی تھے جاری کئے، اور جس نے اس بارے میں ذرا بھی مخالفت کی اُس کو عذاب دیا اور قتل کرایا۔ یہ تمام باتیں مسلمانوں پر سخت شاق گذریں، آخر جبل اوراس سے ابویزید مخلد بن کیداد اپنے زعم میں مناذحے حق کے لئے نکلا۔ لوگوں کو اُس کے عقائد کی کوئی خبر نہ تھی، مگر اُن کو یہ امید ضرور تھی کہ وہ بھلائی کریگا، اور سنت رسول اللہ کو پھر زندہ کریگا۔ بہرحال اُس نے شیعوں کے خلاف خروج کیا، افریقیہ میں داخل ہوا اُس کے شہروں کو برباد اور پامال کیا، اور بے شمار لوگوں کو قتل کر ڈالا ۔

۳۳۲ھ میں افریقیہ میں ابویزید کی طاقت اس قدر بڑھ گئی کہ ابوالقاسم اُس سے بھاگ کر رقادہ سے مہدیہ آگیا۔ ابویزید حقیقت فرقۂ اباضیہ معتزلہ کا ایک امام تھا۔ رقیق کا بیان ہے کہ اُس نے عمّار نابینا سے علم حاصل کیا تھا، گدھے پر سوار ہوا کرتا تھا، اور شیخ المومنین کہلاتا تھا۔ ابن سعدون کہتے ہیں کہ اللہ نے ابوالقاسم شیعی کی سرکوبی کے لئے مخلد بن کیداد خارجی کو بھیجا جس نے اُس کا قافیہ تنگ کر دیا، اُس کی فوجوں کو قتل کیا۔ مسلمان اُس کے ساتھ ہو گئے، اور فقہاء اور عابدوں نے اُس سے مل کر جنگ کی۔ ابن سعدون نے اُن لوگوں کے نام ایک ایک کر کے لکھے ہیں، یہ سب اُس کے ساتھ ہوئے

اور قیروان کی طرف کوچ کیا، چنانچہ ۳۳۲ھ میں وہ شہر میں داخل ہوا، وہاں کے باشندوں سے نیک سلوک کیا۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر رحمت بھیجی، لوگوں کو شیعوں کے برخلاف جہاد کرنے کی ترغیب دلائی، اور حضرت امام مالک کے مذہب کی پیروی کا حکم دیا۔ چنانچہ فقیہ اور صالح لوگ بازاروں میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، اصحاب اور ازواج مطہرات پر سلام درود پڑھتے ہوئے نکلے اور آخر جامع مسجد کے قریب جھنڈے گاڑ دیئے۔ جمعہ کے دن سب جامع مسجد میں جمع ہوئے، اور مسلح ہو کر جھنڈے ہاتھ میں لئے طبل بجاتے ہوئے ابویزید کے ساتھ ہو لئے۔ ان جھنڈوں میں دو جھنڈے زرد تھے، ایک پر بسم اللہ اور محمد الرسول اللہ لکھا تھا اور دوسرے پر "نصر من اللہ فتح قریب علی یدی الشیخ ابی یزید، اللھم انصر ولیاٹ علی من سب اولیائك" ایک اور جھنڈے پر لکھا تھا: "قاتلوا ائمۃ الکفر" (سورۂ توبہ آیت ۱۲) ایک اور جھنڈے پر تھا: "قاتلوا ھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیھم" (سورۂ توبہ آیت ۱۴) ایک اور جھنڈے پر بسم اللہ کے بعد "محمد الرسول اللہ، ابوبکر الصدیق اور عمر الفاروق" لکھا تھا۔ ساتویں جھنڈے پر تھا:۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا" (سورۂ توبہ آیت ۴۰) جب لوگ جمع ہو گئے، تو امام آیا اور منبر پر چڑھ کر اس نے خطبہ پڑھا جس میں اس نے لوگوں کو تبلیغ کی جہاد پر اکسایا، اور اس کا ثواب ان کو بتایا، عبید اللہ اور اس کے بیٹے پر لعنت بھیجی۔ اس کے بعد لوگ اس کے ہمراہ شیعوں سے جنگ کے لئے نکلے، اور آخر اس نے ان پر اتنا غلبہ حاصل کیا، اور ان کی فوجوں کو اتنی شکست

دی کہ اُن کے پاس افریقیہ کا بہت تھوڑا سا علاقہ رہ گیا۔ اب جب ابویزید نے یہ دیکھا کہ وہ بالکل یا کم از کم تقریباً تمام سلطنت پر قابض ہو گیا ہے اور اُس کے برخلاف شیعی یا تو بالکل برباد ہو گیا ہے یا عنقریب ہو جائیگا تو اُس نے اپنی فوج سے کہا کہ جب دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو تو اہل قیروان کے سامنے سے ہٹ جانا تاکہ دشمن اُن پر قابو پا کر اُن کو قتل کر سکے اور اس طرح اُن کے قتل کا الزام اُن پر آئے نہ کہ ہم پر اور ساتھ ہی ہم اُن کی طرف سے مطمئن ہو جائیں۔ اصل وجہ یہ تھی کہ وہ لوگوں کے سامنے اُن کے قتل کے الزام اور بُرائی سے بچنا چاہتا تھا کہ اگر شیوخ قیروان اور ائمہ دین کسی طرح قتل ہو جائیں تو وہ اُن کے پیروؤں کو اپنی طاعت کے لئے دعوت دی اور وہ آسانی سے اُس کے ساتھ ہو جائیں۔ چنانچہ صلحاء اور فقہاء قیروان میں سے شہادت کی سعادت جن کے نصیب میں تھی شہید ہو گئے، مگر اب وہ عوام کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو گیا، اُنہوں نے کہا کہ اُس نے اولیاء اللہ کو شہید کیا ہے، چنانچہ وہ اُس کے دشمن ہو کر علیحدہ ہو گئے۔ ابوالقاسم شیعی محاصرہ کی حالت میں ہی مر گیا۔

۳۳۳ھ میں ابویزید نے ابوالقاسم کے قائد میسرہ غلام کو قتل کیا، اس سال ابوالقاسم اور ابویزید میں بہت سی جنگیں ہوئیں، اُن میں جنگ وادی ملح بہت مشہور ہے، جونکہ اُس میں ابوالقاسم کی بے شمار فوج کام آئی۔

۳۳۴ھ میں ابوالقاسم بن عبیداللہ شیعی القائم بامراللہ نے اتوار کے دن ۱۳۔ شوال کو وفات پائی۔ اُس نے بارہ سال حکومت کی۔

امارت اسمٰعیل بن ابوالقاسم بن عبیداللہ شیعی

اُس کی کنیت ابوطاہر اور لقب منصور تھا۔ ابوالقاسم نے اسے رمضان

میں اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا، اور افریقیہ میں مساجد کے منبروں پر سے اُس کے لئے دعا کی گئی تھی۔ وہ ۳۰۲ھ میں مہدیہ کے مقام پر پیدا ہُوا تھا اور اس طرح امیر ہونے کے وقت اُس کی عمر (۳۲) سال کی تھی۔ وہ نہایت فصیح و بلیغ تھا۔

۳۳۵ھ میں ابو یزید مہدیہ کے قریب پہنچا، اور وہاں سے سوسہ کی طرف کوچ کیا۔ یہاں کے باشندوں نے اُس کا مقابلہ کیا، چنانچہ اُسی کے متعلق کہا گیا ہے ؎

اَلَمَّ بسوسةٍ وبغى عليها - فلا كان الا لا له نصيرُ

(وہ سوسہ میں اُترا اور وہاں بغاوت پھیلائی خدا کبھی اس کی مدد نہ کرے)

مدينة سوسةٍ للملك ثغر - تدين لها المدائن والقصورُ

(سوسہ کا شہر ملک کی سرحد ہے اور مختلف شہر اور محل اُس کے مطیع ہو جاتے ہیں)

لقد لُعِنَ الذين بغوا عليها - كما لُعِنَتْ قُرَيْظَةُ والنَضِيرُ

(اُس کے باغیوں پر خدا کی لعنت ہو جیسے کہ قریظہ و نضیر ملعون ہو گئے ہیں)

اعز الدين خالق كل شيئٍ - بسوسة بعدما التوت الامورُ

(سوسہ میں التوائی امور کے بعد خدائے خالق نے دین کو عزت دی)

ابو یزید نے وہاں کا محاصرہ اٹھالیا، اور مہدیہ واپس آگیا، اور اُس کے اس قدر قریب پہنچ گیا کہ اپنے نیزے سے اُس کے دروازے پر ضرب لگائی۔ ایک شخص محل میں اسماعیل کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ تالاب میں ایک کچھوے سے کھیل رہا ہے یہ دیکھ کر اُس شخص نے کہا کہ ہاں تو کھیلے جا، اور اُدھر ابو یزید نیزے سے دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ اسماعیل نے کہا کہ کیا واقعی وہ یہ کہہ رہا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر اسماعیل نے کہا وہ پھر یہاں واپس نہیں آئیگا، اور اُس کی موت کا وقت قریب آگیا ہے کیونکہ ہماری کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

پھر اُسی وقت سوار ہونے اور مقابلہ کے لئے نکلنے کا حکم دیا۔

۳۳۶ھ میں منصور ابوطاہر نے شہر صبرہ کی تعمیر کا حکم دیا اور اُس کی داغ بیل ڈالی۔ اُس کا نام اُس نے منصوریہ رکھا۔ بکری کہتا ہے کہ ابوطاہر تک مہدیہ بنی عبید کا دارالسلطنت رہا، مگر یہ شخص ابویزید کو قتل کرنے کے بعد قیروان چلا آیا، اور صبرہ کا شہر تعمیر کر کے وہاں رہنے لگا۔ مہدیہ کے اکثر اراضی ویران اور منہدم ہو گئے۔ منصور نے قیروان کے بازار والوں کو صبرہ میں منتقل کر لیا۔ صبرہ کے چار دروازے تھے اور قیروان وہاں سے صرف نصف میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ مہدیہ سے سلقطہ تک آٹھ میل کی مسافت تھی، یہیں سے ابویزید نے محاصرہ کے زمانے میں مہدیہ کی طرف کوچ کیا تھا، سلقطہ میں ابویزید کا قیام ترنوط کے مقام پر تھا۔ تاریخوں میں ہے کہ جب خارجی نے ترنوط میں اپنی فوج کی چھاؤنی بنائی، تو اہل سواد کے لئے اترنے اور ٹھیرنے کی کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ "ویل لاہل السواد من مخلد ابن کیداد"۔ اہل باجہ پر بھی ابویزید کے زمانے میں قتل و غارت کی مصیبت نازل ہوئی۔ ابویزید کے متعلق کسی نے کہا ہے ؎

ولبعدھا باجۃ ایضاً انسدا۔ واھلھا اجلی منہا شرّدا۔

(اس کے بعد باجہ بھی برباد ہوا اُس کے باشندے جلاوطن اور قتل کئے گئے)

جب منصور نے ابویزید کے مقابلہ اور مقاتلہ کا عزم بالجزم کر لیا، تو اپنے فوجوں کو عطیات دیئے، جمعیتوں کو جمع کیا، اور لشکر لے کر اُس کی طرف روانہ ہوا، ابویزید کو شکست ہوئی۔ اسماعیل نے لوگوں کو اُس کے تعقب کا حکم دیا، وہ بلاد کتامہ میں داخل ہو گیا، اور ایک پہاڑ معروف بہ حصن ابویزید میں زخمی ہو کر چھپ گیا۔ آخر اُس کو زندہ قید کر کے اور لوہے کے پنجرے میں بند کر کے مہدیہ

میں منصور کے پاس لایا گیا، اُس نے اُس کو قتل کیا اور اُسی دروازے پر اُس کو مصلوب کرایا، جس کو اُس نے نیزے سے کھٹکھٹایا تھا۔

قضاعی کا قول ہے کہ ابویزید محرم ۳۳۶ھ میں مرا، اُس کی کھال کھینچی گئی، اور اُس میں روئی بھر کر اُس کو مصلوب کیا گیا۔ ابن حمادہ کہتا ہے کہ جب منصور نے ابویزید پر فتح پائی، تو قیروان آیا اور شہر میں داخل ہوا، باشندوں کی ایک بڑی جماعت کو قتل کیا اور دوسروں کو عذاب دیا۔ وہ لوگ اُس کی موت تک برابر اس مصیبت میں گرفتار رہے۔ قضاعی کا بیان ہے کہ منصور ۳۳۷ھ میں منصوریہ میں منتقل ہوا۔

۳۳۹ھ میں ابوطاہر منصور بن ابوالقاسم بن عبیداللہ شیعی نے بلاد مشرق کی جانب حرکت کی اور حجر اسود کو بیت اللہ میں پھر اُس کی جگہ ستون میں لگایا۔ یہ (خلیفہ) مطیع (عباسی) کے عہد حکومت کے پانچویں سال کا واقعہ ہے۔ اُس کے اکھاڑنے والے کا نام سلیمان بن حسن قرمطی ہے (لعنت اللہ علیہ) یہ خلیفہ مقتدر عباسی کے زمانے میں ۳۱۷ھ کا واقعہ ہے۔ اُس قرمطی کے حکم سے جس شخص نے حجر اسود کو اکھاڑا تھا اُس کا نام جعفر بن ابوعلاج لعنت اللہ علیہ ہے۔ جب قرمطی مرگیا تو اُس کے بھائیوں نے حجر کو واپس کیا اور اُسے اصلی مقام پر اس سال نصب کر دیا گیا۔ اُس کو حسین بن مروزی کنانی نے اُس کی جگہ پر لگایا۔ اُس کے اکھاڑنے سے دوبارہ نصب کرنے تک کم و بیش بائیس برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ (حضرت عبداللہ ابن زبیر کے زمانے میں سوائے اوپر کے حصہ کے تمام حجر اسود خالص سفید رنگ کا تھا۔ اُس کی سیاہی کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین اُس پر خون گرا کر اُسے پلید کیا کرتے تھے اور قدیم زمانے سے اُس پر اپنے ہاتھ پھیرتے تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ

وہ حجر کے اکھاڑنے اور واپس ہونے کے، دونوں موقعوں پر وہاں موجود تھے۔

سنہ ۳۴۰ھ میں ابوطاہر اسماعیل عبیدی نے اپنے بیٹے معد المکنی بہ ابوتمیم کو اپنا ولی عہد بنایا۔ ابوطاہر سیر و شکار کے لئے جلولا گیا، اور وہاں سے بیمار واپس آیا؛ چنانچہ عید الفطر کی نماز اُس نے مرض کی حالت میں ہی ادا کی۔

سنہ ۳۴۱ھ میں ابوطاہر اسماعیل الملقب بہ منصور ابن ابوالقاسم الملقب بہ قایم بن عبید اللہ مہدی نے وفات پائی۔ یہ شوال کی آخری تاریخ کا واقعہ ہے۔ وفات کے وقت اُس کی عمر (۳۹) سال کی تھی۔ اُس کا عرصۂ حکومت سات سال پندرہ روز کا تھا۔ اُس کا حاجب جعفر بن علی تھا۔

امارت معد بن اسماعیل المعزلدین اللہ عبیدی

اُس کا نام معد بن اسماعیل بن ابوالقاسم بن عبید اللہ کنیت ابو تمیم اور لقب المعزلدین اللہ ہے وہ رمضان ۳۱۹ھ میں مہدیہ میں پیدا ہوا اس طرح تخت نشین ہونے کے وقت اُس کی عمر بائیس برس کی تھی عبیدیین میں یہ سب سے پہلا بادشاہ تھا جو مصر کا مالک ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب امیر مصر کافور اخشیدی مرگیا تو معزلدین اللہ نے اپنے قائد ابوالحسن جوہر کو مصر بھیجا۔ جوہر اسماعیل کا ایک رومی الاصل غلام تھا۔ سب سے پہلے صائن نامی ایک خادم نے اُسے حاصل کیا۔ وہ پھر ایک خادم خفیف نامی کے پاس منتقل ہوا، جس نے اُسے اسماعیل کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہیں سے اُس کا عروج شروع ہوا۔ اب معز نے اُسے فوج دے کر مصر روانہ کیا، اور اُس نے، ۱۷ شعبان کو منگل کے دن مصر فتح کر لیا۔ اعیان اخشیدیہ مصر سے شام بھاگ گئے، اور ۲۰ شعبان ۳۵۸ھ کو جمعہ کے دن جامع عتیق میں معز کی

دعوت کی تکمیل ہوئی۔ اس موقع پر ابو محمد شمساطی خطیب تھا۔ اسی سال (حج کے) موسم میں مکہ میں اُس کے لئے دعا کی گئی' اور مدینہ میں ابو مسلم علوی نے دعا کی جعفر بن فلاح شام گیا' اور حسین بن عبداللہ کو گرفتار کر کے جوہر کے پاس بھیج دیا - جوہر نے اُسے مع چند اخشیدیین اور تحائف کے معز کے پاس روانہ کر دیا' چنانچہ یہ سب اُس کے بیٹے جعفر کی معیت میں ماہ رجب ۳۵۹ھ میں افریقیہ پہنچے ۔

۳۴۲ھ میں قیروان کے خطیب پر منبر پر ہی فالج گرا' جس سے اُس نے وفات پائی' اور ابو سفیان فقیہ نے خطبہ ختم کیا ۔

۳۴۴ھ میں معز ابو تمیم کے محل میں ایک لڑکا پیدا ہوا' جس کا نام نزار رکھا گیا ۔

۳۴۶ھ میں الناصر عبدالرحمٰن' امیر اندلس' کی طرف سے شہر سبتہ پر ایک والی مقرر ہوا' اور اسے حکم ہوا کہ وہ شہر کو قلعبند کرے' اور وہاں فصیل تعمیر کرائے' چنانچہ اُس نے کذّان (ایک قسم کا پتھر) سے فصیل تیار کی ۔

۳۴۷ھ میں ابو تمیم کا قائد جوہر مغرب میں داخل ہوا' اور شہر فاس پر مسلط ہو گیا - پھر تیطاون کی طرف متوجہ ہوا' اور سبتہ کے آبنائے تک پہنچا' مگر اُس پر قابو نہ پا سکا' وہاں سے واپس آیا' اور لشکر کو لے کر سجلماسہ کا قصد کیا' مگر وہاں کا مالک محمد بن امین فتح اُس کے ڈر سے فرار ہو گیا' اور اپنے مال اور اہل و عیال اور بعض دوستوں کو لے کر سجلماسہ سے بارہ میل کے فاصلے پر قلعبند ہوا - اس شخص کا لقب شاکر للہ تھا' اُس کے کچھ حالات پہلے گذر چکے ہیں - جوہر سجلماسہ پر مستولی ہو گیا - محمد بن فتح چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر خفیہ طور سے خبریں معلوم کرنے کے لئے نکلا' مگر مدغرہ کی ایک جماعت نے اُسے

پہچان لیا، اور دھوکے سے قید کرکے اُسے جوہر کے پاس لے آئے، اور اُس نے ماہ رجب میں اُسے قتل کردیا؛ جوہر تقریباً ایک سال تک مغرب میں ٹھیرا اور پھر افریقیہ واپس چلا گیا ۔

اسی سال بنو ادریس کا رئیس حسن بن قنون بھی جوہر قائد ابوتمیم سے بھاگ کر اندلس پہنچا۔ بنو محمد بن قاسم نے جو ادریس بن ادریس کی اولاد تھے یہ ارادہ کیا کہ تیطاون کو منہدم کردیا جائے۔ چنانچہ منہدم کر دیا گیا، مگر پھر نادم ہوئے اور اُس کی تعمیر نئے سرے سے شروع کی۔ مگر اب اہل سبتہ مانع آئے کیونکہ اُس کی تعمیر سے اُن کا نقصان تھا۔ عبدالرحمٰن الناصر نے بنو محمد (بن قاسم) سے جنگ کے لئے احمد بن یعلی کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا، اور تیکیساس اور اُس تمام نواح کے امیر حمید بن یصال کو لکھا کہ بنو محمد کے مقابلہ میں اُس کے افسر فوج کی مدد کرے۔ اب جب بنو محمد نے دو دو لشکروں کا اپنے خلاف اجتماع دیکھا تو تیطاون کی بناء سے ہاتھ اٹھا لیا، اور اپنی اولاد کو یرغمال کے طور پر قرطبہ بھیج دیا ۔

۳۴۸ھ میں امیر سبتہ نے امیر اندلس عبدالرحمٰن الناصر کو شیعی کے قائد جوہر کی فتوحات کی اطلاع دی ۔

۳۴۹ھ میں ابوتمیم معزلدین اللہ نے ایک قاضی کو مسجدوں کے پیش امام اور مؤذنوں کے پاس بھیجا، اور حکم دیا کہ اذان میں "حی علی خیر العمل" ضرور کہیں، ہر ایک صورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم دو مرتبہ پڑھیں، جنازوں پر پانچ مرتبہ تکبیر پڑھیں، عورتیں جنازوں کے پیچھے چیختی ہوئی ساتھ نہ جائیں، اور سوائے دفن کے وقت کے اندھے قبروں پر قرآن نہ پڑھیں، عصر کی نماز دیر کرکے نہ پڑھیں، اور عشا کی نماز صبح ہوتے ادا نہ کریں ۔

سنہ ۳۵۰ھ میں حسین بن احمد بن ابراہیم بن محمد بن ادریس حسنی نے قرطبہ میں انتقال کیا۔ یہ وہاں بطور یرغمال کے مقیم تھا؛ اُس نے دو بیٹے محمد اور حسین پیچھے چھوڑے، یہ دونوں حکم کی خلافت تک قرطبہ میں رہے، مگر اُس نے اُن کو اُن کے عزیزوں کے پاس واپس کر دیا؛ چنانچہ رجب سنہ ۳۵۴ھ میں وہ وہاں پہنچے، اور اپنے بلاد مغرب میں مقیم ہوئے *

سنہ ۳۵۱ھ میں رومیوں نے شہر مصیصہ اور طرسوس پر قبضہ کیا، اور ان پر مستولی ہو گئے *

شوال سنہ ۳۵۲ھ میں امیر برغواطہ، ابو منصور عیسےٰ بن ابو الانصار کا ایلچی ابو صالح زمور برغواطی الحکم مستنصر باللہ کے دربار میں آیا۔ عیسےٰ بن داؤد مسطاسی اُس کا عربی زبان کا ترجمان تھا۔ الحکم نے اُس سے برغواطہ کے نسب اور مذاہب کے متعلق دریافت کیا، اور اُس نے تمام حالات بیان کئے، چنانچہ زمور کے قول کے مطابق، طریف اُن کے بادشاہوں کا جدِ اعلےٰ تھا۔ وہ شمعون بن یعقوب بن اسحاق علیہم السلام کی اولاد میں سے تھا۔ طریف اس میسرہ کے ساتھیوں میں سے تھا، جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے جب میسرہ قتل ہو گیا، اور اُس کے ساتھی منتشر ہو گئے تو طریف تامسنا آیا، اور بربریوں نے اُس کو اپنا حاکم بنالیا۔ یہ شخص مسلمان تھا، اور جزیرہ طریف اسی کی طرف منسوب ہے اپنی موت تک وہ برابر اُن کا حاکم رہا، اور چار بیٹے چھوڑے؛ اُس کے بعد صالح بن طریف بادشاہ ہوا، یہ سنہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اُس نے اُن لوگوں میں نبوت کا دعوےٰ کیا، اور ایک دین کی بنا ڈالی، اور اپنا نام صالح المومنین مقرر کیا اپنے بیٹے الیاس کو نئے دین کا ولی عہد بنایا اور اُسے حکم دیا کہ اُس وقت تک اس امر کا اظہار نہ کرے جب تک کہ اُس کی طاقت مضبوط ہو جائے، اُس وقت

اپنے مذہب کے لئے دعوت دے، جو کوئی اس معاملہ میں اس کی مخالفت کرے اس کو قتل کروا دے اور امیر اندلس سے دوستی پیدا کرے۔ صالح پھر مشرق کی طرف چلا گیا، اس کا عقیدہ تھا کہ وہ بادشاہوں کے ساتویں دور میں پھر واپس آئیگا، اور جس طرح اب دنیا جور وستم سے بھری ہوئی ہے اسی طرح وہ اس کو عدل وانصاف سے بھرپور کردیگا؛ اس کے علاوہ اس نے موسےٰ علیہ السلام اور سطیح کاہن سے اپنا نسب نامہ ملایا۔

اس کے بعد الیاس بن صالح بن طریف بادشاہ ہوا۔ اس نے اسلام قبول کیا اور بڑا دیندار رہا۔ پچاس برس کی حکومت کے بعد وہ مر گیا، اور بہت سی اولاد اپنے پیچھے چھوڑی۔ اب یونس بن الیاس بادشاہ ہوا۔ اس سے قبل وہ مشرق سے حج کر کے واپس آگیا تھا، اس سے پہلے اس خاندان میں سے کسی نے حج نہ کیا تھا۔ یونس اپنے دادا کے مذہب پر چلا، اس کی دعوت دی اور جس نے یہ مذہب قبول نہ کیا اس کو قتل کرا دیا؛ چنانچہ یہ ہوا کہ بربریوں کے آٹھ سو گاؤں خالی ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ اس نے تقریباً سات ہزار سات سو آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ چالیس برس کی حکومت کے بعد آخر وہ بھی مر گیا، اور اب سلطنت اس کی اولاد کے ہاتھ سے نکل گئی۔ ابو عفیر محمد بن معاذ بن یسع بن صالح بن طریف نے مخالفت کی، اور اس علاقے کی حکومت پر تسلط حاصل کر لیا۔ اس نے بھی اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کی پیروی کی۔ اس کی شوکت بہت زیادہ ہوگئی۔ اس کو بربریوں کے ساتھ بہت سے واقعات پیش آئے، ان میں جنگ تامغرا بہت مشہور ہے۔ اس موقع پر تین دن تک جنگ ہوتی رہی۔ ان ہی میں سے ایک جنگ بہت ہے، اس میں اس کثرت سے لوگ قتل ہوئے کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ ابو عفیر کی چالیس بیویاں تھیں، اور ان سے اسی قدر اولاد

بھی تھی، (۲۷) برس حکومت کرنے کے بعد وہ مرگیا ۔

اب عبداللہ بن ابوعفیر بادشاہ ہوا، یہی ابوالانصار ہے۔ یہ واقعہ تیسری صدی ہجری کے ختم کے قریب کا ہے۔ یہ صاحب فہم اور زیرک شخص تھا، اپنے وعدوں اور عہد و پیمان کو پورا کرتا تھا، جار کی حفاظت کیا کرتا تھا، اور ہدیہ کا بدلہ دیتا تھا۔ اس کا حلیہ یہ تھا:۔ اس کی ناک چپٹی تھی، چہرے کا رنگ گندمی اور باقی تمام جسم کا نہایت سفید تھا، داڑھی بہت لمبی تھی، وہ صرف ایک شروال اور چادر پہنا کرتا تھا؛ نہ تو قمیض استعمال کرتا تھا اور نہ عمامہ۔ اصل یہ ہے کہ عمامہ اُن کی قوم میں صرف اجنبی استعمال کرتے تھے، جنگ کے وقت عبداللہ بھی عمامہ باندھا کرتا تھا، ہر سال وہ اپنی فوجوں کو جمع کرتا، اور یہ ظاہر کرتا کہ وہ گرد و نواح کے قبائل پر فوج کشی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ اُس کو ہدیے اور تحفے دے کر راضی کر لیتے، اور وہ بھی اپنی نقل و حرکت کو ملتوی کر دیتا۔ اس نے بیالیس برس حکومت کی ۔

اس کے بعد ابومنصور عیسٰے بن ابوالانصار بادشاہ ہوا۔ یہی شخص تھا جس نے زمور کو مستنصر باللہ اموی، امیر اندلس کے پاس ۳۵۲ھ میں ایلچی بنا کر بھیجا تھا۔ اس کا شجرۂ نسب یہ ہے:۔ عیسٰے بن ابوالانصار عبداللہ بن ابوعفیر محمد بن معاذ بن یسع بن صالح بن طریف؛ بادشاہ ہونے کے وقت اُس کی عمر بائیس برس کی تھی۔ وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا، اور اُسی کے دین کی پیروی کی، اُس کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی؛ موت کے وقت اُس کے باپ نے وصیت کی تھی کہ وہ امیر اندلس سے دوستی پیدا کرے، اور کہا تھا کہ تم اپنے خاندان کے ساتویں بادشاہ ہو، اور مجھے امید ہے کہ تمہارا جد اعلے صالح اپنے وعدہ کے مطابق اب واپس آئیگا؛ یہ ہے زمور کے بیان کا مختصر حال ۔

ابوعباس مذحجی کا بیان ہے کہ یونس نے برغواطہ کے دین کو قایم کیا۔ درحقیقت وادی برباط کے ایک مقام شذونہ سے آیا تھا؛ ۲۰۱ھ میں عباس ابن ناصح، زید بن سنان الزناتی صاحب واصلیہ، برغوث بن سعید، صفریہ کے داعی، مناد صاحب قلعہ منادیہ اور ایک اور شخص کے ساتھ، جس کا نام میں بھول گیا ہوں، مشرق گیا تھا سو ہاں ان سب لوگوں نے دین کی تحقیق کی، اور اس یونس صاحب برغواطہ نے نبوت کا دعوے کیا۔ ابوالعباس کہتے ہیں کہ یونس نے حافظہ کے لئے ایک دوا پی لی تھی، جس کے اثر سے جو کچھ وہ سنتا تھا، اُسے یاد رہتا تھا۔ اس کے علاوہ اُس نے علم نجوم اور کہانت کو حاصل کیا، اور علم مناظرہ پر عبور حاصل کیا۔ پھر وہاں سے واپس آیا اور برباطیوں کی قوم میں اُترا، اور اُن کے جہل کو مشاہدہ کر کے آئندہ کسی واقعہ کے ہونے سے قبل وہ علم نجوم کے ذریعے سے اس کو معلوم کر کے اُن لوگوں کو اُس کی خبر دے دیتا تھا۔ یا تو وہی ہوتا تھا جس کی وہ پیشینگوئی کرتا یا اُس کے قریب قریب واقع ہوتا۔ اس سے اُس کی عظمت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوگئی۔ جب اُس نے یہ حال دیکھا، اور اُس کو اُن کی بیوقوفی اور جہالت کا پورا پورا علم ہوگیا تو اُس نے اپنے مذہب کا اظہار کیا، اور اس کے لئے دعوت دی . . . .

برباطی اُس کے پیرو ہو گئے، پھر اُنھوں نے اپنی زبان کے مطابق اُس کو پلٹ کر برغواطی کر لیا۔ اس یونس نے بے شمار بربریوں کو قتل کیا، یہاں تک کہ آخر وہ لوگ اُس کے مطیع اور اُس کے مذہب کے پیرو ہو گئے۔

سعید بن ہشام مصمودی جنگ بہت کے متعلق ایک طویل قصیدے میں کہتا ہے ؎

قضی قبل التفرق فاخبرینا۔ وقولی واخبری خبراً مبینا

(جدا ہونے سے قبل ایک بدیہی خبر کے متعلق ہم کو اطلاع دے جا)

هموم برابر خسروا وضلوا ۔ وخابوا لا سقوا ماءً معینا

(ان بربریون کی غم و الم کے متعلق خبر دے جو گمراہ اور نامراد ہو گئے ہیں)

یقولون النبی ابو عفیر ۔ فاخزی اللہ ام الکاذبینا

(کہتے ہیں کہ ابو عفیر نبی ہے، خدا اُسے یا جھوٹوں کو ذلیل کرے)

الم تسمع ولم تریوم بھت ۔ علی آثار خیلھم رنینا

(کیا تم نے جنگ بہت کے دن اُن کے گھوڑوں میں رونے کی آواز نہیں سنی)

رنین الباکیات بھم ثکالا ۔ وعاویۃ وسقطۃ جنینا

(اُن رونے والی عورتوں کی آواز جن کی اولاد اس جنگ میں کام آئی تھی)

ھنالک یونس وبنوا بیہ ۔ یوالون البوار معظمینا

(یہ یونس اور اُس کے باپ کی اولاد ہیں جو ایسی سخت مصیبت کے ذمہ دار ہیں)

فلیس الیوم ردتکم ولاکن ۔ لیالی کنتم متمیسرینا

(پس یہ دن نہیں بلکہ رات جب کہ تم کو شکست ہوئی ہے)

متمیسرین سے یہاں مراد میاسرہ یعنی میسرہ کے پیروؤں سے ہے اس مذہب یا گمراہی کی تفصیل جو اس نے اُن میں رائج کیا تھا یہ ہے کہ وہ صالح بن طریف کی نبوت کے قائل تھے، اس میں اُن کو ذرا بھی شک نہ تھا کہ جو کچھ وہ اُن سے کہتا ہے درحقیقت اللہ کی طرف سے وحی ہے۔ اس نے ماہ رجب کے روزے اور رمضان میں کھانا پینا اُن کے لئے فرض کیا، پانچ وقت کی نماز دن میں اور پانچ وقت کی رات کو فرض کی، عید الضحیٰ گیارہ محرم کو مقرر کی، وضو میں اُس نے تبدیلی کی اور ذیل کے طریقے سے وضو کرنا بتایا۔ ناف اور دونوں گھٹنوں کا دھونا پھر استنجا، کلی، منہ دھونا، کمر کا مسح، دونوں ہاتھوں اور کندھوں کا غسل، تین مرتبہ

سر اور کانوں کا مسح، اور پھر آخر میں گھٹنوں تک ٹانگوں کا غسل۔ اُن کی بعض نمازیں بغیر سجدے کے ہوتی تھیں، اور بعض مسلمانوں کے نماز کی طرح، مگر وہ یکے بعد دیگرے تین سجدے کیا کرتے تھے، اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو زمین سے نصف بالشت بھر بلند کرتے تھے، آدھی قرأت کھڑے ہو کر پڑھتے اور آدھی رکوع میں اپنی تسلیم وہ اپنی بربری زبان میں کہتے جس کے معنی تھے "اللہ فوقنا لم یغب عنہ شیئ فی الارض ولا فی السماء" پھر پچیس مرتبہ "مقر باکش" کہتے تھے، جس کے معنے ہیں "اللہ اکبیر" اور اس کے علاوہ کہتے تھے "ایسمن باکش" یعنی بسم اللہ، اور اسی قسم کے اور الفاظ۔ ان میں سے ہر شخص جتنی چاہے عورتیں کر سکتا تھا، اور جس طرح چاہے اُن کو طلاق دے کر پھر اُن کی طرف رجوع کر سکتا تھا۔ ثبوت اور اقرار دونوں صورتوں میں چور کی سزا قتل تھی، زانی کو سنگسار اور جھوٹے کو جلاوطن کیا جاتا تھا، اس کو وہ "مغیر" کہتے تھے۔ اُن کے ہاں ایک آدمی کی دیت سو راس گائیں تھی، تمام حیوانات اُن کے ہاں حرام تھے، مچھلی کا گلا کاٹے بغیر نہ کھاتے تھے، مُرغ اور انڈا قطعاً حرام تھے، مرغی مکروہ تھی، سوائے اس کے کہ کسی کو اس کی بہت ہی خواہش ہو۔ نہ تو اُن کے ہاں اذان تھی نہ اقامت۔ اوقات کا معلوم کرنا اُن کے ہاں مرغے کی اذان پر منحصر تھا اور اسی وجہ سے اُنہوں نے اُسے حرام قرار دیا تھا، اور اُس کا تھوک اُن کے ہاں متبرک تھا۔ یہ لوگ علم نجوم کے بڑے زبردست عالم تھے، اور اُن کے مرد اور عورتیں نہایت حسین اور خوبصورت ہوا کرتی تھیں۔ صالح کے قرآن میں اسی سورتیں تھیں، جن میں اکثر نبیوں کے ناموں سے منسوب تھیں۔ اول سورۂ ایوب، دوسری سورۂ یونس وغیرہ۔ ان ہی میں سورۂ فرعون، سورۂ دیک سورۂ جراد، سورۂ جمل، سورۂ ھاروت، سورۂ ماروت سورۂ حشر،

سورۂ غز اثب الدنیا وغیرہ تھیں۔ اس آخری سورت میں اُن کے خیال کے مطابق بہت زبردست علم مخفی تھا۔ ۳۵۲ھ تک اکثر قبائل اس مذہب کے پیرو رہے۔

اب ہم پھر تاریخ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حکم امیر اندلس ۳۵۰ھ میں خلیفہ ہوا، اور تمام مغرب کے علاقے نے اُس کی اطاعت قبول کرلی۔ ۳۵۱ھ میں سبتہ کی فصیل کی تعمیر ختم ہوئی۔

۳۵۳ھ میں الحکم مستنصر باللہ نے اہل سبتہ کے نام ایک فرمان لکھا اور اُس میں خزانہ عامرہ اور شاہی مصارف کے محاصل اُن کو معاف کر دیئے۔ ابن حمادہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ فرمان قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ کے پاس دیکھا تھا اور اُس پر اُس سنہ کے ماہ صفر کی تاریخ تھی۔

۳۵۴ھ میں ابوطیب متنبی فوت ہوا، یہ شاعر کوفہ میں ۳۰۳ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اس طرح موت کے وقت اُس کی عمر ۵۱ برس کی تھی، یہ اس قدر مشہور ہے کہ اُس کا ذکر کرنا بیکار معلوم ہوتا ہے۔

۳۵۷ھ میں اُستاد کافور نے مصر میں وفات پائی۔

۳۵۸ھ میں معز ابوتمیم معد بن منصور عبیدی نے ابوالحسن جوہر کو کافور اخشیدی، امیر مصر کی موت کے بعد مصر روانہ کیا، اور جوہر نے شعبان میں اُس ملک کو فتح کرلیا۔

۳۵۹ھ کے ماہ رجب میں جوہر نے اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ بیشمار تحائف معز لدین اللہ کے پاس بھیجے۔

۳۶۰ھ میں حسن بن احمد قرمطی دمشق پہنچا، جعفر بن فلاح کو قتل کیا، اور قرامطہ دمشق پر مسلط ہو گئے۔ وہاں سے یہ لوگ رملہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

اواخر شوال ۳۶۱ھ میں جب مہینے کے اختتام میں آٹھ راتیں باقی تھیں، ابوتمیم منصوریہ سے مشرق کی جانب روانہ ہوا، اور ابوالفتوح کو افریقیہ میں اپنا قائم مقام چھوڑا۔

ابتداء دولت صنہاجیہ افریقیہ

ولایت ابوالفتوح[1] یوسف ابن زیری بن مناد صنہاجی بہ افریقیہ

جب ابوتمیم افریقیہ سے مشرق گیا تو اُس علاقہ پر ابوالفتوح کو اپنا قائم مقام بنایا، اور کاتبوں کو حکم دیا کہ عاملون اور والیون کو لکھیں کہ ابوالفتوح کی اطاعت اور فرمان برداری کریں۔ ابوتمیم مصر آیا، وہاں ٹھیرا، لوگوں پر حکومت قائم کی، اور اُسی کو اپنا دارالسلطنت بنا لیا۔ اس طرح ابوالفتوح تمام افریقیہ اور مغرب کا بلاشرکت غیرے مالک ہو گیا۔ قضاعی کہتے ہیں کہ جب ابوتمیم اسکندریہ پہنچا، تو قاضی، امراء، اعیان شہر اُس کے استقبال کے لئے نکلے، اُس کو مبارکباد دی، اُس کے لئے دعا کی اور اپنے آپ کو اُس کے سپرد کر دیا۔ ۷ رمضان کو وہ قصر معز میں اُترا۔

---

[1] اس کا اصلی نام بلکین (یا بلجین) تھا، جب اُس کو افریقیہ کا عامل مقرر کیا گیا ہے تو عبیدی بادشاہ نے اُس کا نام بدل کر یوسف کر دیا، ابوالفتوح کنیت مقرر کی اور سیف الدولہ لقب دیا۔ صقلیہ اور طرابلس پر اُس کو اختیار نہیں دیا گیا تھا؛ اول الذکر پر بنو ابوالحسن اور طرابلس پر عبداللہ بن یخلف الکتامی کو مقرر کیا گیا۔ (ابن خلدون مصححہ ڈی سلین جلد اوّل صفحہ ۳۰) مترجم

جمادی الاول ۳۶۳ھ میں قرمطی طواحین پہنچا، اور اسی سنہ کے ماہ شعبان میں وہاں سے پس پا ہوا۔

۱۱- ربیع الآخر ۳۶۵ھ کو جمعہ کے دن معزلدین اللہ عبیدی نے وفات پائی۔ اس نے ۲۳ برس پانچ مہینے اور چند روز حکومت کی، اُن میں سے دو برس [illegible] ماہ مصر میں گذرے۔

اب عزیز باللہ نزار المکنی بہ ابو منصور ابن معد المکنی بہ ابو تمیم مصر کا بادشاہ ہوا۔ یہ شخص محرم ۳۴۴ھ میں مہدیہ میں پیدا ہوا، اور ۱۰- ربیع الاول ۳۶۵ھ میں مصر کا ولی عہد بنایا گیا۔ اُس کے باپ کی موت کو خفیہ رکھا گیا۔ نزار کو امیرالمومنین کا خطاب دیا گیا۔ اس کے بعض حالات ہم نے مشرق کی تاریخ میں امراء مصر کے ضمن میں لکھے ہیں۔

جمادی الآخر ۳۶۵ھ ابو الفتوح امیر افریقیہ نے بہت سے تحائف عزیز باللہ کے پاس بھیجے، اور خود کچھ دور اُن کے ساتھ گیا۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔ اہل قیروان اُس کے استقبال کے لئے نکلے، وہ اُن کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آیا، اور بڑی عزت سے اُن کو ٹھیرایا۔ اُس کے بعد ابو الفتوح نے ابو صالح کی تحقیقات کے لئے جانے کا ارادہ کیا، اور قضات اور مشائخ پھر ۲۷- رجب کو اُس کے رخصت کرنے کے لئے نکلے۔

اسی سال ذی الحج میں افریقیہ کے عامل ابو الفتوح نے وہاں کے والی عبداللہ بن محمد کاتب کو حکم دیا کہ مہدیہ کے مقام پر ایک جنگی بیڑا (اسطول) قایم کرے، ہتھیار اور آدمی مہیا کرے۔ چنانچہ عبداللہ مہدیہ آیا، اور ہر شہر سے بحری لوگوں کو جمع کرنے لگا۔ اس نے حکم دیا کہ قیروان میں جتنے لوگ باقی ہیں، اُن سب کو پکڑ لیا جائے، اُن سے اُس نے قید خانے بھر دیئے۔ اس سے

شہر کے عوام و خواص اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ سب کے سب گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے، یہاں تک کہ اُن کی یہ حالت ہوگئی کہ اگر اُن میں کوئی مرجاتا تھا تو عورتیں جنازے کے ساتھ نکلتی تھیں ۔

بہ ماہ محرم ۳۶۶ھ میں یہ عظیم الشان بیڑا مہدیہ سے روانہ ہوا مگر ہوا کی تیزی کی وجہ سے یہ لوگ ٹھیر گئے اور آخر سمندر ہی میں اُن کا زادراہ ختم ہوگیا، کچھ باقی نہ رہا۔ یہاں تک کہ ملاح اور دوسرے بحری آدمی بھاگنے لگے۔ انھوں نے جہازوں کا تمام سامان اور ہتھیار لوٹ لئے، اور خشکی پر اتر کر ہر طرف منتشر ہوگئے عبداللہ نے اُن کو پکڑنے کی کوشش کی، اور جس کو پکڑ لیا قتل کردیا ۔

اسی سال زیادۃ اللہ بن قدیم نے عبداللہ بن محمد کاتب کے قید خانے میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ اُن کو مختلف قسم کے عذاب دے کر مارا گیا تھا ۔

اسی سال افریقیہ اور قیروان کے عامل یعنی عبداللہ کاتب نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا، اور جب لوگ جمع ہوگئے۔ تو اُن میں سات سو دولتمند لوگوں کو پکڑ کر زبردستی جرمانہ کیا، کسی پر دس ہزار اور کسی پر صرف ایک دینار، اس طرح قیروان میں بہت سا مال جمع ہوگیا۔ اب اُس نے تمام افریقیہ کے علاقہ پر بلا تمیز فقہاء، صلحاء، ادباء کے سب پر یہ جرمانہ لگایا، صرف قیروان ہی سے تقریباً چار لاکھ دینار سرخ وصول ہوئے۔ یہ جرمانہ اُس وقت تک برابر قایم رہا، جب تک کہ ابوالفتوح کے پاس مصر سے اُس کے بند کردینے کا حکم نہ آگیا، چنانچہ اواخر شوال میں عبداللہ نے اُن کو آزاد کیا ۔

سنہ ۳۶۶ھ میں عامل افریقیہ عبداللہ کاتب نے ابوالفتوح کے حکم سے یہ مال عزیز باللہ کے پاس بھیجا، اور ہر ایک تھیلی پر دینے والے کا نام بھی لکھ دیا۔ یہ مال منصوریہ سے اُس وقت روانہ ہوا جبکہ جمادی الآخر کے ختم میں پانچ

راتیں باقی تھیں۔ جب یہ عزیز باللہ کے پاس پہنچا تو اُس نے بعض تھیلیاں اُن کے مالکوں کے پاس واپس کر دیں ؛

اسی سال عزیز باللہ نے اطرابلس اور گرد و نواح کا علاقہ ابو الفتوح کو دیا، اور اُس نے یحییٰ بن خلیفہ ملیانی کو وہاں کا والی مقرر کیا، مگر چند ماہ کی ولایت کے بعد اُس کو معزول کر دیا ؛

اسی سال خزرون بن فلفل بن خزر الزناتی نے ایک عظیم الشان لشکر کو ہمرکاب لے کر سجلماسہ کی طرف کوچ کیا۔ معتزان کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ فریقین میں مہیب جنگ ہوئی، جس میں معتز کام آیا۔ یہ پچیس رمضان کا واقعہ ہے۔ اب خزرون نے سجلماسہ پر قبضہ کیا، بہت سا مال و متاع اُس کے ہاتھ آیا۔ معتز کے سر کو اُس نے اندلس بھیج دیا، اور سجلماسہ پر زناتہ اور اُن کے ساتھیوں کی حکومت مستحکم ہوگئی ؛

اسی سال ابو الفتوح صاحب افریقیہ سبتہ گیا اور اُس کا محاصرہ کر لیا ابن ابو عامر نے جعفر بن علی کا سر اُس کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ اُس سے خوش ہو جائے۔ ابن ابو عامر نے جعفر بن علی بن حمدون، المعروف بہ ابن اندلسی کو قتل کرایا، اس واقعہ کا ذکر ابن ابی عامر کے حالات کے ضمن میں تاریخ اندلس میں آئیگا ؛

سنہ ۳۶۸ھ میں عزیز مصر سے بڑا لشکر ساتھ لے کر شام گیا، اور رملہ میں اُترا۔ اُس وقت اُس کے سامنے ایک ہزار جھنڈے اور پانچ سو طبل تھے، اُس کی فوج کا سپہ سالار جوہر تھا۔ یہ گذشتہ سال شام پر حملہ آور ہوا تھا، مگر افتکین ترک کے ہاتھ سے شکست کھا کر پھر مصر کی طرف منہزم ہوا تھا اس سال اسی غرض سے عزیز باللہ بذات خود مصر سے روانہ ہو کر رملہ

میں خیمہ زن ہُوا۔ یہاں اُس کے اور افتکین ترک کے درمیان بہت سی گھمسان جنگیں برپا ہوئیں، جس میں آخر ترک کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا۔ اُس کے گلے میں رسی ڈال کر عزیز باللہ کے پاس لایا گیا، مگر مصر پہنچنے پر اُس کو معاف کر دیا اور اُس کے بعد اُس نے وفات پائی ؂

اسی سال ابو الفتوح، جو عزیز باللہ کی طرف سے افریقیہ کا عامل تھا، بلاد مغرب میں داخل ہو کر اُس علاقہ پر مستولی ہو گیا، اور باوجود قدامت اور کثرت عمارات کے بصرہ کے شہر کو منہدم کر کے اُس کا نام و نشان مٹا دیا۔ ابو الفتوح افریقیہ سے مغرب کو بدھ کے دن پچیس شعبان ۳۶۸ھ کو روانہ ہُوا تھا۔ پہلے وہ اپنے کثیر التعداد لشکر کو لے کر فاس پہنچا اور اُس پر مسلط ہو گیا، پھر سجلماسہ اور بلاد ہبط پر قبضہ کیا، اور بنو اُمیہ کے تمام عمال کو وہاں سے نکال باہر کیا۔ پھر سبتہ گیا تاکہ زناتہ کے جو لوگ وہاں پناہ گزیں ہوئے ہیں اُن کو تلاش کرے، مگر اُس کے پاس پہنچ کر وہاں تک رسائی کی تدابیر سوچنے میں اُسے معلوم ہُوا کہ بغیر جنگی بیڑے کے وہاں پہنچنا ممکن ہے، یہ دیکھ کر واپس ہُوا۔ بلاد مغرب میں اُس کے سوا اور کسی نے جنگ نہیں کی۔ یہاں سے وہ بصرہ کے ارادے سے روانہ ہُوا۔ یہاں اندلس اور بربریون کی بڑی زبردست عمارتیں تھیں۔ شہر میں داخل ہو کر اُس نے اُس کے مسمار کرنے کا حکم دیا، اور جو کچھ مال و متاع اور اسباب ہاتھ لگا لے لیا، فوجیں اور لوگ شہر پر حاوی ہو گئے، اور اُس کا یہ حال ہو گیا کہ جیسے کبھی تھا ہی نہیں، حالانکہ یہ نہایت قدیم شہر تھا، اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (۹)۔ وہاں سے وہ اصیلا گیا ؂

ذکر شہر اصیلا

اصیلا کا شہر نیا بسا ہوا ہے۔ اُس کی بناء کی وجہ یہ ہوئی کہ مجوسیوں[1] کا خیال تھا کہ یہاں پر بہت سا مال اور خزانے اُن کے وہ لوگ چھوڑ گئے ہیں جو کسی قدیم زمانے میں یہاں ساحل پر بستے تھے، اور جن کو آخر قبائل نے نکال دیا تھا۔ اب وہ پھر اس مال اور خزانے کو لینے کے لئے ساحل پر واپس آئے مگر جب خشکی پر اترے تو بربر اُن سے لڑنے کے لئے جمع ہو گئے، مگر اُنھوں نے کہا کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ اس مقام پر ہمارے خزانے ہیں؛ تم ایک طرف ہو جاؤ تاکہ ہم اُن کو نکال لیں اور ہم تم کو اس مال میں شریک کرینگے۔ یہ سُن کر بربر الگ ہٹ گئے، مجوسیوں نے زمین کھودی اور بہت سا سڑا ہوا باجرا نکالا۔ بربروں نے یہ دیکھ کر سمجھا کہ یہ سونا ہے، اُن کی طرف لپکے۔ رومی اپنے جہازوں میں چلے گئے، مگر بربر اس باجرے کو دیکھ کر سخت پشیمان ہوئے، اور چاہا کہ مجوسی پھر واپس آجائیں، اور مال کو نکالیں؛ مگر اُنھوں نے انکار کیا اور کہا کہ تم نے نقض عہد کیا ہے یہ کہہ کر وہ اندلس چلے گئے، اور اُسی زمانے میں اشبیلیہ میں ظاہر ہوئے۔ اِس کا ذکر تاریخ اندلس کے ضمن میں آئیگا۔

اس واقعہ کے بعد لوگوں نے اصیلا کے موقع پر چھاؤنی بنائی، اور لوگ ہر طرف سے وہاں آنے لگے، چنانچہ سال میں تین مرتبہ رمضان عواشر (یکم سے دہم ذی الحج) اور عاشورہ میں وہاں بڑا بارونق بازار لگتا تھا۔

محمد بن یوسف القروی نے اپنی کتاب المسالک والممالک میں اصیلا

---

[1] مجوس سے مراد قوم نارمن ہے۔ (مترجم)

کا حال لکھا ہے، اُسے میں یہاں مختصراً نقل کرتا ہوں: مغربی سمندر کے ساحل پر قدیم شہروں میں ایک شہر اصیلا بھی ہے، یہ شہر ہموار زمین پر آباد ہے، قدیم شہر کو سمندر نے برباد کر دیا، اور پھر اُس کے بعد دوسرا شہر آباد ہوا۔ اس کے بنا کی وجہ یہ ہوئی کہ مجوسی دو مرتبہ اُس کے بندرگاہ میں آکر اترے پہلی مرتبہ تو اس زعم میں آئے کہ وہاں اُن کا مال واسباب مدفون ہے، اور جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں بربر اُن کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ دوسری مرتبہ طوفان نے اُن کو یہاں لا ڈالا۔ اس کے بعد وہ اکثر وہاں آتے رہے اسی وجہ سے اس شہر کو باب المجوس کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر لواتہ کے قبائل حکمران تھے۔ پہلے کتامہ نے یہاں تعمیر شروع کی، سب سے پہلے مسجد کی بنا ڈالی، پھر لواتہ نے دوسری مسجد بنائی۔ اب اُس کی شہرت ہوگئی اور لوگوں نے آہستہ آہستہ مکانات بنا لئے، مختلف شہروں سے تاجر وہاں آنے اور مخصوص اوقات میں بازار کے لئے مختلف النوع تجارتی سامان لانے لگے۔ بادشاہوں میں سے سب سے پہلے قاسم بن ادریس وہاں آیا، کیونکہ یہ شہر اُس کی عملداری میں تھا اور اُس کی دعوت وہاں قائم ہو چکی تھی۔ اُس کی موت کے بعد ابراہیم بن قاسم وہاں کا مالک ہوا۔ اُس نے اندلس میں ببشتر کے باغی عمر بن حفصون سے قرطبہ کے خلیفہ اموی کی مخالفت کے بارے میں بہت کچھ خط وکتابت کی۔ اسی اثناء میں وہ بھی مر گیا، اور حسین بن ابراہیم بن القاسم بادشاہ ہوا۔ مگر اُس کے زمانہ میں حالات بدل گئے، اور اُس کی حکومت بھی کمزور ہوگئی۔ لواتہ میں اُس کی حکومت کا زمانہ پچیس برس ہے۔ اُس کا بھائی احمد المعروف بہ ابی اذنین کتامہ کا والی تھا، اس وقت بصرہ کا والی اُن کا بھائی عیسےٰ بن ابراہیم ابن قاسم تھا، اور ابو العیش جنون ادریسی کے ہاتھوں

قتل ہونے تک وہاں رہا۔ اُس کے قتل پر احمد الملقب بہ ابو اذنین نے اُس کی بیوی سے شادی کرلی، اور اُس کی جگہ بادشاہ ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ اُسے اُس کی بیوی نے زہر دے کر مار ڈالا۔ اُس کے بعد کتامہ اور بصرہ کی حکومت یحییٰ بن ابراہیم بن قاسم المعروف بہ ابن برہویہ کے ہاتھ میں منتقل ہوگئی کتامہ نے اُس کی مخالفت کی، جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بنو محمدؐ کتامہ ہوارہ اور گردونواح کے علاقے میں داخل ہوئے اور حسن بن محمدؐ المعروف بہ حجام کے لئے جوش پھیلایا۔ چنانچہ وہ تو بادشاہ ہوگیا اور قاسم بن حسن بن قاسم بن ادریس صاحب اصیلا ہلاک ہوگیا، اور بنو ادریس کے بنو محمد وہاں داخل ہوئے۔ یہاں حسن حجام نے اپنے بنی عم پر غلبہ حاصل کیا، اور اپنے خاص لوگوں میں سے حجاج بن یوسف نام ایک شخص کو مقرر کیا۔ اُس نے اپنی موت تک حسن سیرت کا ثبوت دیا۔ اب یہاں کے باشندے محمدؐ بن عبدالوارث نام ایک شخص نے امارت کی خواہش کی، اور اُسے مقرر کردیا گیا؛ مگر اس نے وہاں ظلم و تعدی سے کام لیا۔ کہتے ہیں کہ اُس کو اپنے مکان کے اندر اصیلا میں بڑا خزانہ ہاتھ لگا، اُس نے حسن حجام کو دینے سے انکار کردیا۔ حجام نے اُس مال کی خواہش کی، اور اس لئے اُس کو اصیلا سے معزول کرکے ابراہیم بن غل مکناسی کو، جو اس وقت وہیں مقیم تھا، بہت سا مال لے کر مقرر کیا۔ جب وہ والی کی حیثیت سے اصیلا آیا تو محمدؐ بن عبدالوارث حسن کے پاس بہت سا مال لے کر گیا۔ حسن نے ابراہیم کو معزول کرکے اُس کو مقرر کردیا۔ ابراہیم تحفہ لے کر حسن کے پاس پہنچا، اور اُس نے ابن عبدالوارث کو معزول کرکے اُس کو مقرر کردیا۔ پھر ابراہیم کو معزول کرکے محمدؐ بن عبدالوارث کو مقرر کیا۔ ان دونوں کا یہ عزل و نصب دو برس تک رہا، اور آخر محمد وہاں مستقل ہوا۔

اُس کو "فار مہترج" (یعنی تالاب کا چوہا) کہا کرتے تھے۔ اس نام کی وجہ وہی مال تھا جو اُس نے پایا تھا۔ ابن عبدالوارث کو معلوم ہو گیا تھا کہ حسن اُس کے مال کی حرص میں گرفتار ہے، یہ اُس نے حسن کے حوالے کر دیا اور ہر طرح مستقل ہو گیا۔ اس کے ایک مدت بعد اُس کو معزول کر کے پھر ابراہیم بن غل کو مقرر کیا۔ یہ شخص ابن ابوالعافیہ کے بنو محمد کو حجرالنسر میں محصور کرنے تک والی رہا۔ اہل اصیلا ابن ابوالعافیہ کے پاس آئے اور خواہش ظاہر کی کہ اپنی طرف سے کسی کو والی بنا دے۔ اُس نے سعید بن شیخ اشبیلی کو والی مقرر کیا، اور ابراہیم بن غل، مدین بن موسےٰ بن ابوالعافیہ کے پاس بھاگ گیا، اور تحفے تحائف دے کر اُس کے ساتھ مل گیا۔ اس نے پھر اُس نے اصیلا کا والی مقرر کر دیا۔ اُس نے رعیت کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا۔ آخر جب بنو محمد کی جنگ کے لئے اُس کا ایک دوست، المعروف بہ ابوقمح، مقرر ہوا تو وہ تسول چلا گیا۔ ابوقمح نے نہایت سختی سے اُن کا محاصرہ کیا، اور جب وہ بہت تنگ ہوئے تو انہوں نے ایک رات اُس پر چھاپہ مارا۔ ابوقمح بھاگ گیا اور بنو محمد نے اُس کے جائے قیام پر قبضہ کر لیا۔ اب قبائل کتامہ وہاں کے ایک قلعہ میں جمع ہوئے اور بنو محمد نے اُن کی طرف کوچ کیا، اُن سے جنگ ہوئی اور آخر بنو محمد قلعہ میں داخل ہو گئے، اور وہاں کے سب آدمیوں کو قتل کر دیا۔ یہ بنو محمد بن ادریس حسنی کی پہلی فتح تھی۔ جب اہل اصیلا کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے ابن ابوالعافیہ کو لکھا۔ یہ ۳۲۲ھ میں اُسی وقت کا واقعہ ہے جب میسور مغرب کے ارادہ سے نکلا۔ موسےٰ بن ابوالعافیہ نے اُن کو لکھا کہ اپنے شہر میں قلعبند ہو جائیں، اور کتامہ، لواتہ، ہوارہ اور صنہاجہ کو لکھا کہ تعمیر میں اُن کی مدد کریں۔ چنانچہ ان سب نے شہر کی فصیل کو آپس میں تقسیم کر لیا، اور چھ ماہ کے عرصے میں

اُس کو بناڈالا۔ اب قبائل کے بڑے بڑے آدمی اصیلا میں بھاگ آئے، اور یہاں اس طرح بہت بڑا مجمع ہو گیا۔ بنو محمدؐ ادارسہ نے اپنے لشکروں کو لے کر اُن کی طرف کوچ کیا۔ فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ لوگوں نے ابن ابوالعافیہ سے مدد مانگی، مگر اُس نے عذر کیا اور کہا کہ امیرالمومنین کو لکھو کیونکہ میں اور تم اُسی کی رعیت اور طاعت گزار ہیں۔ اُنہوں نے امیرالمومنین عبدالرحمٰن الناصر کو لکھا جو اُس وقت سبتہ پر قابض تھا۔ اُس نے چیدہ اور بہادر تیر انداز بھیجے۔ بنو محمدؐ کو بھی یہ معلوم ہوا، اور اُنہوں نے جمعیتوں کو جمع کر کے اصیلا کی طرف کوچ کیا، اور چالیس دن تک لڑتے رہے وہاں کے بڑے آدمی خوف زدہ ہو کر سمندر پار اندلس بھاگ گئے، اور بنو محمدؐ اصیلا میں داخل ہوئے۔ یہ ۳۲۶ھ کا واقعہ ہے۔ اس پر قبضہ کر کے اُنہوں نے وہاں کے باقی ماندہ باشندوں کو پناہ دی، اور جو لوگ اندلس بھاگ گئے تھے وہ بھی واپس آگئے۔ اس سے قبل ہی اُس کے گرد لواتہ کے قبائل اور ہوارہ میں سے بنو زیاد نام ایک قوم آباد تھی، اُن کے درمیان ایک مرتفع ریتلا میدان حائل تھا۔ ابراہیم بن محمدؐ اصیلی اپنے ایک قصیدہ میں کہتا ہے ؎

سقی غربیّ ارض بنی زیاد۔ سحائب ما یجف لہا غروب

(بنوزیاد کی سرزمین کے مغربی حصے کو ایسے بادلوں نے سیراب کیا جن کا پانی کبھی خشک نہیں ہوتا)

ولا زال النعیم یعم قوماً۔ ازاؤھم من الشرق الکثیب

(خدا کرے کہ ایسی قوم کی نعمت کبھی زائل نہ ہو جن کے سامنے مشرق کی طرف ریت کے ٹیلے ہیں)

اُس کے مغرب میں ہوارہ کا قبیلہ آباد تھا۔

شہر بصرہ کے والیوں کا حال

شہر بصرہ بھی اصیلا کے ساتھ ہی آباد ہوا تھا۔ اس سے آٹھ میل کے

فاصلے پر صرصر نام ایک پہاڑ ہے، جہاں پانی اور باغات کی کثرت ہے مصموده آباد تھے۔ یہاں کا سب سے پہلا بادشاہ ابراہیم بن قاسم بن ادریس تھا، جس نے تقریباً چالیس برس حکومت کی۔ پھر اُس کا بیٹا عیسٰے بن ابراہیم بادشاہ ہوا۔ پھر اُس کا بھائی احمد بن ابراہیم پھر برہون بن عیسٰے بن ابراہیم پھر احمد بن قاسم بن ادریس۔ پھر دوبارہ برہون بن عیسٰے پھر مصالہ بن حبوس کی طرف سے مظفر کا غلام سعید۔ پھر حسن بن محمدؐ بن حجام۔ پھر جوطی کا بیٹا محمد بن یحیٰی بن قاسم۔ پھر عیسٰے بن احمد المعروف بہ ابوالعیش۔ پھر احمد بن قاسم دوسری مرتبہ۔ پھر ابن ابوالعافیہ کی طرف سے دو والی۔ پھر ابوالعیش (عیسٰے) ابن احمد تیسری مرتبہ پھر احمد بن ابوالعیش ۳۴۷ھ تک کوہستان میں ایک شہر کرت ہمارے وقت تک اُسی کے نام سے منسوب ہے۔ اُس کو بنو محمدؐ نے برباد کیا۔ یہ اس احمد بن قاسم کا صدر مقام تھا جس کے متعلق بکر بن حماد کہتا ہے ؎

ان السماحة والمروة والندی ۔ جمعوا لاحمد من بنی القاسم

(سیرچشمی مروت اور سخاوت بنو قاسم میں سے صرف احمد کے لئے جمع کر دی گئیں ہیں)

واذا تفاخرت القبائل وانتمت ۔ فافخر بفضل محمد وبفاطم

(جس وقت قبائل اپنے حسب و نسب پر فخر کریں، اور خود کو اعلیٰ قبائل سے منسوب کریں، تو تم محمدؐ اور فاطمہؓ کی فضیلت پر فخر کرو)

وبجعفر الطیار فی درج العلی ۔ وعلی الغضب الحسام الصارم

(اور جعفر طیار پر فخر کرو جو مراتب عالیہ پر ہیں، اور علی پر فخر کرو جو بمنزلہ ایک تیز و براں تلوار کے ہیں)

انی لمشتاق الیک وانما ۔ یسمعوا العقاب اذا اسما بقوادم

(میں تمہارا مشتاق ہوں، اور ظاہر ہے کہ عقاب جب بلند اڑتا ہے تو اگلے بازوؤں کے بل پر ہی اڑتا ہے)

فابعث الی بمرکب اسموا بہ - اعلیٰ اکون علیک اول قادم

(اس لئے تم میرے پاس سواری بھیجو جس میں بلند ہوں اور تمہاری طرف سب سے پہلے پہنچ جاؤں)

واعلم بانک لن تنال محبۃ - الا ببعض ملابس ودراھم

(اور خوب جان لو کہ تم ہرگز محبت حاصل نہ کرو گے جب تک کہ کپڑے اور درہم کو کام میں نہ لاؤ)

یہ قصیدہ پڑھ کر احمد بن قاسم نے اُس کے پاس ایک نہایت عمدہ خچر اور بہت سا انعام بھیج دیا۔ اس کے علاوہ بکر بن حماد نے اُس کی مدح میں بہت سے قصیدے کہے ہیں۔ وادی ورغہ کے کنارے پر ایک بہت بڑا قلعہ تھا جس میں بربر آباد تھے، ان میں ایک حضری شخص آبسا وہ اپنے متعلق کہتا ہے ؎

ارھل اتی اھل المدینۃ اننی - بورغۃ بین الاعجمین غریب

(کیا اہل شہر کو یہ معلوم ہے کہ میں ورغہ کے عجمیوں کے درمیان اجنبی کی طرح مقیم ہوں)

اذا قلت شیئا ما قیل ماذا تریدہ - ھم بین احرارا لوجوہ قطوب

(جب میں کچھ کہتا ہوں تو کہا جاتا ہے کہ تمہارا کیا مطلب ہے، ان کے چہرے بالکل ناآشنا ہیں)

یہیں پر ورغہ کے قریب سوق عکاشہ نام بنوادریس کے محمد بن حسن کا ایک اور قلعہ تھا۔ جنیارہ کا زبردست قلعہ جبل اشہب میں واقع تھا، اور اس پر بنو حصین قابض تھے۔ اس کوہستان میں بہت سے کنوئیں بھی تھے۔ یہ قابس کے پاس ہی واقع تھا۔ صیلا سے فاس تک براہ بصرہ پانچ دن کا راستہ تھا، جو

مشرق کی طرف طنجہ سے مل جاتا تھا۔ طنجہ کا بادشاہ قاسم بن ادریس تھا۔ یہاں سے فاس براہ اصیلا چھ دن کا راستہ تھا۔ فاس کے مقام پر دو بند تھے۔ اندلسی بند ۱۹۲ھ میں تیار ہوا تھا اور قرویین کا اس کے ایک سال بعد۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

یا عدوا القرویین التی کرمت۔ لا زال جا بنك المحبور ممطورا

لا امسلت الله عنها صوب نعمته۔ ارض تجنبت الاثام والزورا

جب امیر افریقیہ ابوالفتوح یوسف بن زیری صنہاجی بصرہ کو برباد اور تباہ کر چکا تو اپنے لشکروں سمیت برغواطہ کے علاقے کی طرف کوچ کیا۔ اس وقت برغواطہ کا بادشاہ صالح بن عیسٰے بن ابوالانصار تھا۔ یہ شخص ایک فصیح و بلیغ شاعر تھا، لوگوں نے اس کی یہاں تک اطاعت کی اس کو نبی بنا لیا، اور اس نے ان کے لئے ایک شریعت بھی ایجاد کر دی۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ ابوالفتوح نے اس کے خلاف فوج کشی کی؛ فریقین کے درمیان بہت سی ایسی جنگیں ہوئیں جن کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ ان میں ابوالفتوح کو فتح ہوئی اللہ نے اس کافر ابن عیسٰے کو قتل کیا، برغواطہ کی فوجیں منہزم ہوئیں، بیشمار مارے گئے اور ان کی عورتیں اور بچے بیشمار تعداد میں قیدی بنائے گئے۔ ابوالفتوح نے ان قیدیوں کو افریقیہ بھیج دیا۔ وہاں کا عامل، عبداللہ مع اہل قیروان اور منصوریہ کے ان سے ملنے کے لئے آیا۔ اب بلاد مغرب پر بھی ابوالفتوح کا قبضہ ہو گیا۔ مصر سے جو مراسلات اس کے نام آتے تھے وہ برید کے ذریعے سب سے پہلے فاس وغیرہ جاتے، پھر وہاں سے

واپس آ کر عامل افریقیہ کو ملتے، اور اس طرح ایک مدت کے بعد بڑھے جاتے۔ ابو الفتوح بلاد مغرب کی فتح اور قبضے کے بعد وہاں ٹھیر گیا۔ اہل سبتہ اُس سے خائف تھے اور زناتہ منتشر ہو گئے تھے، یہ تمام واقعات ۳۶۵-۳۶۷ھ تک وقوع میں آئے۔

۳۶۹ھ میں احمد بن ابو خالد المعروف بہ ابن جزار نے جو ایک زبردست طبیب تھے، وفات پائی۔

اسی سال چہار شنبہ کی رات ۵۔ ربیع الاوّل کو آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی، اور لوگ خدا سے تضرع وزاری کے لئے مسجدوں میں آئے۔ اسی رات کی صبح کو زیری بن مناد کے بیٹے کباب اور مغنین، جو اپنے بھائی ابو الفتوح کے محل میں قید تھے عورتوں کا بھیس بدل کر اُن عورتوں کے جھرمٹ میں شامل ہو کر جو اُن سے ملنے آئیں تھیں، بھاگ گئے۔ باہر نکل کر اُن کو معلوم ہوا کہ اُن کے غلاموں نے سواری اور ہتھیاروں وغیرہ کا انتظام کیا ہوا ہے؛ چنانچہ وہ سوار ہو کر مشرق کی جانب روانہ ہو گئے، اور مصر پہنچے۔ یہاں عزیز باللہ نے اُن کو عزت سے ٹھیرایا، خلعتیں دیں، اور اپنا ندیم بنا لیا۔ اس سال کے اختتام تک وہ وہیں رہے۔

۳۷۰ھ میں عزیز باللہ نے زیری کے دونوں بیٹوں کباب اور مغنین کو ابو الفتوح کے پاس واپس کر دیا اور اُس کو حکم دیا کہ اُن کو معاف کر دے، اور اُن کے گذشتہ قصور کا مواخذہ نہ کرے۔ ابو الفتوح نے حکم کی تعمیل کی۔

اسی سال عزیز باللہ کے ہاں یعقوب بن یوسف بن کلس کا دور دورہ شروع ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتامہ ذلیل اور مقہور ہوئے، اور ترک اور اخشیدی غالب آئے۔ جوہر وغیرہ وزراء کو بھی عزیز باللہ نے معزول کیا۔

۸- ربیع الاول ۳۱۳ھ کو ہفتہ کے دن برغواطہ کے قیدی منصوریہ میں داخل ہوئے، اور اہل افریقیہ نے قیدیوں کی کثرت و تعداد کا وہ نظارہ دیکھا جو اس سے پہلے کسی کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ اُن کو منصوریہ اور قیروان میں مشتہر کیا گیا ۔

اسی سال بادیس بن زیری ابو الفتوح کے پاس مصر سے ایک خط لے کر آیا، جس میں حکم تھا کہ اپنے قبیلۂ صنہاجہ کے ایک ہزار منتخب آدمی بن میں زیری کے بیٹے حبوس، ماکسن، زاوی اور حمامہ، بنو حمامہ بن مناد، اور زاوی بن مناد اور اسی قسم کے اور بہادر آدمی شامل ہوں، بھیج دے۔ ابو الفتوح نے مغرب سے ہی اس کا جواب لکھا کہ بنو اُمیہ کے امراء اندلس بلاد مغرب پر غالب آ گئے ہیں، وہاں مسجد کے منبروں پر سے اُن ہی کے لئے دعا ہوتی ہے اور وہ اُن ہی سے لڑنے کے لئے ان لوگوں کو ہمراہ لے کر مغرب آیا ہے، جن کا نام امیر المومنین نے اپنے فرمان میں لکھا ہے۔ اگر ان کو بھیج دینے کا حکم ہو تو وہ خود بھی مغرب سے واپس چلا آئے، اور اُس کو اس کی قسمت پر چھوڑ دے ۔ اس خط کا کوئی جواب اُس کے پاس نہیں آیا ۔

اسی سال کے ماہ جمادی الآخر اور اس کے بعد دس دن تک مہدیہ میں ہر روز کئی مرتبہ برابر زلزلے آتے رہے، یہاں تک کہ آخر وہاں کے باشندے اپنے گھروں اور مال و متاع کو چھوڑ کر بھاگ گئے ۔

۳۷۲ھ میں ابو القاسم علی بن حسن حسنی امیر صقلیہ افرنجیوں کے مقابلہ میں کام آیا، اُس نے گیارہ برس حکومت کی اور اُس کا بیٹا جابر اُس کا جانشین ہوا، اور ایک سال حکومت کی ۔

۳۷۳ھ میں عامل افریقیہ، عبد اللہ بن محمد کاتب، نے

حبشی غلام خریدے اور اس کے علاوہ عاملوں اور خراج کے تمام افسروں پر حکم لگایا کہ وہ فی کس کم از کم تیس غلام اور اس سے زیادہ جتنے ہو سکیں پیش کریں اس طرح اُس کے پاس یہ حبشی غلام ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے اور اُس نے اُن کو منصوریہ میں بسا دیا۔

اسی سال عبداللہ نے لوہے کا ایک مکان بنایا اور اس میں مال بھر دیا۔ پھر لکڑی کا ایک مکان بنایا اور اُس کو بھی مال سے پُر کر دیا۔ منصوریہ میں جعفر بن حبیب کو اپنا قائم مقام بنا کر وہ سالانہ معمول کے موافق مہدیہ چلا گیا۔

ذکر وفات ابوالفتوح یوسف بن زیری بن مناد الصنہاجی

۳۷۳ھ میں اتوار کے دن جب ذی الحج کے اختتام میں نو راتیں باقی تھیں، ابوالفتوح نے برغواطہ کی جنگ سے واپس آتے ہوئے سجلماسہ سے روانہ ہو کر وارکنفوا کے مقام پر وفات پائی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابن خزرون زناتی نے سجلماسہ پر چھاپا مارا اور اُس میں داخل ہو کر وہاں کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر ابوالفتوح کی سلطنت میں شامل تھا۔ اس لئے جب اُس کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُس طرف چلا، مگر راستہ میں قولنج کا عارضہ ہوا اور مقام مذکور پر مر گیا۔ مرنے سے پہلے اپنے معتبر شخص ابو زعل بن ہشام کو وصیت کی۔ اُس نے منصور کو بلا کر اُس کے باپ ابوالفتوح کے انتقال کی خبر دے دی۔

ابوالفتح منصور بن ابوالفتوح کی ولایت افریقیہ کا بیان

وہ اوائل ۳۷۴ھ میں اشیر کے مقام پر والی ہوا۔ بارہ سال حکومت

کرنے کے بعد ۵۔ ربیع الاول ۴۸۶ھ کو جمعرات کے دن مرا، اور منصوریہ میں دفن ہوا۔ یہ شخص سخی، شریف، کشادہ دل اور ارادے کا پکا تھا۔ رقیق کہتا ہے کہ میں نے اس کی سیرت، جنگوں اور بخششوں کا ذکر اس کتاب میں کیا ہے جس کا موضوع صرف اس کے دادا باپ اور اس کے حالات ہیں۔ اس کا لقب عُدّۃ العزیز باللہ بن یوسف عزیز باللہ تھا۔

اسی سال یعنی ۴۸۶ھ میں منصور نے اپنے بھائی یطوفت کو شہر اشیر سے اپنے باپ کے موت کی خبر معلوم ہو جانے کے بعد حکم دیا کہ قیروان اور منصوریہ کی طرف جائے، اور عبداللہ بن محمد کاتب کو گرفتار کرے۔ عبداللہ خود اس وقت مہدیہ میں تھا۔ منصوریہ میں اس کا نائب جعفر بن حبیب تھا اور قیروان میں برہون یطوفت نصف محرم کو منگل کے دن صبح کے وقت قیروان آیا، اور دیکھا کہ خزانے بند ہیں، اور بیت المال مقفل ہے۔ اس نے کنجیاں لیں اور بیت المال اور اسلحہ خانے کو کھول کر اس کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا، صنہاجیوں میں جو لوگ پیدل تھے ان کو سوار کیا، اور منصوریہ چلا گیا، پھر دوبارہ روانہ ہوا اور عبداللہ کاتب سے راستے ہی میں ملاقات ہو گئی اچانک اس پر جھپٹ کر اس کو گھوڑے سے اتار دیا۔ عبداللہ کا تمام مال و اسباب لوٹا گیا، اور چند روز تک وہ منصوریہ میں قید رہا، مگر بعد میں منصور نے اس کی رہائی کا حکم دیا اور شہر کی حکومت سے اسے معزول کر دیا۔ اس کے بعد عبداللہ کاتب پھر عامل ہو گیا۔ اب اس نے قیروان میں قاضیوں اور اکابر شہر وغیرہ کو تیاری کا حکم دیا، اور ان کو ساتھ لے کر مبارکباد اور تعزیت کے لئے منصور کے پاس گیا، چنانچہ مدینہ اشیر پہنچ کر انہوں نے منصور سے سلام کیا۔ منصور نے ان سے کہا کہ سفر میں جو تکلیف آپ نے اٹھائی ہے وہ مجھ پر بہت

شاق گذری، مگر آپ لوگوں کی زیارت کی خوشی سے اُس تکلیف کا بدلہ مل گیا پھر اُس نے عبداللہ کاتب کا شکریہ ادا کیا، اور اپنے بھائی کی مذمت کی، اور اُس کو حکم دیا اُن وافدین کی مہمانداری کے لئے بارہ ہزار دینار دے دیئے۔ ان لوگوں نے اُسے دعا دی اور وہاں سے چلے آئے۔ اس کے بعد اُس نے پھر اُن کو بلایا اور اُن سے کہا کہ "میرے باپ اور دادا نے قہر و تلوار سے لوگوں کو قابو میں کیا تھا، اور میں سوائے نیک سلوک کے کسی اور طرح اُن کو قابو میں لانا پسند نہیں کرتا؛ میں اس ملک میں اُس شخص کی مانند نہیں ہوں جو ایک فرمان کے ذریعے سے مقرر ہوتا ہے اور اسی طرح معزول کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ حکومت مجھ کو میرے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی ہے اور اُنہوں نے اُسے اپنے آباؤ اجداد حمیر سے ورثہ میں پایا تھا"۔ اسی قسم کی اور بہت سی باتیں کیں۔ پھر اُن کو عبداللہ کاتب کے ساتھ واپس جانے کو کہا؛ اُن کے جانے اور واپس آنے میں ۳۵ روز خرچ ہوئے۔

اسی سال کے ماہ رجب میں منصور رقادہ آیا، اور عبداللہ کاتب قیروان کے بہت سے لوگوں کو ساتھ لے کر اُس سے ملا۔ منصور نے لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کیا، اور ہر طرح کی نیکی کا وعدہ کیا۔ عمال تحفے اور مال لے کر حاضر ہوئے، اور عبداللہ کاتب نے بھی اُس کو گراں بہا تحفے دیئے۔ اب منصور نے مصر روانہ کرنے کے لئے تحفے تیار کئے، اور زروال بن نصر کے ہاتھ اُن کو روانہ کر دیا۔ کہتے ہیں کہ ان تحائف کے مال و اسباب، مویشیوں اور عجیب و غریب چیزوں کی قیمت دس لاکھ دینار سرخ تھی۔ منصور رقادہ میں ٹھیرا، اور موتیوں اور یاقوت سے مرصع ایک زین تیار کرنے کا حکم دیا، اور اُسی پر سوار ہو کر بہترین لباس زیب تن کر کے، وہ عید کے لئے نکلا۔ قیروان سے

بھی ایک بڑی تعداد لوگوں کی نکلی، سب نے نماز ادا کی، اور قاضی ابن کوفی نے خطبہ پڑھا۔ پھر منصور اپنے محل کو واپس چلا گیا، اتوار کے دن ۱۳۔ ربیع الاول کو اس سال منصور کے محل میں ایک بیٹا ہوا جس کا نام اس نے بادیس بن منصور رکھا۔

اسی سال منصور نے اپنے بھائی "یطوفت" کو فوج دے کر فاس اور سجلماسہ روانہ کیا تاکہ ان دونوں شہروں اور مغرب کے اس تمام علاقہ کو پھر واپس لے لے جو اس کے باپ ابوالفتوح کی موت کے وقت صنہاجہ کے قابو سے نکل گئے تھے۔ یطوفت فاس پہنچا، یہاں زیری بن عطیہ زناتی "الملقب بہ قرطاس" مالک بنا بیٹھا تھا، جونہی اس کو یطوفت بن ابوالفتوح کے اس جانب آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی بعجلت تمام اس سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا اور اچانک اس پر جا پڑا۔ فریقین میں سخت جنگ ہوئی، جس میں آخر کار یطوفت کو شکست ہوئی۔ زناتہ نے فتحیاب ہو کر صنہاجہ کا تعقب کیا، اور ان میں سے بہتوں کو قتل و قید کیا۔ بقیۃ السیف لوگوں نے تاہرت میں پناہ لی۔ اس واقعہ میں منصور کے دو قائد ابن شعبان اور ابن عامل، قید ہوئے تھے۔ ابن شعبان کو زیری نے فاس کے دروازے پر گاڑ دیا اور ابن عامل کو بدترین طریقے سے قتل کیا۔ زیری بن عطیہ فاس اور گرد و نواح کے علاقے کا بدستور سابق مالک بنا رہا۔

جب منصور کو اپنے بھائی کی ہزیمت کا حال معلوم ہوا تو وہ بدھ کے دن ۱۳۔ ذی الحجہ کو منصوریہ سے مغرب کے ارادے سے بذات خود روانہ ہوا۔ عبداللہ کاتب اس کے ہمرکاب تھا۔ عبداللہ نے قیروان میں اپنے بیٹے یوسف کو قائم مقام بنایا۔ پھر خود تمام افریقیہ کا عامل بن کر واپس آ گیا اور

منصور نے اپنے بھائی یطوفت کی مدد کے لئے ایک دوسرا لشکر روانہ کیا، جو تاہرت میں اُسے ملا۔ اس کے بعد منصور نے بلاد زناتہ سے تعرض نہیں کیا۔

۳۷۵ھ میں ابوالفتح منصور نے حکم دیا کہ قیروان کی جامع مسجد کے دروازے لوہے کے تیار کئے جائیں۔ اسی وقت اپنے لئے زبردست محل کی تعمیر کا حکم دیا۔

اسی سال ابو علی منصور، اور بقول بعض منصور بن نزار عزیز باللہ جمعرات کے دن، جبکہ ربیع الاول کے اختتام میں سات دن باقی تھے، قاشر کے مقام پر پیدا ہوا۔

۳۷۶ھ میں ابوالفہم خراسانی داعی ظاہر ہوا۔ کتامہ کے لوگ کثرت سے اُس کے ساتھ ہو گئے۔ یوسف بن عبداللہ کاتب نے اس کو بہت سا مال اور گھوڑے دیئے، جن کو لے کر وہ کتامہ کے علاقے میں گیا۔ اُن کو دعوت دی اور انہوں نے اُس کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اُس کی طاقت اُن میں رفتہ رفتہ زیادہ ہوتی گئی، یہاں تک کہ آخر وہ گھوڑے پر سوار ہونے، لشکر جمع کرنے، جھنڈے تیار کرنے اور سکے مضروب کرانے لگا۔ اب اُس کی شوکت بڑھ گئی، اور اطراف و جوانب میں اُس کی شہرت ہو گئی۔

اسی سال یوسف بن عبداللہ کاتب نے منصور کے لئے منصوریہ میں محل تیار کرانے کی کوشش کی۔ اتمام تعمیر سے پہلے ہی اس عمارت پر ایک لاکھ دینار خرچ ہو گئے۔

۳۷۷ھ میں منصور ابوالفتح، صاحب افریقیہ منصوریہ پہنچا اور اُس محل میں اُترا، جو اُس کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اُس کے ساتھ عبداللہ کاتب تمام لشکر، اکابر قوم اور اُس کے بنی عم اور نوکر تھے۔

اسی سال عبداللہ کاتب اور اُس کا بیٹا یوسف قتل ہوا۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ عبداللہ بن محمد کاتب نے منصور ابن ابوالفتح کے مزاج میں اس قدر رسائی پیدا کر لی تھی اور ایسا رتبہ حاصل کر لیا تھا جو منصور کے قرابت داروں، اہل بیت اور اراکین سلطنت کو بھی نصیب نہ تھا؛ حالت یہ ہوگئی تھی کہ تمام امورِ سلطنت اُس کے اقتدار و قبضہ میں تھے؛ چنانچہ اس نے خوب مال جمع کیا، اور اعمال کی حکومت پر قبضہ کیا اور سیاست و ریاست کا حق ادا کیا، مگر عظام دولت اُس سے حسد کرنے لگے تھے، آخر اُس کی خالہ کے بیٹے حسن نے منصور سے اُس کی چغلی کھائی کہ کس طرح وہ سلطنت کو زخمی کر رہا ہے اور یہ کہ حقیقت میں باغی ابوالفہم داعی کے کتامہ میں خروج کا باعث وہی ہے، اور اُسی نے اُس کو حقیر و ناچیز ظاہر کر کے اُسے رفتہ رفتہ طاقت پکڑنے کی مہلت دے دی ہے۔ اسی قسم کے اور بھی مہلک باتیں بیان کیں۔ دوسری طرف عبداللہ کاتب کو منصور پر اپنے رعب داب کا اس قدر بھروسہ تھا کہ وہ زیری کی اولاد یا اکابر سلطنت کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اب جب اُنھوں نے منصور کے مزاج کو اُس کی طرف سے متغیر پایا تو اُس کی اور زیادہ برائی کرنی شروع کی۔ آخر منصور نے اُس سے کہا کہ عمل افریقیہ سے دست کش ہو جاؤ، اور صرف کتابت پر ہی اکتفا کرو، جو شخص مقرر کیا جائیگا وہ تمہارے زیر حکم اور ماتحت رہیگا۔ مگر وہ ہمیشہ یہی جواب دیتا تھا کہ قتل ہونا پسند ہے مگر معزولی پسند نہیں۔ اتوار کے دن ۱۱۔ رجب کو وہ صبح کے وقت دیوان گیا جس کو خود اسی نے تعمیر کرایا تھا، اور وہاں منصور کے سوار ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں قرآن کا ایک جزء تھا جس کو وہ پڑھ رہا تھا۔ جب اُس سے کہا گیا کہ وہ سوار ہوگیا ہے، تو اُس نے قرآن کو رکھ دیا اور اُس سے ملنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اُس وقت وہ یہ شعر پڑھ

رہا تھا ؎

ومن یامن الدنیا یکن مثل قابض۔ علی الماء خانتہ فروج الاصابع

(جس نے دنیا میں امن چاہا وہ اُس شخص کی طرح ہے جو پانی کو پکڑنا چاہے اور وہ اُس کی اُنگلیوں میں سے نکل جائے)

جب منصور اُس کے قریب تک پہنچا تو عبداللہ اُترا اور اُسے سلام کرکے کھڑا ہو گیا۔ اب ان دونوں میں بہت سی باتیں ہوئیں جن کو صحیح طور سے کوئی بھی معلوم نہ کرسکا۔ پھر منصور نے اپنے نیزے سے اُس پر حملہ کیا۔ عبداللہ نے اپنی آستین مُنہ پر رکھ لی اور کہا بحق "ملت اللہ وملت رسولہ" اس کے سواء اور کچھ نہیں سُنا گیا۔ منصور کے بھائی عبداللہ نے آگے بڑھ کر اُس کے دونوں کندھوں کے درمیان نیزہ مارا اور وہ مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اب اُس کے بیٹے یوسف کو لایا گیا۔ اُس پر منصور اور رماکسن ابن زیری نے حملہ کیا۔ وہ بھی مر کر زمین پر آرہا جب منصور اُس سے خفا ہو گیا تو عبداللہ ہمیشہ یہ شعر پڑھا کرتا تھا ؎

اری الف بانٍ لا یقوم لھادم۔ نکیف ببانٍ خلفہ الفُ ھادم

(میں سمجھتا ہوں کہ ہزار بنانے والے بھی ایک ہادم کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ بس اس ایک بانی کا کیا کہنا جس کے پیچھے ہزار ہادم لگے ہوں)

وہ یہ دو شعر بھی پڑھتا تھا ؎

لی مدۃ لا بد ا بلغہا۔ حتی اذا قضیتُہا مت

(میرے لئے ایک موت مقرر ہے جس کو میں ضرور پورا کرونگا اور اُس کے بعد مرونگا)

لوصارعتنی الاسد ضاریۃ۔ لصرعتہا ما لم یجِ الوقت

(اگر شیر بھی مجھ سے کشتی لڑے مگر اجل نہ آئی ہوگی تو میں اُسے زیر کرونگا)

جب عبداللہ اور اُس کا بیٹا قتل کر دیئے گئے تو فوج نے عوام الناس پر بہت درازیاں شروع کیں، اُن کو لوٹنا کھسوٹنا اور رہزنی اختیار کی، اور مسافروں وغیرہ کے مال و اسباب کو لوٹنا شروع کیا۔ انہوں نے وادی قصارین اور قیروان کے باب تونس کی طرف توجہ کی اور قصارین کے لوگوں کو لوٹ لیا۔ اس موقع پر مسلمانوں کا بہت سا مال ضائع ہوا اور جنہوں نے مدافعت کرنی چاہی وہ جان سے مارے گئے۔ عبداللہ کو اصطبل میں بغیر غسل اور کفن کے دبا دیا گیا۔ منصور نے اعمال افریقیہ پر یوسف بن ابو محمد کو مقرر کیا، جو اس سے قبل قفصہ کا عامل تھا۔ اُس کو جھنڈے اور طبل دیئے اور خلعت سے سرفراز کیا۔ وہ اس سال جمعرات کے دن جبکہ شعبان کے اختتام میں پانچ دن باقی تھے افریقیہ کا والی ہوا ۔

۳۷۷ھ میں ابو الفتح منصور اپنے لشکر لے کر بلاد کتامہ کے ارادہ سے نکلا۔ میلہ کے پاس سے گذرا تو اُس کو برباد اور فصیل کے منہدم کرنے کا حکم دیا، اور وہاں کے رہنے والوں سے کہا کہ وہ باغیہ چلے جائیں چنانچہ یہ لوگ جمع ہوئے اور وہاں چلے گئے۔ راستہ میں اُن کو ماکسن بن زیری اپنے لشکر کے ساتھ ملا۔ اُس نے جو کچھ مال وغیرہ اُن کے ساتھ تھا ضبط کر لیا۔ اس سفر میں منصور جس مکان، محل یا شہر کے پاس سے گذرا اُس کو برباد کرنے کا حکم دیا۔ جب منصور کتامہ میں پہنچا تو انہوں نے اُس کا مقابلہ کیا، مگر اُس نے فتح پائی۔ اُن کو قتل کیا اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، باغی ابو الفہم کوہ وعر بھاگ گیا۔ منصور نے اُس کے تعقب میں آدمی بھیجے، جو اُس کو گرفتار کر لائے۔ جب وہ منصور کے سامنے لایا گیا تو اُس نے اُس کے تھپڑ مارنے کا حکم دیا، اور اُس نے سخت مار کھائی۔ پھر اُس کی داڑھی نوچی گئی، آخر کار وہ قریب المرگ ہو گیا۔ ابو الفہم باغی کے قتل کا بیان :۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ جب وہ منصور کے سامنے لایا

گیا اور اُس کے ساتھ مذکورہ بالا سلوک کیا جا چکا تو منصور نے اُس کو باہر لے جانے کا حکم دیا۔ ابھی تک اُس میں کچھ جان باقی تھی مگر منصور کے بعض لوگوں نے اُسے پکڑ کر ذبح کیا، اور پیٹ چاک کر کے اُس کا جگر نکالا، جس کو بھون کر کھا گئے اب منصور کے غلاموں نے اُس کا گوشت اُتار کر کھایا، اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں یہ منگل کے دن ۲۔ صفر کا واقعہ ہے۔ اُسی کے سبب سے میلہ کا والی اور کتامہ کی ایک جماعت قتل ہوئی، اب یہ لوگ سخت ذلیل و خوار ہو گئے میلہ دوسری مرتبہ آباد ہونے تک بالکل ویران رہا۔ اس تمام کارروائی کے بعد منصور قیروان اور منصوریہ واپس آ گیا۔

اسی سال دریا منصوریہ تک چڑھ آیا اور اُس کے مکانوں کو منہدم کر دیا۔

۳۳۷ھ میں سعید بن خزرون زناتی منصور کے پاس مغرب سے آیا اور اُس نے اُسے مال دے کر راضی کر لیا۔ منصور نے ایک دن اُس سے پوچھا کہ مجھ سے زیادہ کسی اور شریف آدمی کو بھی تم جانتے ہو؟ اُس نے کہا ہاں۔ منصور نے پوچھا وہ کون ہے۔ جواب دیا کہ میں خود۔ اُس نے پوچھا کیسے۔ سعید نے کہا کہ تم نے مال سے مجھے لیا اور میں نے اپنے آپ کو تمہیں دے دیا۔ سعید کو طبنہ کا والی مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد زناتی اُس کے پاس آئے، اُس نے اُن کی عزت کی، اور حسن سلوک سے پیش آیا۔ منصور نے اپنی بیٹی کی شادی وَرّو ابن سعید سے کر دی۔

اسی سال ابوالبہار بن زیری اطاعت سے منحرف ہوا۔ منصور اُس کے مقابلہ کے لئے تاہرت گیا، اور ابوالبہار اُس کے آگے آگے مغرب کو بھاگ گیا۔ منصور کا لشکر تاہرت میں داخل ہوا، اور شہر کو لوٹا اور لوگوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد اُن کو امان دی۔ پھر منصور اپنے چچا ابوالبہار کے تعقب سے واپس آیا اور تاہرت پر اپنے بھائی یطوفت کو مقرر کر کے خود شہر اشیر چلا گیا۔ ابوالبہار نے

ابن ابو عامر کو لکھا کہ وہ اُس کا مطیع ہے اور یہ کہ وہ زیری بن عطیہ زناتی صاحب فاس کو لکھے کہ وہ اُس کی مدد کرے۔ ابن عطیہ ابن ابو عامر کا مولا معتمد علیہ تھا ابن ابو عامر نے ابو البہار کو لکھا کہ اگر تمہاری وہی نیت ہے جو تم نے ظاہر کی ہے تو اپنے بیٹے کو یرغمال کے طور پر میرے پاس بھیج دو، اور پھر جو کچھ تم چاہو گے وہ میں کرونگا۔ ابو البہار نے ایک بیٹے کو اپنے کاتب میمون المعروف بہ ابن دایہ کے ہمراہ بھیج دیا، مگر جہاز کے راستہ میں ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ سب ہلاک ہو گئے۔ اس پر ابو البہار نے اپنے دوسرے بیٹے کو بھیج دیا، اور اُس کے بدلے میں ابن ابو عامر نے بہت سا مال اور کپڑے اُس کے پاس روانہ کر دئیے اور زیری بن عطیہ کو اُس کی مدد کرنے اور اُس کے ساتھ رہنے کے لئے لکھا۔ جب ابو البہار کو یہ معلوم ہوا تو وہ فاس گیا اور عطیہ بن زیری سے جا ملا۔

دوسری طرف عامل افریقیہ یوسف بن ابو محمد کا یہ حال تھا کہ اکل و شرب میں منہمک تھا، جب گلاب کا موسم آتا تو وہ اُسی میں مشغول رہتا، گلاب کے فنا اور موسم کے ختم ہو جانے تک باہر نہ نکلتا۔ اُسی پر بیٹھتا اور اُسی پر سوتا تھا؛ اسی وجہ سے اُس کا نام شیخ الورد پڑ گیا تھا۔ اُس نے تمام کام ابن بونی کے سپرد کر دیئے تھے، اُس کے زمانے میں حضری مزے میں تھے، مگر بدوی عذاب اور مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے۔ وہ نہایت ہی سخت جابر، لیکن ساتھ ہی بڑا سخی اور فیاض آدمی تھا۔ ہر سال وہ نکلتا اور افریقیہ کے تمام علاقے میں گھوم کر محاصل جمع کرتا، ہدیئے لیتا اور پھر واپس آجاتا۔ رقیق کہتے ہیں کہ جب ہم یوسف بن ابو محمد کے ساتھ دورے پر نکلتے تو جو کوئی مقام اُسے پسند آجاتا، وہاں ایک یا دو مہینے وہ ٹھیر جاتا اور ابو الحسن بونی محاصل جمع کرتا، ہدیئے لیتا اور یوسف اور اُس کی فوج کے لئے سامان مہیا کرتا۔ چنانچہ وہ خاص یوسف

کے خرچ کے لئے پانچ ہزار دینار یومیہ دیا کرتا اور اُسی قدر مال اُس کے باورچی خانے اور نقل پر خرچ کرتا ۔

اسی سال عبداللہ بن محمد بن ابوالحسن عامل صقلیہ نے وفات پائی، اور اُس کا بیٹا یوسف اُس کی جگہ والی ہوا۔ اُس کے زمانے میں لوگوں کو وہ تمام باتیں حاصل ہوگئیں، جن کی اُن کو خواہش تھی۔ اُس نے رومیوں کے علاقے کو پامال کیا اور اُس کے کرم وجود و عدل کی وجہ سے جو چیزیں شہروں سے معدوم ہوگئی تھیں پھر میسر آنے لگیں ۔

سنہ ۳۸۰ھ میں قیروان کے خراج کے حاکم مرصدی نے انتقال کیا، اور ابوالفتح نے محمد بن عبدالقاہر بن خلف کو سلامہ بن عیسٰے کی معیت میں خراج کا حاکم مقرر کیا، چنانچہ اُن دونوں نے منصوریہ کے دیوان خراج میں اجلاس کیا ۔

سنہ ۳۸۱ھ میں سپہ سالار جوہر نے مصر میں انتقال کیا۔ اسی نے مصر کو فتح کیا تھا۔ کوئی شاعر ایسا نہیں رہا۔ جس نے اس کا مرثیہ نہ کہا ہو، اور مشرق و مغرب میں اُس کی فتوحات کا ذکر نہ کیا ہو ۔

اسی سال منصور منصوریہ آیا اور اپنے نئے محل میں داخل ہوا۔ اہل قیروان اس کی پیشوائی کے لئے نکلے اُس نے اُن کو اپنے سے قریب کیا، تعریف کی، اور آئندہ نیک سلوک کا وعدہ کیا، پھر اُس کے ایک غلام کے متعلق شکایت کی گئی کہ اُس نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی عیب جوئی کی ہے۔ اس نے اُس کے قتل کا حکم دیا، اُس کے جثہ کو قیروان میں مصلوب کرایا اور اُس کے سر کو گشت کرا کے منادی کرائی ۔

سنہ ۳۸۲ھ میں ابومناد بادیس بن ابوالفتح منصور اپنے باپ کے محل

میں باہر نکلا، اور لوگوں کے حسب حال اُن سے سلوک کیا۔

اسی سال منصور نے اپنی رعایا کا بقایا بھی معاف کیا۔

اسی سال بونی اور اُس کے بیٹے کو گرفتار کرکے اُن سے بہت سا مال طلب کیا گیا، مگر اُنہوں نے انکار کیا۔ منصور کا اصل مقصد یہ تھا کہ اُن سے بہت سا مال لے کر اُن مہمانوں کے سامنے فخر کرے جو اس وقت اُس کے پاس ٹھیرے ہوئے تھے۔ اُس نے اُن سے کہا تھا کہ اگر اُن کا کوئی غلام اُس سے مال کا بھرا ہُوا ایک مکان طلب کریگا تو وہ اُسے دیگا۔ اتفاق سے بونی کا یہ انکار عین اُسی موقع پر ہُوا۔ صفور نے بونی کے ذبح کرنے کا حکم دیا، اور اُدھر یوسف بن ابو محمّد کو افریقیہ کی امارت سے معزول کرکے محمّد ابن ابو العرب کاتب کو اُس کی جگہ مقرر کر دیا۔

اسی سال مصر سے عزیز باللہ کا فرمان ابومناد بادیس بن منصور کی ولایت عہد کے متعلق صادر ہُوا، اس سے منصور کو بہت خوشی ہوئی، اور ہر طرف اور ہر جگہ سے اُس کے پاس تحفے آئے۔

اسی سال سعید بن خزرون شہر طبنہ سے منصوریہ آیا۔ منصور اُس سے ملا، معانقہ کیا اور اُس کو لے کر اپنے محل میں داخل ہُوا، وہاں اُس کو عزت سے مہمان رکھا، اور بڑا وظیفہ مقرر کیا۔ مگر چند روز کے بعد سعید بیمار ہوگیا اور غرۂ رجب کو مرگیا، منصور نے اُس کو ستر کپڑوں کا کفن دیا۔

اسی سال سودان کے علاقے سے تحفے آئے جن میں زرافہ بھی تھا۔ منصور باہر آیا اور یہ جانور اُس کے سامنے لایا گیا۔

اسی سال فلفل بن سعید بن خزرون اپنے باپ کی موت کے بعد منصور کے پاس آیا اور منصور نے اُسے تیس۳۰ بوجھ مال، مختلف قسم کے کپڑوں

کے اسی تخت، مرصع چارجاموں کے گھوڑے اور سونے کے دس نئے جھنڈے دیئے اور امیر بنا کر طبنہ کو واپس کر دیا۔

سنہ ۳۸۳ھ میں بادیس بن منصور شہر اشیر گیا۔

اسی سال منصور کے پاس اس کے بھائی یطوفت کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ ان کا چچا ابوالبہار اس کے پاس واپس آگیا ہے۔ منصور نے جواب میں لکھا کہ اسے اس کے پاس بھیج دیا جائے، چنانچہ پیر کے دن نصف شعبان کو وہ منصوریہ پہنچا۔ منصور نے اس کو خلعتوں، لونڈیوں اور دیگر سامان سے سرفراز کیا، اس کے آنے سے بہت خوشی ظاہر کی، اور اسے عزت سے اتارا۔

سنہ ۳۸۴ھ میں ابومناد بادیس بن منصور منصوریہ میں، مغرب سے واپس آکر داخل ہوا۔ یہ اس کا پہلا سفر تھا، اس کا باپ لشکر اور اہل قیروان وغیرہ کو لے کر اس کے استقبال کو نکلا۔

اسی سال جعفر بن حبیب کے ہاتھ مصر سے بہت سے تحفے آئے، جن میں ایک زبردست ہاتھی بھی شامل تھا۔

سنہ ۳۸۵ھ میں امیر عبداللہ بن یوسف بن زیری بن مناد نے وفات پائی۔

اسی سال یوسف بن ابومحمد قائد عامل ہو کر متیجہ گیا۔

اسی سال جمادی الآخر میں قاسم بن حجاج مصر سے ان رومیوں کے سر لے کر منصوریہ آیا جن کو حلب میں مارق کتامی نے قتل کیا تھا۔

سنہ ۳۸۶ھ میں ابوالفتح منصور عدۃ العزیز باللہ بن یوسف العزیز باللہ بن زیری بن مناد صنہاجی نے جمعرات کے دن ۳۔ ربیع الاول کو انتقال کیا، اور اپنے نئے محل میں منصوریہ کے باہر دفن ہوا۔ اس کا زمانہ نہایت اچھا زمانہ تھا۔

امارت ابومناد بادیس بن ابوالفتح (منصور) بن ابوالفتوح یوسف بن زیری بن مناد

جب وہ امیر ہوا تو افریقیہ کے ہر گوشہ سے لوگ تعزیت اور مبارکباد کے لئے آئے، بنو زیری اور حمامہ نے چند باتوں میں عوام الناس کی مخالفت کرنی چاہی مگر بادیس اور اُس کے باپ کے غلاموں نے اُن کے ارادوں کو پورا نہ ہونے دیا۔ ابو بیباش یطوفت بن ابوالفتوح تعزیت اور مبارک باد کی رسم ادا کرنے کے لئے منصوریہ آیا اور اُس کے بعد اواخر شعبان میں طبنہ اور مغرب کی طرف چلا گیا۔

اسی سال یعنی ۳۸۶ھ میں ابو منصور نزار عزیز باللہ عبیدی صاحب مصر نے حمام کے حوض میں وفات پائی۔ اُس کو سنگ مثانہ کی بیماری تھی، وہیں حوض میں اُس نے دوا پی، اور موت نے آ لیا۔ اُس کے بعد اُس کا ولی عہد ابو علی الملقب الحاکم با امر اللہ بادشاہ ہوا۔ ابو مناد نے عزیز کے پاس بھیجنے کے لئے تحفے تیار کئے تھے اور وہ جعفر بن حبیب کے ساتھ ۶۔ رمضان کو منصوریہ سے رقادہ پہنچ بھی چکے تھے۔ عزیز باللہ نے اُس کے پاس ایک خط بھی اس مضمون کا بھیجا تھا کہ قاضی محمد بن عبد اللہ بن ہاشم کو مصر بھیج دیا جائے۔ جب یہ فرمان آیا تو قاضی بیمار تھے۔ ابو مناد نے اُن کو حکم دیا کہ تحائف کے ساتھ روانہ ہو جائیں۔ اُنہوں نے بیماری کا عذر کیا۔ اُس پر ابو مناد نے محمد بن ابوالعز اور ارکین سلطنت میں سے چند آدمیوں کو اُن کے مکان پر بھیجا۔ یہ ۳۔ ذیقعد کا واقعہ ہے۔ باب ابو ربیع پر لشکر مقیم ہوا کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ اہل قیروان

مانع آئینگے اور اپنے آپ کو اُن کے اور قاضی کے درمیان میں ڈالیں گے اُنہوں نے یکبارگی اُن کے مکان پر دھاوا کیا۔ قاضی کو بستر سمیت گھر کے کپڑوں ہی میں اُٹھا کر لے گئے۔ قاضی کے مکان پر بڑی خلقت جمع ہو گئی، مگر اُن میں سے کسی نے ایک لفظ بھی نہ کہا، بلکہ اُس کے ساتھ وہ رقادہ گئے، اُس کو پیچھے ایک عیسائی غلام سنبھالے ہوئے تھا اور اُس کی اولاد اور قرابت دار لوگ اُس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اُس کے پکڑے جانے سے لوگوں کو سخت غم ہوا، اور اُس کے شہر سے چلے جانے پر بہت افسوس اور غم کا اظہار کیا گیا، اُس کے لئے دعا کی گئی، اور تعریفیں ہوئیں۔ اسی اثناء میں یہ خبر آئی کہ عزیز باللہ نے انتقال کیا، اس پر ابو مناد نے قاضی کو عزّت و احترام سے اُس کے گھر واپس بھیج دیا۔

اسی سال ابو محمّد بن ابو زید رحمتہ اللہ علیہ نے وفات پائی۔

۳۸۷ھ میں عزیز باللہ کی موت کی خبریں متواتر موصول ہوتی رہیں۔

اسی سال قاضی (محمّد بن عبداللہ بن ہاشم) مرض کی حالت میں اپنے مکان کو واپس آئے۔ اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں میں اُن کی قدر و منزلت اور زیادہ ہو گئی۔

اسی سال ماہ صفر میں ابو مناد نے شہر اشیر کی ولایت حمّاد بن ابوالفتوح یوسف بن زیری کو عطا کی، اور بہت سے سواروں اور بیش بہا خلعتوں سے اُس کو سرفراز کیا۔ پھر اُس کی حکومت کا علاقہ وسیع ہو گیا، لشکر بڑھ گیا اور عظمت میں ترقی ہوئی۔

اسی سال ماہ ربیع الاوّل میں قاضی باہری مصر سے منصور آیا اور ابو مناد اپنے لشکروں کو لے کر اُس کے استقبال کے لئے نکلا، اور بہت سے لوگ

بھی اُس کے ہمراہ تھے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ اُس سے پہلے نہ دیکھا گیا تھا۔ قاضی باہری دو فرمان لے کر آئے تھے جو قیروان اور منصوریہ کی جامع مسجد میں پڑھے گئے۔ ایک میں تو ابو مناد کی والی تسلیم کر کے نصیر الدولہ خطاب دیا گیا تھا۔ اور دوسرے میں عزیز باللہ کی موت، الحاکم بامر اللہ کی بادشاہت کی خبر، اور منصور عدۃ العزیز باللہ کی موت کی تعزیت تھی۔ اُن کے علاوہ ایک تیسرا فرمان اور بھی تھا۔ جس میں بادیس اور بنی مناد سے حاکم کے لئے بیعت لینے کا حکم تھا۔ چنانچہ ابو مناد نے دربار منعقد کیا اور صنہاجی قبیلہ کے بڑے بڑے آدمیوں کو مدعو کر کے اُن سے الحاکم کے لئے بیعت لی۔ پھر ابو مناد سے بہت سا مال بطور انعام کے وصول کر کے قاضی باہری مصر واپس چلے گئے۔

اسی سال نصیر الدولہ نہایت اچھا لباس زیب تن کر کے نماز کے لئے اس طرز سے نکلا کہ ایک ہاتھی اور دو زرافہ، اور ایک سفید براق اونٹ جس کی شکل لوگوں نے پہلے نہیں دیکھی تھی، اُس کے آگے آگے تھے۔

۳۸۸ھ میں نصیر الدولہ کے پاس مصر سے تحفے آئے جن میں نہایت قیمتی جواہرات اور بیش بہا عجیب و غریب چیزیں تھیں۔ یہ اُن کے استقبال کے لئے نکلا اور تحائف اُس کے آگے آگے منصوریہ میں داخل ہوئے۔

اسی سال مصر میں ترکوں اور کتامیوں کے درمیان ایک جنگ ہوئی، جس میں ترکوں کو فتح ہوئی۔

۳۸۹ھ میں فاس اور دیگر بلاد مغرب کا بادشاہ زیری بن عطیہ تاہرت کی طرف روانہ ہوا، اور اُس کا محاصرہ کر لیا۔ یطوفت بن یوسف بن زیری یہاں کا والی تھا۔ اُس نے اپنے بھتیجے امیر افریقیہ کو مدد کے لئے لکھا، اور اُس نے محمد بن ابو العرب کو روانہ کیا۔

افریقیہ کے لشکر کی ہزیمت' زیری بن عطیہ کا غلبہ اور زناتہ کا صنہاجہ کے خلاف ظہور

جب یطوفت کا خط بادیس نصیر الدولہ کے پاس آیا تو اس نے محمدؐ بن ابوالعرب کاتب کو حکم دیا کہ فوجیں لے کر زناتہ کی طرف روانہ ہو جائے' چنانچہ اُس کی روانگی نصف صفر ۳۸۹ھ میں عمل میں آئی۔ یہ فوجیں اشیر پہنچیں' جہاں حمّاد بن یوسف ابن زیری عامل تھا' اُس کے پاس بھی ایک بڑا لشکر تھا' یہاں پر تھوڑی دیر قیام کرنے کے بعد وہ روانہ ہوا اور حماد بھی اپنا لشکر لے کر اُس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ تاہرت پہنچ کر یہ دونوں یطوفت سے مل گئے' اُس کے پاس بھی ایک کثیر التعداد فوج موجود تھی۔ ان تینوں سرداروں کا تاہرت کے مقام پر اجتماع غرۂ جمادی الاول کو ہوا۔ تاہرت سے دو منزلوں کی مسافت پر زیری بن عطیہ امسار کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ ان لوگوں نے اس کی جانب کوچ کیا۔ فریقین میں خون ریز جنگ ہوئی۔ حماد کے لشکر کا بڑا حصہ تلکاتی لوگوں پر مشتمل تھا اور حماد نے اُن کے ساتھ بدسلوکی کی تھی۔ جب لڑائی کی آگ خوب بھڑک اٹھی' اور خوف و ہراس زیادہ ہو گیا' تو یہ لوگ اچانک پسپا ہوئے' اور اُن کے ساتھ افریقیہ کے تمام لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ابن ابوالعرب نے لوگوں کو پھر واپس لانے کا قصد کیا' مگر کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ اس طرح تمام فوج کو شکست ہوئی' اور آخر کار یہ پسپا ہو کر اشیر پہنچے۔ یہ لوگ اپنے مقامات مکانات اور مال و اسباب سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے' چنانچہ اب زیری بن عطیہ اور اُس کے ساتھی ان تمام چیزوں پر حاوی ہو گئے۔ افریقیہ کی فوج کے بہت

سے آدمی تو کام آئے، اور بکثرت زیری بن عطیہ کے ہاتھ میں قید ہوئے۔ اُس نے اُن سے نیک سلوک کا وعدہ کیا، اور تاہرت پہنچ کر اُن کو آزاد کر دیا۔ یہ لوگ وہاں سے اشیر چلے گئے۔ اب ابن ابو العرب، حماد اور یطوفت اشیر میں مقیم رہے اور زیری بن عطیہ زناتی تاہرت پر قابض ہو گیا۔ یہ جنگ اور اہل افریقیہ کی ہزیمت ہفتہ کے دن ۵۔ جمادی الاول کو واقع ہوئی، اور اس ماہ کے ختم میں دس دن باقی تھے کہ یہ خبر منصوریہ پہنچی۔ اور اب خود نصیر الدولہ صاحب افریقیہ ہفتہ کے دن ۳۔ جمادی الآخر کو زیری بن عطیہ کے مقابلہ کے لئے منصوریہ سے روانہ ہوا۔ طبنہ پہنچ کر اس نے فلفل بن سعید بن خزرون زناتی کو جو اس وقت طبنہ کا والی تھا، بلا بھیجا۔ مگر فلفل اُس سے ڈر گیا، عذر کیا، اور چاہا کہ وہ اس کے طبنہ پر ولایت کا فرمان لکھ دے۔ نصیر الدولہ نے اس مضمون کا فرمان لکھ کر ایک آدمی کے ہاتھ بھیج دیا، اور خود وہاں سے روانہ ہو گیا۔ جب فلفل کو اُس کی روانگی کی اطلاع ملی اور معلوم ہوا کہ وہ دور نکل گیا ہے، تو وہ بھی ایک طرف کو نکلا، اور جو کچھ ملا کھایا، لوٹا اور برباد کیا۔ وہاں سے باغایہ پہنچا، اُس کا محاصرہ کر لیا، اور اُس نواح کو بالکل تہ و بالا کر ڈالا، اور جو کچھ اُس میں تھا کھا لیا۔ اس تمام عرصہ میں نصیر الدولہ برابر سفر کرتا رہا اور آخر اشیر پہنچا۔ جب وہ مسیلہ کے قریب آیا تو زیری بن عطیہ تاہرت سے چلا گیا۔ نصیر الدولہ نے اُس کا پیچھا کیا، مگر پھر اُس کو معلوم ہوا کہ وہ فاس کی جانب چلا گیا ہے۔ اس حالت میں نصیر الدولہ تاہرت اور اشیر واپس آگیا، اور یطوفت نے اپنے بیٹے ایوب کو چار ہزار سوار دے کر تاہرت کا والی مقرر کر دیا۔ نصیر الدولہ کو فلفل بن سعید کی کرتوتوں کی اطلاع ہوئی۔ اس پر اُس کے تعقب کے لئے آگے آگے اشیر سے فوجیں بھیجیں اور خود بھی پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ ابو البہار بن زیری اُس کے ہمراہ تھا۔ مسیلہ

پہنچ کر عید الفطر ادا کی۔ یہیں ابوالبہار کو یہ خبر ملی کہ اُس کے بھائی ماکسن، زاوی اور مغنین اشیر میں باغی ہو گئے ہیں اور انہوں نے یطوفت کو قید کر لیا ہے۔ یہ خبر سُن کر ابوالبہار اپنے اہل و عیال اور لوگوں کو لے کر بھاگا۔ ۳۔ شوال کو نصیر الدولہ بھی افریقیہ کی طرف واپس روانہ ہو گیا۔ بلزمہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ فلفل بن سعید قیروان کے قصد سے روانہ ہو چکا ہے۔ اس پر وہ باغایہ گیا اور یہاں لوگوں نے فلفل کی جنگ میں جو جو مصیبتیں اُٹھائی تھیں اُن سے اُس کو آگاہ کیا، کیونکہ فلفل نے ۴۵ روز تک اُن کا محاصرہ کیا تھا۔ نصیر الدولہ فلفل کے تعاقب میں باغایہ سے روانہ ہوا، اور ۱۰۔ ذیقعد کو اُن کے درمیان ایسی جنگیں ہوئیں جن کی مثال پہلے نہیں سنی گئی۔ فلفل کے پاس بربریوں کی اتنی تعداد جمع ہو گئی تھی جو شمار سے باہر ہے۔ آخر فلفل شکست کھا کر جبل خناش میں پسپا ہوا (جیسا کہ میں آئندہ ذکر کرونگا) اور صنہاجہ اور غلاموں نے اُس کا پیچھا کیا، مگر جب یہ دیکھا کہ وہ برابر منہزم ہو رہا ہے تو اُس کو چھوڑ کر واپس آئے اور اُس کے قیام گاہ کو لوٹ لیا۔ اس جنگ میں کم و بیش سات ہزار زناتی کام آئے۔ نصیر الدولہ نے ایک فتح نامہ قیروان روانہ کیا۔

سنہ ۳۹۰ھ میں نصیر الدولہ فلفل کی تلاش میں نکلا، اور جب موخر الذکر کو یہ معلوم ہوا کہ اُس میں نصیر الدولہ کے مقابلہ کی طاقت نہیں تو وہ ریگستان میں بھاگ گیا، اور اُس کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ یہ دیکھ کر نصیر الدولہ افریقیہ واپس آ گیا۔ ابوالبہار اُس کے ہمرکاب تھا۔ اُس نے اپنے بھائیوں کے کئے کی معافی مانگ لی اور نصیر الدولہ نے اُس کا عذر قبول کر لیا۔ پھر فلفل بن سعید اطرابلس واپس آیا اور نصیر الدولہ روانہ ہو کر قصر افریقی پہنچا ہی تھا کہ اُس کو معلوم ہوا کہ خزری اُس سے ڈر کر مغرب کی طرف واپس ہو گئے ہیں اور [illegible]

اُس کے بیٹے محسن کے اور کوئی نہیں۔ یہ معلوم کر کے نصیر الدولہ اپنے مستقر منصوریہ کو واپس چلا آیا ؛

اسی سال کے اوائل رجب میں نصیر الدولہ زیری بن عطیہ امیر مغرب سے جنگ کرنے کے ارادے سے چلا اور رقادہ پہنچا، کیونکہ اسے یہ معلوم ہوا تھا وہ اشیر تک پہنچ گیا ہے۔ پھر یہ معلوم ہوا کہ زیری بن عطیہ مغرب کو واپس چلا گیا ہے اس پر نصیر الدولہ پھر منصوریہ چلا آیا ؛

۳۹۱ھ میں نصیر الدولہ دوسری مرتبہ فلفل کی تلاش میں نکلا، اور عامل قابس یوسف ابن عامر کا خط اُسے ملا کہ فلفل قابس کے پاس سے ۲۴۔ رجب کو اطرابلس جاتے ہوئے گذرا ہے۔ جب فلفل اطرابلس پہنچا تو فتوح بن علی اور وہاں کے باشندوں کی ایک جماعت اس سے ملی، اُس کو شہر میں داخل کر لیا، اور اُس وقت سے اس نے اُسے اپنا وطن بنا لیا ؛

اسی سال حماد بن یوسف العزیز باللہ کا ایلچی آیا اور خبر لایا کہ حماد نے اپنے چچا ماکسن بن زیری اور اُس کے ساتھیوں کا مقابلہ کیا، جس میں ماکسن اور اُس کے بیٹے محسن اور بادس سخت جنگوں کے بعد کام آئے۔ یہ ۲۔ رمضان المعظم کا واقعہ ہے ؛

اسی سال زیری بن عطیہ زناتی فاس اور تمام مغرب کے بادشاہ نے ۱۲۔ رمضان کو ماکسن کے قتل کے نو دن بعد وفات پائی ؛

مرابطین کے ظاہر ہونے تک زناتہ اور مغرب میں اُن کی سلطنت کے حالات

زناتہ بنو اُمیہ کی اطاعت پر قایم تھے؛ کیونکہ اُن کے جد اعلےٰ خزر بن

صولات نے ہجرت کی تھی اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ اس کے برخلاف صنہاجہ نے عبیدیین کی دعوت کو قبول کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے ان دونوں قبیلوں کے درمیان بہت سی جنگیں واقع ہوئیں مغرب کے علاقے میں آخر زیری بن عطیہ الخزری المغراوی نے خروج کیا اور فاس وغیرہ پر قابض ہو کر تمام زناتہ کا امیر بن گیا۔ وہ ہشام المؤید (اموی، اندلسی) کے زمانے میں، جبکہ اُس کا حاجب ابن ابو عامر مختار کل تھا، افریقیہ میں بنو امیہ کے دعوے کی اشاعت کرتا تھا اور صنہاجی امراء سے، جو اُس کے دشمن اور مخالف تھے، لڑتا تھا۔ ابن حمادہ کہتے ہیں کہ وہ ۳۷۹ھ میں قرطبہ جا کر ابن ابو عامر سے ملا تھا، اور اسی وقت سے باوجود وسعت سلطنت کے ارض مغرب میں اُس کی خدمت اور موالات میں لگا ہوا تھا۔ مگر ۳۸۷ھ میں نا چاقی ہوئی اور اُس میں اور مظفر[۵] میں بہت سی جنگیں ہوئیں، جن کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ ابن حیان کہتے ہیں کہ شدید محبت اور پکے عہد و پیمان کے بعد ابن ابو عامر اور زیری ابن عطیہ المغراوی کے آپس میں بگاڑ ہوا۔ زیری نے ابن ابو عامر کو طعنہ دیا کہ اُس نے ہشام کی سلطنت کو غصب سلب کر لیا ہے۔ اُس کو ہشام کی حالت اور ابن ابو عامر کے اُس پر غلبہ پانے سے بھی غصہ آیا۔ آخر ابن ابو عامر نے اپنے غلام واضح کو ایک زبردست لشکر دے کر اُس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ مغرب میں دونوں کا مقابلہ ہوا اور بہت بڑی جنگیں واقع ہوئیں۔ پھر ابن ابو عامر نے اپنے بیٹے عبدالملک کو واضح کی مدد کے لئے بھیجا اور خود جزیرۂ خضراء آیا اور فوج اور افسروں سے ان دونوں کی مدد کی۔ عبدالملک

---

[۵] مظفر، ابن ابو عامر کا بیٹا تھا اور باپ کی موت کے بعد اندلس میں اس کی طرح تمام سیاہ و سپید کا مالک کل بن گیا تھا۔ (مترجم)

طنجہ سے زیری کے قصد سے روانہ ہوا اور فریقین میں ایسی جنگیں ہوئیں کہ مغرب کی جنگوں میں اُن کی مثال نہیں ملتی۔ آخر کار اُن کا انجام زیری کی شکست پر ہوا، اور اُس کی فوج بالکل برباد ہوگئی۔ اور وہ خود زخموں سے چور ہوکر بھاگا اب سجلماسہ تک مغرب کا تمام علاقہ عبدالملک بن ابو عامر کے ہاتھ میں آگیا، اور تلمسان اور تاہرت پر بھی اُسی کا قبضہ ہوگیا۔ وہ خود ۳۸۹ھ میں اندلس واپس چلا گیا، اور بلاد مغرب پر واضح کو حاکم مقرر کرکے چھوڑ گیا۔ یہ تھوڑی مدت فاس میں مقیم رہا، اس کے بعد اندلس چلا گیا اور فاس پر منصور کے بھتیجے عبداللہ بن ابو عامر کو قائم مقام بنایا۔ اس کے بعد اسماعیل بن بوری اور پھر ابوالاحوص مَعن بن عبدالعزیز آیا، اور محمد بن ابو عامر کی موت تک وہاں رہا۔ عبدالملک مظفر نے یہ علاقہ پھر معز بن زیری بن عطیہ کو واپس کر دیا، کیونکہ وہ معز کی ثقاہت اور حسن رائے کا پورا قائل ہوگیا تھا۔ چنانچہ ۳۹۸ھ میں معز کو اس شرط پر فاس کا والی بنایا گیا کہ وہ ہر سال کچھ گھوڑے اور ہتھیار قرطبہ میں پیش کیا کریگا، اور ساتھ ہی اُس کے بیٹے معنصر کو بطور یرغمال کے اندلس میں ٹھیرا لیا گیا۔ اس طرح مغرب میں معز کی حکومت مستحکم ہوگئی، اور معنصر قرطبہ میں ہی رہا، آخر کار جب حکومت عامریہ میں فتنہ و فساد برپا ہوکر اُس کا خاتمہ ہوگیا تو معنصر بھی اپنے باپ کے پاس مغرب چلا آیا، اور اب پھر معز نے ان بنو مروان کی طرفداری کرنی شروع کی جو وقتاً فوقتاً اندلس ظاہر ہوتے تھے۔ انجام کار ان ہی جھگڑوں کے دوران میں مرگیا۔ اس کا بیٹا حمامہ فاس اور گرد و نواح کے علاقے میں اُس کا وارث ہوا۔

اس تمام واقعہ کا ذکر وراق نے کافی تشریح و تفصیل سے کیا ہے۔ اُن کا قول ہے کہ ۳۹۱ھ میں جب زیری بن عطیہ کا انتقال ہوگیا تو اس کے

بنو عم نے اُس کے بیٹے معز کو اُس کی جگہ مقرر کیا، پھر اُنہوں نے معز کے مظفر بن ابو عامر سے استدعا کرنے، اُس کی طرف جانے اور مظفر کے بلاد مغرب پر اُس کو والی بنانے کا ذکر کیا ہے۔ اس تقرر میں یہ شرط تھی کہ کچھ گھوڑے ہتھیار وغیرہ دیئے جایا کرینگے اور معز کے دو بیٹے حمامہ اور معنصر بطور یرغمال کے مظفر کے پاس رہینگے۔ پھر وراق نے مظفر کی موت اور اُس کے بھائی عبد الرحمٰن کے ہشام المؤید باللہ کے حاجب ہونے کا حال لکھا ہے۔ جب معز بن زیری کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے عبد اللہ کے لئے بہت بڑا ہدیہ جمع کیا جس میں سات سو گھوڑے، چمڑے کی بہت سی ڈھالیں، دوسری قسم کا بہت سا مال و اسباب اور مغرب کی تمام عجیب و غریب چیزیں شامل تھیں اُس کے بنو عم، تمام شیوخ قبائل اور اکابر فاس اس ہدیہ کو لے کر قرطبہ گئے۔ عبد الرحمٰن اُس سے بہت خوش ہوا، معز کا شکریہ ادا کیا، اور اُس کے دونوں بیٹوں کو خلعتیں دے کر اور خوش کر کے اُس کے پاس بھیج دیا اور معز کے لئے ولایت مغرب کے عہد کی تجدید کی۔

اس ولایت میں سجلماسہ کا شہر شامل نہ تھا، کیونکہ اُس کی حکومت اُس سے قبل ہی واضح غلام کو دے دی گئی تھی۔ اس شہر پر واضح انودین بن خزرون یفرنی، اور اُس کا ابن عم زیری بن فلفل، والی رہے۔ اُن کے ساتھ یہی شرط تھی کہ مطلوبہ مال اور کچھ گھوڑے، اور چمڑے کی ڈھالیں ہر سال پہنچاتے رہیں اور ہر ایک اپنا ایک بیٹا بطور یرغمال کے دے۔ معز نے ان تمام شرائط کو قبول کیا، اور اس طرح حکومت عامریہ اور خلافت مروانیہ کے انقراض تک برابر والی مغرب رہا۔ اُس کے بعد لوگوں کا سہارا بالکل جاتا رہا، اور اندلس میں بالکل انتشار پیدا ہو گیا۔ مسلمان مختلف فرقوں میں منقسم ہو گئے، اور ایک دوسرے کو قتل و غارت کرنے لگے، اور اہل مغرب نے بھی یہی کرنا شروع کیا۔ اس سے

نفاق و شقاق میں اور زیادتی ہوئی، اور لوگ ایک دوسرے پر چھاپے مارنے لگے۔ معز بن زیری بن عطیہ ۴۱۶ھ میں اپنی موت تک برابر اپنے کام کو سنبھالے رہا۔

اس کے بعد اُس کا بیٹا ابو العطاف حمامہ بن معز بن زیری بن عطیہ بادشاہ ہُوا۔ اُس کو علم ادب، سیاست اور معرفت سے ایک خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ اُس کے زمانے میں فاس کا شہر سرسبز و شاداب اور اُن شعراء کا جو اندلس سے اُس کے پاس آتے تھے مسکن و مرجع بن گیا۔ اُسے بہت سی جنگیں لڑنی پڑیں اور آخر ۴۳۱ھ میں وفات پائی۔

اب دوناس بن حمامہ بادشاہ ہُوا۔ اُس کے بنو عم باغی ہو گئے، اور اُن کی حکومت ضعیف اور سلطنت کمزور ہو گئی۔ آخر کار فاس میں دو امیر ایک دوسرے کے مخالف ہوئے اور ان دونوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی، اور بہت سے ایسے واقعات پیش آئے جو اس قدر شنیع ہیں کہ اُن کا ذکر بیکار ہے۔ جب کسی سلطنت کا ادبار شروع ہو جاتا ہے تو وہاں ایسے واقعات ہوتے ہیں، جن کا ذکر کرنا بھی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ آخر صحراء سے لمتونہ نے خروج کیا، اور وہ (قبیلہ) مصمودہ کے علاقے پر مستولی ہو گئے، وہاں کے بادشاہوں کو نکال باہر کیا، اور اُن کے عدل و انصاف کو برباد کر دیا۔ عبداللہ بن یاسین شہر اغمات اور گرد و نواح کے علاقے میں داخل ہُوا ۔ زناتہ کو بھی خوف ہُوا اور وہ لوگ اپنے مستقر میں مشرق کی طرف منتشر ہو گئے۔ جب عبداللہ بن یاسین مارا گیا تو یہ لوگ پھر مغرب واپس آئے اور جب کسی پر ملثمین (نقاب پوش) کی طرف دار ہونے کا شبہ ہُوا قتل کر ڈالا۔ صحرائی لوگوں نے اُن کا مقابلہ کیا، ابوبکر بن عمر نے یوسف بن تاشفین کو وہاں بھیجا۔ یہ رؤساء قبائل سے لڑا، اور بہت سے شہروں کو فتح کر لیا۔

ان ہی تمام واقعات کے دوران میں سبتہ میں سخت قحط پڑا، یہاں تک کہ چند وسیہ درہم کا صرف ایک اوقیہ اناج ملنے لگا۔ یہ ۴۴۴ھ کا واقعہ ہے۔ فتوح بن معنصر زناتی نے مشرق سے واپس آکر ۴۵۴ھ میں فاس کے لشکر کو شکست دی۔ اسی سال مکناسہ اور لواتہ کو بھی ابوبکر بن عمر لمتونی کے سپہ سالار نے شکست دی۔

۴۵۴ھ میں بلجین بن محمد بن حماد صنہاجی نے تمام مغرب کے علاقے کو پامال کیا، اور ایک عظیم الشان لشکر لے کر اُس کو برباد و تباہ کر ڈالا۔

۴۵۹ھ میں ابراہیم بن ملیح کزنائی فاس میں داخل ہوا اور معنصر بن حماد کو مشرق کی طرف دھکیل دیا۔ وہ پھر فاس آیا اور اُن تمام لوگوں کو قتل کیا جن پر ملثمین کی طرف داری کا شبہ تھا، اب یوسف مغرب واپس آیا اور معنصر وہاں سے بھاگ گیا، یوسف نے سدراتہ کو قتل کیا، فاس میں داخل ہوا اور شہر پر قابض ہو گیا؛ اس کے علاوہ مغرب کا اور بہت سا حصہ بھی اُس کے ہاتھ آ گیا۔ یہ واقعہ ابو مروان عبد الملک بن موسےٰ وراق نے اپنی کتاب "المقباس فی اخبار فاس" میں بیان کیا ہے۔ اب رہا یوسف کزنائی صاحب مکناسہ وہ ۴۶۲ھ میں مر گیا۔ تولالا نے بھی قلعہ میں وفات پائی اور اُس کا بیٹا مہدی اسی سال بادشاہ ہوا۔ ابن ابو العافیہ ابراہیم نے ۴۵۰ھ میں وفات پائی، اور اُس کا بیٹا عبد اللہ جانشین ہوا، یہ بنو ابو العافیہ تسول، ملویہ اور نکور کے مالک تھے۔ عبد اللہ نے ۴۶۰ھ میں انتقال کیا، اور محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن موسےٰ بن ابو العافیہ اُس کا جانشین ہوا۔ تلمسان اور وزاب میں یعلیٰ زناتی بادشاہ تھا یہ بھی اسی سنہ میں یا اس کے قریب مرا، اور اُس کے بیٹے اُس کے جانشین ہوئے مغرب میں

ماوراءزاب کے علاقے پرعباسیوں کا کبھی قبضہ نہیں ہُوا۔ تلمسان اور اُس کے علاقہ پر محمدؒ بن سلیمان بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قابض رہے۔ اُن ہی کی اولاد میں سے ابوالعیش عیسےٰ بن ادریس بن محمدؒ تھے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ فاس اور اُس کے علاقہ پر شیعہ حکمران تھے۔ پھر اُس کی حکومت ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوئی۔ تامسنا میں صالح بن طریف کی اولاد اپنی ضلالت وگمراہی پر قائم تھی۔ سجلماسہ میں عیسےٰ بن سمعون رئیس فرقۂ صفریہ آ کر ٹھیرا؛ یہ تمام علاقہ اس طرح پر ایک تھا۔ اس کے برخلاف افریقیہ میں عبدالرحمٰن بن حبیب باغی تھا، اور اندلس میں یوسف فہری امیر بنا ہُوا تھا۔

سنہ وار تحریر کی طرف رجوع

۳۹۲ھ میں معتزلہ کے سردار اور سرغنہ ابوطالب نے ۶۹ برس کی عمر میں وفات پائی۔

اسی سال یحییٰ بن علی بن اندلسی لشکر لے کر مصر سے چلا اور ۹۔ ربیع الاوّل کو جمعہ کے دن اطرابلس پہنچا۔ اس وقت تمام کام زیدان صقلی کے ہاتھ میں تھا، مگر اُس کی سوءِ عقل اور ضعف تدبیر کی وجہ سے لشکر کے انتظام میں خرابی پڑی، اور جب فلفل کے پاس پہنچا تو اُس سے حقارت اور نفرت سے پیش آیا۔

اسی سال ماہ رمضان المعظم میں منصور بن ابو عامر نے وفات پائی، اُس کا ذکر اپنے موقع پر آئیگا۔

۳۹۳ھ میں یحییٰ بن علی بن اندلسی، فلفل بن سعید اور فتوح

بن علی کو ساتھ لے کر شہر قابس آیا اور عطیہ بن جعفر کا محاصرہ کیا۔ ان ہی دنوں میں بیس تیر انداز قابس کی طرف آئے فلفل نے اُن کو پہچان لیا اور اُن کی طلب میں آدمیوں کو روانہ کیا۔ جب یہ لوگ گرفتار ہو کر آئے تو اُن کی گردنیں ماردیں۔ یہ لوگ اس سال پیر کے دن ۱۴۔ شعبان کو ناس پہنچے، اور پھر اطرابلس واپس آ گئے۔ جب یحیٰی بن علی نے اپنا بُرا حال دیکھا اور کوئی چیز ایسی اُس کے پاس نہ رہی جو وہ اپنی فوج کے لوگوں کو دیتا تو باقی لوگوں کو ساتھ لے کر بادل ناخواستہ مصر واپس ہوا۔ مگر اُس کی واپسی سے پہلے فلفل اور اُس کے ہمراہیوں نے اُن کے جتنے گھوڑے چاہے یا تو خرید لئے اور یا غصب کر لئے۔ جب یحیٰی بن علی الحاکم بامر اللہ صاحب مصر کے پاس پہنچا تو پہلے اُس نے اُسے سزا دینے کا ارادہ کیا، مگر آخر میں اُس کا عذر قبول کر کے اُسے معاف کر دیا۔

۳۹۴ھ میں الحاکم بامر اللہ نے اپنے منجم بکری کو مصر میں قتل کیا۔ یہ شخص احمق اور ضعیف العقل تھا، مگر پیشین گوئی کرنے میں اسے تجربہ حاصل تھا۔

اسی سال الحاکم بامر اللہ نے اپنے بہت سے بڑے بڑے آدمیوں کو قتل کیا اور آگ میں جلا دیا۔

اسی سال ایک شخص المعروف بہ ابن خریطہ قتل کیا گیا۔

اسی سال ابن غازی منجم قتل ہوا۔

۳۹۵ھ میں افریقیہ میں سخت قحط پڑا جس میں مستور چیزیں منکشف ہو گئیں، فقیر ہلاک ہوئے اور دولتمندوں کا مال جاتا رہا، اناج مہنگا ہو گیا، اور خوراک معدوم ہو گئی۔ اہل بادیہ نے اپنے وطنوں کو خیر باد کہہ دیا، اور بہت گھر ایسے خالی ہو گئے کہ اُن کا کوئی والی وارث باقی نہ رہا۔ اسی قحط کے ساتھ ساتھ وبا، اور طاعون بھی پھیلا جس میں ہر قسم کے لوگ غنی اور محتاج ہلاک ہوئے۔ ہر چلتے پھرتے شخص کا یہی

کام تھا کہ یا علاج معالجہ کے لئے باہر آئے، یا عبادت کے لئے، یا تجہیز و تکفین کے سامان کے لئے، یا جنازے کی تشییع کے لئے اور مردہ کو دفن کرنے کے بعد واپس آئے مفلس لوگ باب سلم کے پاس جمع کئے جاتے جہاں اُن کے لئے خندقیں کھودی جاتی تھیں، اور سینکڑوں سے زیادہ تعداد میں ایک ہی خندق میں دفن کر دیئے جاتے تھے۔ اس وباء میں اس قدر علماء، عوام، سوداگر، بچے اور عورتیں تلف ہوئیں، کہ جن کی تعداد سوائے اللہ کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ یہ حالت ہوگئی کہ قیروان کی مسجدیں ویران ہوگئیں، تنوروں اور حماموں کے کاروبار بند ہوگئے، لوگ اپنے گھروں کے دروازے اور چھتوں کی کڑیاں جلاتے تھے، اور بہت سے حضری اور بدوی اپنے وطن کو چھوڑ کر جزیرہ صقلیہ میں چلے آئے۔ اُس وقت مریض کے لئے ایک انار کی قیمت دو درہم اور ایک چوزہ کی قیمت تیس درہم تھی۔ بقول ابو اسحٰق رقیق کے اہل بادیہ کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ ایک دوسرے کو کاٹ کر کھا گئے۔

۳۹۶ھ میں پھر افریقیہ میں سرسبزی عود کر آئی، قحط رخصت ہوگیا، اور وبا کی بلا لوگوں کے سر سے ٹل گئی۔

اسی سال برقہ میں ولید بن ہشام نے فساد مچایا اور دعوے کیا کہ وہ مغیرہؓ کی اولاد سے بنو امیہ میں سے ہے۔ اُس کی بغاوت درحقیقت سال گذشتہ

---

۵۱ خلیفہ الحکم المستنصر باللہ نے اپنی حین حیات ہی میں اپنے بیٹے ہشام المؤید باللہ کے لئے بیعت لے لی تھی۔ الحکم کی موت کے وقت ہشام بہت کم عمر تھا، اور سلطنت کا کام سنبھال نہ سکتا تھا، اس لئے محل کے دو خواجہ سراؤں نے جو بہت کچھ باقتدار تھے، دوسرے خواجہ سراؤں سے مل کر سازش کی کہ ہشام کی بیعت کو توڑ دیا جائے، اور اُس کی بجائے اُس کے چچا مغیرہ ابن عبد الرحمٰن الناصر لدین اللہ کو جس کی عمر اس وقت ۲۷ برس کی تھی، خلیفہ بنا دیا جائے۔ مگر مصحفی حاجب کو اس سازش کی اطلاع مل گئی، اور تمام وزراء کے مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ قبل اُس کے مغیرہ کو خلیفہ الحکم کی موت کی اطلاع ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۰ پر ملاحظہ ہو)

شروع ہوئی تھی ولید دراصل برقہ میں معلم تھا۔ اُس نے اہل برقہ میں کام کرنے کی گنجایش دیکھی اور اُن کی طرف مائل ہوگیا۔ اُس نے اُن کو بتایا کہ اُس کے پاس ایسا علم اور روایات ہیں جن سے اُس کو معلوم ہوگیا ہے کہ وہی مصر کا بادشاہ ہوگا، اور جابروں کو قتل کریگا۔ لواتہ اور زناتہ کے قبیلوں نے اس امر میں اُس کی مدد کی، اور اُس کو اپنا امام بناکر اُس کے گرد جمع ہوگئے۔ اب بربری ہر سمت سے آکر اُس کے پاس جمع ہونے لگے۔ آخر اُس نے برقہ کی طرف کوچ کیا اور محاصرہ کرکے اسے فتح کرلیا۔ یہ ماہ رجب ۳۹۵ھ کا واقعہ ہے۔ اس سال یعنی ۳۹۶ھ میں اُس کی طاقت بہت بڑھ گئی، اور الحاکم بامر اللہ نے اُس کے خلاف ایک لشکر بھیجا۔ فریقین میں سخت جنگ ہوئی، مصر کے لشکر نے شکست کھائی اور اُس کا قائد مارا گیا۔

اسی سال محمدؐ بن ابوالعرب عامل افریقیہ نے وفات پائی۔

اسی سال الحاکم بامر اللہ نے اپنے قاضی کو اس الزام میں کہ اس نے یتیموں کا مال کھایا تھا قتل کیا اور جلادیا۔

۳۹۷ھ میں برقہ کے باغی ولید بن ہشام کا معاملہ نہایت سنگین اور نازک ہوگیا، اور اُس کی جمعیت اور تابعین کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ الحاکم بامر اللہ نے اُس کو مکر و فریب سے قابو میں لانے کی کوشش کی۔ چنانچہ اُس نے اپنے بڑے بڑے آدمیوں اور سپہ سالاروں کو بلایا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ ولید کے ساتھ خط و کتابت کریں اور یہ ظاہر کریں کہ وہ سب اُس کے ہمدرد اور ہم مشرب ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۹) اُسے قتل کردیا جائے، اور اس طرح خواجہ سراؤں کی سازش کو ناکام بنادیا جائے، یہ کام منصور ابن ابی عامر کے سپرد ہوا، اور اسی نے اسے انجام دیا۔ یہی مغیرہ ہے جس کی اولاد ہونے کا دعوےٰ اب ولید ابن ہشام نے کیا ہے۔ (مترجم)

اور اگر وہ اُن کے قریب آ جائے تو وہ سب فردِ واحد کی طرح اُس کے ساتھ شامل ہو جائینگے۔ جب یہ خطوط لگاتار اُس کے پاس پہنچنے لگے تو آخر کار اُس کو یقین آ گیا، اور اُس نے اپنے تمام طرف دار بربری قبائل کو لے کر مصر کی طرف کوچ کیا۔ اس موقع پر مصر کے لشکر اُس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور اُس کو شکست دی۔ اُس نے بھاگ کر ارضِ سودان میں پناہ لی، مگر بعد میں پکڑا گیا، اور ایک اونٹ پر سوار کرا کے مصر میں داخل کیا گیا۔ پھر تشہیر کے کپڑے پہنا کر اُس کو مصر میں پھرایا گیا، اور آخر نصف شوال کو بدترین طریق سے قتل کیا گیا۔

اسی سال قاسم بن محمد ابن ابو العرب اپنے باپ کی موت کے بعد افریقیہ کا عامل ہوا۔ اُس نے اپنے باپ کے لوگوں کو اُن کے مرتبوں پر قایم رکھا اور برابر اُن سے مدد لیتا رہا۔

۳۹۸ھ میں افریقیہ کے صاحب مظالم محمد بن عبد اللہ نے وفات پائی۔ وہ مشکوک اور مفسد لوگوں کو مار، قتل، اور ہاتھ یا پیر کے کاٹنے کی سخت سزائیں دیتا تھا، اور اس معاملہ میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرتا تھا۔

۳۹۹ھ میں محمد بن ابو العرب کی اولاد منصوریہ سے فلفل بن سعید بن خزرون زناتی کے پاس اطرابلس جانے کے ارادے سے بھاگی۔ نصیر الدولہ نے والی فاس کے پاس حکم بھیجا کہ اُن لوگوں کا راستہ روک لے، چنانچہ اُس نے اُن میں سے علی اور یوسف دو کو پکڑا اور اُن کے سر کاٹ کر سلخ محرم کو منصوریہ بھیج دیا۔ اس کے بعد قاسم وہاں پہنچا، اور نصیر الدولہ نے اُس کا قصور معاف کر دیا۔

۴۰۰ھ میں فلفل اطرابلس کے مقام پر کسی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ اُس کی جگہ وَرو نے لی اور زناتہ نے اُس کی اطاعت قبول کی۔

اسی سال ابو مناد نصیر الدولہ ایک عظیم الشان لشکر کو لے کر زناتہ کی تلاش میں اطرابلس کی جانب روانہ ہوا، اور پیر کے دن ۷۔ شعبان کو شہر کے سامنے پہنچا۔ یہاں کے لوگوں نے خوش ہو کر دعائیں اور خوشخبریاں دیتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ اس کے لئے ریشمی خیمہ اور خوب صورت قبے نصب کئے گئے، مگر ایک سخت آندھی نے تمام بڑے بڑے خیموں کو پھاڑ ڈالا، متفرق کر دیا اور ان کو اڑا لے گئی۔ نصیر الدولہ فلفل کے محل میں داخل ہوا، اور یہاں فلفل کے بھائی وروا بن سعید کے ایلچی امان اور عفو کی درخواست لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نصیر الدولہ نے ان کو معاف کیا، اور خود اپنے آپ اس پر گواہی دی۔ پھر وہ مظفر و منصور ہو کر منصوریہ کی طرف واپس ہوا۔ یہاں نعیم بن کنون اور اس کے ساتھی پہنچے۔ نصیر الدولہ نے ان کو بہت انعام و اکرام دیا اور پوری پوری خاطر و مدارات کی نعیم بن کنون کو اس نے جھنڈے، طبل، بار برداری کے گھوڑے اور زمینیں عطا کیں، اور ان شہروں کی طرف روانہ کر دیا جو اس نے اسے عطا کئے تھے۔ ان کا صدر مقام قصطلیہ (یا قسطیلہ ؟) تھا۔ نعیم یہاں طبلوں، جھنڈوں اور فوج کو لے کر بادشاہ ہو گیا۔

سنہ ۴۰۱ھ میں عزم بن زیری بن مناد کی موت قیروان میں واقع ہوئی۔

اسی سال جعفر بن حبیب قائد نے انتقال کیا۔

اسی سال الحاکم بامر اللہ نے سپہ سالار حسین بن جوہر اور اس کے خسر قاضئ مصر عبد العزیز بن محمد بن نعمان کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ دونوں کو وقت واحد میں قتل کر دیا گیا۔

اسی سال کے ماہ شوال میں ابن جراح نے الحاکم بامر اللہ کے خلاف بغاوت کی اور امیر مکہ کے پاس اپنے ایلچی بھیجے کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو کر

الحاکم کی مخالفت کرے۔ اُس نے مان لیا اور اُسے امیر المومنین کا لقب دیا گیا۔ تمام اہل مکہ اور اُس کے بنو عم وغیرہ نے اُس کا ساتھ دیا اور اُس سال کے باقی حصہ میں اُن کا کام برابر جاری رہا۔

اسی سال اہل مصر اور اُن کے ساتھ کے اہل مغرب حج کی غرض سے مکہ معظمہ گئے تھے واپس آئے۔ یہ لوگ بحر قلزم ہی میں پہنچے تھے کہ اُن کو ابن جراح اور ابو الفتوح حسن بن جعفر بن محمد کی تمام مخالفت اور کارروائی کی حالت معلوم ہوئی۔ وہ بغیر حج کئے واپس آ گئے۔ اسی طرح اس سال اہل یمن اور مکہ کے قریب رہنے والوں کی تھوڑی تعداد کے سوا شام، عراق، خراسان اور تمام دنیا کے لوگوں میں سے کسی نے حج ادا نہیں کیا۔

سنہ ۴۰۲ھ میں مقدم الذکر فلفل کا بھائی خزرون بن سعید بن خزرون زناتی منصوریہ آیا۔ اُس کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ اُس میں اور اُس کے بھائی اور رو امیں اختلاف ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ نصیر الدولہ کے پاس آیا، اور نصیر الدولہ نے اُس کے ساتھ نیک سلوک کیا۔ اُس کے ساتھ زناتہ کے تقریباً ستر سوار بھی تھے نصیر الدولہ نے اُن کو بھی اپنے پاس اُتارا اور اُن سے اچھی طرح پیش آیا۔ پھر چند دنوں کے بعد خزرون کو کوئی شہر دے دیا اور وہ جھنڈے اور طبل لے کر اُس جانب روانہ ہو گیا۔

سنہ ۴۰۳ھ میں ایک قافلہ مہدیہ آیا جس کے ساتھ الحاکم بامر اللہ کی طرف سے نصیر الدولہ بادیس صاحب افریقیہ اور اُس کے بیٹے منصور عزیز الدولہ کے لئے بہت بیش بہا تحائف تھے۔ منصور نے قصر ماء کے مقام پر اہل قیروان سمیت جھنڈے اور طبل لے کر اُس کا استقبال کیا۔ انہی میں نصیر الدولہ کے نام فرامین تھے جن میں برقہ اور اُس کے اعمال کے اضافہ سے اُس کو سرفراز

کیا گیا تھا۔

اسی سال عالم وفقیہ ابوالحسن قابسی نے وفات پائی۔

اسی سال نصیرالدولہ نے یوسف بن ابوحبوس صنہاجی کو نوجوں وغیرہ کے کاموں سے معزول کیا۔

اسی سال مفرج بن جراح نے شام میں انتقال کیا اور اُس کی اولاد اُس کی جگہ مقرر ہوئی۔

اسی سال حسن بن جعفر امیر مکہ نے الحاکم بامر اللہ کی اطاعت کی طرف عود کیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اُس نے وہاں بغاوت کی تھی، لوگوں کو اپنے ساتھ مل جانے کی دعوت دی تھی اور امیرالمومنین الراشد باللہ کا خطاب اختیار کیا تھا۔ پھر اُس نے اس سال ان تمام باتوں سے توبہ کی، اور منبر پر چڑھ کر اپنے دعوے سے دست بردار ہؤا، اور الحاکم بامر اللہ کو اس کی اطلاع دی۔ اُس نے معافی عطا کی، اور اُس کے پاس بہت سا مال و اسباب بھیجا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ کھانا اور تمام ضروریات کی چیزیں لے کر مکہ کا سفر کریں۔

اسی سال افریقیہ میں ایک باغی عبداللہ بن ولید بن مغیرہ نامی نے خروج کیا۔ یہ پہلے خفیہ تھا اور تعلیم میں مشغول تھا۔ پھر اُس نے لوگوں کو اپنے لئے دعوت دی، مگر آخر میں وہ اپنے ایک ساتھی سمیت گرفتار ہؤا، اور یہ دونوں اونٹوں پر سوار کرا کے قیروان لائے گئے، جہاں اُن کو تشہیر کرنے کے بعد اُن کی گردنیں ماری گئیں اور مصلوب کیا گیا۔ اُس کے پاس ایک تھیلی پائی گئی جس میں رؤسائے قبائل کے نام اُسی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ ان میں اُس نے لکھا تھا "من جانب عبداللہ ابو محمد الناصر لدین اللہ امیرالمومنین بہ فلاں" اُس کے بعد ذکر تھا کہ اُس کے کام کا اتمام کتامہ کے ذریعے ہوگا، اور مکتوب الیہ کو حکم تھا

کہ یکم صفر ۴۰۹ھ کو اُس سے آملے کیونکہ یہی سلطنت صنہاجہ کے آخری دن ہونگے اُس کے بعد وہ منقطع ہو جائیگی۔ لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے صنہاجہ نے اُسے قابو کر لیا۔

۴۰۳ھ میں الحاکم بامر اللہ کے پاس سے نصیر الدولہ کے نام ایک فرمان آیا، جس میں ذکر تھا کہ اُس نے اپنی حین حیات ہی میں اپنے ابن عم ابو قاسم عبدالرحمٰن بن الیاس کو ولی عہد بنا لیا ہے۔ یہ فرمان قیروان اور منصوریہ کی جامع مسجدوں میں پڑھا گیا، اور جھنڈوں اور سکوں پر الحاکم بامر اللہ کے نام کے بعد اُس کا نام ثبت کیا گیا۔ یہ امر نصیر الدولہ پر بہت شاق گذرا اور اُس نے کہا کہ اگر امام کی تدابیر میں معترض ہونا جائز ہوتا تو میں ضرور الحاکم کو لکھتا کہ سلطنت اپنی اولاد سے نکال کر اپنے بنو عم کو نہ دینی چاہیئے۔

۴۰۵ھ میں نصیر الدولہ نے الحاکم کی خدمت میں گراں قدر تحائف روانہ کئے، اور جھنڈے اور طبل لے کر منصوریہ سے مہدیہ تک اُس کے ساتھ گیا۔ موخر الذکر مقام پر یعلٰی بن فرج کشتیوں میں سوار ہوا۔ ان تحائف میں سو گھوڑے، مرصع زینیں، جو اٹھارہ اونٹوں پر بار تھیں، اٹھارہ بوجھ ریشم، سمور اور نہایت نفیس مذہب سوسی مال، بیس لونڈیاں، اور دس صقالبی غلام وغیرہ تھے۔ اس کے علاوہ نصیر الدولہ کی بہن شہزادی ام ملال، نے الحاکم کی بہن کے لئے بھی تحائف دیئے تھے۔ بہر حال جب یہ تحائف برقہ کی طرف پہنچے تو عربوں نے اُنہیں لوٹ لیا اور یعلٰی بن فرج سب کچھ اُن کے حوالے کر کے بھاگ گیا۔

اسی سال قیروان میں ایک منادی کرنے والے نے منادی کی کہ وہاں جو صنہاجی سکونت پذیر ہیں منصوریہ چلے جائیں، اور پھر دوسری یہ منادی ہوئی کہ وہاں کی دکانیں اور سرائیں بند کر دی جائیں، چنانچہ اوقاف کی چند دکانوں کے

سو اسب بند کردی گئیں اور یہ حالت ہوئی کہ روئی کے بیچنے کے لئے منصوریہ میں دکان کا کرایہ سو درہم ہوگیا ۔ قیروان میں دکانوں کا کرایہ ایسا کبھی نہیں سنا گیا۔ یہی اُس کی بربادی کا باعث ہُوا۔

الحاکم نے منصور بن نصیر الدولہ کو عزیز الدولہ کا خطاب دیا اور اس مضمون کا فرمان پڑھا گیا۔ اب نصیر الدولہ نے چاہا کہ اُس کو تربیت دینے کے لیئے چند اعمال اُس کے سپرد کردے تاکہ وہ وہاں اپنے لوگوں اور آدمیوں کو خدمات پر مامور کر سکے۔

نصیر الدولہ سے ابراہیم ابن سیف عزیز باللہ کی نسبت بہت سی ایسی باتیں کہی گئی تھیں جو اُسے بری معلوم ہوتی تھیں۔ اُس نے اُن کو آزمانا چاہا۔ چنانچہ اُس نے حماد کو لکھا کہ قصر افریقی اور شہر قسطنطینیہ جو ابوزعبل کی حکومت میں تھے عزیز الدولہ کے نمائندہ کے حوالے کر دے۔ اُس نے ہشام بن جعفر کو خلعت سے سرفراز کیا۔ چنانچہ وہ خزانے اور آدمیوں کی بڑی تعداد کو لے کر چلا۔ اُدھر نصیر الدولہ نے ابراہیم بن سیف عزیز باللہ کو لکھا کہ اُس کا ایلچی حماد کی طرف جا رہا ہے۔ ابراہیم نے بذات خود خط کے جلدی بھیجنے کا انتظام کیا اور کہا کہ بادشاہ کو کوئی غلام مجھ غلام سے زیادہ خدمت گزار نہ ملیگا۔ اُس کا کام اُس نے اپنے ہاتھ میں لیا اور اُس کو قسم دی کہ جانے اور آنے میں بیس دن سے زیادہ خرچ نہ کرے۔ نصیر الدولہ کے مشیروں نے اُسے صلاح دی کہ وہ ابراہیم کو پکڑ لے اور اُسے بات کی مہلت نہ دی کہ اس سفر میں اُس کے بھائی حماد کی اطاعت کا انجام دیکھ لے۔ ابراہیم سے یہ کہا گیا کہ تم اپنے بھائی کے پاس جاؤ اگر جو کچھ تم نے وعدہ کیا ہے اُس کے پورا کرنے کا ارادہ ہو تو اُسے پورا کرو ورنہ دونوں مل کر جو کچھ کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔ چنانچہ ابراہیم بن سیف عزیز باللہ

اپنے مال تمام ذخائر، اور لوگوں کو لے کر نکلا، اور نصیر الدولہ کی طرف سے اُس کی کوئی مزاحمت نہیں کی گئی، لیکن اُس کا اپنے تمام مال و اسباب اور آدمیوں کے ساتھ نکلنا ہی اس بات کی دلیل تھی کہ جو کچھ اُس نے کہا تھا وہ اس کے خلاف عمل کرنا چاہتا ہے۔ ابراہیم کا یہ سفر شوال میں شروع ہوا۔ ہاشم ابن جعفر بھی اُس کے ساتھ تھا، مگر آخر میں اُس نے محسوس کیا کہ ابراہیم اپنے بھائی کے پاس پہنچنے پر اُس سے بے وفائی کریگا۔ اس پر ہاشم نے عذر کیا کہ اُسے باجہ میں کچھ ضروری کام ہے، اور اُس راستہ کو پھر گیا، مگر ابراہیم سے وعدہ کیا کہ وہ عنقریب اُس سے آملیگا۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے ہاشم کو ابراہیم کے مکروفریب سے نجات دی۔ ابراہیم آگے چلا گیا اور تامدیت پہنچا، اور اپنے آنے کی اطلاع بھائی کو دی۔ حماد نے بھی ٹرا زبردست لشکر لے کر کوچ کیا۔ ان دونوں کا ایک ہی بات پر اجتماع رائے ہو گیا اور دونوں نے خلاف و شقاق کا ارادہ کر لیا۔

نصیر الدولہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے بھی اواخر ذی الحج میں کوچ کیا، اور رقادہ میں ٹھیرا، یہاں اُس نے لشکریوں کو عطیات دیئے، اور اپنے اہل و عیال مال و اسباب اپنی بہن شہزادی ام ملال اور غلاموں کو مہدیہ منتقل کیا۔ ساتویں دن وہاں سے کوچ کیا، اور یوسف بن ابوحبوس اور اُس کے بھائیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اُن کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس سفر میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ جس میں اُس کے احسان و نیکی کی تجدید نہ ہوئی ہو۔ کوئی گھوڑا یا کپڑا بطور تحفہ کے اُس کے پاس ایسا نہیں لایا گیا جسے اُس نے اپنے نفس پر ترجیح دی ہو۔ یہ تحائف اُن جاگیروں اور زمینوں کے علاوہ تھے جو افریقیہ کے ہر ضلع میں اُس کو پیش کئے جاتے تھے۔ اس طرح وہ برابر اپنے قدر اور تعریف کی وجہ سے اپنے ذکر کو زیادہ کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ ایسے مرتبہ پر پہنچ گیا جو بعید او

قریب کے کسی شخص کو حاصل نہیں ہؤا، اور اُس اعلےٰ درجے تک ترقی کی جو اُس کے کسی رشتہ دار یا عزیز کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ نصیر الدولہ نے عید الضحےٰ کے دوسرے دن اپنے لشکروں کو لے کر حماد مذکور کی طرف کوچ کیا ؛

اوائل محرم ۴۰۶ھ میں حسون بن سنون کے دو بیٹے عزم اور فلفل، اور ماکسن بن بلقین، اور عدنان بن معصم حماد کے لشکر کے چند سواروں کو لے کر نصیر الدولہ سے آملے۔ اُس نے اُن کو خلعتوں سے سرفراز کیا اور حسن سلوک سے پیش آیا۔ اس طرح نصیر الدولہ برابر منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہؤا تامدیتؔ تک پہنچا۔ یہاں اُس کو اپنے بیٹے منصور عزیز الدولہ کی وفات کی اطلاع ہوئی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب عزیز الدولہ مہدیہ گیا ہے تو وہاں وہ بخار میں مبتلا ہؤا اور پھر چیچک نکل آئی، جس میں سترہ روز مبتلا رہنے کے بعد آخر اُس نے وفات پائی۔ اس خبر کو نصیر الدولہ سے چھپایا گیا کہ کہیں وہ اس قدر جزع فزع میں نہ پڑ جائے کہ امور سلطنت میں خرابی واقع ہو۔ خاص کر اس موقع پر جبکہ وہ باغی حماد کے مقابلہ کے لئے راستہ میں تھا۔ مگر ابراہیم اور حماد کو اس حادثہ کی خبر ہو گئی اور اُنھوں نے نصیر الدولہ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ وہ بیٹا جس کے لئے تم یہ سب کام کر رہے ہو مر چکا ہے۔ لیکن اُن کے خلاف توقع نہ تو اُس نے کوئی حرکت کی اور نہ جزع فزع کیا۔ اُس نے شہزادی ام ملال سے اس خبر کی تصدیق چاہی اور وہاں سے اُس کا خط آیا جس میں عزیز الدولہ کی وفات کی خبر اور تعزیت تھی۔ اس کے ساتھ ہی شہزادی نے اطلاع دی تھی کہ معز تندرست اور سلامت ہے ۔ اس وقت نصیر الدولہ سے وہ صبر و استقلال ظاہر ہؤا جس سے اُس کے متعلق لوگوں کا تعجب اور بڑھ گیا۔ اُس نے ایک عام مجلس عزا منعقد کی اور اس میں جب کسی کو روتے دھوتے دیکھا اُس کی

تسلی وتشفی کی۔ اس بات سے اُس کے دوستوں کی خوشی اور حاسدوں اور دشمنوں کا جلاپا اور زیادہ ہوگیا۔ پھر ۵۔ صفر کو اُس نے تامدیت سے کوچ کیا، اور چلتے چلتے آخر محمدیہ یعنی شہر مسیلہ پہنچا، یہاں شہر کے لوگ اُس سے ملے اور اُس کے زمانے میں جو عدل وانصاف اور امان اُن کو حاصل تھا اور جو جور و تعدی اُن سے دور کی گئی تھی اُس کے لئے اُسے دعائیں دیں اور اُس کا شکریہ ادا کیا۔ یہاں اُس نے چھ دن قیام کر کے دریائے شلف کو عبور کیا، اور پھر برابر سفر کرتا رہا، یہاں تک وہ حماد کی فوجوں کے قریب تک پہنچا۔ اس کی جمعیت میں زناتہ وغیرہ کے لوگ شامل اور اُس وقت دریا کے دوسرے کنارے پر خیمہ زن تھے نصیر الدولہ نے تمام رات حفاظت اور حراست کے کام میں گزاری، جب صبح ہوئی تو وہ اپنی فوج میں ظاہر ہوا، اور اسے مرتب کیا اور ہر ایک افسر کو اپنے مقام پر مقرر کیا۔ اب طرفین ایک دوسرے کے قریب ہو گئے، اور جنگ شروع ہوئی، جس میں آخر حماد کو شکست ہوئی، اور اُس کا لشکر لوٹا گیا۔ کہتے ہیں کہ لوٹ میں صرف چمڑے کی ڈھالوں کی تعداد ہی دس ہزار تھی۔ فاتح لشکر کا مال غنیمت اسباب اور دوسری چیزوں کے حصوں میں مشغول ہو جانا ہی حماد کی نجات اور اُس کے ساتھیوں کی جان کے بچنے کا باعث ہوا۔ یہاں لوگوں کو اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ جس کی عدد اور کثرت کا شمار کرنا ناممکن ہے ان ہی چیزوں میں دو رقعے پائے گئے جن میں لکھا تھا کہ فلاں قائد کے پاس ایک صندوق ہے جس میں پچاس ہزار سات سو دینار، ایک کروڑ ورق اور پانچ ہزار درہم ہیں، اور دوسری قسم کے مال کے بھی پچاس صندوق ہیں۔ یہ تمام مال اُس کے علاوہ تھا، جو حماد کے گھر اور خزانے میں موجود تھا۔ ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایک خچر کو ہانکتا ہوا دیکھا گیا، بعض غلاموں نے ہمارے سامنے ہی اُس کی تلاشی لی

اُس کے زین کے حشو اور صوف میں سے آٹھ ہزار دینار نکلے۔ اسی قسم کا اور بہت سا مال حاصل ہُوا جس کو شمار کرنا ناممکن ہے۔ واپسی کے وقت جب ہم دریا کے بہاؤ پر چلے تو وہاں ہم کو ایسی دقتوں اور تکلیفوں کا سامنا ہُوا کہ سوائے فتح و ظفر کی حلاوت کے اُس کا فراموش کرنا اور سہنا محال تھا۔ چنانچہ اُس کے متعلق میں نے کہا ہے ؎

لم انس یومًا بشلف راع منظرہ ۔ وقد تضایق فیہ ملتقی الحدق

(میں اسی روز کا دریائے شلف کا وہ نظارہ نہیں بھولا جو اس قدر گنجان تھا کہ اس میں سے نگاہ کا گزر بھی دشوار تھا)

والخیل تعبر بالھامات خائضۃ من سائح الدم تجری قالی الفلق

(اور گھوڑے ایسی کھوپڑیوں پر سے گزر رہے تھے کہ ان کے شگافوں میں سے خون جاری تھا)

والبیض فی ظلمات النقع بارقۃ ۔ مثل النجوم تھاوت فی دجی الغسق

(اور تلواریں غبار کی تاریکیوں میں اس طرح چمک رہی تھیں جیسے تاریکی شب میں ستارے ٹوٹتے ہیں)

وقد بدا معلمًا بادیس مشتھرًا ۔ کالشمس فی الجو لایخفی عن الحدق

(بادیس اس وقت ایسے صاف طور پر دکھائی دے رہا تھا جیسے آفتاب خلا میں آنکھ سے پوشیدہ نہیں رہتا)

وای راحتہ لو فاض نا ھلھا ۔ وبا سھا فی الوری اشفوا علی الغرق

(اگر اس کے کفِ دست کی سیرابی اور اُس کا خوف لوگوں تک پہنچتا تو لوگ غرق ہو جاتے)

تجلو عمامتہ الحمراء غرتہ ۔ کانہ قمر فی حمرۃ الشفق

(اُس کی سرخ پگڑی اُس کی پیشانی کو اس طرح روشن کئے ہوئے تھی گویا کہ وہ شفق کی سُرخی میں چاند ہے)

لو صُوِّرَ الموت شخصاً ثم قیل له - ابو مناد تبدّی مات من فرق
(اگر موت کو انسان کی صورت میں کر دیا جائے اور پھر اُس سے کہا جائے کہ ابومناد
ظاہر ہو گیا ہے تو موت خوف کے مارے مر جائے)

اسی سال ۲- جمادی الاول کو پیر کے دن نصیر الدولہ نے حماد بن بادیس بن سیف عزیز باللہ کے تعقب میں آدمی روانہ کئے۔ وہ قلعہ میں اپنے بھائی کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا تھا۔ یہاں پر یہ دونوں اپنے مویشیوں کو آرام دینے اور خود مع اپنے ساتھیوں کے دم لینے کے لئے تین دن ٹھیرے۔ پھر ابراہیم نے خوراک اور رسد میں اضافہ کرنے کی ضرورت ظاہر کی۔ چنانچہ حماد اپنے اور ابراہیم کے آدمیوں کو لے کر نکلا اور شہر زلمہ میں داخل ہوا۔ یہاں کے لوگوں سے اُس کو بدلہ لینا تھا، مگر نصیر الدولہ اُس کے پیچھے تھا۔ لوگوں نے اس پر آوازے کسے اُس نے تلوار سے اُن کو روکا، اور کم و بیش اُن کے تین سو آدمی قتل کر ڈالے اُس شہر کے فقیہ اور صالح احمد بن ابو توبہ اُس کے پاس آئے، اُسے اللہ کے غضب سے ڈرایا، اور نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ "اے حماد جب فوجوں سے تیرا مقابلہ ہوا تو اُن کے سامنے سے بھاگ گیا، اور اب تو اپنی طاقت و قوت کا استعمال ایسے قیدیوں پر کرتا ہے جن کا تیرے خلاف کوئی مددگار نہیں"۔ یہ سُن کر حماد نے اُن کی بھی گردن مارنے کا حکم دیا۔ شیخ صالح احمد ابن ابو توبہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ "اے حماد خدا سے ڈر میں نے دو حج کئے ہیں" حماد نے جواب دیا کہ "اس فضیلت پر میں شہادت کی فضیلت کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں"؛ چنانچہ اُس کے حکم سے اُن کی گردن ماری گئی۔ اب مسافر سوداگروں کی ایک جماعت اُس کے سامنے آئی اور کہا کہ "ہم یہاں غریب الوطن ہیں اور نہیں جانتے کہ اس شہر سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے"۔ اُس نے کہا کہ "اچھا تم سب جمع ہوئیں تمہارے متعلق

ابھی فیصلہ کرونگا"۔ چنانچہ یہ لوگ حکم کے مطابق ایک جگہ جمع ہو گئے، اور دوسرے بھی جان بچانے کی لالچ سے ان میں شامل ہو گئے۔ اب اُس نے ان سب کے قتل کا حکم دیا اور اُس کی تعمیل کی گئی۔ اُس نے اس شہر کے تمام خوراک اور نمک پر قبضہ کر لیا اور اُسے لے کر اپنے قلعہ کو واپس آ گیا۔ اُدھر نصیر الدولہ نے حماد کی شکست کے دن ہی بکار بن حلالہ وتلکاتی کو جو اُس کے پاس قید تھا باہر نکالا، یہ بکار بہت زیادہ بولنے والا تھا۔ یوسف بن ابو حبوس بھی اُس وقت نصیر الدولہ کے پاس قید تھا۔ بکار کو یوسف کے سامنے لایا گیا اور اُس کی داڑھی مونڈی گئی۔ یوسف یہ حال دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد یوسف کی بھی داڑھی مونڈی گئی، اور یہ دونوں داڑھی منڈے ہو گئے۔ رقیق کہتے ہیں کہ داڑھی منڈنے کے بعد ہم نے یوسف کو دیکھا اور خفیہ طور پر آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہم کو اب یوسف کی زندگی کی امید ہے کیونکہ بادشاہ جب کسی کو سزا دیتے ہیں تو اُس کے قصور کو معاف کر دیتے ہیں، اور دوسرے داڑھی مونڈنے کی سزا کے بعد زندگی میں کیا مزا رہ جاتا ہے۔ نصیر الدولہ نے ہم کو دیکھ پایا اور پوچھا کہ تم اس کے بارے میں کیا کہتے تھے۔ ہم نے سچ سچ بیان کر دیا۔ اُس نے کہا کہ ابھی اس کا کام پورا نہیں ہوا۔ اس کے تین دن بعد پھر اُس کی حاضری کا حکم دیا اور اُس کے تمام بُرے کام اور قبیح افعال گنوا کر اُسے سزا کا حکم دیا۔ چنانچہ اُس کی ناک اور کان کاٹے گئے۔ اُسے اُس کے سامنے سے اٹھا لیا گیا اور پھر واپس لایا گیا۔ اب کی مرتبہ اُس کے دونوں ہاتھ بالکل کاٹ ڈالے گئے، اور اُسے قید خانے بھیج دیا گیا۔ چنانچہ اُس نے اپنے خون میں ہی ڈوبے ہوئے تمام رات بسر کی۔ اُس کے ایک چوکیدار کا بیان ہے کہ اس نے اُسے اپنے بھائی کو یہ ترغیب دیتے ہوئے سنا تھا کہ قتل کر کے اُس کو زیادہ تکلیف سے بچائے۔ کیونکہ اُسے خوف تھا کہ

کل پھر اُس کو نکالا جائیگا اور اُس کے دشمنوں کے سامنے اور زیادہ عذاب دیا جائیگا۔ اُس کے بھائی نے کہا کہ خدا کی قضاء وقدر پر صبر وشکر کرو۔ آخر اُس نے اپنے ایک چوکیدار سے کہا کہ مجھ کو قضاء حاجت کے لئے باہر لے چل۔ اُس نے ہاتھ پکڑا، وہ ذرا ٹھیرا اور اپنے سر کو ایک ستون سے دے مارا، جس سے اُس کی آنکھیں نکل پڑیں اور دماغ پاش پاش ہوگیا اور مرکر زمین پر گر پڑا۔

آخرکار نصیر الدولہ نے وادی شلف سے کوچ کیا۔ رقیق کہتے ہیں کہ وادی شلف کے مناخ کے متعلق ایک بڈھے بربر نے عجیب وغریب باتیں بیان کیں۔ اُس نے کہا کہ اُس کو "مناخ المحن" (غم کا پڑاؤ) کہتے ہیں، اور پھر اُس نے اُن تمام ملوک زناتہ کے نام گنوانے شروع کئے، جنہوں نے یہاں شکستیں کھائی تھیں یا قتل ہوئے تھے۔ لیکن کیونکہ ہم سفر میں تھے اس لئے اُس کا یہ بیان نہیں لکھا۔ اُس نے کہا کہ یہاں سب سے آخری مرنے والا زیری بن عطیہ اور شکست کھانے والا حماد ہے۔ یہیں پر یوسف بن ابو حبوس قتل ہوا، اور وہیں سے اپنے بھائی پاس لے جایا گیا، جہاں اُس کے حکم سے وہ دفن ہوا۔

اسی سال وروا بن سعید نے شوال میں انتقال کیا۔ اس کے بعد زناتیوں میں اختلاف ہوا، ایک فرقے نے خلیفہ بن وروا کا ساتھ دیا اور دوسرا اُس کے چچا زاد بھائی خزرون کا طرفدار ہوگیا۔ اس طرح اللہ نے اُن میں خلاف وشقاق پیدا کردیا۔

نصیر الدولہ بادیس بن منصور کی وفات کا بیان

منگل کے دن جب ذیقعدہ کے اختتام میں صرف ایک رات باقی تھی نصیر الدولہ نے پریڈ کا حکم دیا، چنانچہ ہر ایک قائد اپنے لشکر کو لے کر نکلا۔ خود نصیر الدولہ ایک

قبہ میں بیٹھ گیا اور ایوب بن لیطوفت کو حکم دیا کہ وہ لشکروں میں گشت کرے اور اُن کو گنے۔ اُس کے گننے اور شمار کرنے سے فارغ ہونے تک نصیر الدولہ وہیں بیٹھا رہا۔ ایوب نے جب اُسے اعداد و شمار بتائے تو وہ بہت خوش ہوا۔ اُس کے بعد وہ اپنے محل کو چلا گیا۔ پھر اُسی دن شام کو سوار ہو کر نکلا، اُس وقت وہ اقبال مندی اور حسن و جمال میں انتہائے کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اُس کے سامنے کھیل تماشے ہوئے۔ جو نیزہ اُس نے اُٹھایا توڑ کر پھینک دیا اور دوسرا لے لیا۔ پھر محل کو واپس چلا گیا۔ اُس وقت اُس کا دل امیدوں اور خوشیوں سے بھرا ہُوا تھا۔ اپنے معمول کے مطابق اُس نے اپنے خاص لوگوں اور قرابت داروں کے ساتھ کھانا کھایا اور شراب پی، اور اُنہوں نے اُس کی خوشی کا وہ عالم دیکھا جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ ذیقعدکی آخری تاریخ کو جب بدھ کی رات آدھی کے قریب گزر گئی تو اچانک موت نے اُس کو آ لیا (رحمۃ اللہ)

اُسی وقت حبیب بن ابو سعید، بادیس بن حمامہ اور ایوب بن یطوفت کے پاس آدمی بھیجے گئے، اور صنہاجہ وغیرہ کے خاص خاص لوگوں کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اُنہوں نے اجتماع رائے تک اس معاملہ کو مخفی رکھنے کا فیصلہ کیا۔ صبح کے وقت چونکہ اُن کو اطلاع نہ تھی اس لئے حسب معمول فوج کے افسر سلام کے لئے حاضر ہوئے، ان سب نے یہ سوچا کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ اُس نے دوا پی ہے اور تمام قائدوں کو حکم دیا کہ اپنے لوگوں کو لے کر حاضر ہوں کیونکہ حماد نے فلاں مقام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ان لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ بادشاہ کی وفات کی خبر شہر محمدیہ سے باہر پھیل گئی ہے، اور اُنہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے ہیں، اور فصیل پر چڑھ گئے ہیں۔ اب یہ خبر جس کے اخفاء کی وہ لوگ طاقت نہیں رکھتے تھے، لوگوں میں اس طرح شائع ہوئی کہ جیسے کسی نے منادی سے اُس کی اشاعت

کی ہے اس خبر کا پھیلنا تھا کہ لشکر میں انتشار اور بے چینی پیدا ہو گئی، اور سب گڈمڈ ہو گئے، کیونکہ اُن کو خوف تھا کہ اختلاف رائے ہوگا۔ آخر کرامہ پر ان سب کا اجتماع رائے ہوا۔ اُس نے اُن سے عہد لئے اور بعض شہروں کو اس معاملہ کے متعلق خط لکھے۔ نصیر الدولہ کے غلاموں اور دوسرے اصحاب خدم وحشم نے جب یہ حال دیکھا تو اُنہوں نے اس تمام معاملہ سے انکار و بریت ظاہر کی، اور کہا کہ ہم نے اُس کو صرف اس لئے سردار بنایا ہے کہ وہ لوگوں کو گھیرے رہے اور مال کی حفاظت کرے یہاں تک کہ یہ تمام چیزیں اصل مستحق یعنی معز ابن نصیر الدولہ کے پاس پہنچ جائیں۔ اُسی رات اُن لوگوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کیا اور معز کے بیعت کے لئے ایک دوسرے سے حلف لئے۔ جب یہ تمام پختہ و پز ہو چکی تو ۳۔ ذی الحج کو ہفتہ کے دن اُنہوں نے اپنے اس فیصلہ کا اعلان کر دیا۔ تمام فوجوں نے گروہ بعد گروہ حلف اُٹھایا اور اب اس امر پر ان سب کا اجتماع رائے ہُوا کہ کرامہ کو اشیر کی طرف بھیج دیا جائے تاکہ وہ صنہاجہ اور تلکاتہ قبائل کو جمع کرے اور انہیں ساتھ لے کر محمدیہ واپس چلا آئے۔ اس کے بعد فوج نے نصیر الدولہ کا تابوت لے کر کوچ کیا ؏

ولایت معز بن بادیس نصیر الدولہ اور اُس کا عرصۂ حکومت

اُس کی ولایت کا آغاز مہدیہ میں ہفتہ کے دن ۴۰۶ھ میں ہُوا۔ اس وقت اُس کی عمر آٹھ برس اور چار مہینے کی تھی۔ مہدیہ میں اُس کی ولایت اور بیعت اس دن شروع ہوئی جبکہ ذی الحج کے اختتام میں نو دن باقی تھے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اُس کے باپ کی موت کی خبر ملی تو شہزادی ام ملال مہدیہ میں تھی۔ صور بن رشیق، قیروان اور منصوریہ کے قاضی، ان شہروں کے بڑے آدمی،

اور وہ صنہاجی جو وہاں مقیم تھے اُس کے پاس آئے اور اُس کے بھائی کی تعزیت کی۔ معز اُسی وقت طبل اور جھنڈے لے کر نکلا۔ لوگ بھی مبارک باد دینے کے لئے آئے۔ اُنہوں نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُسے مبارکباد دی۔ معز اپنے محل کو واپس چلا آیا، اور لوگ شہزادی کے پاس اُس کے بادشاہ ہونے کی مبارک باد دینے کے لئے آئے۔ اہل قیروان و منصوریہ اپنے شہروں کو واپس چلے گئے، مگر معز مہدیہ میں رہا۔ ہر روز وہ سوار ہوتا اور قبتہ السلام آکر لوگوں کو اپنے سامنے کھانا کھلاتا اور پھر محل کو واپس ہو جاتا۔ عید الضحےٰ کو ہفتہ کے دن فوجیں محمدیہ سے روانہ ہوئیں مگر روانہ ہونے سے قبل اُنہوں نے عمارتوں، مکانوں اور مویشیوں کے باڑوں کو آگ لگا دی، اور تابوت کو جھنڈوں اور طبلوں کے آگے لے کر چلے۔ یہ تمام فوجیں تابوت کے آگے سیلاب کی طرح جا رہی تھیں کہ حماد نے اُس کو اونچے مقام سے دیکھا اور اپنے بھائی اور خاص خاص لوگوں سے کہا کہ "بادشاہوں کی اس طرح خدمت کی جاتی ہے، ایک میں ہوں کہ تیس ہزار سواروں کو لے کر افریقیہ میں داخل ہوا تھا اور ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کے ساتھ میں نے نیکی اور احسان نہ کیا ہو، باوجود اس کے جب میں قلعہ کی طرف واپس ہوا ہوں تو ان لوگوں میں سے کچھ کم چھ سو آدمی میرے ساتھ تھے۔ یہ حالت اُس وقت تھی کہ میں بذات خود اُن کے پیچھے موجود تھا، یہ لوگ مردے کی ویسی ہی اطاعت کر رہے ہیں جیسی کہ زندہ کی کرتے تھے"۔ بہرحال یہ تابوت مہدیہ میں، جبکہ ذی الحج کے اختتام میں آٹھ دن باقی تھے، پہنچا۔ فوجیں مہدیہ کے دروازے تک آئیں۔ معز سوار ہو کر باہر آیا اور ٹھیر گیا۔ لوگ جوق جوق اُس کے پاس آنے لگے یہاں تک سلام کی تکمیل ہو گئی۔

سنہ ۴۰۷ھ میں معز بن بادیس نے مہدیہ سے کوچ کیا، اور نصف محرم کو جمعہ

کے دن منصوریہ میں بہترین طریقے سے داخل ہوا، اُس کے آگے آگے جھنڈے اور طبل تھے، وہ اپنے محل میں اُترا، اور عوام وخواص اُس کے آنے سے خوش ہوئے۔

قیروان کے شہر میں ایک قوم رہتی تھی، جو درب المعلی کے نام سے مشہور تھی، یہ عوام الناس کے اشرار کے ڈر سے خفیہ طور پر شیعہ مذہب کی پیرو تھی۔ اس وقت عام لوگوں نے فوراً اُن کا رخ کیا، اور اُن میں سے بہت سے مردوں اور عورتوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد شیعوں کے خلاف لوگوں کے ہاتھ کھل گئے، اُن کے گھر اور اموال لوٹے گئے۔ بڑھتے بڑھتے معاملہ نہایت سنگین اور اہم ہوتا چلا گیا، اور آخر شہروں تک جا پہنچا۔ بہت کثرت سے لوگ قتل ہوئے اور جن کا مذہب معلوم نہ تھا وہ شبہ میں مار ڈالے گئے، مہدیہ میں جتنے شیعہ باقی رہ گئے، ان سب نے جامع مسجد میں پناہ لی، مگر وہاں بھی پناہ نہ ملی اور ایک ایک کر کے مرد اور عورت سب قتل کر دیئے گئے۔ عوام الناس نے ابو البہار بن خلوف کو بھی گھیر لیا، کیونکہ وہ اُن پر سختی کرتا اور سفہاء سے درشتی برتتا تھا۔ اُس نے منصوریہ میں پناہ لی، اور لوگوں نے اُس کا مکان لوٹ لیا۔ اُس کے بھتیجے کے لشکروں کو یہ معلوم ہُوا تو وہ اپنے چچا ابو البہار کی مدد کے لئے سوار ہو کر چلا، لوگوں نے اُسے قتل کر کے اُس کا مثلہ کیا، اور جو جو لوگ اُس کے ساتھ تھے اُن سب کا کام بھی تمام کر دیا۔ اُس کے بعد اژدہام منصوریہ آیا، اور اُس کو منہدم کر دیا۔ کم وبیش ایک ہزار پانچ سو شیعہ محمد بن عبدالرحمٰن کے مکان میں پناہ گزیں ہوئے، لیکن ان میں سے جب کوئی اپنی خوراک خریدنے کے لئے بازار جاتا تو قتل کر دیا جاتا۔ اس طرح اُن کی بھی ایک بڑی تعداد کام آئی۔ پھر اُنہوں نے وہاں سے نکل کر اہل وعیال سمیت بادشاہ کے محل میں پناہ لی۔ عام مسلمانوں کو یہ حالت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، کیونکہ دیار مسالمہ میں جو کتابیں پائی گئی تھیں اُن میں کفر

شریعت اسلامیہ کا [illegible] اور حرام چیزوں کی اباحت وغیرہ بہت سی باتیں پائی جاتی تھیں بہرحال یہ لوگ جمادی الاول اور جمادی الآخر تک اس محل میں قلعہ بند رہے۔

اس سال کے آخر میں معز بن بادیس کے پاس الحاکم کا ایک فرمان آیا، جس میں اسے شرف الدولہ کے خطاب سے مخاطب کیا تھا معز جھنڈے اور طبل لے کر سوار ہوا۔

سنہ ۴۰۶ھ میں شرف الدولہ معز بن بادیس اور حمّاد کے لشکروں میں بڑی خونریز لڑائیاں ہوئیں، مگر ان کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔

سنہ ۴۰۹ھ میں شیعوں کا ایک گروہ، جس میں دو سو سوار مع اپنے اہل و عیال کے شامل تھے، مہدیہ کے قصد سے نکلا، تاکہ وہاں سے صقلیہ چلے جائیں چند سوار کو بطور بدرقہ ان کے ساتھ تھے۔ جب یہ لوگ کامل کے گاؤں میں پہنچے، اور وہاں رات بسر کی تو لوگوں نے ان سے بدعہدی کی اور ان سب کو قتل کر ڈالا۔ ان کے بعض نوجوانوں نے ان پردیسیوں کی خوبصورت عورتوں کی عصمت خراب کی اور پھر ان کو قتل کر ڈالا۔

اسی سال افریقیہ سخت قحط اور جنگیں واقع ہوئیں۔

سنہ ۴۱۰ھ میں زاوی ابن زیری صنہاجی مع اپنے اہل و عیال اور حشم و حشم کے اندلس سے افریقیہ واپس آیا۔ اس نے بائیس سال اندلس میں گذارے تھے، وہاں کی لڑائیوں اور فتنہ و فساد میں حصہ لیا تھا، اور بادشاہوں کی نعمتوں اور ذخیروں سے بہرہ ور ہوا تھا۔ اس کے واپس آنے کے دن شرف اللہ معز بن بادیس نہایت طمطراق سے استقبال کے لئے نکلا۔ شیخ زاوی اس کو دیکھ کر پاپیادہ ہوگیا اور شرف الدولہ بھی اتر آیا، اس کو سلام کیا اور لاکر منصوریہ میں ٹھیرایا۔

۴۱۱ھ میں معز بن بادیس کے پاس الحاکم بامر اللہ کا ایلچی ابوالقاسم بن یزید بیش قیمت جواہرات سے مرصع ایک تلوار اور الحاکم کے خاص لباس کی ایک ایسی خلعت لے کر آیا، جس کی مثل اُس وقت تک نہ دیکھی گئی تھی شرف الدولہ نے نہایت شان و شوکت سے اُس کا استقبال کیا۔ الحاکم کا ایک فرمان بھی اُسے پڑھ کر سنایا گیا جس میں اُس کے پیشروؤں سے زیادہ اُس کی عزت افزائی کی گئی تھی، اُس سے معز بہت خوش ہوا۔

اسی سال محمد بن عبد العزیز ابن ابوکدیہ، الحاکم کے پاس سے ایک اور فرمان لے کر آیا یہ معز کے اس خط کا جواب تھا جس میں اُس نے اندلس کی حالت، خلافت بنی امیہ کے انقراض، اور قاسم بن حمود کے قیام کا ذکر کیا تھا۔ الحاکم نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور پندرہ مذہب علم اُس کے پاس بھیجے۔ اتوار کے دن جب ربیع الآخر کے اختتام میں دو راتیں باقی تھیں معز ان علموں کو لے کر باہر نکلا۔

اسی سال سخت کڑکنے والے بادل آئے، اور اتنے بڑے بڑے اولے گرے کہ اہل افریقیہ نے اُس کے مثل اور اتنی تعداد کے اولے کبھی نہ دیکھے تھے ساتھ ہی دو جگہ بجلیاں بھی گریں۔

اسی سال الحاکم بامر اللہ امیر مصر کی وفات کی خبر موصول ہوئی، اور اُس کی جگہ الظاہر بادشاہ ہوا۔

۴۱۲ھ میں بادیس بن سیف العزیز باللہ نے انتقال کیا۔ شرف الدولہ نے اُس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اُس کے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔

اسی سال نصیر الدولہ کی بیوی نے انتقال کیا، اُس کو ایسا کفن دیا گیا کہ کسی بادشاہ کو اُس جیسا کفن نصیب نہیں ہوا۔ ایک سوداگر نے جو اُس وقت

وہاں موجود تھا بیان کیا ہے کہ اُس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی۔ جنازے کو عود ہندی کے تابوت میں جو جواہرات سے مرصع تھا بند کیا گیا۔ یہ جنازہ اس شان و شوکت سے اُٹھایا گیا کہ جس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔ اُسے مہدیہ میں دفن کیا گیا۔ اس تابوت کی صرف کیلوں کی قیمت دو ہزار دینار تھی۔

سنہ ۴۱۳ھ میں معز شرف الدولہ نے اپنی شادی کی۔ یہ شادی اس قدر دھوم دھام سے ہوئی کہ کسی خلیفہ اسلام کے لئے بھی ایسی تیاری نہیں کی گئی تھی رقیق نے اپنی کتاب میں تفصیل سے اُس کا ذکر کیا ہے، مگر ہم نے اختصار کے خیال سے اس کو نظر انداز کر دیا ہے۔

سنہ ۴۱۴ھ میں افریقیہ میں یہ خبریں آتی رہیں کہ خلیفہ بن ورو اور اُس کے ساتھیوں نے سمندر میں بہت سے جہازات ڈالے ہیں، اور اطرابلس سے فتوح بن قائد کی تلاش میں روانہ ہوئے ہیں۔ اِس نے شرف الدولہ معز بن بادیس سے خط و کتابت کی تھی، اور اُس کا اطاعت گزار ہو گیا تھا۔ معز نے اُسے عمل قسطنطنیہ میں سے نفطہ کا شہر دے دیا تھا۔ شرف الدولہ بھی روانہ ہوا، اور سوسہ ہوتا ہوا مہدیہ پہنچا۔ یہ جمعرات کے دن ۴ محرم کا واقعہ ہے۔ یہاں اُس نے بحری لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا، اور لکھا کہ اب تک اُس کے لشکر سے جو لوگ الگ رہے ہیں اب اُس سے آملیں، تاکہ وہ مہدیہ سے سفاقس اور وہاں سے اطرابلس کے ارادے سے قابس جا سکے۔ اُس نے قطائع اور دار الصناعت کی عمارات کی اصلاح و درستی پر بھی زور دیا، اور سپاہیوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کی، چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں اُس نے اُن کی ایسی طاقت بہم پہنچائی کہ گذشتہ زمانے میں کبھی حاصل نہ ہوئی تھی، وہ منصوریہ گیا تاکہ لوگ اپنی ضرورت کی چیزوں کو مہیا کر سکیں۔ چنانچہ پیر کے دن جب ماہ محرم کے اختتام میں چھ دن

باقی تھے وہ وہاں پہنچا۔

اسی سال مشرق سے یہ خبر موصول ہوئی کہ امیر المومنین الظاہر لاعزاز دین اللہ نے سیف الدولہ ذی المجد بن حسین بن علی بن دواس کنانی کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اس سے پہلے وہ اپنی جان کے خوف سے محل میں نہیں جایا کرتا تھا؛ اس دفعہ جب وہ داخل ہوا تو تھوڑی مدت کے بعد اُس کو مقتول باہر نکالا گیا تین دن تک اُس کو ویسے ہی رکھا گیا، اور ایک منادی کرنے والا منادی کرتا رہا کہ یہ سزا ہے اس شخص کی جو اپنے مولی کے ساتھ بے وفائی کرے۔ اس کے بعد اُسے اُس کے غلاموں کے حوالہ کر دیا گیا اور اُنھوں نے اُسے دفن کر دیا۔

اسی وقت شہزادی بنت عزیز باللہ کی موت کی خبر آئی۔ الظاہر لاعزاز دین اللہ نے مصر میں اُس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ یہ شہزادی تمام امور مملکت پر حاوی ہو گئی تھی اور حسن رائے اور فوجی تدبیر سے سلطنت کے کاموں کو انجام دیتی تھی۔ دواوین اموال، کتابت اور خلافت کے دوسرے امور کی دیکھ بھال وزیر عمار کے سپرد کی گئی تھی، مگر اس نے اُس کے قتل کا حکم دیا، اور سلطنت کا انتظام اپنی مٹھی میں لے لیا۔ تمام سلطنت میں کوئی بڑا یا چھوٹا کام ایسا نہ تھا جو اس کے فرامین کے بغیر عمل میں آتا ہو۔ ان فرامین کے لکھنے کا کام اُس کا غلام ابو البیان صقلبی انجام دیا کرتا تھا۔

اسی سال الظاہر کی طرف سے محمد بن عبد العزیز افریقیہ آیا، اور اپنے ساتھ شرف الدولہ کے لئے بڑی بڑی عزت کی چیزیں لایا۔ اس کے متعلق الظاہر کے فرمان پڑھے گئے، اور اس سے قبل ایسی عالمانہ تحریر اور فصیح و بلیغ فرمان کبھی نہ آئے تھے، الظاہر نے معز کے لقب میں بھی اضافہ کیا اور شرف الدولہ و عضد الدولہ خطاب مقرر کیا، اور دو بیٹوں کی بشارت دی، ایک ابو طاہر اور دوسرا عبد اللہ ابو محمد

اُس کے ساتھ ہی اُس نے اپنے خاص سو آدمی کے تین گھوڑے، مع نہایت عمدہ زینوں کے، اپنے پہننے کے کپڑوں میں ایک نفیس بیش بہا خلعت، دو سونے کے بُنے ہوئے اور چاندی کی لاٹھیوں پر لگے ہوئے جھنڈے روانہ کئے کہ اُن جیسے افریقیہ میں پہلے کبھی نہ آئے تھے۔ اس کے علاوہ سونے اور چاندی کے بیس جھنڈے اور بھی تھے شرف الدولہ نے حسب موقعہ اُن کا استقبال کیا، اور کماحقہ اُن کی عزت کی۔ تمام فرامین پہلے اُس کے سامنے پڑھے گئے، پھر قیروان کی جامع مسجد میں سنائے گئے، اور پھر اُن کی نقلیں اطراف وجوانب میں بھیجی گئیں، ان سے اُسے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔

اس کے بعد اسی سال ایک اور فرمان پہنچا جس میں شرف الدولہ کو ایک اور لقب کے اضافہ سے سرفراز کیا گیا تھا۔ اس میں حکم تھا کہ اُس کو امیر شرف الدولہ و عضد الدولہ لکھا جائے، اور اسی طرح مخاطب کیا جائے۔ معز نے اُسے بھی نہایت اچھی طرح لیا اور خلعتیں دیں، اُس وقت سے یہ خطابات مراسلات میں استعمال ہونے لگے۔

اسی سال عدۃ العزیز باللہ کی بیٹی ام ملال چند روز بیمار رہی۔ امیر شرف الدولہ روز اُس کی عیادت کے لئے جایا کرتا اور اُس کے پاس بیٹھتا۔ اُس نے اپنے آدمیوں اور غلاموں کو بھی اجازت دے دی، چنانچہ وہ اُس کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ آخر رجب کی آخری تاریخ کو جمعرات کے دن اُس نے انتقال کیا۔ اس کے جنازے کی نماز جھنڈوں، طبلوں اور عماریوں کو ساتھ لے کر ادا کی گئی اور شاہی خاندان کی دو بزرگ عورتیں، یعنی شرف اللہ کی والدہ اور بہن جنازے کے ساتھ تھیں، کسی بادشاہ یا معمولی آدمی کا ایسا جنازہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

امیر شرف الدولہ نے منگل کے دن جب جمادی الاول کے اختتام میں

پانچ دن باقی تھے تحصیل محاصل، ولائت عمال، فوجوں کا انتظام اور تمام کام ابولبہا ابن خلوف کے سپرد کر دیئے چنانچہ سب کام بطریق احسن انجام پانے لگے، اور اطراف ملک وسرحد مستحکم ہوگئی، اور اُس کی حسن تدبیر کفایت، بہادری اور عزم واستقلال نے امیر شرف الدولہ کے دل میں ایسا گھر کر لیا کہ اس سے پہلے کسی کو یہ درجہ حاصل نہ ہوا تھا ۔

۴۱۵ھ کے ماہ صفر میں امیر شرف الدولہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام کنادر رکھا گیا ۔

اسی سال ماہ رجب میں شرف الدولہ کی بہن شہزادی ام العلو بنت نصیر الدولہ کی شادی ہوئی۔ عزہٗ شعبان کو بدھ کے دن ام العلو کے لئے محل کو سجایا گیا، اور عوام وخواص اُس کے دیکھنے کے لئے آئے۔ یہاں اُنہوں نے ایسے طرح طرح کے جواہرات، مالِ بیش بہا سامان، اور سونے چاندی کے برتن دیکھے کہ نہ پہلے کبھی اس جیسے بنائے گئے تھے، اور نہ ہی بادشاہ کے پاس سُنے گئے۔ ابواسحاق کہتے ہیں کہ یہ حال اور عظمت وشان دیکھ کر عوام الناس کی آنکھیں چُندھیا گئیں اور وہ مبہوت ہوکر رہ گئے۔ یہ تمام سامان ایک ایسے مقام پر لے جایا گیا، جہاں خیمے اور شامیانے نصب تھے، اُس کا مہر دس بوجھوں میں دس خچروں پر بار تھا، اور ہر ایک بوجھ پر ایک خوبصورت لونڈی تعینات تھی، اس تمام کی قیمت ایک لاکھ دینار سرخ تھی ۔

ایک سمجھ دار اور تجربہ کار سوداگر نے بیان کیا ہے کہ میں نے اُس کے تمام سامان کی قیمت آنکی تو وہ اندازاً دس لاکھ دینار ہوتی تھی، اس سے قبل افریقیہ میں کسی عورت کو ایسا جہیز نہیں دیا گیا۔ دلہن جمعرات کے دن رخصت ہوئی، اُس کے آگے آگے اُس کے بھائی شرف الدولہ، باپ نصیر الدولہ اور دادا

عدۃ عزیز باللہ کے غلام اور ارکین سلطنت تھے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ لوگ اُس کو دیکھنے کے لئے دور دراز مقامات سے سفر کر کے آئے تھے اور ہر طرف اس کی حکایات مشہور ہو گئیں تھیں۔

اسی سال شرف الدولہ نے 'صندل' والئے 'بسکرہ' کے ہدیہ کے لئے دربار منعقد کیا۔ ان تحائف میں تین سو گھوڑے، سو گھوڑیاں اور خچر مع زینوں کے اور مال و اسباب کے ایک سو بیس گٹھے تھے۔ شرف الدولہ نے اُس کو خلعت دیا اور بسکرہ کی ولایت کی تجدید کی۔

۴۱۶ھ میں ایوب بن یطوفت نے انتقال کیا، اور شرف الدولہ معز بن بادیس جھنڈوں اور طبلوں کو لے کر اُس کے جنازے کے ساتھ گیا۔

۴۱۷ھ میں امیر شرف الدولہ کا ایک اور بیٹا ہوا 'نزار' اُس کا نام رکھا، اور تمام سلطنت کو اس خوشخبری کی اطلاع دی۔

معز شرف الدولہ کی امارت کا قیام اور افریقیہ سے شیعان عبیدیہ کی دعوت کا انقطاع

معز چھوٹی عمر میں ہی والی ہو گیا تھا، بقول بعض اس وقت اُس کی عمر آٹھ برس کی، اور بقول بعض سات برس کی تھی، وزیر ابوالحسن بن ابوزجال کے زیر اثر پلا تھا، یہ شخص نہایت عابد و زاہد آدمی تھا۔ اُس وقت عبید اللہ المہدی کی بادشاہت اور قبضہ کے زمانے سے تمام افریقیہ اور قیروان مذہباً شیعہ اور فرقۂ سنت والجماعت کے خلاف تھا۔ ابن ابوزجال نے معز بن بادیس کو تعلیم و تربیت دی تھی اور اُسے (امام) مالک کے مذہب اور فرقۂ سنت والجماعت کے عقائد کی تبلیغ کی تھی۔ بلکہ شیعوں اور اہل قیروان کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ ایک

مرتبہ کسی عید کے موقع پر معز ابھی بچہ ہی تھا کہ اپنے حذم وحشم کے ساتھ مسجد کو چلا، راستے میں اتفاقاً اُس کے گھوڑے نے ٹھوکر لی اور یکایک اُس کے منہ سے (حضرات) ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے نام نکلے۔ یہ سن کر جو شیعہ اُس کے لشکر میں موجود تھے وہ پھرتی سے اُس کی طرف لپکے اور اُسے قتل کرنا چاہا، مگر معز کے خادموں اور غلاموں اور اُن لوگوں نے جو خفیہ طور پر سنت والجماعت کے مذہب کے پیرو تھے معز کی مدد کی اور شیعوں کو قتل کرنا شروع کیا؛ چنانچہ اُن میں سے تقریباً تین ہزار لوگ قتل ہوئے۔ اسی وجہ سے اُس مقام کا نام اب تک "برکۃ الدم" ہوگیا۔ ابوالصلت کہتے ہیں کہ اُس وقت ہر طرف اُن کے لئے موت کا بازار گرم ہوگیا اور افریقیہ کے ہر شہر میں اُن کو قتل کیا گیا۔ یہ بیان شاعروں کے ان اقوال کے بالکل مطابق ہے جو اس واقعہ کے بعد آئندہ زمانہ کے متعلق کہے گئے تھے؛ چنانچہ قاسم بن مروان کہتا ہے ؎

وسوف یُقتَلُن بکل ارضٍ ۔ کما قُتِلوا بارض القیروان

(وہ جس طرح قیروان کی سرزمین میں قتل ہوئے ہیں اُسی طرح عنقریب ہر علاقے میں قتل ہونگے)

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

یامعز الدین عش فی رفعۃ ۔ وسرور واغتباط وجذل

(اے معز، مرتبہ، خوشی اور شادکامی میں زندگی بسر کر)

انت ارضیت النبی المصطفٰے ۔ وعتیقاً فی الملاعین السفل

(کیونکہ تو نے نبی مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیا ہے)

وجعلت القتل فیہم سُنّۃ ۔ باقاصی الارض فی کل الدول

(تو نے ہر دور و دراز مقام اور ہر ملک میں اُن کے قتل کو سنت قرار دے لیا ہے)

ایک اور کہتا ہے ؎

وکانت لھم بالشرق نار فاطفیت۔ فما ملکوا بالکفر شرقاً ولا غرباً

(مشرق میں ان کی ایک آگ تھی جواب بجھادی گئی، چنانچہ اب شرق وغرب میں اُن کا کفر باقی نہیں رہا)

رافضیوں کے قتل کے متعلق بہت سی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں کہ کس طرح معز نے خواب دیکھا اور اُس کی کیا تاویل کی۔ لیکن ہم نے ان تمام حکایات کو یہاں نظر انداز کر دیا ہے، بہر حال معز برابر اُن کی دعوت کو منقطع کر دینے کی فکر میں رہا اور آخر ۴۴۰ھ میں اس پر عمل کیا۔

سنہ ۴۲۰ھ میں زناتہ کی فوجیں قیروان پر قبضہ حاصل کرنے کی طمع میں اُس سمت کو روانہ ہوئیں۔ جب معز کو یہ معلوم ہوا تو وہ اپنی فوجوں کو لے کر نکلا، فریقین میں سخت جنگ ہوئی، زناتہ نے شکست کھائی، اور اُن کے لوگ بکثرت مارے گئے۔ بقیتہ السیف لوگوں نے بھاگ کر مغرب میں پناہ لی۔

سنہ ۴۲۱ھ میں قیروان کی فوج اور عوام الناس کے درمیان فساد ہوا، اور اس میں تقریباً دو سو شہری کام آئے۔

سنہ ۴۲۲ھ میں افریقیہ کی سرسبزی، امان اور خوشحالی میں ترقی ہوئی۔

سنہ ۴۲۳ھ میں معز کے پاس حبشیوں کے بادشاہ کے پاس سے تحفے آئے جن میں بہت سے غلام، زرافہ اور طرح طرح کے عجیب غریب جانور تھے۔

سنہ ۴۲۵ھ میں افریقیہ میں سخت قحط پڑا۔

اسی سال ابو عمران فاسی حجاز گئے۔

اسی سال الظاہر لاعزاز دین اللہ نے مصر میں وفات پائی اور اُس کا بیٹا المستنصر اُس کا جانشین ہوا۔

-

سنہ ۴۲۶ھ میں معز ابن بادیس کے پاس بادشاہ روم کی طرف سے تحفے آئے، ان میں اس قدر قیمتی ریشمی مال وغیرہ تھا کہ اس کثرت سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

سنہ ۴۲۷ھ میں زناتہ بڑا لاؤ لشکر لے کر منصوریہ کے قصد سے روانہ ہوئے، معز کی فوجوں نے ان کا مقابلہ کیا، مگر زناتہ نے ان پر غلبہ حاصل کیا، اور انہیں شکست ہوئی، یہ لوگ منصوریہ اور قیروان کے درمیان پہنچے تھے کہ اس سے دوسرے دن پھر دشمن سے ان کا مقابلہ ہوا۔ اس معرکے میں صنہاجہ اور زناتہ دونوں سے ثابت قدمی کا اظہار ہوا۔

سنہ ۴۲۸ھ میں معز نے زناتہ کی طاقت کو توڑا، ان کو شکست دی، اور ان کے بیشمار لوگوں کو قتل کیا۔

سنہ ۴۲۹ھ میں معز کا لشکر قیروان سے زاب کی جانب روانہ ہوا، اور وہاں بہت سے بربریوں کو قتل کیا۔

سنہ ۴۳۰ھ میں افریقیہ کا علاقہ پھر سرسبز و شاداب ہو گیا۔

اسی سال ابو عمران فاسی نے مشرق سے واپس آنے کے بعد انتقال کیا۔

سنہ ۴۳۱ھ میں مالقہ کی فوجیں جزیرۂ حربہ میں داخل ہوئیں اور اس کو فتح کر کے وہاں کے رہنے والوں کی بڑی تعداد کو قتل کیا۔

سنہ ۴۳۲ھ میں معز نے حماد کے قلعہ پر فوج کشی کی، دو برس تک اس کا محاصرہ کئے رکھا، اور حماد کے لئے عرصۂ زیست تنگ کر دیا۔

سنہ ۴۳۳ھ میں معز نے دعوۃ عباسی کا اظہار کیا اور (خلیفہ عباسی) القائم بامر اللہ کا عہد اس کے پاس آیا۔

اسی سال محمد بن محمود ابن سکاک کو معزول کیا گیا۔ یہ شخص معز کی

ماں کے کاموں کا متولی تھا اور اُس کی بدولت معز کی سلطنت پر حاوی ہو گیا تھا ۔

اسی سال امیر نزار بن معز اُس سفر سے واپس آ کر جس میں اُس نے زناتہ کو شکست دی تھی، بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ ابن شرف نے ایک قصیدہ پڑھا جس کا پہلا شعر ہے ؎

طلعت من الغربی شمس الدین ۔ بالسعد والاقبال والتمکین

(مغرب کی جانب سے دین کا آفتاب بہ ہزار تمکین و سعادت و اقبال ظاہر ہوا)

۴۳۶ھ میں جرجانی نے مصر میں وفات پائی۔ الحاکم بامر اللہ عبیدی نے کسی قصور پر اس کے دونوں ہاتھ کٹوا دیئے تھے، مگر اسے اس مصیبت سے ذرا بھی دکھ درد نہ ہوا، بلکہ کہتے ہیں کہ اس نے زخم کو باندھا اور اسی وقت میں دیوان میں اجلاس کرنے کے لئے آ بیٹھا اور کام کرنا شروع کر دیا۔ جب لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا تو کہا کہ امیر المومنین نے مجھ کو میرے قصور کی سزا دی ہے معزول نہیں کیا، جب حاکم کو یہ معلوم ہوا تو اُسے پھر اُس کے کام پر مقرر کر دیا ۔

۴۳۸ھ میں معز کے خطوط قیروان پہنچے جن میں یہ خبر تھی کہ لواتہ سے اُس کا مقابلہ ہوا ہے اور اس نے ان کو قتل کیا اور ان کے اموال کو لوٹ لیا ہے۔ چنانچہ اس خبر پر قیروان میں طبل بجائے گئے۔ ابن شرف نے ایک قصیدہ کہا جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

بالیمن والسعد عُد والظفر ۔ فوق آلورد غانم الصدر+

(برکت، نیک بختی اور کامیابی کے ساتھ واپس آؤ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔)

اسی سال منصوریہ کی فصیل تعمیر ہوئی ۔

اسی سال افریقیہ میں سخت تند و تیز ہوا چلی، اور اپنی تندی اور تیزی کی وجہ سے

+ دوسرے مصرعہ کے الفاظ صحیح نہیں معلوم ہوتے ۔ (مترجم)

جن درختوں پر سے گزری اُن کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔

ماہ رجب ۴۳۸ھ میں نزار بن معز بن بادیس کی وفات واقع ہوئی۔ موت کے وقت اُس کی عمر اکیس برس چند ماہ تھی۔ اس کے بعد معز نے اپنے دوسرے بیٹے ابوالقاسم کو ولی عہد بنایا اور العزیز باللہ اُس کی کنیت مقرر کی۔ وہ اُس وقت آٹھ مہینے کا تھا۔ ایک سال تین مہینے کی عمر میں اس نے بھی انتقال کیا۔

۴۳۹ھ میں جہوس بن حمید الصنہاجی والی نفطہ معزول ہوا۔ اُس سے بہت سا مال طلب کیا گیا، اور وہ سخت مصیبت اور بے عزتی میں مبتلا ہوا۔

اسی سال احمد بن حجاج قاضیٔ قفصہ پر مصیبت پڑی، مگر اس نے دس ہزار دینار پیش کر دیئے اور محفوظ ہو گیا۔

۴۴۰ھ میں افریقیہ میں امیر مصر کے نام کا خطبہ موقوف ہوا اور اُس کے جھنڈے جلا دیئے گئے۔ ابن شرف کا بیان ہے کہ معز بن بادیس نے حکم دیا کہ افریقیہ کی مسجدوں کے منبروں پر سے عباس بن عبد المطلب کے لئے دعا کی جائے، اور شیعۂ عبیدیین کے لئے دعا موقوف کر دی جائے۔ چنانچہ خطیب نے خلفاء اربعہ، حضرت عباس اور باقی دس حضرات کے لئے دعا کی (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

قیروان وغیرہ میں خطبے سے دعوت عبیدیین کے انقطاع کا سبب

جب بنی عبید افریقیہ سے مصر چلے گئے تو صنہاجی بادشاہ برابر اُن کے لئے خطبے پڑھتے اور منبروں پر سے اُن کا نام لیتے رہے۔ یہ رسم برابر قایم رہی، آخر اہل قیروان نے اُن کی دعوت سے انحراف اور اُن کے ناموں کے ذکر کرنے کی بدعت سے متنفر ہو کر جمعہ کی نماز ترک کر دی۔ بعض لوگ جب مسجد میں آتے اور خطیب طور پر

"اللھم اشھد اللھم اشھد" کہہ کر واپس چلے جاتے اور چار مرتبہ ظہر کی نماز پڑھ لیتے۔ آخر یہ نوبت پہنچی کہ قیروان کا ایک شخص بھی جمعہ کی نماز کے لئے نہ آتا اور تھوڑی مدت تک نماز جمعہ بالکل معطل رہی ایک مدت یہ حالت قائم رہنے کے بعد معز بن بادیس نے یہ فیصلہ کیا کہ عبیدیین کے دعوت کے سلسلہ کو ہی منقطع کر دیا جائے۔ اُس کے اس فعل سے قیروان میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔

تمام افریقیہ میں خطبوں میں صراحتہً اُن پر لعنت بھیجے جانے اور اُن سے خلع کرنے کا ذکر

ابن شرف کہتا ہے کہ معز نے خطبوں میں اُن پر لعنت بھیجنے اور اُن سے برأت ظاہر کرنے کا حکم دیا۔ جب عید الضحٰے کا موقع آیا تو اُس نے خطیب کو حکم دیا کہ بنی عبید پر لعنت بھیجے، چنانچہ اُس نے کہا: "لعنت ہے بڑے زبردست فاسقوں پر، فاجران مارقہ پر، دین کے دشمنوں اور شیطان کے انصار پر، خدا کے کام کے مخالفین پر، اُس کے عہد کے ناقضین پر، اُس کے راستہ کے سوا دوسرے راستے پر چلنے والوں پر اور کتاب اللہ کے تبدیل کرنے والوں پر، خدا کی اُن پر سخت لعنت ہو اور وہ سخت ذلیل وخوار ہوں، ہمارا بادشاہ ابوتمیم معز بن بادیس بن منصور دین حقہ کا قائم کرنے والا، نبی کی سنت کی مدد کرنے والا، اللہ کے دوستوں کا جھنڈا بلند کرنے والا نیز کتاب اللہ کا تصدیق کرنے والا، اللہ کا حکم کا ماننے والا، دین حقہ کے تبدیل کرنے والوں اور ہدایت یافتہ مسلمانوں کے راستے سے ہٹ جانے والوں کی مدافعت کرنے والا ہے" "یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون" (سورۃ کافرون آیت ۱-۲)" ابن شرف ہی کا بیان ہے کہ امیر ابوتمیم معز بن بادیس نے

خطیب کو حکم دیا کہ وہ قیروان کی مسجد کے منبر پر سے بھی اُن پر لعنت بھیجے؛ چنانچہ جب آئندہ جمعہ کا دن آیا تو اُس نے ایسا ہی کیا؛ اور اس سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔

سنہ ۴۴۱ھ میں امیر ابو تمیم (معز بن بادیس) مغرب اقصے کی طرف روانہ ہوا اور اپنے بیٹے ابو طاہر تمیم بن معز کو قیروان اور منصوریہ کے دار السلطنتوں میں اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ گیا۔

اسی سال منصوریہ میں مسجد تیار ہوئی۔

اسی سال تجاری کے نام سے ایک طرح کے دینار مضروب ہوئے۔

اسی سال معز بن بادیس بڑی جمعیت اور تزک و احتشام سے شہر قیروان سے باہر نکلا اور (پالتو) درندے اُس کے آگے نکالے گئے۔ ان میں سے ایک درندہ چھوٹ گیا؛ لوگ اُس کے سامنے سے پیچھے کی طرف بھاگے اور ایک دوسرے پر گر پڑے؛ اس طرح تقریباً دو سو آدمی تلف ہو گئے۔ درندہ باب الغنم کے کاتبوں میں سے کرامی نام ایک کاتب پر جھپٹا اور اُسے مار ڈالا۔

سکوں میں بنی عبید کی نام کی تبدیلی کا ذکر

ابن شرف نے بیان کیا ہے کہ اسی سال ماہ شعبان میں معز بن بادیس نے سکے کی تبدیلی کا حکم دیا؛ چنانچہ سکے کی ایک طرف یہ آیت منقوش کی گئی۔ "ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین" (سورۂ عمران آیت ۹۷) اور دوسری طرف "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" منقوش ہوا۔ اس طرح کے بہت سے دینار مضروب کرائے گئے۔ ساتھ ہی اُس نے حکم دیا کہ اُس کے پاس جتنے دیناروں پر بنو عبید

جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ پھر اُس نے اپنے تمام ملک میں دیناروں اور درہموں پر سے اُن کے ناموں اور سکوں کے تبدیلی کی منادی کرادی، جھنڈوں اور علموں پر سے اُن کے نام پہلے ہی مٹادئے گئے تھے۔ ۲۹۶ھ سے سکوں، جھنڈوں اور طرازوں پر بنی عبید کے نام لکھے جانے شروع ہوئے تھے اور ۴۴۱ھ میں معز نے اُس کا خاتمہ کیا۔ یہ تمام ۱۴۵ برس کی مدت ہے۔

اسی سال کے ماہ شوال میں ایک منادی نے بادشاہ کے اس حکم کی منادی کی کہ جو کوئی بنو عبید کے ناموں کے سکوں سے بیوپار کریگا اُس کو سخت سزا دی جائیگی۔ اس حکم سے غریبوں اور فقیروں کا بہت بُرا حال ہُوا۔ قیروان میں غلہ گراں ہوگیا۔ پُرانے دیناروں کی قیمت چار دینار اور دو درہم تھی اور نئے دیناروں کی ۲۵ درہم۔

اسی سال قائد عباد بن مروان، الملقب بہ سیف الملک کی نکبت واقع ہوئی۔ یہ شخص بادشاہ کے خاص آدمیوں میں تھا۔ مگر اب اسے اُس کے دشمنوں کے حوالے کردیا گیا، اُس کا تمام مال ومتاع ضبط کیا گیا اور جتنے اعمال پر وہ عامل تھا اُس سے لے گئے۔ اس کے بعد وہ ایک تنگ وتاریک تہ خانے میں ڈال دیا گیا، جہاں بالآخر وہ مر گیا۔

اسی سال قیروان میں خبر پہنچی کہ قائد حماد نے اپنے قلعے میں وفات پائی۔ چنانچہ ابن شرف ایک قصیدہ میں کہتا ہے ؎

لا جنود الا جنود السعود - مغنیات عن عدۃ وعدید

(سوائے سعادت وبرکت کی فوجوں کے کوئی فوج تعداد وکثرت کی طرف سے غنی نہیں)

۴۴۲ھ میں اہل قیروان واہل سوسہ کے درمیان صلح ہوئی۔ ان کے آپس میں کچھ ناچاقی ہوگئی تھی۔ قیروانیوں نے سوسیوں کی دعوت کی جس میں غ ق

گلاب سے اُن کے ہاتھ دھلائے گئے، اور شرب (۹) کے رومالوں سے پونچھے گئے۔

اسی سال امیر ابو تمیم نے اپنے بیٹے ابو طاہر تمیم بن معز کو اپنا ولی عہد بنایا

تمیم بن معز کے ولی عہد ہونے کا بیان

ابن شرف کا بیان ہے کہ (اسی سال) ایک جمعہ کو قیروان کی جامع مسجد میں خطیب نے خطبہ پڑھا اور سلطان معز بن بادیس اور اُس کے بیٹے اور ولی عہد ابو طاہر کے لئے دعا کی اور کہا "اللّٰھم اصلح عبدك ووليك ابا الطاهر تميم بن معز الطاهر من كفر معد بن الطاهر" (یعنی بادشاہ مصر)۔

اسی سال ماہ رجب میں فقیہ زاہد اور واعظ ابو عبد اللہ بن عبد الصمد قیروان سے نکلے، چند لوگوں کو مقرر کیا گیا کہ اُن کے ہمراہ قابس جائیں یہ لوگ قیروان سے مصر کے ارادہ سے چلے تھے، اس لئے ابو عبد اللہ کو حکم دیا گیا کہ قابس میں اُن کا انتظار کریں، اور وہاں سے اُن کے ساتھ ہو جائیں۔ اُدھر عامل قابس کو لکھا گیا کہ کسی شخص کو اُن سے ملنے یا بات کرنے کی اجازت نہ دے اور سفر پر روانہ ہونے سے قبل خود اُن کو بھی اُن کی قیام گاہ سے باہر نہ نکلنے دے بہر حال ایسی حالت میں ابو عبد اللہ سفر پر روانہ ہوئے مگر اُن کو اپنی جان کا خوف تھا، راستے ہی میں اُن کو قتل کر دیا گیا۔ ابو عبد اللہ ایک لسّان اور تندمزاج واعظ تھے، بہت لوگ اُن کے وعظ سننے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے، اسی وجہ سے معز کو اُن کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اُدھر یہ ہوا کہ قیروان کے بعض فقراء نے ابو عبد اللہ کے الفاظ کو بہت کچھ اضافہ کے ساتھ معز کے سامنے بیان کیا اور اُن کی شکایت کی، یہی اُن کی جلاوطنی اور موت کا سبب ہو گیا۔ اُن کے والد اسی زمانے میں مصر کی جامع مسجد میں اُس وقت تک وعظ کہتے رہے کہ

اُن کو اُن کے بیٹے کی خبرِ مرگ دی گئی۔ اُس کے بعد وہ اسی سال حج کو چلے گئے کہتے ہیں کہ وہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کہتے تھے کہ "اے خدا معز کو سزا دے اے خدا ابن بادیس کو پکڑ"۔ کہتے ہیں کہ انہیں کی بددعا کا یہ اثر تھا کہ آخر معز کا ملک برباد اور دارالسلطنت قیروان تباہ ہوگیا کیونکہ اس دعا کے دوسرے دن ہی اُس کو شکست ہوئی اور یہی شکست قیروان کی بربادی کی بنا تھی اس لئے کوئی شخص اُس دعا کے قبول ہونے میں شک نہیں کرتا۔

۴۴۳ھ میں قیروان میں سیاہ لباس اور بنو عباس کے لئے دعا کا رواج ہوا۔ ابن شرف کہتے ہیں کہ جمادی الآخر میں معز بن بادیس نے رنگریزوں کی ایک جماعت کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور کتان کے بہت سے سفید کپڑے نکالے اور حکم دیا کہ اُن کو سیاہ رنگیں۔ چنانچہ رنگریزوں نے انہیں نہایت سیاہ رنگ دیا اب درزیوں کو جمع کیا گیا اور انہوں نے لباس قطع کئے۔ پھر تمام قاضیوں، فقیہوں قیروان کے دونوں خطیبوں اور تمام موذنوں کو اپنے محل میں جمع کیا اور یہ سیاہ کپڑے اُن کو پہنائے۔ یہ سب اس لباس میں نکلے اور اُن کے پیچھے پیچھے بادشاہ بھی سوار ہوا۔ آخر یہ سب قیروان کی جامع مسجد میں پہنچے خطیب نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا جس میں اُس نے نہایت خوش اسلوبی سے تمام امراء ملک کا ذکر کیا پھر ابو جعفر عبداللہ القائم بامر اللہ العباسی کے لئے دعا کی پھر معز بن بادیس اور اُس کے ولی عہد ابو طاہر تمیم کے لئے دعا کی اور بنو عبید شیعی کو ذلیل و خوار کیا اور اُن پر لعنت بھیجی۔

بنو عبید کے مختصر حالات

ابو عبداللہ ابن سعدون بن علی نے شہروں میں جو فتنہ و فساد ہیجان

واقع ہوا تھا۔ اس کے ضمن میں قیروان سے ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے اپنی تالیف میں لکھا ہے کہ ایک باب میں میں یہ بتاؤنگا کہ وہ کون شخص تھا جس نے پہلے اس دعوت کو شروع کیا، جس سے عبید اور اس کی اولاد نے فائدہ اٹھایا۔ اس کے شروع کرنے کی کیا وجہ ہوئی۔ دوسرے باب میں میں یہ بتاؤنگا کہ ان لوگوں نے اپنی دعوت کے پھیلانے کے لئے کس طرح شہروں میں سوار اور داعی بھیجے، اور اس سے آئندہ باب میں میں عبید کے نسب اور اس کے اس افترا کا ذکر کرونگا کہ اس نے اپنا نسب آنحضرت سے منسوب کیا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اول شخص جس نے اس دعوت کا آغاز کیا عبید کا دادا عبداللہ بن میموں قداح اہوازی ہے (لعنہ اللہ) اس عبداللہ کے باپ میموں کے نام سے ایک فرقۂ میمونیہ ہے، جو دراصل ابوالخطاب کے پیروؤں کی ایک شاخ تھا۔ اپنے کلام کے دوران میں محمد بن سعدون نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ اپنے لئے نبوت کا دعوے کیا کرتا تھا، اس کے قتل کا فیصلہ کیا گیا مگر وہ روپوش ہو گیا اور اپنے وطن سے بھاگ گیا، اور اس وقت سے برابر خفیہ طور پر ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھاگتا رہا، اور اپنے مذہب اور نام کو چھپائے رکھا کہ کہیں شناخت ہونے پر قتل نہ کر دیا جائے۔ آخر شام کی سرزمین میں موت نے اسے آلیا، اور وہ سخت بری بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا اور اللہ نے اپنے بندوں کو اس سے چین و آرام بخشا۔ اس کے ساتھیوں کی ایک جماعت گرفتار ہوئی اور وہ سب کے سب مارے گئے۔ اس کے بعد محمد بن سعدون نے ان کے داعیوں کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ان میں دو آدمی تھے جن میں سے ایک کا نام سنجا کومی تھا، یہ دونوں شام سے نکلے اور یمن پر غالب آئے ان میں سے ایک کو خارش ہوئی اور وہ اسی میں سڑ گل کر مر گیا۔ اس نے ایک بیٹا چھوڑا جو اپنے

دوستوں کو لکھا کرتا تھا: "من جانب ابن رب العالمین" (نعوذ باللہ من ذالک)
ابن قصیر اُس کے مقابلہ کے لئے گیا، اللہ نے اُسے کامیاب کیا، اُس نے
اُسے قتل کیا، اُس کے شہر میں داخل ہوا، اور اُس کو لوٹ کر وہاں کے رہنے
والوں کو قتل کیا۔ اب رہا کومی اللہ نے اُس پر ایک بیماری مسلط کی جس کی وجہ
سے اُس کی انتڑیاں دبر سے نکل آتی تھیں، چنانچہ اسی بیماری میں وہ بھی مر
گیا۔ شام میں بھی اُن کی ایک جماعت کا حال سنا گیا ہے، اور اسی طرح بحرین
میں۔ پھر مصنف کہتے ہیں کہ عبداللہ بن میمون نے اُن لوگوں کو اس کفر و
طغیان کی دعوت دی تھی، کیونکہ وہ قرامطہ کی صحبت میں رہ تھا۔ اُسے اپنے مذہب
کے لئے دعوت دی اور اُس نے عبداللہ کے مذہب کو قبول کر لیا تھا۔ ان
لوگوں کے دین کو حقیر و ناچیز سمجھنے کے متعلق بہت کچھ خبریں اور باتیں مشہور ہیں
وہ شخص جس نے اس قرمطی مذہب کا اظہار و اعلان کیا، ابو عبید جنابی تھا
اُس نے بحرین پر غلبہ پانے کے بعد اُن سے فرائض اُٹھا لئے، زنا، لواطت،
کذب اور شرب خمر، اور ترک نماز کی اجازت کا اعلان کیا۔ یہی کام اصبہانی
نے کیا، اُس نے لڑکوں کے لئے یہ حرام قرار دیا کہ اگر کوئی شخص اُن کا ارادہ
کرے، تو وہ اُس کے مانع آئیں، اور مانع آنے کی سزا موت قرار دی (لعنہ اللہ)
اُس کے ہاں ایک رات مقرر تھی جس میں وہ اپنی اور اپنے لوگوں کی عورتوں کو
جمع کیا کرتا تھا، اُس رات کا نام امامیہ تھا۔ اُس دن کے میل جول سے جو بچہ
پیدا ہو وہ "ولد الاخوان" کہا جاتا تھا۔ اُن ہی مصنف کا بیان ہے کہ بنو عبید
کے الحاکم بامر اللہ نے ربوبیت کا دعوے کیا، اور ایک شخص کو ہادی کا خطاب
دے کر مقرر کیا کہ لوگوں کو اس طرف راغب کرے۔ اُن میں سے معدنے رسالت
کا دعوے کیا، چنانچہ ایک شخص نے جامع قیروان کے مینار پر سے منادی کرنی

شروع کی کہ معدؔ رسول اللہ ہے۔ اس کو سن کر تمام شہر میں ہل چل مچ گئی اور لوگوں کے دل مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے۔ اس پر اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ ان کو تسکین دے یہ لوگ جس شخص کو داعی بنا کر کہیں روانہ کرتے تھے اسے ہدایت کر دیتے تھے کہ جب تک کام کا وقت نہ آئے اس وقت تک برابر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں، اور نیک بنے رہیں۔

اب رہا عبید اللہ المعروف بہ مہدی کے نسب کا معاملہ، اس شخص کا نام درحقیقت سعید تھا، اس نے اپنا حال چھپانے کے لئے عبید اللہ کا نام اختیار کیا، کیونکہ حسین بن احمد بن محمد اس کی تلاش میں تھا۔ اس محمد کا ایک بیٹا تھا، جو ابو شلعلع ابن عبد اللہ ابن میمون القداح کے لقب سے مشہور تھا۔ بہرحال سعید یا عبید اللہ نے دو بھائیوں کو داعی بنا کر مغرب میں بھیجا، اور یہ کتامہ نام ایک قبیلہ میں اترے اور ان لوگوں کو دعوت دی۔ ان داعیوں میں سے ایک کا نام حسین، الملکنی بہ ابو عبد اللہ شیعی تھا۔ اس کا نام انہوں نے معلم رکھا، اور دوسرے کا محتسب اس کا اصلی نام ابو عباس تھا، جس کا ذکر گذر چکا ہے۔ ان دونوں نے بہت پرہیزگاری اور زہد کا اظہار کیا، اور آخر تمام بلاد افریقیہ کو کذب افتراء سے فتح کر لیا۔ ابو عبد اللہ سجلماسہ گیا اور یہاں عبید اللہ کو قید سے نکالا۔ جب یہ دونوں یکجا جمع ہوئے تو اس نے حکومت اس کے سپرد کر دی اور خود بالکل دست بردار ہو گیا۔ اس کے بعد تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ اس کے بھتیجوں نے اسے قتل کر ڈالا۔

جب عبید اللہ لعنۃ اللہ علیہ رقادہ پہنچا تو اس نے قیروان آدمی بھیجا، جو ابو اسحاق ابراہیم ابن محمد المعروف بہ ابن برذون، اور ابن ہذیل کو اپنے ساتھ لے آیا۔ یہ دونوں حضرات قیروان کے علماء و زہاد میں سے تھے۔ جب یہ اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ عبید اللہ اپنے سریر سلطنت پر متمکن ہے، اس کے دائیں طرف ابو عبد اللہ

شیعی جس نے اُس کو بادشاہ بنایا تھا اور ملک اُس کے سپرد کیا تھا بیٹھا ہے اور بائیں جانب اُس کا بھائی ابوعباس۔ ابوعبداللہ اور اُس کے بھائی نے ان دونوں حضرات سے کہا کہ گواہی دو کہ یہ (شخص) رسول اللہ ہے۔ مگر ان دونوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ قسم ہے اُس خدا کی جس کا کوئی شریک نہیں اگر یہ (شخص) ہمارے پاس آتا اور سورج اُس کے دائیں طرف اور چاند بائیں طرف ہوتا اور یہ اُس کی رسالت کی گواہی دیتے تو بھی ہم اُس کو رسول نہ مانتے۔ یہ سن کر عبید اللہ لعنہ اللہ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو گھوڑوں کی دموں سے باندھا جائے اور قیروان کے گلی کوچوں میں گشت کیا جائے پھر دونوں قتل کر دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا رحمتہ اللہ علیہما۔

ابوعبداللہ شیعی نے ایک دن ابوعثمان سعید بن حداد مشہور عالم سے کہا کہ قرآن کہتا ہے کہ (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین نہیں کیونکہ قرآن میں ہے "ولاکن رسول اللہ وخاتم النبیین"۔ (سورۃ احزاب آیت ۴۰) جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خاتم النبیین رسول اللہ نہیں۔ ابوعثمان نے جواب دیا کہ یہ واؤ ابتدا کا واؤ نہیں ہے بلکہ واؤ عطف ہے جیسے خدا کا قول ہے: "ھو الاول والآخر والظاھر والباطن" (سورۃ آیت) پھر ایک دفعہ ابوعبداللہ نے اُن سے کہا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ آنحضرت کے اصحاب مرتد ہو جائینگے چنانچہ قرآن شریف میں ہے: "أفان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم" (سورۂ آل عمران آیت ۱۴۸) ابوعثمان نے کہا کہ یہ استفہامیہ ہے۔ جیسے خدا کا قول "أفان مت فھم الخالدون" (سورۂ انبیا آیت ۳۵)۔

جب عبید اللہ سلطنت پر مسلط و مستولی ہو گیا تو اُس نے ابوعبداللہ شیعی اور اُس کے بھائی ابوعباس کو قتل کروا یا؛ اس طرح اللہ نے اُن کو اُسی کے ہاتھوں بدلہ دلایا جس کے لئے اُنہوں نے کوشش کی تھی اور خلق اللہ کو تہ تیغ کر کے

آخر اُسے قید سے نکالا اور ملک اُس کے سپرد کیا تھا۔ یہ دونوں کم و بیش صرف ایک سال ہی اُس کے ساتھ رہ سکے، پھر اللہ تعالےٰ نے اکابر کتامہ پر جنہوں نے اُس کی سلطنت قایم کرنے میں کوشش کی تھی اُس کو مسلط کیا چنانچہ اُس نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اُس کے بعد اُس کی اولاد کی حکومت تین سو برس تک قایم رہی اور یہ لوگ سبتہ کے آبنائے سے لے کر مکۂ معظمہ شرفہا اللہ تک حکمران رہے؛ کیونکہ اس کے عمال سبتہ تک پہنچے تھے اور اُس کو دیکھ بھال کر واپس آ گئے تھے یہ دلیل ہے اللہ کے نزدیک دنیا کی ناقدری اور ناچیزی کی کہ اس نے فاجروں اور کافروں کو دنیا پر مسلط کر دیا، جو اولیاء اللہ کو بدترین عذاب دیتے تھے۔ بہرحال سب کا انجام قیامت ہے اور صرف خدا ہی حاکم الحاکمین ہے۔

عبید اللہ کی عہد حکومت میں ایک شیخ سفر کو روانہ ہوا اُس کے ساتھ چند گھوڑے تھے ان سب نے مع گھوڑوں کے مسجد میں رات گذارے اس سے کہا گیا کہ تم نے اپنے گھوڑوں کو کیوں مسجد میں لے آئے ہو شیخ اور اُس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ ان کی لید اور پیشاب پاک ہیں کیونکہ یہ مہدی کے گھوڑے ہیں۔ مسجد کے مہتمم نے اُن سے کہا کہ مہدی کا پیشاب پاخانہ تو ناپاک ہے اُس کے گھوڑوں کی لید وغیرہ کا تو کیا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے اُس سے کہا کہ تو نے مہدی کو عیب لگایا ہے، چنانچہ وہ ایک شخص کو گرفتار کر کے مہدی کے پاس لے گئے۔ اس نے جمعہ کی شام کو اُسے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔ موت کے قریب اس شخص نے اسے بددعا دی اور اللہ نے اس کی یہ بددعا قبول کر لی۔ عبید اللہ کو ایک نہایت ہی قبیح بیماری یعنی کدو دانہ میں مبتلا کر دیا۔ یہ کدو کے بیج کی شکل کے کیڑے ہوتے ہیں جو آہستہ آہستہ انتڑیوں وغیرہ کو کھا جاتے ہیں اُس کے لئے بھیڑ کے کان لائے جاتے تھے جن کو وہ اپنے اندر داخل کر لیتا تھا تاکہ یہ کیڑے اس میں مشغول ہو جائیں اس سے

اُسے کچھ راحت حاصل ہوتی جب یہ کان باہر نکالے جاتے تو یہ معلوم ہوتا کہ کیڑوں نے اُنہیں کھالیا ہے۔ پھر دوسرے کان داخل کردیئے جاتے، بہرحال یہ کیڑے برابر اپنا کام کرتے رہے اور آخر وہ اسی بیماری میں مبتلا رہ کر مرگیا۔ مرنے کے بعد ابو احمد غسانی مقری کو بلایا گیا کہ اُس کے سر کے پاس کھڑے ہوکر (قرآن) پڑھے یہ نہایت ہی اچھا قاری تھا۔ عبیداللہ کے بال بچے اُس کے گرد کھڑے رو رہے تھے۔ ایک بغدادی نے غسانی سے کہا کہ کچھ پڑھو، غسانی کا بیان ہے کہ میں نے پڑھنے کے لئے قرآن کو یاد کرنا چاہا مگر سوائے اس آیت کے اور کچھ یاد نہ آیا: "یَقدُم قومَہُ یومَ القیٰمۃ فاوردھم النار و بئس الورد المورود" (سورۂ ہود۔ آیت ۱۰۰) میں نے اُس کے سوا پڑھنے کے لئے اور کچھ یاد کرنا چاہا، مگر نہ یاد کرسکا۔ اسی آیت کو برابر دہراتا رہا اور آخر مجھے اپنی جان کا خوف ہُوا کہ کہیں انہیں اپنے رونے دھونے سے افاقہ ہُوا و راس آیت کے متعلق غور کریں اور میرے قتل کا حکم دے دیں، یہ سوچ کر میں نے اُن کو تسلی دے اور باہر آگیا۔

ابوعبداللہ محمد ابن سعدون کا قول ہے کہ ملعون جنابی نے حجر اسود کو عبیداللہ کے پاس مہدیہ بھیج دیا تھا۔ اس واقعہ کے تھوڑی مدت کے بعد ہی عبیداللہ نے وفات پائی جب اُسے دفن کیا گیا تو زمین نے اُسے باہر پھینک دیا، پھر دفن کیا گیا اور اِس مرتبہ پھر زمین نے اُسے قبول نہ کیا، اب اُس کے بیٹے ابوالقاسم سے کہا گیا یہ تمام حجر اسود کے سبب سے ہے اس لئے اُسے اُس کی اصلی جگہ واپس کردو، چنانچہ ابوالقاسم نے اُسے واپس کرنے کا حکم دیا اور اُس کے بعد عبیداللہ کو زمین نے قبول کیا۔

ابوالقاسم اپنے باپ کا جانشین ہُوا، اور برابر ہر قسم کے تفکرات میں مبتلا رہا۔ اللہ تعالےٰ نے ابویزید مخلد بن کیداد کو اُس پر مسلط کیا، جس نے اُسے تنگ کیا،

اُس کے خلاف خروج کیا' اُس کی فوجوں کو قتل کیا اور عام مسلمانوں نے اُس کا ساتھ دیا؛ اس تمام واقعہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو امام مسجد ابو ابراہیم احمد بن محمد بن ابو الولید منبر پر چڑھا اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ میں لوگوں کو شیعوں سے جہاد کرنے کا اشتعال دلایا۔ اور کہا کہ "اے خدا یہ کافر قرمطی عبید اللہ ربوبیت کا مدعی' اور تیری نعمتوں کا منکر' اور تیری ربوبیت سے کافر ہے' پس اے اللہ' اس کے خلاف ہماری مدد کر' اس سے اور اس کی حکومت سے ہم کو نجات دے اور اس کو جہنم میں پہنچا' جو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے' آتی دنیا کے لوگوں کے لئے عبرت اور گذشتہ نسلوں کی ایک کہانی اور حکایت بنا کر اس کے شیعوں کو ہلاک کر اور ان میں تفرقہ پیدا کر دے"۔

ابو القاسم بن عبید اللہ حسرت زدہ جی میں کڑھ کڑھ کر ہی مر گیا' اس کے بعد اس کا بیٹا اسماعیل بادشاہ ہوا۔ اس نے عام لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کیا۔ مگر جب اس کی حکومت مستحکم ہو گئی' اور اس کی قوت پورا زور پکڑ گئی تو اس نے مسلمانوں سے جنگوں کا بدلہ لینا چاہا' جو انہوں نے اس سے اور اس کے باپ سے لڑیں تھیں؛ مگر اللہ عزوجل اس کے اور اس کے ارادے میں حائل ہو گیا؛ مسلمانوں کی دعائیں قبول ہوئیں' اور اسماعیل پیاس کی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ پھر اس کا بیٹا معد بادشاہ ہوا۔ اس نے نبوت کا دعوے کیا اور اس کے حکم سے قیروان کی جامع مسجد کے ماذنہ سے موذن نے اس کی منادی کی' جس سے لوگوں میں بہت شور و شر واقع ہوا۔ جب مَعَدّ کو یہ معلوم ہوا تو وہ مرعوب ہو گیا اور اس نے لوگوں کو تسکین دی اور شورش کو فرو کیا۔ پھر اس کے بعد وہ مصر روانہ ہو گیا اور گمراہی اور طغیان کے ساتھ ملک میں داخل ہوا۔ اللہ نے اسے استسقاء کی بیماری میں مبتلا کیا' اور یہ حال ہو گیا کہ اس کے سر کے پاس بیٹھنے والے کو اس کے پیر

نظر نہ آتے تھے۔ اُس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا اور دانت گر گئے، اس طرح اللہ نے زندگی ہی میں اُسے اُس کی گمراہی کا تماشا دکھا دیا، اسی بیماری میں اُس نے وفات پائی۔

اس کے بعد نزار الملکنی بہ ابو منصور بادشاہ ہوا۔ اُس کے زمانے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جس طرح بُرا بھلا کہا گیا وہ مشہور ہے۔ دنیا سے اُس کا دل بھر گیا، اور اہل قیروان کے علماء کو اُس نے بلایا، مگر بعد میں شام کے معاملے نے اُس کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کرلی جب وہ اُس علاقے میں پہنچا تو یہیں ایک حمام کے حوض میں مر گیا۔ اب الحاکم (بامر اللہ) بادشاہ ہوا۔ اُس نے اُن کے مذہب کو پورا پورا ظاہر کیا، اور دوسری باتوں کے علاوہ اُس نے ایک نئی بات یہ کی کہ ایک مکان بنوایا اور اُس کے بہت سے درجے اور دروازے مقرر کئے؛ یہاں زنجیریں اور ہتھکڑیاں رکھیں، اور اُس مقام کا نام جہنم مقرر کیا۔ جب کسی سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو حکم ہوتا کہ "اس کو جہنم بھیج دو"۔ اُس نے حکم دیا تھا کہ تمام شوارع عام اور جامع مسجدوں پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں لکھ دی جائیں۔ اُس نے اپنا ایک داعی مکہ بھیجا، جب یہ منبر پر چڑھا اور جو کچھ کہنا تھا کہنا شروع کیا تو بنو ہذیل ایک بارگی اُس پر جا پڑے، اور اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا؛ منبر بھی پاش پاش کر ڈالا گیا، یہ حالت ہوگئی کہ اُس کا ذرا سا حصہ بھی باقی نہیں رہا۔ پھر اُس نے اپنے ہم عمر میں سے ایک خراسانی شخص کو بھیجا جس نے لاٹھی سے حجرِ اسود کو ضرب لگائی، یہ بھی فی الفور قتل کر ڈالا گیا، لوگوں نے اسے پارہ پارہ کر ڈالا، اور آگ میں جلا دیا۔ اُس نے (لعنہ اللہ) مدینۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کھودنے کے لئے آدمی بھیجا۔ لوگوں نے کسی کی آواز سنی کہ "قبر کھودی جائیگی" یہ سُن کر لوگوں نے تفتیش کی اور اُس شخص اور اُس کے ساتھیوں کو ڈھونڈھ کر قتل کر دیا۔

اس کے بعد الحاکم بہ امر اللہ نے ربوبیت کا دعوے کیا اور ایک شخص کو مہدی کا خطاب دے کر مقرر کیا کہ لوگوں کو اُس کی عبادت کرنے کی ترغیب دی۔ اس شخص کا نام حمزہ[۵] تھا، یہ سنہ ۴۱۰ھ کا واقعہ ہے، الحاکم لعنہ اللہ کے دربار میں اُس کے ارکین سلطنت کے سامنے ایک تحریر پڑھی گئی جس کے شروع میں تھا "الحمد لمولائی الحاکم وحدہ لا باسمك اللہم الحاکم بالحق" آگے چل کر تھا کہ "میں اپنے خدا امیر المومنین جل ذکرہ پر توکل کرتا ہوں اور اسی سے ہر کام میں مدد مانگتا ہوں" پھر مضمون کو خلط ملط کرکے تحریر کو طول دیا، کہیں اسے امیر المومنین کہا گیا تھا اور کہیں "خدا" اس میں تھا کہ "مجھے حکم ہے کہ میں ادیان ماضیہ اور شرائع دارسہ میں سے ایسے عقائد کو خارج کردوں جو تمہارے لئے لازم نہیں"۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں تھیں جن کا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔ اُس کے محل کے نیچے ایک سرخ جھنڈا تھا اُس کے نیچے تقریباً پندرہ ہزار آدمی جمع ہوئے، پھر ایک ترک نے اُس کے کاتب حمزہ کو قتل کردیا، مگر الحاکم نے یہ ظاہر کیا کہ اسی نے اُس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ الحاکم اکثر رات کے وقت ایک گدھے پر سوار ہوکر جبل مقطم جایا کرتا تھا، ایک رات وہ اسی طرح سوار ہوکر نکلا اور وہ اور اس کا گدھا دونوں قتل کردیئے گئے۔

اس کے بعد علی الملقب بہ الظاہر بادشاہ ہوا، یہ شخص صرف شراب خواری میں منہمک رہتا تھا، عورتوں کا لباس پہنتا تھا، یہاں تک کہ اگر وہ عورتوں کے جھرمٹ میں چلتا تو اُس کا شناخت کرنا مشکل تھا۔ اُس کو بھی استسقاء ہوا

---

[۵] یہی حمزہ تھا جو خاص طور پر دروز قوم کا داعی بنا کر بھیجا گیا تھا، اُس نے اُن کو الحاکم کی ربوبیت کی تعلیم دی، اور اُن کے قدیم عقائد کو اسماعیلی عقائد سے مخلوط کرکے ایک نیا مذہب قایم کیا، جو دروز میں اب تک باقی ہے۔ (مترجم)

اور وہ بالکل ایک تھیلا بن گیا؛ آخر اسی مرض میں اُس نے انتقال کیا۔

پھر معدُ الملقب مستنصر بادشاہ ہُوا۔ یہ شخص کبھی تو صحابہ کو گالیاں دیتا اور کبھی پھر لوگوں کو تسکین دینے کی کوشش کرتا۔ جب وہ اپنی فوج کے ساتھ نکلتا، تو چند نوجوان اشعار پڑھتے ہوئے اُس کے آگے آگے ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُس نے ایک آدمی کو بھیجا کہ جس نے ایک اندھیری رات میں کعبہ کے پردوں پر صحابہ کو گالیاں لکھ دیں، جب صبح ہوئی اور وہ پکڑا گیا تو مسلمانوں میں بہت شور و شر ہُوا، اور لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس طرح گالیاں دینے سے متاثر ہو کر بہت روئے۔

ابن سعدون کہتے ہیں کہ اُنہوں نے اسی طرح اپنی بنیاد قایم کی کہ جب تک اُن کی طاقت مستحکم نہ ہوئی وہ دینداری اور بھلائی ظاہر کرتے رہے (کتاب ہذا کے مصنف کہتے ہیں) یہاں تک میں نے ابن سعدون کی کتاب کا ملخص پیش کیا ہے۔

ابن قطان اُن کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ رافضیوں کی ایک قوم ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے منسوب ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں، اُن کے اکثر اعتقادات کفر ہیں۔

مستنصر بن ظاہر کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا الملقب بہ مستعلی بادشاہ ہُوا۔ یہ اپنے پیشرؤوں سے سیاست اور مذہب دونوں لحاظ سے الگ تھا۔ اُس کے مرنے اور اُس کے وزیر کے قتل کے بعد اُس کے بیٹے المعروف بہ آمر بحکم اللہ نے ملک پر قبضہ کیا۔ یہ شخص ظالم اور جبار عنید تھا۔ اُس کے زمانے میں دعوے باطل، مظلوم کے مقابلہ میں ظالم کی اعانت اور ظلم میں مدد کی کثرت ہوئی۔ اُس نے اپنے لئے دو خوبصورت لڑکوں کو مخصوص کر لیا تھا؛ اُن میں سے ہر ایک وظیفہ

ایک ہزار دینار یومیہ تھا۔ وہ تفریح کے جلسے منعقد کیا کرتا تھا اور اُن میں اُن عورتوں کو جو وہاں موجود ہوتی تھیں، لوگوں کے لئے مباح کر دیتا تھا۔ اس طرح اگر کوئی مومن یہ چاہے کہ کسی منکرات کو مباح دیکھے تو وہاں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے بعد عبد المجید الملقب بہ حافظ لدین اللہ ابن مستنصر بادشاہ ہوا۔ اُس سے اُسی دن بیعت کی گئی کہ جس دن الآمر بحکم اللہ قتل ہوا، اور منبروں پر سے اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ابو علی احمد بن الافضل، امیر جیوش، اُس کا وزیر ہوا۔ اُس کے بعد ۵۲۶ھ سے ۵۳۲ھ تک ابو علی تمام امور سلطنت پر پوری طرح مستولی و مسلط ہو گیا۔ اس عرصہ میں اُن کے آپس میں بہت سے افعال شنیع اور امور فضیح ظہور میں آئے۔ اُن میں آمر کا قتل، اُس کے قاتل حرز الملوک کے خلاف اشتعالک اور اُس کا قتل، ابن الافضل کا استیلاء اور فضل، عبد المجید کا ظہور، اسقف کا فرار، عبد المجید کے غلاموں کا معاملہ اور اسقف کا قتل، پھر حسین بن عبد المجید کا غلبہ اور اُس کے زہر سے قتل ہونے تک اُس کا قیام اور پھر دوبارہ عبد المجید کی ولایت شامل ہیں۔

دیگر حالات

۴۴۳ھ میں معلوم ہوا کہ محمد بن جعفر کومی مصر میں محکمہ قضاء کا حاکم مقرر ہوا، اور اُسے قاضی قضات و داعی دعات کا لقب دیا گیا ہے۔ ابن شرف کہتے ہیں کہ سوء عاقبت سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے کہ قوم کا قاضی اُن کے مذہب یعنی شیعوں میں سے مقرر کیا گیا ہو۔

اسی سال امیر برقہ جبارہ بن مستختار عربی کے خطوط قیروان میں آئے جس میں اُس نے معز بن بادیس کی اطاعت و فرمان برداری کا اعتراف کیا تھا اور

اُسے اطلاع دی تھی کہ اُس نے اور اہل برقہ نے اُن منبروں کو جن پر سے عبیدیین کے لئے دعا کی جاتی تھی نیز اُن کے جھنڈوں کو بھی جلا دیا ہے' اُن سے برأت ظاہر کی ہے' منبروں پر سے اُن پر لعنت اور (خلیفہ) القائم بامر اللہ عباسی کے لئے دعا کی گئی ہے۔ اسی سال افریقیہ میں فتنہ کی ابتداء ہوئی۔

فتنۂ عظیم اور بربادئ قیروان کا مختصر حال

ابن شرف کا بیان ہے کہ جب بنو عبید پر منبروں سے صراحتہً لعنت ہونے لگی جب معز بن بادیس نے بنو عبید کے شیعوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ تو بنو عبید نے بھی عربوں کو دریائے نیل کے عبور کرنے کی اجازت دی' حالانکہ اس سے قبل یہ سخت ممنوع تھا اور کوئی عرب نیل کو عبور نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اب بنو عبید نے صرف یہی نہیں کہ اُن کو اجازت دی' بلکہ ہر عبور کرنے والے کو ایک دینار معاوضہ بھی دیا۔ چنانچہ ان عربوں نے بہ کثرت دریا کو بغیر اجازت اور انعام کے لالچ سے پار کیا۔ بنو عبید کو بھی معلوم تھا کہ ان کو حکم دینے کی ضرورت نہیں۔ بہرکیف یہ لوگ جوق جوق آئے' برقہ کے نواح میں بس گئے' اور اس پر ایک مدت بھی گذر گئی۔ پھر ان میں سے مونس بن یحیی ریاحی معز کے پاس آیا۔ اس وقت معز اپنے صنہاجی بھائی بندوں سے متنفر تھا' اور ان سے بدلہ لینے کے لئے اُن کی جگہ کسی اور کو قائم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ اس بات کو ہمیشہ ان پر ظاہر کرتا رہتا تھا اب اس مونس کا اُس کے پاس آنا اُسے غنیمت معلوم ہوا' کیونکہ یہ شخص اپنی قوم کا رئیس' بہادر اور عقلمند آدمی تھا۔ معز نے اُس سے بنی ریاح کی ایک فوج مرتب کرنے کے متعلق صلاح لی۔ مونس نے اُسے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرے اور کہا کہ اس کی قوم ایک بات پر کبھی مجتمع' اور کسی کی مطیع و منقاد نہیں ہوتی۔ مگر معز نے

اس پر اصرار کیا، اور یہاں تک کہا کہ تم اپنی قوم کے حسد کی وجہ سے اپنے آپ کو اُس سے الگ کرنا چاہتے ہو۔ اس پر مونس نے عذر پیش کرنے اور بادشاہ کے بعض آدمیوں کو گواہ بنانے کے بعد اپنی قوم کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اُن کو بلایا، اور ایک جگہ جمع کر کے اُن سے وعدے کئے، اُن میں جوش پیدا کیا اور بادشاہ کی کرم وجود کا ذکر کیا۔ پھر اُن کی ایک جماعت کو لے کر چلا، اب تک اُن کو کسی قسم کی نعمت حاصل نہیں ہوئی تھی اور نہ اُنھوں نے شہر دیکھا تھا اس لئے یہ حالت ہوئی کہ جب کبھی وہ کسی گاؤں کے قریب پہنچے تو غل مچا دیتے کہ یہ قیروان ہے اور اسی وقت اسے لوٹ لیتے۔ جب یہ خبر قیروان پہنچی تو معزبن بادیس سخت پشیمان ہوا اور اُس نے کہا کہ یہ سب کچھ مونس نے اس لئے کیا ہے کہ اُس کے قول اور نصیحت کی صحت پوری طرح ظاہر ہو جائے۔ یہ سمجھ کر اس معاملے کے انجام تک کے لئے اُس نے اُس کے اہل و عیال کو نظر بند کر دیا اور اُس کے گھر پر مہر لگا دی۔ جب مونس کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اس برتاؤ کی اطلاع ہوئی تو اُس کی دشمنی اور زیادہ ہو گئی، اُس نے کہا کہ میں نے پہلی ہی بھلائی کی بات کہی تھی، مگر اب مجھ ہی پر مصیبت نازل ہوتی ہے، اور یہ غلطی میرے سر ہی تھوپی جاتی ہے۔ یہ بات اُس کو سخت ناگوار گزری، اس پر طرفہ یہ ہوا کہ قیروان میں قیام کے دوران میں مونس شہر کی تمام کمزوریوں سے واقف ہو گیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ نے چند فقیہوں کو کچھ خط، شرائط اور وصایا دے کر روانہ کیا، اور اُنھوں نے اُن سے جا کر کہا کہ سلطان نے اُن کے بال بچے اُنھیں واپس کر دیئے ہیں، اور اُن لوگوں سے وعدے اور عہد لئے کہ وہ پھر مطیع و فرمان بردار ہو جائیں گے، چنانچہ اُنھوں نے اپنے چند شیخ بھی روانہ کر دیئے، مگر آخر میں نقض عہد کیا اور ہر طرف فساد مچانے لگے۔

عربوں کے معز بن بادیس کو شکست دینے کا بیان

اس سال عید الضحےٰ کے موقع پر سخت ترین آفت اور مصیبت نازل ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ نے پیر کے دن عید منائی، اور اسی دن صبح کو بنو ہلال نام ایک گاؤں کی جانب چلا گیا۔ دوپہر کے وقت اسے خبر ملی کہ (عربوں کی) قوم اپنے تمام جمعیت سمیت اُس کے قریب پہنچ گئی ہے۔ معز نے لوگوں کو حکم دیا کہ وادی کی ناہموار زمین میں اتر جائیں، مگر ابھی) کام تکمیل کو نہیں پہنچا تھا کہ عربوں نے شخص واحد کی طرح اُن پر حملہ کیا۔ بادشاہ کے لشکر کو شکست ہوئی، مگر معز برابر ثابت قدم رہا، یہاں تک کہ عربوں کے نیزے اُس تک پہنچ گئے۔ اس موقع پر اُس کے غلاموں نے اپنے آپ کو آقا پر نثار کر دیا اور بہت سے اُس کے سامنے مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔ مگر بنو مناد، تمام صنہاجہ اور دیگر قبائل کے لوگ بھاگ گئے۔ عربوں نے اُن کے قیام گاہوں کو لوٹ لیا اور سلطان معز کی چھاؤنی میں داخل ہو گئے، اور اُسے لوٹ لیا۔ اس میں اس قدر سونا، چاندی، مال و اسباب، سامان، گھوڑے اور اونٹ تھے کہ جن کی تعداد سوائے اللہ کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ اس میں ہزار سے زیادہ خیمے اور پندرہ ہزار کے قریب اونٹ اور لاتعداد خچر تھے۔ مگر لوٹ کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ کسی سپاہی کے پاس اور چیزوں کا تو کیا ذکر ایک پاگدھا بھی نہ رہا۔ اکثر لوگ کوہ حیدران میں بھاگ گئے، اور اُس میں منتشر ہو گئے، اور پھر ایک دوسرے سے ملنے گئے۔ اہل قیروان کو سوائے اس کے کہ اُن کو اُس کی توقع اور امید تھی، اس تمام واقعہ کا ظن و گمان بھی نہ تھا۔ عید کے تیسرے روز ابن البواب کے ساتھ دو آدمی آئے۔ یہ لوگ اس قدر پھٹے حال میں تھے کہ اُن کی صورت ظاہری ہی تمام معاملے کے اظہار کے لئے کافی تھی۔ لوگوں نے بادشاہ کے متعلق

بہت سے سوالات کئے اور اُنہوں نے بتایا کہ وہ بالکل محفوظ ہے۔ اُس کے تھوڑی دیر کے بعد وہ اور اُس کا بیٹا محل میں داخل ہوئے۔ پھر لوگ اکیلے یا جماعتوں میں آنے شروع ہوئے، پھر بھی بہت آدمی نہیں آئے، کیونکہ بعض کو اس کے متعلق اطلاع مل گئی اور بعض بے خبر رہے۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ عربوں نے صنہاجی وغیرہ بہت سے آدمیوں کو قید کر لیا ہے۔

ابن شرف کہتے ہیں کہ ہزیمت خوردہ لشکر کی تعداد اسّی ہزار سوار تھی اور اسکے ساتھ بھگ پیادے بھی تھے۔ اس کے متعلق علی بن رزق نے ایک قصیدہ کہا ہے، جس کے شروع میں وہ کہتا ہے ؎

لقد زار وھنا من أمیم خیالٌ - وایدی المطایا بالذمیل عجال

(کل رات امیم کا خیال میرے پاس ایسے وقت آیا کہ جب سواریاں جلدی جلدی چلی جا رہی تھیں)

اسی قصیدے میں ہے ؎

ثمانون الفا منکم ھزمتھمُ - ثلاثة الفا ان ذا لنکال۔

(تین ہزار آدمیوں نے تمہارے اسّی ہزار کو ہزیمت دی، یہ عذاب نہیں تو اور کیا ہے!)

عرب نواحیٔ قیروان تک پہنچ گئے۔ ان میں سے جو کوئی کسی گاؤں کے پاس سے گذرتا اپنا نام اُن کو بتا دیتا اور اُن کو امان دے دیتا۔ امان کی شہادت کے لئے اپنی ٹوپی یا ایک رقعہ لکھ کر دیتا جس سے دوسرے پر یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ وہ اُس سے پہلے وہاں پہنچ گیا ہے۔ قیروان کے رہنے والوں نے دو راتیں اس قدر خوف اور تعب کی حالت میں گزاریں کہ اُس کا اندازہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا، کیونکہ اُن کو معلوم نہ تھا کہ کل اُن کے شہر پر کیا بلا نازل ہونے والی ہے۔ برابر دو دن تک حالت رہی کہ شہر میں نہ کوئی داخل ہوتا تھا اور نہ کوئی باہر جاتا تھا۔ قیروان کے گرد ہر طرف

عربوں کے گھوڑے چر رہے تھے اور وہاں کے لوگ خود اپنی آنکھوں سے اس حالت کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ عید الضحےٰ کے ساتویں روز بادشاہ اپنی فوج لے کر نکلا! اہل قیروان اُس کے ساتھ ہو گئے! عیدگاہ اُن کے اجتماع کے لئے کافی نہ ہوئی۔ اہل عرب نے جو امان بادیہ کے لوگوں کو دی تھی اُس سے پھر گئے، اور تمام بادیہ کو لوٹ لیا۔ یہاں کے رہنے والے قیروان میں منتقل ہو گئے۔ سلطان نے عام لوگوں کو حکم دیا کہ قیروان اور صبرہ یعنی منصوریہ کے گرد تمام کھیتوں کو لوٹ لیں۔ مسلمان اس سے خوش ہو گئے اور اس کو اپنی روزی سمجھے۔

آخر، ۱۰ ذی الحج کو عربوں کے سوار قیروان سے تین میل کے فاصلے پر ظاہر ہوئے۔ بادشاہ خود بھی شہر میں آیا اور اُس کا دورہ کر کے لوگوں کو حفاظت کرنے اور تعمیر کرنے کا حکم دیا، چنانچہ لوگوں نے اپنے گھر بنانے شروع کر دیئے۔ معز نے یہ بھی حکم دیا کہ صبرہ کے باشندے اور بازاری لوگ قیروان میں منتقل ہو جائیں اور وہاں کی دوکانوں کو بالکل خالی کر دیں، ساتھ ہی قیروان کے صنہاجیوں اور سپاہیوں وغیرہ کو حکم دیا کہ وہ سب صبرہ میں منتقل ہو جائیں اور وہاں بازاروں اور دوکانوں میں ٹھیریں۔ شہر میں اس سے ہل چل مچ گئی، اور اضطراب کرب زیادہ ہو گیا۔ صنہاجی لوگوں اور غلاموں نے دوکانوں کی لکڑیوں اور چھتوں پر دست درازی شروع کی، اور اُن کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور ایک گھنٹہ میں بڑی بڑی عمارتیں برباد و ویران ہو گئیں۔ لوگوں نے نہایت خوف و اضطراب کی حالت میں رات گزاری اور صبح کو عربوں کے سوار اپنے سامنے دیکھے۔ سلطان نے حکم دیا کہ صبرہ کی فصیل پر لشکر ظاہر نہ ہو۔

ابن شرف کہتے ہیں کہ مجھے ایک معتبر آدمی نے خبر دی کہ میں قیروان سے نکلا، رات کو سفر کیا اور دن کو چھپ رہا۔ میں کسی ایسے گاؤں کے پاس سے نہیں گزرا کہ جو تباہ و برباد کر کے بالکل لوٹ نہ لیا گیا ہو، اُن کے رہنے والے تمام مرد و عورت

اور بچے اپنی دیواروں کے نیچے ننگے کھڑے ہوئے بھوک اور سردی کی شدت سے رو رہے تھے۔ قیروان میں سامان رسد منقطع ہوگیا، بازار بند ہوگئے اور عربوں کا یہ حال ہوگیا کہ جس کو پکڑتے تھے رومیوں کے قیدیوں کی طرح بغیر فدیہ لئے نہ چھوڑتے تھے، غریبوں اور ضعیفوں کو جو فدیہ ادا نہ کر سکتے تھے اپنی خدمت کے لئے رکھ لیتے تھے۔

قیروان کے باب تونس کے واقعہ کا مختصر حال

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عربوں نے اس دروازے پر دھاوا کیا، اور عامتہ الناس اُن کی مدافعت کے لئے نکلے، ان میں کچھ تو ایسے تھے جو ہتھیاروں سے مسلح تھے، اور چند کے پاس ایسی لاٹھیاں تھیں جن سے ضعیف ترین کتوں کی بھی مدافعت نہیں کی جاتی۔ بہرحال اُن پر عربوں کے سواروں نے حملہ کیا اور اُن کی تلواروں اور نیزوں نے ان لوگوں پر پورا کام کیا اور یہ پزاووں سے اس دروازے تک برابر مر مر کر گرنے لگے، اور کوئی شخص بھی ایسا نہیں رہا جس کی اجل نے اُسے گھیر نہ لیا ہو۔ عربوں نے مردہ اور زندہ سب کے کپڑے اُتار لئے اور ایک چیتھڑا بھی ایسا نہ چھوڑا جس سے وہ اپنا بدن ڈھانپ سکیں۔ اُن کے واپس چلے جانے کے بعد مقتولین کے عزیز و اقارب باہر آئے اور اپنے رشتہ داروں کو اُٹھا کر لے گئے، اب تمام شہر میں ہر طرف نوحہ کرنے والیاں کھڑی ہوئیں، اور وہ منظر پیش آیا جس کے دیکھنے اور سننے سے پہاڑوں کا کلیجہ بھی پھٹتا تھا۔ ان کے علاوہ بہت سے بے کس غریب الوطن لوگ وہیں مقتل میں ہی پڑے رہ گئے، اور بے شمار زخمی ہوئے۔ ان زخموں کو دیکھ کر لوگوں کی عقلیں سلب ہوگئیں، اُن کے کلیجے پھٹ گئے، اور دل اور جسم پگھل گئے۔ لڑکیوں نے اپنے باپ بھائیوں کے سوگ میں چہرے

کاٹے گئے اور سر کے بال منڈوا ڈالے۔ بالجملہ یہ دن اُن لوگوں کے لئے نہایت مصیبت خیز اور عبرت ناک تھا' اور ایسا دن تمام گزشتہ زمانے میں کسی ملک و دیار کو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا' لوگوں نے غم و حزن میں رات گزاری۔

یہاں ابن شرف کے بیان کا اختصار ختم ہوتا ہے۔

صنہاجہ کا جبل حیدران میں پس پا ہونا اور معز کی دوسری جانب پسپائی

ابوصلت کہتے ہیں کہ معز مشرق سے آنے والے عربوں کے مقابلہ کے لئے نکلا' اپنی فوجوں کو علیحدہ کیا' اور ابن سلبون کو ان پر حاکم بنایا ؎

فَقَلَّدَ الامرَ لشدید المنعہ ۔ مستنهضاً لجملهِ ابن سبعہ

معز کا حلیہ یہ تھا۔ وہ گندم گوں مگر خوبصورت' بلند آواز اور نیک سیرت شخص تھا اور امور سلطنت پر بہت گہری نظر ڈالنے کا عادی تھا' اسی نے شیعوں کو قتل کیا' افریقیہ میں اُن کی دعوت کو منقطع کیا' تمام افریقیہ کے منبروں پر سے امراء بنو عبید پر لعنت بھجوائی' ہر ایک صحابی کا حق ادا کیا اور سنت رسول کو جو ۳۰۲ھ سے متروک تھی دوبارہ زندہ کیا۔

دولت صنہاجی کے ابتداء کے متعلق حکایت

جب آل عبید اللہ مصر پر غالب آ گئے' اور معد بن اسماعیل نے افریقیہ سے وہاں منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو اُس نے زیری بن مناد کو بلایا اُس کے دس بیٹے تھے' اُس سے کہا کہ اپنے بیٹوں کو بلاؤ' اُن کے اور تمہارے متعلق جو کچھ

میری رائے ہے تم کو معلوم ہے ان لڑکوں میں سب سے چھوٹا بلقین تھا۔ بہرحال زیری نے حکم کے مطابق اُن کو بلایا، مگر قضا و قدر اس کم سن بچے کے سوا اور کسی کو نہ چاہتی تھی۔ معد بن اسماعیل کو آئندہ کے واقعات معلوم کرنے کا تھوڑا سا علم تھا اور اُس کے ذریعے سے اُس نے اپنے آئندہ اور اراکین سلطنت میں اہل غنا کے حالات معلوم کر لئے تھے۔ اب جبکہ وہ افریقیہ کو چھوڑ کر مصر جانے والا تھا تو اُس کے پاس افریقیہ اور مغرب پر اپنا قائم مقام بنانے کے لئے اُس کو چند علامتیں معلوم تھیں۔ اُس نے زیری کے ان بچوں کے چہروں کو غور سے دیکھا مگر وہ علامتیں نہ پائیں۔ زیری سے کہا کہ تم اپنے بیٹوں میں سے کسی کو پیچھے چھوڑ آئے ہو؟ اُس نے کہا کہ ہاں ایک کم سن بچہ ہے۔ معد نے یہ سن کر کہا کہ جب تک میں اُس کو نہ دیکھ لوں تم کو نہ دیکھوں گا، کیوں کہ اُس کے سواء اور کسی کی مجھ کو ضرورت نہیں۔ جب اُسے دیکھا تو فوراً پہچان لیا، اور اُسی وقت اُس کو اپنا قائم مقام مقرر کر دیا۔ چنانچہ یہ بچہ اُسی وقت سے تمام امور حکومت پر حاوی و مستولی ہو گیا، لوگوں کے دلوں میں اُس کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اُس نے طول و طویل سفر کئے اور اُس کی شہرت عام ہو گئی۔ اپنی لڑائیوں کے دوران میں وہ سبتہ تک پہنچا، مگر پھر ایک منادی کی آواز پر کان دھر کر اُس نے اُس کو وہاں کے لوگوں کے لئے خالی کر دیا۔ آخرکار اس خاندان میں معز بن بادیس بادشاہ ہوا، جو اپنے خاندان کے لئے موجب شرف و عزت اور اُس کے مشہور بادشاہوں میں سے آخری تھا۔ زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ معز ابو تمیم معد بن اسماعیل (عبیدی) اور ابو تمیم معز جس نے صنہاجیوں کی شان و شوکت کا آغاز کیا ہم نام و ہم کنیت ہیں، کیونکہ جیسے کہ اوپر گذر چکا ہے، اُسی نے رافضیوں کو قتل کیا، بغداد کے عباسی خلیفہ سے خط و کتابت کی، اور اپنے کو اُس کا مطیع و فرمان بردار ظاہر کیا، چنانچہ بارگاہ خلافت

سے اُس کو خلعت اور خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ یہ کام ایسا تھا کہ جس کی ظاہری صورت نے اسے دھوکا دیا، اور اُس کے انجام و خاتمہ کی طرف سے اُس کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا؛ کیونکہ عبیدی کو جب یہ معلوم ہُوا تو اُس وقت جرجرائی پر اُس کا حکم چلتا تھا اور اُس نے اُن ہی کو اُس کا دشمن بنادیا۔ قبیلۂ عامر بن صعصعہ کے بطون یعنی زغبہ، عدی، اثبج اور ریاح وغیرہ مصر صعید میں ٹھیرے ہوئے تھے، اُن کو کوچ کرنے اور دریائے نیل کو عبور کرنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر جرجرائی نے اُن کو اجازت دی اور معز نے اُن کو امان دی؛ اور وہ لوگ اُس وقت تک اُس کی امان میں رہے کہ جب اُن کی ہوس پوری ہوتی رہی۔ آخر اچانک اُنھوں نے سیل عرم کی طرح معز کو گھیر لیا۔ شروع شروع میں معز نے اُن میں سے چند کو اپنی خدمت میں لے کر اُن کو مشغول رکھا، مگر اسی اثناء میں وہ اُس کے اطراف ملک سے باخبر ہو رہے تھے، اُس کے مخصوص جگہوں میں گشت کر رہے تھے اور آہستہ آہستہ تمام کمزور مقامات سے آگاہ ہو گئے تھے۔ آخر کار اُن کو اُس کی اصلی حالت کا پتہ لگ گیا اور اُن کو اُس کی حکومت ناگوار ہونے لگی۔ اس طرح اُنھوں نے کھلم کھلا دشمنی اور بغاوت اختیار کی، اور ان دونوں کے درمیان وہ جنگیں واقع ہوئیں جن کا مختصر ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ اُس کو تباہی نے آلیا اور وہ مصیبتوں میں گھر گیا۔

اسی اثناء میں اُس نے اُن کو دُنیا کی تمام چیزیں دے دیں اور مہدیہ اُن کے حوالہ کر دیا، بلکہ اُن کے ایک رئیس سے اپنی بیٹی تک بیاہ دی، اس رشتہ سے وہ اُس کے عزیز ہو گئے، مگر آخر جب اُس کو بالکل ناامیدی ہو گئی، اور اُس کا دل بالکل بیٹھ گیا تو وہ اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو لے کر مہدیہ چلا گیا اور ملک کو ایسے شخص کے لیے چھوڑ گیا جو اُس کا بوجھ اُٹھا سکے اور اُس کی حفاظت کر سکے

یہاں مہدیہ میں اُس نے نہایت گمنامی اور ذلت کی حالت میں دن کاٹنے شروع کئے۔ اپنے عروج کے زمانے میں اُس سے زیادہ بارعب، جود و کرم میں اُس سے زیادہ سخی، لسان عرب میں اُس سے زیادہ لایق اور ادب میں اُس سے زیادہ واقف اُس وقت اور کوئی نہ تھا۔ بخشش وجود کی کہانیوں میں سے جو اُس کے متعلق مشہور ہیں ایک یہ ہے کہ اُس نے عمدہ گھوڑوں اور بیش بہا خلعت کے علاوہ منتصر بن خزرون کو ایک مرتبہ ہی ایک لاکھ دینار عطا کئے تھے۔ وہ نہایت ذہین اور حاضر طبیعت کا شخص تھا، فن موسیقی کا پورا ماہر اور نثر و نظم کا پورا عالم تھا۔ شعراء نے بکثرت اُس کی تعریف میں قصیدے کہے اور اُس نے اُن کو اپنی بخشش سے مالا مال کر دیا۔ ان ہی شاعروں میں علی بن یوسف تونسی، یعلی بن ابراہیم ارکشی، ابو علی بن رشیق قرشی اور ابن شرف وغیرہ ہیں، جن کے ناموں کے دہرانے سے ہی کتاب طویل ہو جائیگی۔ ابوالحسن خولانی المعروف بہ حداد نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک قصیدے میں اُس کی حکومت کے بہت سے حالات، اور آخر اُس کے قیروان سے نکل کر اپنے ملک کے بڑے حصہ کو عربوں کو سپرد کرنے کے واقعات لکھے ہیں، اس قصیدہ کا پہلا شعر ہے ؎

سَرَتْ تتهادی بعد ما رحل الرکب۔ وقد قلّدت جید الدجا الانجم الشهبُ

(جب قافلہ روانہ ہو چکا تو وہ اکڑ اکڑ کر چلنے لگی، اس وقت روشن ستارے تاریکی کی گردن کو قلادہ پہنا چکے تھے)

اسی قصیدے میں ہے ؎

وان خانني صبري علیٰ ثقتي به۔ فقد خان مولانا المشاورُ والصحب

(اگر میرے صبر نے باوصف اس کے کہ میں نے اُس پر اعتبار کیا مجھے دھوکا دیا، تو

تعجب نہیں کیونکہ ہمارے آقا کو بھی قبائل اور دوستوں نے دھوکا دیا ہے)

ولو شاء تالیف الجنود وجمعہا لجاءتہ من اقطارہا العجم والعرب

(اور اگر وہ فوجوں اور جماعتوں کو اکٹھا کرنا چاہے تو عجم اور عرب اپنے اپنے ملکوں سے اُس کے پاس آجائینگے)

ولکنہ اغضی الجفون لعلمہ ۔ بما سطرت فیہ الملاحم والکتب

(مگر اُس نے اس وجہ سے اُس سے چشم پوشی کی کہ فوج کے دستے اور لشکر جلدی کرتے ہیں)

وہ مہدیہ میں تقریباً دو برس بھی مقیم نہ رہا تھا کہ اُس کی زندگی پوری ہوگئی اور موت نے اُسے آلیا، چنانچہ ۴۵۴ھ میں ہفتہ کے دن جب کہ شعبان کے اختتام میں پانچ دن باقی تھے اُس نے انتقال کیا۔ یہ ابو صلت کا قول ہے اس سے قبل[9] ابن شرف کا قول درج کیا جا چکا ہے کہ اُس نے ۴۵۵ھ میں وفات پائی تھی۔

اُس نے آٹھ بیٹے تمیم، نزار، عبد اللہ، علی، حماد، بلجین، حمامہ اور منصور یہ اپنے پیچھے چھوڑے۔

تمیم بن معز کی حکومت کے مختصر حالات

تمیم منصوریہ میں ماہ رجب ۴۲۲ھ میں پیدا ہوا، اُس کے باپ نے دو سال ہی کی عمر میں اُسے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ وہ لشکروں کو لے کر نکلا اور قیروان اور منصوریہ میں گشت کی، ۲۳ برس کی عمر یعنی ۴۴۵ھ میں مہدیہ کا والی مقرر ہوا، اور اپنے والد کے منصوریہ سے نکالے جانے تک وہیں مقیم رہا۔ آخر جب معز منصوریہ سے نکل کر مہدیہ کے قریب پہنچا تو تمیم اپنے آدمیوں کو لے کر شہر سے باہر آیا، اپنے باپ کو دیکھ کر پاپیادہ ہوگیا، زمین کو بوسہ دیا اور

اسی طرح اُس کے آگے آگے چلتا رہا۔ اس اطاعت وفرمان برداری کے اظہار سے اُس نے نفاق وخلاف کے جو کچھ جھوٹے الزامات اُس پر لگائے گئے تھے غلط ثابت کردیئے۔ اُس کے باپ نے اُسے دعا دی اور سوار ہوجانے کا حکم دیا، چنانچہ وہ سوار ہوکر اُس کے ساتھ مہدیہ گیا، جہاں معز محل میں اترا، اور تمیم بدستور سابق امور سلطنت کا متکفل رہا۔

۴۵۵ھ میں تمیم نے شہر سوسہ فتح کیا یہاں کے لوگوں نے اُس کے باپ کے خلاف بغاوت کی تھی، مگر تمیم نے اُن کو معاف کردیا۔

۴۵۶ھ میں شہر سفاقس کے باغی حمو ابن ملیل برغواطی نے عربوں کو ساتھ لے کر مہدیہ کا رُخ کیا۔ اُس کے ساتھ عدی اور اثبج کے قبائل کے لوگ تھے۔ جب تمیم کو یہ خبر ملی تو وہ بھی مقابلہ کے لئے نکلا اُس کے ہمراہ زغبہ اور ریاح کے آدمی تھے۔ فریقین میں مقابلہ ہُوا، آخر حمو کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے، اور اُن میں سے بہت تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے۔

۴۵۷ھ میں ناصر بن علناس ابن حماد کی فوجوں کو شکست ہوئی۔ اُس نے صنہاجہ، زناتہ، عدی اور اثبج کے ایک جم غفیر کو لے کر خروج کیا تھا، مگر ریاح، زغبہ اور سلیم نے اُس کا مقابلہ کیا جس میں ناصر کو شکست ہوئی، اُس کی فوج کا بڑا حصہ تہ تیغ ہُوا، اُس کے اموال اور قیام گاہ لوٹی گئی، اور اُس کا بھائی قاسم بن علناس بھی کام آیا۔ یہی سب سے بڑا سبب تھا جس سے کہ تمیم کو اُس کے معاملہ کے ختم کرنے میں مدد ملی۔

۴۵۸ھ میں تمیم نے ایک لشکر عظیم کے ساتھ شہر تونس پر فوج کشی کی، اور چودہ مہینے تک اُس کا محاصرہ کئے رہا۔ آخر کار اس میں اور تونس کے حاکم ابن خراسان میں صلح ہوگئی، جس کے بموجب لشکروں کو وہاں سے ہٹ آنا پڑا۔

سنہ ۴۵۹ھ میں مغرب الاقصےٰ کے علاقہ میں محمد بن ادریس بن یحییٰ بن علی بن حمود حسنی نے خروج کیا اور رملیلہ کے لوگوں نے اُسے بلا لیا۔ چنانچہ وہ وہاں چلا گیا اور رملیلہ اور اُس کے گرد و نواح میں بنو ورتدی کی ایک جماعت نے اُس کا ساتھ دیا۔ اس سے قبل مالقہ میں خلیفہ کے نام سے اُس کا خطبہ پڑھا گیا اور اُس نے مستعلی اپنا لقب مقرر کیا تھا۔ سنہ ۴۴۷ھ تک وہ وہاں مقیم رہا، مگر اس سال جب اندلس میں بنو حمود کی حکومت ختم ہو گئی، اور بادیس ابن حلبوس صنہاجی نے غرناطہ پر غلبہ پا لیا تو وہ بریہ میں روپوش ہو گیا اور آخر ۴۵۹ھ میں دوبارہ ظاہر ہوا۔

سنہ ۴۶۰ھ میں ناصر بن علناس بن حماد نے اربس کے شہر کا محاصرہ کیا عربوں کا قبیلۂ اثبج اُس کے ساتھ تھا۔ اس محاصرہ کا انجام یہ ہوا کہ اُس نے شہر کو فتح کر لیا، اور اُس کے عامل ابن مکراز کو قتل کر کے وہاں کے باشندوں کو پناہ دے دی۔

اسی سال ناصر عربوں کے ساتھ قیروان آیا اور اُس میں داخل ہو گیا۔

اسی سال امیر لمتونہ مغرب پر مسلط ہو گیا اور قبائل مصمودہ اور درعہ اور سجلماسہ کے شہروں نے اُس کی اطاعت قبول کر لی اُس نے وہاں کے رہنے والے زناتہ پر بھی غلبہ پا لیا۔

سنہ ۴۶۱ھ میں ناصر بن علناس بن حماد عربوں کی جمعیت سے ڈر کر قیروان سے پھر اپنے قلعے کو واپس چلا گیا۔

اسی سال ابوبکر بن عمر لمتونی نے مراکش کی تعمیر شروع کی، اُس کا ذکر اُس کے موقع پر آئیگا۔

سنہ ۴۶۵ھ میں چند مشرقی جہاز شہر سفاقس کے سامنے ظاہر ہوئے۔ سلطان

تمیم بن معز نے اپنا جنگی بیڑہ مہدیہ سے اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجا، جس نے اُنہیں شکست دی۔

۴۶۶ھ اور بقول بعض ۴۶۷ھ میں (قبیلۂ) ریاح نے قبیلۂ زغبہ کو افریقیہ سے نکال باہر کیا اور صاحب قلعہ ناصر بن علناس بن حماد صنہاجی سے قیروان خرید لیا۔

۴۶۸ھ میں برقہ سے (بہت سے) عرب افریقیہ آئے، اور قیروان کے گرد اترے۔

۴۶۹ھ میں افریقیہ میں سخت قحط اور وبا نمودار ہوئی، جس میں بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔

۴۷۰ھ میں تمیم بن معز نے اپنے برادر عمزاد ناصر سے صلح کی اور اپنی بیٹی بلارہ اُسے بیاہ دی، اور عظیم الشان لشکر کے ہمراہ بہت سا سامان اور مال دے کر اُسے مہدیہ سے رخصت کیا۔

اسی سال تمیم نے اپنے بیٹے مقلد کو اطرابلس کا والی بنایا۔

۴۷۴ھ میں تمیم نے شہر سفاقس کا محاصرہ کیا، اور اپنے لشکروں کو اُس کے مشہور باغوں غابہ میں چھوڑ دیا، جس سے وہ بالکل تہ و بالا ہو گئے۔

۴۷۶ھ میں مالک بن علبون نے بہت بڑی عربی جمعیت کو لے کر مہدیہ کا محاصرہ کیا۔ تمیم وہاں سے نکل کر مقابلہ کے لئے آیا اور مالک کو شکست دے کر وہاں سے ہٹا دیا، چنانچہ وہ پس پا ہو کر قیروان واپس چلا گیا۔

۴۷۹ھ میں تمیم نے وقت واحد میں قابس اور سفاقس کا محاصرہ کیا۔ اس سے قبل ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

۴۸۰ھ میں تمام سوسج کو گھن لگا، اور اسی سال رومیوں نے مہدیہ پر

تین سو جنگی جہازوں نے کہ جس میں تیس ہزار سپاہی تھے مہدیہ پر حملہ کیا۔

مہدیہ میں نصاریٰ کے داخل ہونے کا بیان

اس حملہ اور یورش کی وجہ یہ ہوئی کہ سلطان اپنے لشکروں سمیت مہدیہ سے غائب تھا، اور قبل اس کے کہ وہ واپس آسکے، رومی اچانک شہر پر آپڑے ان کے مقابلہ کے لئے سامان حرب موجود نہ تھا، شہر کے لوگ اوّل تو لشکر میں شامل ہو کر باہر گئے ہوئے تھے اور دوسرے ان کے پاس ہتھیار بالکل نہ تھے، شہر کی فصیل چھوٹی تھی، اور منہدم کی جا چکی تھی تمیم نے اس حملہ کی خبر کو غلط سمجھا، اور مملکت کے متولی عبداللہ بن منکوت کی سوء تدبیر نے اور غضب ڈھایا کہ اس نے اس امر میں قائد اصطول (امیر البحر) کی مخالفت کی کہ وہ بیڑے کو لے کر سمندر میں رومیوں سے جنگ کرے، اور یہ چاہا کہ خشکی پر اترنے کے بعد ان کی مدافعت کی جائے یہی تمام وہ اسباب تھے کہ جن سے آخر رومی مہدیہ اور زویلہ کے دو شہروں پر قابض ہو گئے، ان کو لوٹ لیا، لوگوں کو قتل کیا، اور ان کو زندہ جلا دیا، جیسا کہ اس وقت تک مہدیہ میں مشہور ہے۔ ابو الحسن حداد نے ایک طویل قصیدے میں اسے بیان کیا ہے اس کے شروع میں ہے ؎

اَنیٰ یُلِمُّ الخیال او یَقِفُ ۔ وبین اجفاننا ثوی الدَّنَفُ

(خیال کہاں جا کر ٹھیر سکتا ہے، جب کہ بیماری نے ہماری آنکھوں میں مقام کر لیا ہے)

غزا حماناالعدو فی عدد ۔ ھم الدبا کثرۃً اَوِالنعفُ

(ہمارے مقامات پر دشمن نے اس قدر کثیر تعداد میں حملہ کیا کہ کثرت کے لحاظ سے وہ ٹڈیاں اور کیڑے معلوم ہوتے تھے)

عشرون الفاً نصفها اتّلفوا۔ من کل ادب ولیت ما اُتلفوا

(اُن کی تعداد بیس ہزار تھی، وہ ہر طرف سے آ آ کے جمع ہوئے، کاش کہ نہ ہوتے!)

جاؤوا علیٰ غرّۃ الی نفر۔ قد جھلوا فی الحروب ما عرفوا

(وہ اپنی پہلی حالت میں ایسے لوگوں کی طرف آئے جو جنگ میں سب کچھ بھول گئے تھے)

سنہ ۴۸۱ھ میں ناصر بن غلناس نے وفات پائی، اور اُس کا بیٹا منصور اُس کا جانشین ہوا۔

سنہ ۴۸۲ھ میں مالک بن غلبون نے شہر سوسہ پر فوج کشی کی، اور اپنے ہمراہیوں کی ایک جماعت سمیت شہر میں داخل ہو گیا، مگر اُس کی مراد وہاں پوری نہ ہوئی اس لئے وہ واپس پھرا لیکن اُس کے ساتھیوں کی ایک جماعت قتل ہوئی اور کچھ قید ہوئے۔

سنہ ۴۸۳ھ میں افریقیہ میں گرانی اور سخت قحط پڑا۔

سنہ ۴۸۴ھ میں سر سبزی اور شادابی افریقیہ میں پھر عود کر آئی۔

سنہ ۴۸۶ھ میں تمیم کے لشکر نے شہر قابس کا محاصرہ کیا، اور شہر کے باہر کا حصہ فتح کر لیا۔

سنہ ۴۸۹ھ میں یحییٰ ابن سلطان تمیم بن معز کے ساتھ شاہ ملک غُزّی کی بے وفائی کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تمیم کو غزی کی طرف سے خوف تھا، اُس کے اور اُس کے ساتھیوں کے دلوں میں کسی بات سے اُس کی طرف سے کدورت بیٹھ گئی تھی۔ غزی مکار، چالباز آدمی تھا، اُس نے اس کو بُرا مانا مگر بات اپنے دل ہی میں رکھی، اسی اثناء میں ایک مرتبہ یحییٰ اپنے چند ندیموں اور دوستوں کے ساتھ شکار کی غرض سے نکلا، یہاں شاہ مالک اپنے بہت سے دوستوں کے ساتھ موجود تھا، اُس نے اُن پر قابو پا کر یحییٰ اور اُس کے تمام ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا۔ جب تمیم کو یہ معلوم ہوا تو اس نے غزی کے تعقب میں سوار بھیجے،

مگر وہ اُن کے ہاتھ سے نکل گیا اور سفاقس پہنچا۔ یہاں کا امیر حمو ابن ملیل اُس کے پیشوائی کے لئے باہر آیا اور اُسے اور یحییٰ کو چند روز اپنے پاس رکھا۔ پھر سلطان (تمیم) سے درخواست کی کہ غزی کے اہل وعیال کو آزاد کر دیا جائے۔ تمیم نے اُن کی آزادی کا حکم دے دیا، اور یحییٰ اور اُس کے ساتھیوں کو مہدیہ بلا لیا۔

۴۸۹ھ میں تمیم نے قابس کے شہر کو فتح کیا، اور وہاں سے اپنے بھائی عمر بن معز کو جسے وہاں کے لوگوں نے اپنا امیر بنا لیا تھا، نکال باہر کیا۔

۴۹۱ھ میں افریقیہ میں سخت قحط پڑا۔

اسی سال تمیم نے جزیرۂ قرمزی اور شہر یونش (؟) کو فتح کیا، اور (قبیلۂ) ریاح نے (قبیلۂ) عدی کو افریقیہ سے نکال دیا۔

۴۹۳ھ میں تمیم نے سفاقس کو فتح کیا اور حمو ابن ملیل وہاں سے قابس بھاگ گیا؛ یہاں کے امیر محل ابن کامل دہمانی نے اُسے اپنے ہاں پناہ دی اور وہ اپنی موت تک وہیں رہا۔

۴۹۸ھ میں جایہ اور قلعہ کا بادشاہ منصور بن ناصر بن علناس مر گیا اور اس کا بیٹا بادیس جانشین ہوا۔ تھوڑی مدت حکمران رہنے کے بعد اُس نے بھی وفات پائی، اور اُس کے بھائی العزیز باللہ بن منصور نے اُس کی جگہ لی۔

اسی سال رومانی لوگ بہت سی جنگی کشتیوں اور تئیس جہازوں کو لے کر مہدیہ پہنچے۔ اُن کا خیال تھا کہ ان کو پھر ویسا ہی موقع مل جائیگا جیسا کہ اُن کے قبل رومیوں کو ملا تھا، اُنھوں نے مہدیہ کے جنگی بیڑے کی مدافعت کے لئے دار الصناعت کا رخ کیا، مگر اُن کو ناکامی ہوئی۔ مہدیہ کے بیڑے نے نکل کر اُن کا مقابلہ کیا اور شکست دی اور ان میں سے بہتوں کو قتل کیا۔

۴۹۹ھ میں سلطان تمیم نے ابو الحسن فہری کو بہت بڑی فوج اور زبردست

بیڑا دے، کر جزیرۂ جربہ روانہ کیا، مگر اُس نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے اُس کے مقابلے کے لئے ہر طرح تیار اور مسلح ہیں۔ اس لئے وہ وہاں کچھ بھی نہ کرسکا۔

۵۰۰ھ میں باجہ کے شہر نے بغاوت کی اور وہاں بہت سے آدمی قتل ہوئے۔

اسی سال مہدی محمد بن تومرت نے، جو موحدین نام کے بربری فرقہ کا بانی تھا، مغرب اقصٰے کے جبل ہرغہ سے تحصیل علم کے لئے مشرق کی طرف کوچ کیا۔ پہلے وہ اندلس گیا، اور قرطبہ پہنچا، وہاں سے مریہ گیا اور جہاز میں سوار ہو کر مشرق کا رخ کیا، اور پندرہ برس تک وہاں غائب رہا۔

۵۰۱ھ میں افق مغرب پر ایک بڑا دمدار تارا نمودار ہوا اور بہت سی راتوں تک نظر آتا رہا۔

اسی سال سلطان تمیم بن معز نے وفات پائی۔ اُس نے ۴۸ برس حکومت کی۔ اُس کے مختصر حالات: تمیم رحمہ اللہ ایک بہادر، شجاع، حازم و عازم شخص تھا، بڑے سخت کاموں کو حقیر اور زبردست خطروں کو آسان سمجھتا تھا، مگر اُس پر جلد بازی غالب آجاتی تھی، وہ بادشاہوں میں شاعر غرا تھا، اور اس فن کے معانی اور بدائع کو خوب سمجھتا تھا، چنانچہ اُس نے ایک مشہور دیوان چھوڑا۔ اُس کا قول ہے ؎

فاما الملک فی شرف و عز۔ علی التاج فی اعلی السریر

(ملک شرف اور غلبہ کی حالت میں ہے اور میں سر پر تاج رکھے ہوئے تخت پر بیٹھا ہوں)

واما الموت بین ظبا العوالی۔ فلست بخالد ابدا الدھور

(مگر موت نیزوں کی نوکوں میں ہے اور میں ہمیشہ زندہ رہنے والا نہیں ہوں)

مدام نام ایک غلام کے متعلق اُس کا ایک طویل قصیدہ ہے، جس میں اُس نے تلمیحاً کہا ہے ؎

مدام یطوف بکاس المدام۔ فلم ادر ایهما اشرب

(مدام شراب (مدام) کا پیالہ لئے ہوئے گھوم رہا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان میں سے کس کو پیوں)

فہذا الصدیق وہذی الرحیق۔ وھذا الھلال وذی کوکب

(یہ دوست ہے، یہ شراب ہے، یہ ہلال ہے اور یہ ستارہ)

فھذا یجود بالحاظہ لی۔ وھذا بالبابنا تلعب

(یہ اپنی نگاہوں کے لحاظ سے مجھے خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور یہ ہمارے عقل و ہوش سے کھیلتا ہے)

وما البدر والنجم من ذا وذاک۔ ولاکنہ مثل یضرب

(اصل یہ ہے کہ بدر اور ستارہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، یہ تو محض ایک مثال ہے)

تمیم ایک خوبصورت، کوتاہ قامت، گندم گون، خوش مزاج، اور خوش سیرت شخص تھا۔ چونکہ جلاب سے اس کی صحت اچھی رہتی تھی اس لئے جلاب زیادہ لیا کرتا تھا گرم غذائیں اور دوائیں استعمال کرتا تھا، آگ سے سینکا کرتا تھا گرم حمام میں جاتا تھا، مباشرت کثرت سے کرتا تھا، اور مقوی ادویہ اُن کی مقدار سے زیادہ استعمال کرتا تھا۔ اس لئے آخر اُس کا جسم بالکل سوکھ گیا، اور حرکات طبعیہ فاسد ہو گئیں چنانچہ اسی سبب سے آخر نصف رجب ۵۰۱ھ میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت اُس کی عمر ۷۹ برس کی تھی، اور باپ کی موت کے وقت سے اُس کا عرصۂ حکومت ۴۶ برس ساڑھے دس مہینے ہے۔ اُس نے سو سے زیادہ اولاد نرینہ چھوڑی۔ کہتے ہیں کہ اُس کے بیٹوں اور پوتوں کی کل تعداد تین سو تھی۔

یحییٰ ابن تمیم بن معز کی حکومت اور اُس کے مختصر حالات

وہ ۴۵۸ھ میں مہدیہ میں پیدا ہوا اور ۵۰۱ھ میں تخت پر بیٹھا، اس طرح اُس کی عمر اُس وقت ۴۳ برس کی تھی۔ وہ تدبیر مملکت سے پورا واقف اور اپنی رعایا کی بہبودی میں سرگرم تھا، تاریخ اور سیر کی کتابوں کو مطالعہ میں رکھتا تھا، ادیب اور شاعر تھا اور عربی زبان اور علم ادب پر پوری دستگاہ رکھتا تھا۔ وہ خوبصورت، سیاہ چشم، بلند آواز آدمی تھا۔ ۵۰۹ھ میں یکایک اپنے مہدیہ کے محل میں قتل ہوا، اُس نے آٹھ سال چھ مہینے حکومت کی، اور تین بیٹے چھوڑے۔ اب میں اُس کے زمانے کے واقعات تاریخ وار بیان کرتا ہوں۔

۵۰۲ھ میں یحییٰ بن تمیم نے قلعۂ قلیبیہ کو فتح کیا، ابن قطان بیان کرتے ہیں کہ تمیم بن معز کے تین سو اولاد تھی، اُس نے اپنے سب سے بڑے بیٹے یحییٰ کو مشرق، مغرب اور اندلس کی طرف جلاوطن کر دیا تھا، اس طرح یحییٰ کی تمام زندگی بیکاری اور امن میں گزری تھی۔ وہ علم کیمیا کی تحصیل میں مشغول رہتا تھا، اور ایک دار العمل تیار کیا تھا، جہاں طلبہ آتے تھے اور اُن کو وظائف اور آلات سے مدد دی جاتی تھی۔

۵۰۳ھ میں یحییٰ بن تمیم نے اپنے بیڑے کے پندرہ جہاز بلاد روم میں جنگ کی غرض سے بھیجے، ان میں کچھ تو ضائع ہو گئے، اور باقی مہدیہ کو واپس چلے آئے۔

۵۰۴ھ میں مغرب میں سخت زلزلے آئے، اور تمام ماہ شوال میں جاری رہے۔ اُس وقت یحییٰ بن تمیم بن معز افریقیہ کا امیر تھا۔

۵۰۵ھ میں جب مصر کا ایلچی سعود ہدیے لے کر امیر افریقیہ یحییٰ بن تمیم کے پاس آیا، اُس نے نہایت عزت و احترام سے اُس کا استقبال کیا، اپنے

پاس ٹھیرایا، اور واپس جاتے ہوئے بے انتہا ذخائر اُس کو اور اُس کے ساتھیوں کو دیئے۔

ربیع الآخر ۵۰۸ھ میں مہدیہ کا جنگی بیڑا بلادِ روم سے بہت سے قیدی لے کر واپس آیا، جس سے یحییٰ بن تمیم اور عام مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔

۵۰۸ھ میں امیرِ افریقیہ یحییٰ نے اپنے بیٹے علی کو سفاقس کا اور اپنے بھائی عیسےٰ کو شہر سوسہ کا والی بنایا۔

اسی سال رومیوں نے میورقہ جس پر اس وقت ابن مجاہد کا مولےٰ مبشر حاکم تھا، اچانک چھاپا مارا، اور ایک طویل محاصرہ کے بعد بزور شمشیر اس میں داخل ہو گئے، انہوں نے وہاں کے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا، مگر علی بن یوسف نے اُسے رومیوں سے پھر واپس لے لیا۔

۵۰۹ھ میں مہدیہ میں دو یا تین اشخاص آئے، اور یہ ظاہر کیا کہ وہ قوم زناتہ سے ہیں اور علم کیمیا کے عالم ہیں چنانچہ اُن کو دار العمل میں کام کرنے کی اجازت دی گئی، اور جب انہوں نے جو کچھ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے معلوم کر لیا تو سلطان یحییٰ بن تمیم کے پاس جانے کی اجازت چاہی، اُس نے ان دونوں سے کہا کہ جو کچھ تم نے معلوم کیا ہے مجھے بھی بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ یہ ضروری ہے کہ اس موقع پر سوائے تمہارے اور تمہارے وزیر کے اور کوئی یہاں نہ ہو، چنانچہ یحییٰ، اُس کا وزیر اور غلام ابو خنوس رہ گئے۔ اب اُنہوں نے دیگچیاں لیں، اُس میں تانبا ڈالا اور اسے گرم کرنے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اکسیر بنا رہے ہیں کہ اچانک اُنہوں نے اپنے خنجر سنبھال لیے، اور وزیر اور ابو خنوس غلام دونوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر اُنہوں نے سلطان کو زخمی کیا، ان ہی زخموں سے آخر اُس نے وفات پائی۔ یہ دونوں سلطان کو زخمی کرتے وقت یہ کہتے جاتے تھے کہ اے کتے

ہم تیرے فلاں فلاں بھائی ہیں۔ تو نے ہم کو نکال دیا اور تمام ملک دبا بیٹھا۔ اس حادثہ کی خبر فوراً مشہور ہو گئی۔ غلاموں نے اندر آ کر ان دونوں آدمیوں کا اسی وقت خاتمہ کر دیا۔ یحییٰ نے ۵۰۹ھ میں عید الضحیٰ کے روز وفات پائی۔ اپنی بیماری کے زمانے میں غدر سے متاثر ہو کر اس نے اپنے بیٹے فتوح کو قصر زیاد کی طرف نکال دیا، کیونکہ اس معاملہ میں اُسے بھی متہم کیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے باپ کی موت اور اپنے بھائی علی کی ولایت تک وہیں مقیم رہا۔ علی نے بھی اُسے مشرق کی طرف جلاوطن کر دیا، اور اُس نے وہیں وفات پائی۔

اسی سال امیر یحییٰ نے اپنی بیٹی بدر الدجیٰ کی شادی قلعہ اور بجایہ کے مالک عزیز باللہ بن منصور سے کی اور اُسے اُس کے پاس بھیج دیا۔

علی بن یحییٰ بن تمیم بن معز کی مہدیہ اور بعض بلاد افریقیہ میں حکومت کا بیان

جب امیر یحییٰ مر گیا تو تمام ارکین سلطنت کا اس پر اتفاق ہوا کہ علی کے نام جو اس وقت سفاقس کا والی تھا، باپ کی طرف سے خط لکھا جائے۔ چنانچہ کاتب نے خط لکھ کر یحییٰ کی علامت (مہر) الحمد للہ وحدہ اس پر بنا دی۔ علی کو اس کی اطلاع رات کے وقت ہوئی۔ وہ اسی وقت روانہ ہو گیا، اور عید الضحیٰ کے تیسرے روز مہدیہ پہنچا، اُس نے اپنے باپ کو محل میں دفن کیا، اور لوگ تعزیت اور مبارکباد دینے کے لئے اُس کے پاس آنے شروع ہوئے۔ اُس وقت اُس کی عمر تیس برس کی تھی، تمام ملک و مال پر اُس کو پورا اختیار حاصل ہو گیا۔ یہ شخص کریم النفس اور سخی تھا، راحت اور لذات نفسانی کی طرف مائل تھا، اُس نے ایک جماعت پر بھروسہ کر کے تمام امور سلطنت اُن لوگوں کے تفویض کر دیئے تھے

مگر موت نے جلدی ہی اُسے آلیا۔ ربیع الآخر ۵۱۵ھ میں اُس نے وفات پائی۔ اُس کی حکومت کا زمانہ صرف پانچ برس چار مہینے اور بارہ دن ہے۔ اُس نے چار بیٹے حسن، عزیز، بادیس اور آلہ پیچھے چھوڑے۔

۵۱۱ھ میں اُس نے جربہ کو جنگی بیڑا روانہ کیا، اُس نے وہاں کا محاصرہ کیا اور آخر جزیرہ کے باشندوں نے علی کی اطاعت قبول کی۔

۵۱۲ھ میں عوام الناس میں اس وہم سے ہل چل پیدا ہو گئی کہ اس سال ماہ رمضان میں بہت بڑے بڑے حادثے پیش آئینگے اور سلطان کی موت واقع ہوگی؛ چنانچہ یہ خیال عام طور پر پھیل گیا، مگر اللہ نے اس کو غلط ثابت کیا، شاعروں نے اُس کے متعلق بہت سے قصائد کہے۔ ؎

اشاعوا اباطیلاً و بثوا زخارفاً ۔ دعتھم لھا آمالھم والمطامع

(اُنھوں نے جھوٹی اور رنگین و بے اصل باتوں کو شایع کیا اور ایسا کرنے کے لئے اُن کی امیدوں اور حرص نے آمادہ کیا)

فلو استطاع الناس من فرط حبھم ۔ لضمتك أحشاءُ لھم واطالع +

(اگر لوگ اپنی فرط محبت سے اُس پر قادر ہوتے تو اُن کی آنتیں تم پر حاوی ہو جاتیں)

ایک اور قصیدے میں ہے ؎

واصبح قول المبطلین مکذبا ۔ ومد لك الرحمن فی امد العمر

(دروغ باف لوگوں کا قول غلط ثابت ہوا، اور اللہ نے تمہاری عمر بڑھا دی)

فاین الذی حد المنجم کونه ۔ اذا مر للصوام عشر من الشھر

(کہاں ہے وہ جس نے مہینے کے دس دن گزرنے پر منجم کو صرف منجم ہونے پر سزا دی؟)

اسی سال بادشاہ مصر کا ایلچی ہدیئے لے کر مہدیہ آیا۔

+ دوسرے مصرعہ کا مفہوم اور اُس کا پہلے مصرعہ سے تعلق بالکل صاف نہیں ہے۔

اسی سال علی بن یحییٰ نے شہر قابس کا محاصرہ کیا، اور بعض عرب قبائل کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ جب یہاں کے بادشاہ رافع کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ صلح کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے آیا، مگر علی نے صلح کرنی منظور نہ کی۔ اسی اثناء میں اُس نے اُس کے مددگاروں کے گھروں پر مصیبت ڈھائی اور مہدیہ کے لوگوں نے نکل کر اُس کے گھروں پر دھاوا کیا۔ عربوں کی عورتوں نے غل مچانا شروع کیا اور اس وجہ سے عربوں نے بھی چھاپا مارا۔ اب فریقین میں جنگ ہو گئی، اُس وقت امیر علی باب زویلہ پر تھا۔ بہر حال علی نے اپنی فوج میں سے عربوں کے پانچویں حصہ کو رافع کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور رافع بھی اُن کی طرف چلا۔ طرفین میں مقابلہ ہوا اور آخر رافع قیروان کی طرف پس پا ہوا۔ یہاں رئیسوں نے اُس پر اجتماع رائے کیا کہ شہروں کو آپس میں تقسیم کر لیں، چنانچہ اُنہوں نے قیروان رافع کو دے دیا۔ علی کے ساتھی عرب اُس کے پاس واپس آ گئے، جس نے اُن کو بہت کچھ انعام و اکرام دیا، اور قیروان جانے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ ان میں اور رافع میں سخت جنگیں واقع ہوئیں اور آخر علی بن یحییٰ کے فریق کو غلبہ حاصل ہوا۔ اس کا قصہ طویل ہے +

سنہ ۵۱۲ھ میں رجار (عیسائی) صاحب صقلیہ کے پاس سے علی بن یحییٰ کے پاس ایک ایلچی آیا اور عہدناموں کی تجدید کی درخواست کی، اور اُس مال کا مطالبہ کیا جو سالانہ مہدیہ سے اُس کو ادا کیا جاتا تھا۔ مگر چونکہ یہ مطالبہ نہایت درشت اور نازیبا الفاظ میں کیا گیا تھا اس لئے علی نے ایلچی کو بغیر جواب کے واپس کر دیا اور اُس کی کچھ بے عزتی بھی کی۔ اس واقعہ سے علی اور رجار میں منافرت زیادہ ہو گئی، شر و فساد بڑھتا رہا اور آخر نتیجہ ناگوار نکلا۔ ابن قطان کا بیان ہے کہ اس سال افریقیہ میں سخت قحط اور وبا نمودار ہوئی، یہاں تک کہ تلمسان میں ایک ربع

آٹے کی قیمت بیس درہم ہوگئی۔

سنہ ۵۱۳ھ میں مغرب کے بادشاہ کے بھائی ابراہیم بن یوسف بن تاشفین نے اندلس میں قوریہ پر فوج کشی کی، اور اُس کو فتح کرلیا۔ اُس وقت علی بن یحییٰ بن تمیم افریقیہ کا بادشاہ تھا۔

سنہ ۵۱۴ھ میں اندلس میں قتندہ کی جنگ پیش آئی جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی، اور بقول ابن قطان بیس ہزار کے قریب مسلمان کام آئے۔

اسی سال ابن تومرت، الملقب بہ مہدی، اغمات آیا اور سلطان کے خلاف خروج اور اتفاق کو تفریق سے بدلنے کے لئے لوگوں کو اُکسانے لگا۔

سنہ ۵۱۵ھ میں علی بن یوسف مراکش سے اندلس روانہ ہوا اور ربیع الاول میں وہاں پہنچ کر ابن رشد کو قضا سے معزول کرکے ابو القاسم بن حمدین کو مقرر کیا اور پھر مراکش واپس چلا آیا۔

اسی سال امیر افریقیہ علی بن یحییٰ بن تمیم نے وفات پائی۔

افریقیہ میں حسن بن علی بن یحییٰ بن تمیم بن معز کی حکومت کا بیان

اس کے باپ نے اپنی حین حیات میں ہی سلطنت کا کام اُس کے سپرد کردیا تھا۔ وہ شہر سوسہ میں ماہ رجب سنہ ۵۰۲ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اس طرح اس وقت اُس کی عمر بارہ برس نو مہینے کی تھی۔ جب اُس کا باپ مرگیا، تو لوگ سلطنت کی مبارک باد اور باپ کی تعزیت کے لئے اُس کے پاس آئے، اور شاعروں نے قصیدے پڑھے۔ اُس نے اپنی سلطنت کا تمام کام صندل نام ایک خادم کو تفویض کردیا، جو علم اور سیاست دونوں سے عاری تھا۔

سنہ ۵۱۶ھ میں علی بن یوسف ملک البرین (مغرب و اندلس) کے قائد

ابو عبداللہ بن میموں نے جزیرۂ صقلیہ پر فوج کشی کی شہر نقطرہ (NICOTRA) کو فتح کر لیا، جو رجار صاحب صقلیہ کی عملداری میں شامل تھا۔ اس نے وہاں کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا، بڈھوں کو قتل کیا اور جو کچھ وہاں پایا لوٹ لیا۔ صاحب صقلیہ کو پورا پورا یقین تھا کہ اس عداوت کی وجہ سے جو اس کے اور حسن کے باپ علی کے درمیان تھی، اس فوج کشی کا اصل محرک حسن ہی ہے۔ اس واقعہ سے اہل صقلیہ کی دشمنی حد کو پہنچ گئی۔ رجار نے فوراً تمام اہالی بلاد روم کو جنگ کے لئے جمع کیا اور اس کے پاس اتنی کثرت سے آدمی جمع ہو گئے کہ پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ جب حسن کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے فصیل شہر کے استحکام، اسلحہ کی تیاری قبائل کے اجتماع اور عربوں کو بلانے کا حکم دیا۔ اس کے پاس ہر طرف سے لوگ آنے شروع ہو گئے اور تیاریاں ہونے لگیں۔

اواخر جمادی الاول ۵۱۷ھ میں فرنگیوں کا جنگی بیڑا جزیرۂ احاسی تک پہنچا، بہت سے لوگ خشکی پر اترے اور ادھر ادھر پھیل گئے، یہاں تک کہ سمندر سے میلوں دور چلے گئے۔ اس کے دوسرے دن ۲۳ کشتیاں مہدیہ کے سامنے ظاہر ہوئیں، اور فوجوں کا اندازہ کر کے جزیرہ واپس چلی گئیں۔ وہاں انہوں نے یہ دیکھا کہ عربوں نے رومیوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا ہے اور ان کی چھاؤنی کو تتر بتر کر دیا ہے۔ اس واقعہ سے مسلمانوں کے دل بہت بڑھ گئے۔ رجار نے اپنے بیڑے کو حکم دیا کہ جزیرہ میں داخل ہو کر قصر دیماس پر قبضہ کر لے اور وہاں سے سوار اور پیادے فوجی ترتیب کے ساتھ مہدیہ کی طرف خشکی پر اتریں۔ جمادی الاول کے اختتام میں دو راتیں باقی تھیں کہ وہ قصر دیماس میں داخل ہوئے۔ آخری رات مسلمانوں نے تکبیر کہہ کر حملہ کیا، جزیرہ میں داخل ہو گئے، اور رومی اپنے ہاتھوں سے اپنے بہت سے گھوڑوں کو قتل کرنے کے بعد اپنی کشتیوں کی

طرف پس پا ہوئے۔ مسلمانوں نے جو کچھ چاہا لے لیا، اُس میں تقریباً چار سو گھوڑے اور بہت سے ہتھیار اور آلات اُن کے ہاتھ آئے۔ فوجوں نے قصر دیماس کو گھیر لیا اور لڑنا شروع کیا۔ بیڑے کے لوگ سمندر سے ہی یہ تماشا دیکھتے رہے۔ آخر رومیوں نے سلطان حسن بن علی بن یحییٰ بن تمیم بن معز سے امان طلب کی، مگر عربوں نے منظور نہ کیا۔ وہ آخر نصف جمادی الآخر میں باہر نکلے، اور سب کے سب تہ تیغ ہوئے۔ اُن کی کشتیوں کی تعداد تقریباً تین سو اور سواروں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ابو الصلت کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز نے بیان کیا کہ میں نے صقلیہ میں رجار کے دروازے پر ایک فرنگی کو دیکھا جس کی داڑھی بہت لمبی تھی، اور اُسے اپنے ہاتھ پکڑے ہوئے انجیل کی قسم کھا کر کہہ رہا تھا، کہ جب تک اہل مہدیہ سے بدلہ نہ لے لونگا اُس وقت تک اس کا ایک بال نہ کاٹونگا۔ میں نے اُس کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شکست کے وقت اُس کو داڑھی سے پکڑ کر کھینچا گیا تھا، یہاں تک کہ خون جاری ہوگیا تھا۔ یہاں ابو الصلت کے بیان کردہ تاریخ مہدیہ ختم ہوجاتی ہے۔ اُس وقت حسن بن علی بن یحییٰ بن تمیم مہدیہ کا بادشاہ تھا، اور وہی ۵۴۳ھ میں صاحب صقلیہ کے اُس پر مسلط ہوجانے تک برابر بادشاہ رہا۔

۵۱۸ھ میں مغرب کے سرزمین میں مہدی اور موحدین کا زور زیادہ ہوگیا۔ یہ حسن بن علی امیر افریقیہ کے عہد کا واقعہ ہے۔ اسی سال صاحب بجایہ عزیز باللہ نے وفات پائی، اور اُس کا بیٹا یحییٰ جانشین ہوا۔ بنو ناصر بن علناس بن حماد کے ہاں وزراء کا ایک خاندان بنو حمدون نامی تھا جو یکے بعد دیگرے وزیر ہوتے چلے آتے تھے۔ یحییٰ کا وزیر ان ہی میں سے میمون بن حمدون تھا۔ یحییٰ کے تک ملتا تھا، جسے اُس نے اپنا ولی عہد بنایا اور اپنی حین حیات ہی میں سلطنت

کا کام اُس کے سپرد کر دیا۔ اُس لڑکے نے میمون کی قدر میں کمی، اور اُس کو بُرا کہنا شروع کیا۔ چنانچہ اُس کا نام ہی "شیخ کذاب" رکھ لیا۔ اس سے میمون کو اپنی جان کا خوف پیدا ہُوا، اور وہ ابو محمد عبدالمومن سے مل گیا ۔

۵۱۹ھ میں امیر افریقیہ حسن بن علی بن یحیٰی بن تمیم بن معز اپنے حال پر قایم رہا ۔

اسی سال مشہور طاغی ابن ردمیر نے بلاد اسلام پر فوج کشی کی اور ایک ایک شہر کرکے پامال کر ڈالا، اور اُن پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ۔

۵۲۰ھ میں اندلس میں مسلمانوں کی فوجیں مجتمع ہوئیں اور خدا کے دشمن (عدو اللہ) ابن ردمیر سے اُن کا مقابلہ ہُوا۔ اس سے قبل دو سال سے مسلمان برابر ناکامیابی اور نقصان برداشت کر رہے تھے۔ فریقین میں سخت جنگ ہوئی، اور مسلمانوں کو فتح ہونے ہی والی تھی کہ لوگوں کو معلوم ہُوا کہ تمیم میدان جنگ سے اپنی جان بچا کر بھاگ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی تمام مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے، اور وہ پس پا ہوئے۔ یہ دیکھ کر عیسائیوں نے مسلمانوں کو روند ڈالا اور اُن کی تمام چیزوں پر حاوی ہو گئے۔ تمیم وہاں سے بھاگ کر غرناطہ آیا اور عیسائیوں کی فوج نے ہر طرف پھیل کر جیسے چاہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لوگ منتشر ہو گئے، اور قریب کے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئے۔ اس طرح آخر اللہ نے اُن کو عیسائیوں کے شر سے محفوظ رکھا ۔

۵۲۱ھ، اور بقول بعض ۵۲۰ھ، میں (قاضی) ابو الولید ابن رشد بعض مصالح مملکت میں علی بن یوسف کے ساتھ مشورے کے لئے مراکش آئے اور تمیم غرناطہ سے معزول ہوئے ۔

۵۲۲ھ میں ابن رشد نے مراکش کی فصیل کی تعمیر کا مشورہ دیا اور علی بن

یوسف نے اُس کو تعمیر کرایا۔ اس پر اُس نے ستر ہزار دینار خرچ کئے۔

اسی سال عزیز باللہ بن منصور (۹) صاحب بجایہ نے ابن مہاب کی سرکردگی میں ایک لشکر مہدیہ کی طرف روانہ کیا۔ اُس نے شہر کا محاصرہ کیا، مگر آخرکار ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔

اسی سال مُطرِف بن علی بن خزرون زناتی تونس آیا۔ وہاں سے احمد بن عبدالحق بن خراسان کو نکال دیا، پھر حجاز چلا گیا، اور جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا، وہیں وفات پائی۔ اسی سال بادشاہ بجایہ کی طرف سے کرامہ بن منصور صنہاجی تونس کا والی مقرر ہوا۔

۵۲۳ھ میں امیر افریقیہ حسن بن علی بن یحییٰ سال سابقہ کے حال پر قایم رہا۔ یحییٰ بن عزیز باللہ بجایہ کا بادشاہ اور میمون بن حمدون اُس کا وزیر تھا۔

۵۲۴ھ میں امیر مصر الآمر بحکم اللہ قتل ہوا۔ یہ ایک جبار عنید تھا۔ اُس کو حزر الملوک نام ایک غلام نے، جو وزارت کو دبا بیٹھا تھا، قتل کیا۔ الآمر نے عبدالمجید کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔

وراق نے اپنی کتاب "مُقباس" میں بیان کیا ہے کہ ۵۲۰ھ میں چند لوگوں نے مصر کے جبار عنید الآمر کو قتل کرنے کا حلف اُٹھایا۔ کہتے ہیں یہ لوگ تعداد میں دس تھے، اور شام سے اسی قصد سے آئے تھے۔ یہ لوگ مصر میں مقیم ہوئے اور اس کی سواری کے دن کا پتہ لگایا۔ جب وہ سوار ہو کر نکلا کرتا تھا تو اُس کے راستے میں تمام دکانیں اور مکان بند کر دیئے جاتے تھے، اور سوائے اُس کے کوئی اُس راستے پر نہ چلنے پاتا تھا۔ آدھا لشکر اُس کے سامنے ہوتا تھا اور آدھا پیچھے، ان دو ٹکڑوں کے مسافت کے درمیان میں دو سوار ہوتے تھے اور اُن میں

اور اُس میں اُتنا ہی فاصلہ ہوتا تھا جتنا کہ اُن میں اور لشکر میں تھا پھر اُس کے گرد چار غلام ہوتے تھے۔ متذکرہ بالا سازشی تھوڑا سا آٹا لے کر اسی راستہ پر آئے۔ یہاں ایک تنور تھا، انہوں نے نان بائی سے کہا کہ اس آٹے کی ہم کو روٹی پکا دے کیونکہ ہم غریب الوطن مسافر ہیں۔ اُس نے سلطان کی سواری کا عذر کیا، لیکن آخر انہوں نے عجلت کی شرط پر اُس کو رضامند کر لیا اور اُسے اس وقت تک باتوں میں لگائے رکھا کہ پہلے لشکر کا ابتدائی حصہ گزر گیا۔ اب نان بائی نے اُن کو سختی سے نکالنا چاہا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اُس کو تنور میں ڈال کر اُس کے ڈھکنے سے منہ بند کر دیا، پھر دُکان کا دروازہ بھی بند کر لیا۔ جب انہوں نے بادشاہ کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی تو ایک اُدھیڑ عمر کا شخص سب سے پہلے دُکان سے نکلا اور زمین پر سجدے کر کے خدا کی قسمیں اور امیر کے عدل و انصاف کی دہائیاں دینے لگا۔ آخر یوں ہی اسی طرح سجدے کرتے کرتے اُس نے اپنا ہاتھ گھوڑے کے بند پر ڈال دیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک چھری نکال کر گھوڑے کے پیٹ میں بھونک دی، وہ فوراً زمین پر گر پڑا۔ اُس وقت اُس شخص کے اور ساتھی بھی دُکان سے نکل آئے اور انہوں نے اپنی چھریوں سے امیر کا کام تمام کر دیا۔ ان لوگوں کو اسی وقت پارہ پارہ کر دیا گیا، مگر وہ اپنا کام پورا کر چکے تھے اور مسلمانوں کو اس فاجر و فاسق طاغی سے نجات دلا چکے تھے۔ یہی الآمر تھا جس کے زمانے میں بطلان کے دعووں کی زیادتی ہوئی، اور جس نے ظالم کی مدد کی۔ اُس نے ایک جہنم بنایا تھا، جہاں وہ لوگوں کو عذاب دیا کرتا تھا، اور سیر و تفریح کے موقعوں پر اُس نے عورتوں کو بالکل ظاہرا طور پر مباح کر دیا تھا۔ اسی طرح کی اور بہت سی قبیح بدعتیں اُس نے جاری کی تھیں۔ لعنهم الله اعني الشيعة العبيدية (مصنف)

۵۲۵ھ میں افریقیہ میں وہی والی تھے جو اس سے پہلے سال وہاں

موجود تھے ۔

سنہ ۵۲۹ھ میں موحدین نے مہدی کی موت کو ظاہر کیا اور عبد المومن کو امیر المومنین کا خطاب دیا ۔

اسی سال عبد الحق بن عبد اللہ بن معیشہ فاس کے قاضی ہوئے ۔ اُنہوں نے شراب پھینکوا دی اور اُس کے پیپے برباد کرادیئے، دوسرے طریقوں سے بھی لوگوں پر سختی کی، اور اس سنہ کے آخر میں فاس کی جامع مسجد میں اضافہ کرایا ۔

سنہ ۵۳۰ھ میں علی بن حمود نے صاحب بجایہ عزیز بن منصور کی طرف سے لشکر لے کر مہدیہ کا محاصرہ کیا اور زویلہ کے پاس اُترا۔ یہاں اُس نے سمندر اور خشکی کی طرف سے جنگ شروع کی۔ صاحب مہدیہ کا بیڑا بھی مقابلہ کے لئے نکلا اور بجایہ کے بیڑے میں سے دو جہاز گرفتار کئے، اور اُن کے قائدوں کو قید کرنے کا حکم دیا۔ اُن میں سے ایک تیر کے زخم سے مرگیا۔ اب عرب مہدیہ کی مدد کے لئے آگئے، جن کو دیکھ کر بجایہ کا لشکر ستر (۷۰) دن کے قیام کے بعد واپس چلا گیا۔ اب حسن بن علی نے حکم دیا کہ دونوں قائدوں کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ ایک کو اُس کے سامنے قتل کیا گیا اور دوسرا تیر کے زخم کے اثر سے مردہ پایا گیا ۔

اسی سال[۱] رجار (عیسائی) صاحب صقلیہ نے ایک بیڑہ تیار کیا، اور جزیرۂ جربہ پر حملہ آور ہوا، چنانچہ یہ لوگ اُس پر مسلط ہوگئے، اور وہاں کے باشندوں کو قید کرلیا ۔

سنہ ۵۳۲ھ میں عبد المجید صاحب مصر نے وفات پائی۔ شیعوں کے خلیفہ مقرر کرنے کے متعلق ایک عجیب وغریب حکایت ہے جس کا ذکر موقع پر کیا جائیگا ۔

---

[۱] نویری نے اسے سنہ ۵۲۹ھ کا واقعہ بتایا ہے، دیکھو اماری کی کتاب بیلیوتھیکا اربکو سیکیولا (مطبوعہ یورپ سنہ ۱۸۵۷ء) صفحہ ۴۵۶ ۔ (مترجم)

۵۳۶ھ میں ابوعبداللہ مازری اور ابوالصلت نے وفات پائی۔

اسی سال صاحب مہدیہ نے اس جہاز کو گرفتار کیا جسے بجایہ کے بادشاہ نے تیار کرکے تحفے سمیت مصر روانہ کیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اسکندریہ میں حسن صاحب مہدیہ کا ایک جہاز تھا، جس کو وہاں کے صاحب دیوان نے سفر کرنے سے اس لئے روکا ہوا تھا کہ اس نے حسن اور بادشاہ مصر کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش، اور صاحب بجایہ و صاحب مصر کے آپس میں دوستی کرانے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے اور جہازات تو چھوڑ دیئے گئے مگر وہ وہیں محبوس رہا۔ ان ہی جہازوں میں بجایہ کے جہاز نے بھی لنگر اٹھایا، اس میں تاجروں کا بہت سامال واسباب اور صاحب بجایہ کے لئے ہدئیے اور تحفے تھے۔ اس کو حسن نے گرفتار کیا، اور خالی کرنے کا حکم دیا۔ یہ جہاز آخر اکتوبر (۹) کے صدمے میں ٹوٹ گیا۔

اسی سال جرجی ۲۵ جہاز لے کر صقلیہ سے نکلا، اور مہدیہ کے بندرگاہ پر دھاوا کیا، وہاں جتنے آدمی اسے ملے سب کو لے کر چل دیا۔ ان ہی جہازوں میں ایک نیا جہاز تھا، جسے حسن نے اس جہاز کی لکڑیوں سے بنایا تھا، جو اس نے اس سے قبل گرفتار کیا تھا۔

۵۳۷ھ میں صاحب صقلیہ کے بیڑے نے اطرابلس کے شہر پر چھاپہ مارا مگر اللہ نے اسے ناکام اور نامراد رکھا۔

۵۳۸ھ میں وہ سفاقس میں داخل ہوا، اور یہ شہر رجار صاحب صقلیہ کی مملکت کا ایک حصہ ہوگیا۔

۵۴۳ھ میں رومیوں نے مہدیہ پر غلبہ حاصل کیا، اور وہاں کا بادشاہ حسن بن علی بن یحیٰی بن تمیم بن معز بن بادیس بن منصور بن بلجین بن زیری بن مناد بن منقوش صنہاجی اپنے تمام خدم وحشم اور لوگوں کو لے کر

وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ شہر کے باشندے بھی اپنے اہل و عیال کو لے کر اُس کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ رجار صاحب صقلیہ کا قائد جرجی بن میخائیل انطاکی تھا۔ اُس کا باپ تمیم کے (ملازم) کافروں میں سے تھا؛ اِس طرح یہ ملعون مہدیہ وغیرہ میں مسلمانوں کے کمزور مقامات سے پورا پورا واقف تھا۔ رجار اور اُس کا قائد جرجی برابر مہدیہ کے خلاف سازشوں اور حیلوں میں لگے رہے، یہاں تک کہ آخر اس سال اُس پر مستولی ہو گئے۔ مہدیہ کا یہ حادثہ "حادثۂ یوم دوشنبہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد یہ شہر موحدین کی فتح تک رومیوں کے ہاتھ میں رہا۔ جس سال صاحب صقلیہ نے مہدیہ پر قبضہ کیا ہے، اُس سال افریقیہ میں سخت قحط پڑا، اور تونس کے باشندوں کو اس ساحل کے عیسائی رہنے والوں سے خوف ہوا، کیونکہ اس سے قبل صاحب صقلیہ نے سفاقس کو فتح کر لیا تھا، اور اس کے علاوہ وہ بونہ میں داخل ہو کر وہاں کے لوگوں کو قید کر چکا تھا۔ ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے اہل تونس نے حفظ ماتقدم کے طور پر تیاری کرنی، اسلحہ جمع کرنے، اور وقتاً فوقتاً باب بحر کے پاس اپنے والی معد بن منصور کی موجودگی میں جو اس دروازے پر ایک دیوان میں بیٹھا کرتا تھا، اپنی جمعیتوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اسی طرح ایک دن یہ لوگ اسی غرض سے نکلے، اور دیکھا کہ ایک کشتی میں غلہ بار ہو کر جا رہا ہے، لوگوں کو یہ بات ناگوار گزری کہ عین اُس وقت جبکہ شہر میں اس قدر شدت اور مصیبت پڑی ہوئی ہے، یہاں سے غلہ ایسے مقام کو بھیجا جا رہا ہے جو رومیوں کی عملداری میں ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اُس کو روکنا چاہا۔ عوام میں گھبراہٹ پھیل گئی اور یہ چیخ پکار بلند ہوئی۔ معد بن منصور کے لوگوں نے اس معاملہ میں دخل دیا، اور یہ دیکھ کر عوام نے اُن کو اور معد کے غلاموں کو قتل کرنا شروع کر دیا، اور بے انتہا لوگوں کو

قتل بھی کر ڈالا۔ اس کے بعد انہوں نے دیوان کے برج کے نیچے آگ لگا دی۔ معد ناچار اُترا، اور اپنے آپ کو عوام کے سپرد کر دیا۔ اس پر انہوں نے ہاتھ روک لیا، مگر وہ اُس کے لوگوں اور غلاموں کو اس کی رکاب کے نیچے سے نکال کر قتل کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد معد تونس میں چند روز عوام الناس کا مقہور ہو کر رہا، اور بجایہ کو خط لکھا، جہاں سے ایک کشتی آگئی، اور اس میں وہ اپنی اولاد سمیت سوار ہو کر بجایہ چلا گیا۔ اب تونس کا انتظام صنہاجی قائدوں میں سے ایک قائد کے ہاتھ میں تھوڑی مدت کے لئے عود کر آیا۔ پھر وہ بھی چلا گیا، اور شہر میں عوام کی حکومت ہوگئی۔ اسی وقت اُن کا مشہور و معروف فتنہ اور اہل باب سولیقہ اور اہل باب جزیرہ کے درمیان جنگ ہوئی۔ اُس زمانہ میں اُن کا مدبر ان کا قاضی ابو محمد عبد المنعم بن امام ابو حسن رحمہ اللہ تھا۔ صاحب صقلیہ کی طرف سے اہل تونس کا خوف بہت زیادہ ہوا، اور اُن کو یہ معلوم ہوا کہ صاحب بجایہ اُن سے ناراض ہو کر ان کے خلاف تیاریاں کر رہا ہے تو انہوں نے آخر اپنے قاضی کے مشورہ کے مطابق محمد بن زیاد عربی کو والی بنانے کا عزم کر لیا چنانچہ محمد بن زیاد تونس پہنچا، اور قاضی اور شیوخ شہر اُس کے لینے کے لئے نکلے، مگر عوام میں سے ایک شخص نے باواز بلند کہا کہ عربی اور عُزّی کے لئے اطاعت نہیں اس پر فتنہ برپا ہوا اور محمد بن زیاد قلعہ کو واپس چلا گیا۔ قاضی نے شہر میں واپس جانا چاہا، مگر عوام الناس مانع آئے۔ یہ دیکھ کر وہ بھی زیاد کے ساتھ قلعہ چلا گیا، اور وہیں ایک مدت مدید تک مقیم رہنے کے بعد مر گیا، رحمہ اللہ۔ کہتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں وہ ایک اونچی عمارت میں سو رہا تھا کہ وہاں سے گر پڑا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اسے وہاں سے پھینکا گیا تھا۔ اس کے بعد عوام الناس نے ابو بکر بن اسماعیل بن عبد الحق بن خراسان کو بلایا، چنانچہ

وہ رات کے وقت وہاں پہنچا، اور ایک ٹوکرے میں بٹھا کر اُسے فصیل شہر کے اوپر کھینچا گیا۔ وہ تونس کا والی ہوگیا اور سات ماہ تک وہاں رہا، پھر اُس کے بھائی عبدالعزیز کا بیٹا عبداللہ اُس کا مخالف ہوگیا۔ اس کا ذکر آگے آئیگا۔ جب میں بنو خراسان کی حکومت کا ذکر کرونگا تو ترتیب وار تونس پر اُن کی اور موحدین کے وہاں داخل ہونے تک دوسروں کی ولایت کا بیان بھی کرونگا بحول اللہ تعالےٰ۔

معز بن بادیس کے زوال ملک کے بعد امراءِ تونس بیان

جب معز قیروان اور منصوریہ سے مہدیہ منتقل ہوگیا، ان دونوں شہروں کو عربوں کے حوالہ کر دیا، اور مشرق سے آنے والے عربوں کے فتنہ کی وجہ سے اُس کی سلطنت میں خلل اور بدامنی واقع ہوئی تو یہ عرب افریقیہ کے بہت سے شہروں پر مسلط ہوگئے، اور اُنہوں نے تونس اور اُس کے نواح، باجہ اور اربس اور اُن کے نواح کا محاصرہ کیا۔ بنو حماد کو بھی افریقیہ کے ملک کے حصول کی آرزو تھی، چنانچہ عربوں میں رسوخ پیدا کرنے اور اُن کے ساتھ نیکی کرنے سے اُن کو کچھ مدت کے لئے قیروان کی ولایت حاصل ہوگئی تھی۔ تونس وغیرہ معز کے ہاتھ سے نکل گیا، اور اُس کی حکومت اُس شہر کی حفاظت وحمایت سے عاجز رہی۔ اس لئے یہاں کے بعض اکابر ناصر بن علناس کے پاس جو اُس وقت اپنے دارالسلطنت قلعہ میں مقیم تھا، گئے اور اُس سے استدعا کی کہ وہ اُن کے شہر کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے کر اُن پر ایک والی مقرر کردے۔ اُس نے حکم دیا کہ اپنے ہی میں سے وہ ایک شیخ منتخب کرلیں، جو اُس وقت تک اُن کے کاموں کی دیکھ بھال کرے، جب تک کہ وہ خود اُس کے متعلق غور کرنے کے قابل ہو۔

کہتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے میں سے ایک کو مقرر کرنے کا قصد کیا، مگر اُس نے منظور نہ کیا۔ چنانچہ ناصر کی طرف سے عبدالحق بن عبدالعزیز بن خراسان والی مقرر ہُوا، اور ۴۳۴ھ میں اپنی موت تک برابر والی رہا۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا عبدالعزیز بن عبدالحق جانشین ہُوا، اور ۴۸۸ھ میں اپنی موت تک برابر قائم رہا۔ پھر اُس کا بیٹا احمد بن عبدالعزیز بن عبدالحق بن عبدالعزیز والی ہُوا، اور ۴۲ برس تک والی رہا۔ آخر اُس کو مطرف بن علی بن حمدون نے بجایہ کی طرف نکال دیا۔ اُس نے تونس میں ایک محل بنوایا تھا جو قصر بنو خراسان کے نام سے مشہور تھا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اُس نے کافی مدت تک حکومت کی اور اُس کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی، مگر اُس نے محض رئیسوں اور شیخوں کی حیثیت کو ترک کر کے جابر بادشاہوں کا وطیرہ اختیار کر لیا تھا۔ اُس نے اپنے چچا اسماعیل بن عبدالحق کو، جو امارت کا اُس سے زیادہ حق دار تھا، قتل کرایا۔ اُس کا بیٹا ابو بکر بن اسماعیل اُس کے خوف سے بنزرت بھاگ گیا اور وہیں مقیم ہُوا۔ اس کے علاوہ اُس نے اہل تونس کی ایک جماعت اور شیخون کو شہر سے نکال کر مہدیہ وغیرہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور تونس کے معاملہ میں خودرائی اور استبداد سے کام لینا شروع کیا۔

جب بجایہ کے بادشاہ منصور کو یہ تمام حال معلوم ہُوا تو اُس نے مطرف بن علی بن حمدون کی سرکردگی میں اُس کے خلاف ایک لشکر بھیجا۔ ۵۲۲ھ میں یہ لشکر تونس پہنچا۔ احمد نے باہر نکل کر اپنے آپ کو مطرف کے حوالے کر دیا، جو اُسے بجایہ لے گیا۔ اب کرامہ بن منصور جو بنو حماد سے تھا تونس کا والی مقرر ہُوا اور ۵۲۰ھ کے بعد میں وفات پائی۔ اُس کے بعد اُس کا بھائی ابو الفتوح بن منصور والی ہُوا، جب وہ مر گیا تو محمد بن ابو الفتوح اُس کا جانشین ہُوا، مگر یہ شخص حسن سیرت سے بے بہرہ تھا، اس لئے وہاں سے نکالا گیا۔ اب معد بن منصور والی ہُوا، جو

تونس کا آخری والی تھا۔ یہ شخص ۵۴۳ھ میں مہدیہ پر رومیوں کے مستولی ہونے تک والی رہا۔ اب اہل تونس کو رومیوں سے خوف ہونے لگا، اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، اُنہوں نے اپنے والی معد کے خلاف بغاوت کی، اور عوام نے فساد مچانا شروع کیا، اور وہاں مشہور و معروف فتنہ پیش آیا۔ اب اُنہوں نے بنزرت آدمی بھیجے اور ابوبکر بن اسماعیل ابن عبدالحق کو اپنا والی بنا لیا، مگر سات مہینے کی حکومت کے بعد ہی اُس کے بھتیجے عبداللہ نے اُس کی مخالفت کی اور اُسے ایک کشتی میں سوار کرا کے سمندر میں ڈبو دیا، یہاں سے اُس کی لاش قلعہ ابن غلبوش کے پاس جا کر نکلی۔ اُس کی موت کے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک خیال تو یہ ہے کہ وہ خود غرق ہُوا تھا، اور دوسری یہ کہ اُس کو غرق کیا گیا تھا۔ بہرحال عبداللہ نے دس برس حکومت کی، یہ وہی شخص ہے جس نے قاضی ابوالفضل جعفر بن جلوان کو قتل کیا تھا، پھر اس ڈر سے کہ یہ لوگ عربوں کو اُس کے خلاف جمع نہ کریں اُس نے قاضی کے بیٹے، اور بھانجے ابن البناؒ کو بھی قتل کرا ڈالا۔ اسی کے زمانۂ حکومت میں عبدالمومن نے عبداللہ بن سلیمان کو سبتہ کے بیڑے کا ایک حصہ دے کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ تونس کے حالات، اُس کی طاقت اور اُس کے گرد رہنے والے عربوں کی تعداد وغیرہ کا صحیح اندازہ لگائے۔ اس کے آئندہ سال ہی سید ابو محمد عبداللہ بن عبدالمومن تونس آیا، اور ایک مدت تک عبداللہ بن خراسان کا محاصرہ کئے رہا۔ اس کے بعد وہ بجایہ کی طرف روانہ ہو گیا، یہ ۵۵۳ھ کا واقعہ ہے۔

شوال ۵۵۱ھ میں مہدیہ میں عیسائیوں کی مخالفت ہوئی اور ان کا محاصرہ کیا گیا۔

۵۵۲ھ میں رومی زویلہ پر مستولی ہو گئے۔

۵۵۴ھ میں عبدالمومن دوسری مرتبہ افریقیہ میں داخل ہُوا، تونس کا

محاصرہ کیا، اور پھر وہاں کا محاصرہ اُٹھا کر مہدیہ میں عیسائیوں کا محاصرہ کیا۔

۵۵۵ھ میں ابو محمد عبد المومن صلح کر کے مہدیہ میں داخل ہُوا تا ماہ محرم کی دسویں تاریخ کو موحدین اُس پر مسلط ہو گئے۔

۵۵۸ھ میں "ہفتہ کے دن کا واقعہ" واقع ہُوا، رومی مہدیہ کے خلاف چڑھ آئے، شہر سوسہ پر قابض ہو گئے، مگر پھر وہاں سے نکل گئے۔

۵۷۳ھ میں یوم جمعہ کا واقعہ پیش آیا۔ اُس وقت بھی عیسائی مہدیہ پر چڑھ آئے۔ پھر اسی سال ربیع الآخر میں ابن عبد الکریم نے وہاں غدر کیا۔ شعبان ۵۷۸ھ میں یحییٰ بن غانیہ المیرقی مہدیہ میں داخل ہُوا، اور اُس وقت سے وہ اور اُس کے لمتونی اور مسوفی ساتھی برابر وہاں سے افریقیہ پر چھاپے مارتے رہے اور اُس کے بعض شہروں پر قابض بھی ہو گئے۔ آخر جمادی الاوّل ۶۰۲ھ میں عبد اللہ الناصر موحدین کو لے کر مہدیہ میں داخل ہو گیا۔

اسمائے اُمراء و والیان افریقیہ

عہد خلفاء بنی اُمیہ

عقبہ بن نافع، ابو المہاجر، عقبہ (دوسری مرتبہ) زہیر بن قیس، حسان بن نعمان الغسانی، موسےٰ بن نصیر، محمد بن یزید، اسماعیل بن عبد اللہ، یزید بن ابو مسلم ثقفی، محمد بن اوس انصاری، بشر بن صفوان، عبیدہ بن عبد الرحمٰن سلمی، عبید اللہ ابن الحبحاب، کلثوم بن عیاض، حنظلہ بن صفوان، عبد الرحمٰن بن حبیب القرشی، الیاس بن حبیب، حبیب بن

عبدالرحمن، یہ سب اٹھارہ اشخاص ہیں رحمہم اللہ جو خلفاء بنی اُمیہ کی طرف سے افریقیہ کے والی تھے۔

والیان صفریہ

عاصم الورفجومی اور عبدالملک بن ابوجعدی صفریہ کی مدت حکومت ایک سال دو ماہ ہے۔

والی من جانب باضیہ

ابوالخطاب عبدالاعلیٰ بن سمح مولائے معافر، اس کی مدت حکومت دو سال ہے۔

عہد خلفائے عباسیہ

محمدؐ بن الاشعث الخزاعی، عیسےٰ بن موسے الخراسانی، اغلب بن سالم تمیمی، حسن بن حرب کندی، اغلب بن سالم (دوسری مرتبہ) عمر بن حفص المہلبی، یزید بن حاتم المہلبی، داؤد بن یزید روح بن حاتم المہلبی، ہرثمہ بن اعین، محمدؐ بن مقاتل عکی، تمام بن تمیم تمیمی، محمدؐ بن مقاتل (دوسری مرتبہ)۔

بنو اغلب

ابراہیم بن اغلب عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب زیادۃ اللہ ابن ابراہیم ابن اغلب، اغلب بن ابراہیم بن اغلب محمدؐ بن اغلب بن ابراہیم

احمد بن محمدؒ ابن اغلب ابن ابراہیم، زیادۃ اللہ بن محمد بن اغلب ابن ابراہیم، محمدؒ ابن احمد بن محمد بن اغلب بن ابراہیم، ابراہیم بن احمد بن محمد بن اغلب بن ابراہیم، عبد اللہ ابن ابراہیم ابن احمد بن محمد بن اغلب، زیادۃ اللہ بن عبد اللہ بن ابراہیم بن احمد بن محمد بن اغلب بن ابراہیم بن اغلب ـ یہ شخص خاندان بنو اغلب کا آخری تاجدار تھا۔ اُن کی سلطنت ۲۹۶ھ میں ختم ہوئی ؛

شیعان عبیدیہ

ابو عبد اللہ داعی، عبید اللہ مہدی (اسی کی طرف عبیدیین مصر منسوب ہیں) ابو القاسم ابن عبید اللہ، اسماعیل ابن ابو القاسم، یہی وہ شخص ہے، جس نے مصر کو فتح کیا اور اپنے آخری زمانہ میں منتقل ہو گیا ؛

صنہاجیہ

یہ پہلے عبیدیین کے دعوت کے مقر تھے اور بعد میں خود مختار ہو گئے ؛

بلجین بن زیری، منصور بن بلجین، بادیس بن منصور، معز بن بادیس، تمیم بن معز، یحییٰ بن تمیم، علی بن یحییٰ، حسن بن علی ـ اسی پر رومیوں نے ۵۴۳ھ میں غلبہ حاصل کیا ؛

تمت

تعلیقات

از

مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) بربری: عرب مورخ افریقیہ کے اُن قبائل کو بربری کہتے ہیں، جو فتح افریقیہ کے وقت مصر سے لے کر بحر اوقیانوس تک تمام شمالی افریقیہ کے علاقے میں آباد تھے۔ ان کے متعلق علماء فن اب تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ یہ لوگ کس نسل سے ہیں، مگر ان کی قدامت اس سے ظاہر ہے کہ ۱۳۰۰ سنہ اور ۱۲۰۰ سنہ قم کے مصری کتبوں اور تصویروں میں ان کے نام اور تصویریں پائی جاتی ہیں بعض عرب مؤرخین کا قول ہے کہ بربری حقیقت حمیری ہیں اور جب افریقس بن قیس بن صیفی تبع یمن نے افریقیہ اور مغرب کے علاقوں کو فتح کیا ہے تو وہ اس کے ساتھ یہاں آئے تھے اور یہیں بس گئے تھے۔ ایک خیال یہ ہے کہ یہ لوگ حقیقت میں شام کے رہنے والے ہیں اور وہاں سے افریقیہ منتقل ہو گئے تھے

یہ قبائل چند لحاظ سے عربوں سے بہت مشابہ ہیں، مثلاً یہ لوگ بھی عربوں کی طرح جنگجو ہیں، اور دونوں کا طریق جنگ بھی بہت کچھ ملتا جلتا ہے، عربوں کی طرح بربری بھی خانہ بدوش ہیں اور اُن ہی کی طرح آزادی پسند ہیں۔ چونکہ رومیوں کی حکومت اپنے انتہاء عروج کے زمانہ میں بھی محض ساحل افریقیہ تک ہی محدود تھی، اس لئے اندرون ملک میں بربری بدستور آزاد تھے اس کے علاوہ اُن کا طرز حکومت بھی عربوں سے ملتا جلتا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ عربوں کو شام اور ایران کے مقابلہ میں افریقیہ کے فتح کرنے میں زیادہ دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، اور آخر ستر برس کی جدوجہد کے بعد کہیں یہ علاقہ مکمل طور پر فتح ہوا۔ اسلام بھی یہاں سرعت سے نہیں پھیلا۔ بقول ابن خلدون کے موسےٰ ابن نصیر بلکہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جا کر کہیں یہ لوگ پکے مسلمان ہوئے ؁

بربری قبائل کے مفصل شجرۂ نسب سے اُن کے تعلقات وغیرہ کا پتہ بآسانی چل جائیگا۔ یہ شجرۂ نسب ابن خلدونؒ سے ماخوذ ہے ؁

ملہ کتاب تاریخ الدول الاسلامیہ بالمغرب مصححہ ڈی سلین مطبوعہ الجزائر صفحہ ۱۱۰-۱۰۹ یہ کتاب ابن خلدون کی کتاب العبر کا ایک حصہ ہے جسے ڈی سلین نے الگ شائع کیا ہے ؁ (مترجم)

بربری قبائل کا شجرۂ نسب

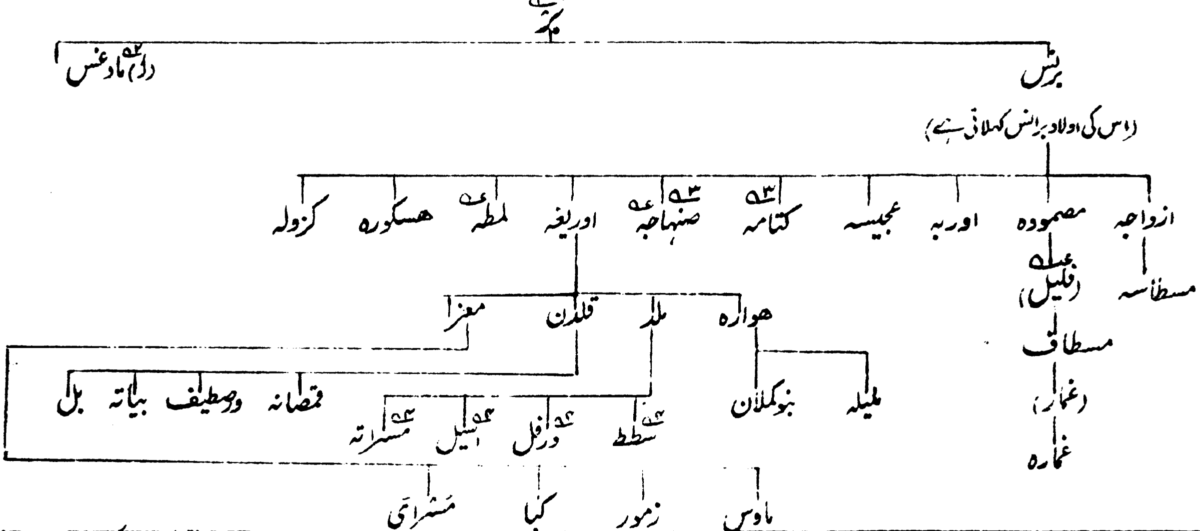

ؔ۵ اس امر میں نسابوں کا اختلاف ہے کہ آیا برنس اور مادغس دونوں ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں یا نہیں۔ ابو محمد ابن حزم نے ایوب ابن ابو یزید سے نقل کیا ہے کہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۱ پر ملاحظہ ہو)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰ م) وہ دونوں ایک باپ سے ہیں۔ مگر بربریوں کے بعض نسابوں کا قول ہے کہ برنس کا باپ برمازیغ ابن کنعان کی اولاد میں سے تھا۔ مادغس کے باپ کا نام بھی بر تھا۔ مگر یہ بر قیس ابن عیلان کی اولاد میں سے تھا۔ ابن حزم کا قول زیادہ صحیح مانا جاتا ہے ۔

سے ۵۲ اس کے شجرۂ نسب کے لئے صفحۂ آئندہ ملاحظہ ہو ۔

سے ۵۳ ان دونوں قبائل کے متعلق اہل تحقیق کا خیال ہے کہ یہ دونوں یمنی قبائل ہیں جن کو افریقس بن صیفی افریقیہ میں اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا ۔

عــہ ۵ ابن حزم کا قول ہے کہ بعض نسابوں کے نزدیک یہ دونوں تصکی نامی ایک عورت کے بیٹے ہیں۔ مگر ان کے باپ کا نام معلوم نہیں۔ تصکی نے اوریغ سے بعد میں شادی کر لی تھی۔ اُس سے ہوارہ پیدا ہوا۔ اس طرح ہوارہ ماں کی طرف سے صنہاجہ اور لمطہ کے بھائی ہیں۔ اس کے سوا ان کے متعلق اور کچھ معلوم نہیں ۔

عــہ ۵ اس شجرۂ نسب میں جو نام خطوط وحدانی میں لکھے گئے ہیں وہ قبائل کے نام نہیں۔ بلکہ صرف سلسلۂ نسب دکھلانے کے لئے لکھے گئے ہیں ۔

سے ۵۴ یہ سب قبائل ہہانہ (یعنی بنوہہان ابن ملدم کہلاتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ملیلہ ان ہی میں سے ہیں ۔

(ا) مادغس

(المعروف بہ ابتر۔ اسی وجہ سے اُس کی اولاد کے قبایل بُتر کہلاتی ہے)

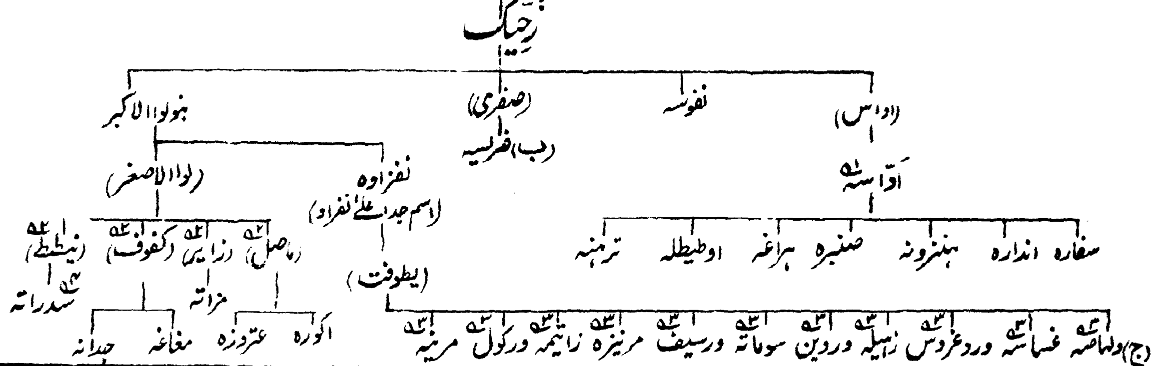

ے۵ اس کے تمام قبائل ہوارہ میں شامل ہوگئے ہیں کیونکہ اداس کی ماں نے زحیک کے بعد برنس کے بیٹے اور ہوارہ کے باپ ادریغ سے نکاح کر لیا تھا۔ اسی لئے اُس کے باقی بیٹوں کا نسب بھی ہوارہ میں مل گیا۔

ے۵۲ ان سب کی اولاد قبیلۂ لواتہ کہلاتی ہے۔ ے۵۳ ان بطون میں مکلاتہ اور مجر کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مکلا دراصل بربری نہیں حمیری ہے۔ جو بچپن میں یطوفت کے ہاتھ آ گیا تھا اور اس نے اُسے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ ورنہ دراصل وہ مکلا بن ریمان بن کلاع حاتم بن سعد بن حمیر ہے۔ ے۵۴ ابو محمدؒ ابن حزم کا بیان ہے کہ سدراتہ کا قبیلہ مغراوہ میں ضم ہوگیا تھا کیونکہ مغراو نے سدراتہ کی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ ب اور ج کے شجرۂ نسب کے لئے آئندہ صفحات ملاحظہ ہوں۔

(ب) ضریسہ

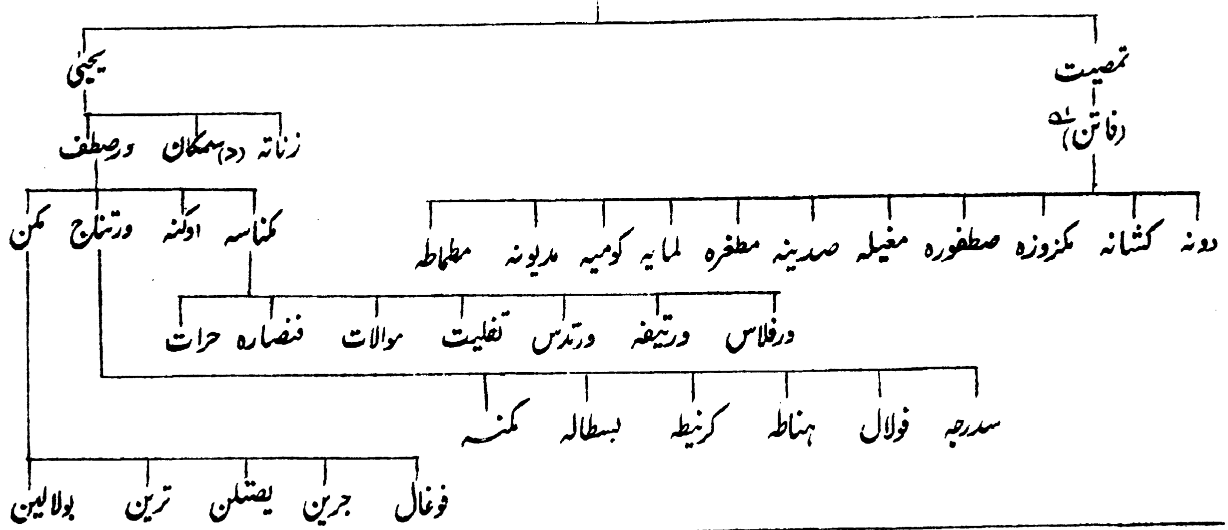

[۱] فاتن کی اولاد خصوصیت کے ساتھ تنبو ضریسہ کہلاتی ہے + (د) شجرۂ نسب کے لئے صفحہ آئندہ ملاحظہ ہو +

(ج) ولہاصہ

- تیدغاس
  - ورفجومہ (جدا سئے ورفجوم ابن تیدغاس)
    - زجال
    - طو
    - وانجر
    - کرطیطہ
    - ماانجدل
    - سینت
    - بورغش
- وحیہ
  - ورتدین
  - تریر
  - ورلتّونت
  - مکرا
  - یغوین

(د) سمکان

- زواعہ
  - بنوماجر
  - بنوواطیل
  - سمکیں
- زواوہ[1]

---

1. ابومحمد ابن حزم زواوہ (بالواو) کو کتامہ کے قبائل میں شمار کرتے ہیں اور اُن کے وطن کی وجہ سے یہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ سمکان کے بطن کا نام زوارہ (بالراء) ہے۔

(۲) موسےٰ ابن نُصیر:- ان کا شمار مسلمانوں کے زبردست ترین سپہ سالاروں میں کیا جاتا ہے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۱۹ھ میں جزیرہ کے ایک گاؤں کفر توثا کے مقام پر پیدا ہوئے[۵۱]۔ ان کے والد کے نام کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض اُن کو ابن نُصیر ابن زید بکری اور بعض ابن عبدالرحمٰن ابن زید بکری کہتے ہیں۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ اُن کے باپ کا نام نُصیر تھا اور وہ بنی لخم کے موالے تھے[۵۲]۔ یہی نام صحیح سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اُن کے قبیلہ کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ بنو اُمیہ یا لخم کی ایک عورت کے موالے تھے جب حضرت خالد ابن ولید نے ایرانیوں کو عین تمر پر شکست دی ہے تو وہاں کے دیر میں اُن کے والد گرفتار ہوئے تھے اور اُنہوں نے بیان کیا تھا کہ وہ اصل میں بکر ابن وائل کی اولاد میں سے ہیں اور بطور یرغمال کے یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں[۵۳]۔ اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو وہ ایک آزاد آدمی تھے اور بکر بن وائل کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور محض عین تمر میں پائے جانے کی وجہ لخم کے موالے کہلانے لگے تھے۔ بہرحال اس امر میں تمام مورخ متفق ہیں کہ موسےٰ ابن نصیر عبدالعزیز ابن مروان ابن الحکم کے موالے تھے +

موسےٰ کے باپ حضرت امیر معاویہ کے حرس کے افسر تھے۔ مگر صفین کی جنگ میں اُن کی طرف سے شرکت نہیں کی تھی۔ اس کے علاوہ اُن کے متعلق اور کچھ معلوم نہیں۔ خود موسےٰ کی نسبت روایت کی جاتی ہے کہ امیر معاویہ نے اُن کو بحری جنگ کا افسر مقرر کیا تھا؛ چنانچہ وہ قبرص میں لڑے تھے اور وہاں قلعے

---

۵۱ النجوم الزاہرہ مصنفہ ابن تغری بردی۔ جلد اول۔ مطبوعہ یورپ ۱۸۵۵ء صفحہ ۲۶۱ +

۵۲ مقری (انگریزی ترجمہ) جلد اول صفحہ ۹۷ +

۵۳ نجوم صفحہ ۲۶۱ + ۵۴ مقری۔ جلد اول صفحہ ۹۸ +

تعمیر کرائے[۵۱] تھے۔ امیر معاویہ کے انتقال کے بعد یزید کے زمانہ میں موسےٰ کا نام سننے میں نہیں آتا، اور اس کے بعد کے فتنہ میں بھی یہ گم نام ہی رہے ہیں۔ آخر جب عبدالملک بلا شرکت غیرے تمام خلافت کا مالک ہوگیا تو اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو مصر کا اور دوسرے بھائی بشر کو کوفہ کا والی مقرر کیا۔ موسےٰ عبدالعزیز کے پاس مصر میں تھے۔ عبدالملک نے عبدالعزیز کو لکھ کر ان کو بلوایا اور بشر کا وزیر و مشیر اور دیوان عراق کا ذمہ دار افسر مقرر کیا[۵۲]۔ موسےٰ بشر کی معیت میں بصرہ پہنچے جہاں بشر نے اچانک انتقال کیا۔ اُس کی موت کے بعد عبدالملک نے حجاج ابن یوسف کو اس علاقے کا عامل مقرر کیا، اور چونکہ حساب خراب تھا اور موسےٰ پر غبن کا شبہ کیا جاتا تھا اس لئے اُن کو گرفتار کر کے سزا دینے کا حکم دیا۔ موسےٰ وہاں سے بھاگ کر عبدالعزیز کے پاس شام چلے گئے وہ اُنہیں لے کر عبدالملک کے پاس آیا۔ خلیفہ نے موسےٰ پر پچاس ہزار دینار جرمانہ کیا، جسے اُنہوں نے تین مہینوں میں عبدالعزیز کی مدد سے ادا کر دیا، اور اُسی کے ساتھ مصر چلے آئے۔

عبدالملک نے براہ راست حسان ابن نعمان کو افریقیہ کا والی مقرر کیا۔ مگر عبدالعزیز اس سے ناخوش تھا[۵۳]، اور خلیفہ سے دریافت کئے بغیر اُسے معزول کر کے اُس کی جگہ موسےٰ ابن نصیر کو وہاں کا والی بنا دیا۔ ان کا تقرر ۸۹ھ کے آخر میں[۵۴] ہوا۔ وہ فوراً افریقیہ کی طرف روانہ ہوگئے، اور ذات الجماجم میں فوجوں کا

---

۵۱ النجوم الزاہرہ۔ جلد اول صفحہ ۲۶۲۔ ۵۲ الامامۃ والسیاسۃ مصنفہ ابن قتیبہ۔ مطبوعہ مصر حصہ ۲۔ صفحہ ۴۸۔ ۵۳ ملاحظہ ہو الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۴۹۔

۵۴ ان کے تقرر کی تاریخ کے متعلق اختلاف ہے بعض ۸۹ھ بتاتے ہیں اور بعض ۷۹ھ دیکھو مقری (انگریزی ترجمہ) جلد اول صفحہ ۵۰ نوٹ۔

جائزہ لیا، اور ۵ جمادی الاول ۷۹ھ کو پیر کے دن افریقیہ پہنچے۔[۹۱] اس طرح ساٹھ برس کی عمر میں موسے افریقیہ کے عامل مقرر ہوئے۔

جس وقت وہ وہاں پہنچے ہیں، اس وقت مسلمان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ دشمن کے ڈر کے مارے گھروں سے نہیں نکلتے تھے۔ فوجی حالت سخت کمزور ہو گئی تھی، اور مسجد تک کی حالت شکستہ تھی۔[۹۲] اُنہوں نے پہنچتے ہی اس حالت میں تبدیلی پیدا کر دی، سب سے پہلے زغوان کو فتح کیا، جہاں سے تین لاکھ قیدی اُن کے ہاتھ آئے۔ یہ ان کی عظیم الشان فتوحات کا پیش خیمہ تھا، اور اس کا اثر یہ ہوا کہ خلیفہ عبدالملک بھی اُن سے خوش ہو گیا۔ اس کے بعد اُنہوں نے اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ ۸۳ھ[۹۳] میں تونس کے مقام پر جہاز سازی کا ایک کارخانہ (دار الصناعت) قائم کیا، اور ۸۴ھ تک اسی میں مشغول رہے۔ ۸۵ھ میں اسی مقام سے اُنہوں نے ایک بیڑا اپنے بیٹے عبداللہ کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کیا، جس نے ایک شہر فتح، اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔

خلیفہ عبدالملک کے مرنے کے بعد بھی فتوحات برابر جاری رہیں، چنانچہ سردانیہ پر حملہ کیا گیا، سوس الاقصے کے بادشاہ کو شکست دی گئی، جزیرۂ میورقہ فتح ہوا اور موسے کے مولے طارق نے طنجہ پر قبضہ کیا۔[۹۴] اور ۹۲ھ میں اندلس پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا گیا۔ موسے کی خاص عظمت اس میں ہے کہ اُنہوں نے ہمیشہ یہ خیال رکھا کہ جو فتوحات حاصل ہوں وہ ادھوری نہ رہ جائیں۔ اب تک افریقیہ کی اسلامی فتوحات میں نقص تھا کہ عربوں نے بربریوں کو اسلام سے آگاہ کرنے کی کوئی لگاتار کوشش نہ کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بربری ہمیشہ مرتد ہو کر فساد مچانے پر تلے رہتے تھے۔ موسے نے اس کا

---

[۹۱] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۵۰۔ [۹۲] الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۵۱۔ [۹۳] ایضاً صفحہ ۵۶۔

[۹۴] ایضاً صفحہ ۵۷ و ۵۸ و ۵۹۔

سد باب کیا اور مغرب کے نومفتوحہ علاقے میں عربوں کو خاص اس کام کے لئے مقرر کیا کہ لوگوں کو اسلام کی تعلیم دیں[۵۱] اور اس طرح اُن کو تہذیب سے آگاہ کر کے آئندہ کے لئے امن وامان کا راستہ صاف کر دیں ۔

اندلس کی فتح کے لئے موسےٰ نے اپنے مولےٰ طارق ابن زیاد کو بھیجا تھا جس نے لذریق شاہ اندلس کو شکست دی اور طلیطلہ تک اُس کا علاقہ فتح کیا۔ وہ خود اندلس گئے اور ۹۴ھ میں وہاں سے مشرق کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا موسےٰ ولید کی زندگی میں دمشق پہنچے تھے یا نہیں۔ بہرحال سلیمان نے اُن کو لکھا کہ دیر کر کے پہنچیں تا کہ غنیمت بجائے ولید کے اُس کو ملے۔ چونکہ موسےٰ نے اُس کی حکم عدولی کی تھی۔ اس لئے سلیمان نے اُن کو سزا دی[۵۲] اُنہیں دھوپ میں کھڑا کیا اور اُن پر جرمانہ کیا۔ جرمانہ کی تعداد مختلف بیان کی جاتی ہے۔ بعض تین لاکھ دینار بیان کرتے ہیں اور بعض ایک لاکھ[۵۳]۔ بہرحال اس جرمانہ کو یزید ابن مہلب کی مدد سے ادا کیا گیا ۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ موسےٰ سلیمان کے دربار ہی میں رہنے لگے چنانچہ جب ۹۸ھ میں خلیفہ نے حج کیا ہے۔ تو موسےٰ اُس کے ساتھ تھے اور اس سفر میں اُنہوں نے وادی القرےٰ میں انتقال کیا ۔

موسےٰ ابن نُصیر رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ایک مورخ[۵۴] کا قول نقل کر دینا غیر موزوں نہ ہوگا کیونکہ اُس نے اُن کی تمام سیرت کو چند الفاظ میں جمع کر دیا ہے:۔

---

۵۱ ابن خلقان۔ مطبوعہ مصر۔ جلد دوم صفحہ ۱۳۷ ۔

۵۲ حلتہ السیرۃ مصنفہ ابن الابار۔ مطبوعہ یورپ صفحہ ۳۱ ۔

۵۳ جرمانہ کے متعلق خلیفہ کے فرمان کے لئے دیکھو ابن قتیبہ کی الامامتہ والسیاستہ حصہ دوم صفحہ ۵

۵۴ النجوم الزاہرہ۔ مصنفہ ابن تغری بردی مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۲۶۲ ۔

"وکان شجاعاً مھاباً۔ مقداماً جواداً۔"

(۳) لیث ابن سعد:۔ اُن کے سنہ پیدائش میں بہت اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ وہ ۹۲ھ میں پیدا ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ ۹۳ھ یا شعبان ۹۴ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ سمعانی کا قول ہے کہ اُن کا سنہ پیدائش ۱۲۴ھ ہے۔ وہ اصل میں اصفہان کے رہنے والے اور قیس ابن رفاعہ کے مولے تھے۔ اُن کی کنیت ابوالحارث تھی۔ خود اُن ہی کے قول کے مطابق اُنھوں نے محمد ابن شہاب الزہری سے علم حاصل کیا۔ مذہباً مالکی اور بقول بعض حنفی تھے۔ آخری عمر میں مصر کے قاضی ہو گئے تھے۔ اہل مصر اُن کو فقہ اور حدیث کا امام مانتے ہیں۔ اپنے زمانہ کے نہایت بارسوخ آدمی تھے، یہاں تک کہ اگرچہ مصر میں رہائش اختیار کر لی تھی، اور مقام خلافت سے دور تھے، مگر پھر بھی دربار میں اُن کا اثر تھا اور اُن کی شکایت پر مصر کے قاضی تک معزول کر دیئے جاتے تھے[۵۱]۔ نصف شعبان ۱۷۵ھ کو جمعہ کے دن مصر میں وفات پائی[۵۲]۔ افسوس ہے کہ اس سے زیادہ اُن کے حالات دستیاب نہ ہو سکے۔

حدیث اور فقہ کے امام ہونے کے علاوہ تاریخی پہلو سے اُن کی روایات مستند سمجھی جاتی ہیں۔ تقریباً ہر مورخ نے صدر اسلام کی فتوحات کے متعلق اُن کی روایات سے استفادہ کیا ہے۔ اُن کی روایات زیادہ تر مصر، افریقیہ، مغرب، اندلس اور سردانیہ کی فتوحات کے متعلق ہیں اور اِن ہی ممالک کے مورخ سب سے زیادہ اُن کے خوشہ چین معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن عذاری، عبدالرحمٰن، ابن عبدالحکم، اور الکندی نے اپنی کتابوں میں اُن ہی کی سند پر بکثرت روایات نقل کی ہیں۔

۵۱؎ کتاب الولاۃ والقضاۃ مصنفہ ابو عمر محمد ابن یوسف الکندی مصری۔ مطبوعہ بیروت صفحہ ۳۷۳

۵۲؎ ابن خلکان۔ جلد اول۔ مطبوعہ مصر صفحہ ۴۳۸

(۴) **یزید ابن مہلب ابن ابوصفرہ:۔** بنی اُمیہ کے مشہور و معروف سپہ سالار مہلب ابن ابی صفرہ ازدی کا بیٹا تھا۔ ابو خالد کنیت تھی۔ ۵۳ھ میں پیدا ہُوا، اور اپنے باپ کی موت کے بعد خراسان کا عامل مقرر ہُوا۔ مہلب کی زندگی میں تو اس خاندان کے ساکھ خوب قائم رہی، مگر اُس کی موت کے بعد کچھ تو یزید کی حرکتوں نے اور کچھ قبائلی نزاع۔ نے حجاج ابن یوسف کو اس کا مخالف بنادیا، اور اُسی۔ کے ایما سے خلیفہ عبد الملک ابن مروان نے اُسے معزول کیا اور مسلم ابن قتیبہ ابن عمرد الباہلی کو اُس کی جگہ مقرر کردیا۔ عبد الملک اور ولید ابن عبد الملک کے عہد میں وہ معتوب ہی رہا، مگر سلیمان کے زمانہ اُسے خوب عروج حاصل ہُوا۔ خلیفہ نے اُسے پھر خراسان کا عامل مقرر کیا، اور اُس نے وسط ایشیا میں کچھ فتوحات بھی حاصل کیں حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہوتے ہی اُس سے اُس مال غنیمت کا مطالبہ کیا جس کی فہرستیں وہ سلیمان کے عہد حکومت میں دربار کو بھیجتا رہتا تھا۔ اب معلوم ہُوا کہ یہ فہرستیں محض فرضی تھیں، مگر خلیفہ نے اُس کے عذر کو قبول نہ کیا، اور قید کردیا۔ مگر اُن کی موت سے پہلے ہی وہ قید سے بھاگ نکلا اور یزید ابن عبد الملک کے زمانہ میں باغی ہوگیا۔ اسی بغاوت میں ۱۰۲ھ میں قتل ہُوا۔ اُس کی داد و دہش کے بہت سے قصے مشہور ہیں حقیقت یہ ہے کہ بنو مہلب، سخاوت اور فیاضی میں، عہد اموی میں ویسے ہی ممتاز ہیں، جیسے کہ برامکہ عہد بنی عباس میں تھے۔ خلافت عباسیہ میں بھی اس خاندان کی عظمت کم نہ ہوئی تھی، بلکہ اس خاندان کا رکن ہونا عزت کی بات سمجھی جاتی تھی۔

(۵) **صاحب الشرطہ:۔** اس کا نام سب سے پہلے بنی اُمیہ کے خلفاء۔ کے عہد میں سنا جاتا ہے صاحب الشرطہ ایک جماعت کا افسر ہوتا تھا اور یہ جماعت "اہل الشرطہ" کہلاتی تھی۔ اہل شرط خلفاء اور اُن کے تمام عمال کے ہاں ہوتے تھے، اور اس میں

صرف ایسے شخص، بالخصوص غلام داخل کئے جاتے تھے جن پر خلیفہ اور عامل کو پورا اعتماد ہو۔ بقول ابن خلکان فاتح اندلس و مغرب موسیٰ کے باپ نُصیر حضرت معاویہ کا صاحب الشرطہ تھا۔ اہل شرط خلیفہ اور عامل کے باڈی گارڈ کا کام دیتے تھے، شہر میں انتظام قائم رکھنے میں عامل کو مدد دیتے تھے اور چھوٹی چھوٹی شورشوں کو فرو کرنے کے لئے بھی اُن ہی کو بھیجا جاتا تھا۔ صاحب الشرطہ کا فرض یہ تھا کہ وہ جرائم کی تفتیش کرے اور مقدمے کی ابتدائی سماعت کے بعد حد جاری کرے مگر وہ صرف ایسے مقدموں کی سماعت کر سکتا تھا جن میں قاضی دخل نہ دے سکتا ہو۔ یہ حالت بنی اُمیہ کے زمانہ میں تھی۔ عباسی دور میں خلفاء نے اس عہدے کے مرتبہ کو اس طرح بڑھا دیا کہ اس پر صرف اپنے موالی اور اراکین سلطنت کو مقرر کرنے لگے۔ مگر اب اُن کے اختیارات محدود ہو گئے، اور وہ صرف اُن ہی لوگوں کو سزا دے سکتے تھے جو بُری افواہیں اُڑاتے ہوں اور دوسروں کو متہم کرتے ہوں +

بنو اُمیہ مغربی بھی یہ عہدہ اپنے ساتھ اندلس لے گئے۔ عبدالرحمٰن الداخل اور ہشام کے زمانے میں اس عہدے میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ مگر الحکم کے عہد میں جب بربری اور صقلبی غلام بادشاہ کی باڈی گارڈ میں رکھے گئے، تو صاحب الشرطہ کے اختیارات اور فرائض میں کمی آ گئی، کیونکہ اس باڈی گارڈ کے افسر اکثر شہزادے مقرر ہوا کرتے تھے۔ اب صاحب الشرطہ کا کام وہی ہو گیا جو آج کل کے پولس کمشنر کا ہے۔ اس کے علاوہ شہر کے انتظامی امور بھی اُسی کو سپرد کر دیئے گئے۔ اندلس کے خلفاء کے عہد حکومت میں اس محکمہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، شرطۃ الکبریٰ اور شرطۃ الصغریٰ۔ اوّل الذکر اپنے اختیارات کو عام و خاص تمام لوگوں پر استعمال کر سکتے تھے، یہاں تک کہ شاہزادوں، خلیفہ کے عزیزوں، اُن کے موالی اور صاحب جاہ و مرتبت تک اُن کی گرفت سے نہ بچ سکتے تھے۔

شرطۃ الصغرٰے کے اختیارات صرف عوام الناس تک محدود تھے۔ صاحب شرطۂ کبرٰے کے لئے خلیفہ کے محل کے دروازے پر مجلس قائم کی جاتی تھی، وہیں وہ اجلاس کیا کرتا تھا۔ اُس کے اردگرد لوگ مقررہ جگہوں پر بیٹھتے تھے اور کوئی شخص بغیر اُس کے حکم کے اپنی جگہ سے ہل نہ سکتا تھا۔ خلافت کے آخری دور میں یہ عہدہ بڑے جلیل القدر اراکین سلطنت کو دیا جاتا تھا، اور اُس کے بعد یہ لوگ بالعموم وزارت اور حجابت کے عہدوں پر فائز ہو جایا کرتے تھے۔

موحدین کے عہد میں ہر کوئی اس عہدہ پر فائز نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ صرف اُسی کو مقرر کیا جاتا تھا جو موحدین کے مذہبی عقائد کو قبول کرلے، اُن کا طرفدار ہُوا اور اُن کے بڑے بڑے آدمیوں میں شمار کیا جاتا ہو۔ اُن کے زمانہ میں صاحب شرطہ کو شاہی ملازمین و خدام پر کسی قسم کے اختیارات حاصل نہ تھے۔

ابن خلدون کے زمانہ میں افریقیہ میں اُس کو حاکم، اندلس میں صاحب مدینہ، اور ترکوں میں والی کہتے تھے[۵]۔

(۶) ابوالخطار:۔ ابوالخطار حسام ابن ضرار ابن سلامان الکلبی۔ بقول ابن الابار، ابن خلدون اور ابن حیان کے ۱۲۵ھ میں تونس کے بندرگاہ سے روانہ ہُوا اور اسی سال اندلس کے عامل کی حیثیت سے قرطبہ پہنچا۔ اُس وقت حنظلہ ابن صفوان بن نوفل کلبی افریقیہ کا والی تھا، اُسی نے ابوالخطار کو اندلس بھیجا تھا۔ اس سے قبل وہ حنظلہ کے بھائی بشر کے زمانۂ ولایت میں افریقیہ کے مختلف علاقوں کا عامل رہ چکا تھا، اور اُسے بربری اور عرب دونوں اقوام پر حکومت کرنے کا خاصہ تجربہ حاصل تھا جب وہ اندلس پہنچا تو ہر طرف فتنہ و فساد کا دور دورہ تھا۔ لوگ اس سے عاجز آگئے تھے، اور کسی سخت حاکم کے متمنی تھے۔ اگر

۵؎ مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ بولاق ۱۳۲۰ھ صفحہ ۲۳۷

بربریوں، اور اندلس کے پرانے باشندوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو بھی عربوں کے دو فریق اُس وقت ملک میں موجود تھے اور اُن میں سے ہر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونے کے لئے تیار تھا۔ اندلس مضریوں اور حمیریوں کی خصومتوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا[۱]۔ ابوالخطار کے وہاں پہنچنے کا فوری اثر تو یہ ہوا کہ تمام اندلسیوں نے اُس کی اطاعت قبول کر لی، اور مروان ثانی آخری خلیفہ اموی کی موت تک اُس نے امن قایم رکھا۔ اُس نے یہ دیکھا کہ جب تک شامی عربوں کو منتشر کر کے اُن کی طاقت کو نہ توڑا جائیگا امن کا قایم رہنا ناممکن ہے۔ اُس نے اُن کو بلدی عربوں کے ساتھ خلط ملط کر دیا، اور اُن کے پرانے وطن شام کے علاقے کے مطابق[۲] اُن کو تمام ملک اندلس میں جگہ جگہ بسا دیا۔ مثلاً اُس نے اکشونبہ اور باجہ کے علاقے میں بلدیین کے ساتھ جند مصر کے لوگوں کو، البیرہ میں جند دمشق کو، لبلہ اور اشبیلیہ میں جند حمص کو، شذونہ اور جزیرہ میں جند فلسطین کو، ریہ میں جند اردن کو، اور جیان میں جند قنسرین کو آباد کر دیا۔ ان نئے آباد کاروں کی معاش کا اُس نے یہ انتظام کیا کہ اُن اضلاع کے ذمیوں کے جزیہ کا تیسرا حصہ اُن کے لئے مقرر کر دیا، اور بلدیوں پر اُن کا بار نہ پڑنے دیا۔ کچھ اس انتظام سے، اور کچھ اس وجہ سے کہ جہاں یہ لوگ آباد کئے گئے تھے وہ علاقہ بالکل اُن کے وطن سے ملتا جلتا تھا، یہ لوگ ابوالخطار سے اور زیادہ خوش ہو گئے۔ مگر یہ خوشی دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ ابوالخطار نے آغاز ولایت میں عربوں کے دونوں فریقوں میں اعتدال قائم رکھا، مگر آخر یمینوں کو مضریوں پر ترجیح دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فساد بدستور سابق شروع ہو گیا، اور اس قدر بڑھا کہ ۱۲۸ھ

---

[۱] اس زمانے کے یمنی مضری خصومتوں کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو ابن الابار کی حلۃ السیراء مصححہ ڈوزی۔ مطبوعہ یورپ ۱۸۴۷-۱۸۵۱ء صفحہ ۴۹-۴۶۔ [۲] ایضاً صفحہ ۳۶۔

میں اُسے باجہ کی طرف بھاگ جانا پڑا ۔

ابوالخطار اندلس میں بنی اُمیہ کا چودھواں والی تھا۔ اُس کے بعد ثوابہ بن سلامتہ الجذامی اور پھر یوسف ابن عبدالرحمٰن الفہری والی ہوُا۔ مؤخر الذکر کو عبدالرحمٰن الداخل اموی نے شکست دی، اور اندلس میں بنی اُمیہ کی حکومت کی بنا ڈالی ۔

(۷) صفریہ :۔ یہ زیاد[۵۱] ابن الاصفر کے پیروؤں کا ایک خارجی فرقہ تھا۔ اُن کو چند باتوں میں ازارقہ، نجدیہ اور اباضیہ خارجیوں سے اختلاف تھا۔ مثلاً اُن کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص اُن کے عقائد اور دین کو قبول کر چکا ہو تو محض جنگ سے باز رہنے کی بنا پر اُسے کافر نہیں کہا جا سکتا۔ اُنہوں نے رجم کو ساقط نہیں کیا تھا، اور مشرکوں (۱) کے بچوں کے قتل کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور نہ اُن کو کافر کہتے تھے۔ اُن کے نزدیک تقیہ قول میں جائز تھا مگر فعل میں نہیں وغیرہ وغیرہ ۔

(۸) عبدالرحمٰن ابن حبیب :۔ عبدالرحمٰن ابن حبیب ابن ابوعبدہ ابن عقبہ ابن نافع الفہری افریقیہ میں بنی اُمیہ کا آخری والی تھا۔ کلثوم والی افریقیہ کے بربریوں کے ہاتھ سے قتل ہو جانے کے بعد وہ اُس کے بھتیجے بلج ابن بشر بن عیاض القشیری اور اہل شام کے اکابر الناس کے ساتھ محرم ۱۲۳ھ میں۔ بھاگ کر اندلس گیا۔ حبیب ابن عبدہ اور بلج کی یہی فوج اندلس میں طالعتہ بلجیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اندلس میں عبدالرحمٰن غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر جب ابوالخطار والی مقرر ہو کر آ گیا تو عبدالرحمٰن مایوس ہو کر خفیہ طور پر تونس آیا، اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ ۱۲۶ھ میں اُس نے حنظلہ والی افریقیہ کے خلاف بغاوت کی، اور اُسے نکال کر بلا شرکت غیرے افریقیہ کا والی ہو گیا۔

---

۵۱ کتاب الملل والنحل۔ شہرستانی مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۰۲ ۔

اُس نے افریقیہ پر دس برس اور چند ماہ حکومت کی[۵۰]۔

(۹) صالح ابن طریف:۔ یہ شخص برغواطہ کا امیر تھا۔ ان لوگوں کو دوسری صدی ہجری کے آغاز میں عروج حاصل ہوا، اور صالح اور اُس کی اولاد تامسنا کے علاقے پر قابض ہو گئے۔ شروع میں صالح کا باپ طریف میسرۃ الحفیر المعظری[۵۱] ایام صفریہ کا ایک قائد تھا، اور معزور ابن طالوت اُن کے ساتھ تھا۔ جب میسرہ کا خاتمہ ہو گیا تو طریف نے تامسنا میں اس فرقے کی دعوت کو قائم رکھا، اور آخر میں خود نبوت کا دعوےٰ کیا، اس کے بعد صالح اُس کا جانشین ہوا۔ یہ شخص بھی اپنے باپ کے ساتھ میسرہ کی جنگوں میں شریک ہو چکا تھا، اور علم و فضل میں ممتاز تھا۔ اُس نے اپنے باپ کے ساختہ و پرداختہ دین کو مکمل کیا، اور اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ بنو اغلب کے مقابلہ میں بنی اُمیہ (اندلس) سے موالات کرے۔

ابن خلدون[۵۳] کا بیان ہے کہ بعض آدمی برغواطہ کے نسب کے متعلق غلطی کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قبیلہ زناتہ کی ایک شاخ ہے اور بعض کا یہ خیال ہے کہ صالح شمعون ابن یعقوب کی اولاد میں سے ایک یہودی تھا، اور اس کا اصلی وطن برباط شریش اندلس کا ایک شہر تھا۔ یہی نام معرب ہو کر برغواطہ ہو گیا۔ صالح نے مشرق کا سفر کیا، عبداللہ معتزلی سے علم حاصل کیا، اور وہیں جادوگری اور دیگر فنون بھی حاصل کئے تھے۔ پھر وہاں سے وہ تامسنا آیا اور یہاں کے جاہل بربریوں میں زہد و اتقا کا اظہار کر کے اُن کو اپنی چرب زبانی سے بالکل مسحور کر لیا، اور انجام کار نبوت کا دعوےٰ کیا۔ ابن خلدون کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ غلط ہے۔

---

[۵۰] حلۃ السیرۃ۔ صفحہ ۵۱۔ [۵۱] ابن عذاری نے حفیر کو حقیر اور معزور کو مغرور لکھا ہے۔ حفیر اور معزور کے نام ابن خلدون میں پائے جاتے ہیں۔ تاریخ الدول الاسلامیہ جلد اول صفحہ ۲۷۴

[۵۳] ایضاً صفحہ ۲۷۹۔

برغواطہ درحقیقت قبیلۂ مصمودہ کی شاخ ہے نہ کہ زناتہ کی، اور مصمودہ کے وطن کے قریب اُن کا رہنا اس امر کا شاہد ہے۔ خود صالح ابن طریف اسی قبیلۂ برغواطہ سے ہے، اور اُن کے مشاہیر میں شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ قطعی ناممکن ہے کہ کوئی شخص جو اپنے اصلی قبیلے کو چھوڑ دے اس نواح اور ان قبائل میں کسی قسم کا اقتدار حاصل کر سکے، چہ جائیکہ اُسے سلطنت اور حکومت حاصل ہو جائے ٭

(۱۰) سردانیہ:۔ جزیرۂ سردانیہ پر مسلمانوں کا حملہ، اُس کی فتح اور وہاں سے اُن کا اخراج محض ایک خواب تھا جس کا بظاہر کوئی نتیجہ نہیں نکلا؛ اگرچہ یہاں مسلمان کم و بیش تین سو برس رہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کو کبھی چین سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرہ سے انہوں نے محض بحری مقام اور چھاؤنی کا کام لیا۔ بحری تفوق رخصت ہو گیا تو یہ جزیرہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ رہ سکا، اور بہت جلد مسلمانوں کو اس سے دست بردار ہو جانا پڑا ٭

سردانیہ کی اسلامی تاریخ اس قدر مختصر ہے کہ ابن اثیر[۵۱] نے اُس کو بجائے سنہ وتاریخ کے لحاظ سے لکھنے کے ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے۔ اُن ہی کی تحریر کا ملخص ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ جب موسےٰ ابن نصیر نے اندلس کی فتح کے دوران ہی میں ۹۲ھ میں اپنے لشکر کا ایک حصہ جزیرۂ سردانیہ میں اُتار دیا، مسلمان جزیرہ کے اندرونی حصہ تک چلے گئے، اور محض لوٹ مار کر کے اور بہت سامال غنیمت لے کر واپس چلے آئے۔[۵۲] اس کے بعد ۱۳۵ھ تک مسلمانوں نے اُس کی طرف توجہ

---

۵۱ تاریخ کامل۔ واقعات ۹۲ھ ٭

۵۲ اس فتح اور مال غنیمت کے دلچسپ قصوں کے لئے ملاحظہ ہو فتح الاندلس مصنفہ ابن عبدالحکم مصححہ ڈاکٹر جونز۔ مطبوعہ یورپ ۱۸۵۸ء۔ صفحہ ۵۹۔ اس کا ترجمہ میں شائع کر چکا ہوں (مترجم)

نہ کی۔ اس سال عبدالرحمٰن ابن حبیب ابن ابوعبدۃ الفہری امیر افریقیہ نے یہاں ایک مہم بھیجی جس نے لوگوں کو قتل و غارت کیا، اور آخر اہل سردانیہ نے صلح کر لی اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ یہ رقم اُن سے وصول کر لی گئی۔ یہ حملہ بھی مسلمان بھول گئے، اور اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ رومیوں نے پھر وہاں زور پکڑ لیا۔ سنہ ۳۲۳ھ میں منصور ابن ابو القاسم ابن عبیداللہ المہدی بادشاہ افریقیہ نے مہدیہ سے ایک جنگی بیڑہ سردانیہ روانہ کیا۔ اس نے بھی تھوڑی بہت کامیابی حاصل کی، لوگوں کو قتل کیا، اُن کے بہت سے جہازوں کو جلا دیا، اور جنوہ کو لوٹا اور برباد کیا۔ سنہ ۴۰۶ھ میں مجاہد العامری نے اندلس کے شہر دانیہ سے اس جزیرہ پر حملہ کیا، اور اُسے فتح کر کے عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔ یہ سن کر رومیوں نے ایک بڑی زبردست فوج اُس کے مقابلے کے لئے بھیجی۔ اُس کے مقابلے میں مسلمانوں نے شکست کھائی۔ مجاہد کا بھائی اور اُس کا بیٹا علی ابن مجاہد مارے گئے۔ مسلمانوں کو سردانیہ سے نکال دیا گیا اور اُن کے جہازوں پر رومیوں نے قبضہ کر لیا۔ مجاہد بقیۃ السیف لوگوں کو لے کر دانیہ واپس چلا آیا۔ اس کے بعد پھر کبھی مسلمانوں نے اس جزیرہ پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔

(۱۱) **یوسف ابن عبدالرحمٰن الفہری**[۵]:۔ اندلس میں بنی اُمیہ کا آخری امیر تھا۔ اُس کے نسب نامہ کے متعلق بہت کچھ اختلاف ہے۔ ابن حیان کہتے ہیں کہ ابو بکر ابن قوطیہ کا بیان ہے کہ یوسف کا نسب عقبہ ابن نافع سے مل جاتا ہے۔ ابن الابار کہتے ہیں کہ اُن کو اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا، اور نہ یہ تحقیق ہوا کہ واقعی یوسف اُس قوم کی طرف منسوب ہے۔ مگر ابو محمد ابن حزم نے اپنی کتاب جمہرۃ انسب میں اُس کا حسب ذیل شجرہ بیان کیا ہے:۔

سلہ ۵ یہ تمام نوٹ ابن الابار کی حلۃ السیرۃ سے ماخوذ ہے

نافع
- عقبہ
  - ابوعبدہ (یا ابوعبیدہ)
    - نافع
    - عبدالرحمن
      - یوسف (والی اندلس)
    - حبیب (قاتل عبدالعزیز ابن موسے ابن نصیر)
      - عبدالوارث
      - الیاس (والی افریقیہ)
      - عبدالرحمن (والی افریقیہ)

عبدالرحمن الداخل اموی کے اندلس آنے کے قبل یہی یوسف بن عبدالرحمن اندلس کا والی تھا۔ واقدی کا بیان ہے کہ یمنی اور مضری دونوں قبائل اُس کو امیر بنانے پر اس لئے راضی ہو گئے تھے کہ وہ قریشی تھا۔ ۱۲۹ھ میں لوگوں نے اُسے والی منتخب کیا اور ۱۳۸ھ میں عبدالرحمن الداخل اندلس آیا۔ عیدالضحےٰ کے دن فریقین میں جنگ ہوئی، اور یوسف نے شکست کھائی۔ ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ یہ جنگ اسی تاریخ، اُسی دن، اور اُسی وقت واقع ہوئی جس وقت کہ کم و بیش ایک صدی قبل مشرق میں مرج راہط کی جنگ ہوئی تھی، اور اتفاق سے اس جنگ میں بھی مرج راہط کی طرح فریقین میں ایک طرف فہری تھا اور دوسری طرف اموی۔ اس شکست کے بعد یوسف نے عبدالرحمن کی اطاعت قبول کرلی۔ مگر باغی ہوا، اور آخر ۱۴۲ھ میں مارا گیا۔

(۱۲) صمیل ۔ ابوجوشن صمیل ابن حاتم بن شمر ابن ذی الجوشن الکلابی الضبابی اُس شمر کا پوتا تھا جس نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا تھا، اور اُن کا سر یزید ابن معاویہ کے پاس دمشق لایا تھا۔ اس کے بعد بن مختار ابن ابی عبید نے حضرت امام حسینؓ کا بدلہ لینے کے لئے بغاوت کی، اور اُن کے قاتلوں کی ایک جماعت کو

کیا۔ اس وقت شمر نے مع اہل وعیال کے شام میں پناہ لی۔ ایک روایت یہ ہے کہ مختار نے شمر کو قتل کر دیا تھا، اور اس کا بیٹا حاتم شام میں پناہ گزیں ہوا تھا۔ خلیفہ ہشام ابن عبدالملک نے جب کلثوم ابن عیاض قشیری کو افریقیہ کا حاکم مقرر کیا تو حاتم اس کی فوج میں شامل ہو کر افریقیہ آیا۔ کلثوم بربریوں کے ہنگامے میں مارا گیا، اور صمیل نے بلج ابن بشر کے ساتھ سبتہ میں پناہ لی، جہاں سے وہ بلج کی معیت میں اندلس آیا، اور بہت جلد مضریوں کا سردار بن گیا۔ جب ابوالخطار نے یمنیوں کی طرف داری شروع کی تو یہی صمیل تھا جس نے اس کی مخالفت میں سب سے زیادہ حصّہ لیا تھا۔

صمیل بالکل ان پڑھ مگر پرانی عربی تہذیب کا پورا نمونہ تھا، تدبیر سلطنت سے واقف اور جنگی امور میں دسترس تامہ رکھتا تھا۔ یوسف ابن عبدالرحمٰن الفہری کے زمانۂ ولایت میں وہ تمام سلطنت پر حاوی ہو گیا تھا۔ عبدالرحمٰن الداخل کے خلاف بغاوت میں اس کے ساتھ شریک تھا۔ آخر میں عبدالرحمٰن کی اطاعت قبول کر لی تھی، مگر پھر بغاوت کے منصوبے باندھنے کی پاداش میں عبدالرحمٰن نے اسے قید کر دیا، اور ۱۴۲ھ میں قید ہی میں مر گیا۔

(۱۳) اباضیہ: عبداللہ ابن الاباض کے پیرووں کا ایک خارجی فرقہ تھا۔ عبداللہ نے مروان ابن محمد (الحمار) اموی کے عہد خلافت میں خروج کیا، جس نے عبداللہ ابن محمد ابن عطیہ کو اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا، اور اسی کے مقابلے میں عبداللہ ابن الاباض آخر تبالہ کے مقام پر مارا گیا۔ عبداللہ ابن الاباض کا قول تھا کہ ہمارے مخالف اہل قبلہ کافر ہیں، مگر مشرک نہیں۔ ان سے مناکحت حلال ہے اور ان کی موارثت جائز ہے۔ جنگ کے وقت ان سے مال غنیمت حاصل کرنا بھی جائز اور حلال ہے، مگر بغیر جنگ اور قیام حجت کے ان کو قتل کرنا یا غلام بنانا

حرام ہے۔ اُس کا قول ہے کہ اُن کے مسلمان مخالفین کے مکانات و مقامات دارِ توحید ہیں، مگر بادشاہ کا مکان اس میں شامل نہیں، کیونکہ وہ "دار بغی" ہے۔ ان لوگوں نے اپنے دوسرے اہلِ عقیدہ کے برعکس مسلمانوں کی شہادت کو جائز قرار دیا تھا۔ اُن کا قول تھا کہ قبائح کا مرتکب موحد ہے مگر مومن نہیں، وہ ایسا شخص کافرِ نعمت ہے نہ کہ کافرِ ملت[۵۱]۔

(۱۴۹) قاضی اسد ابن فرات :- ابوعبداللہ اسد ابن فرات ابن سنان، مولائے بنو سُلَیم ابوالعرب کے قول کے مطابق دراصل خراسان کے رہنے والے تھے۔ ابوسلیمان کہتے ہیں کہ وہ ۱۴۲ھ میں حران کے مقام میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ کے ساتھ ۱۴۴ھ میں ابن اشعث والی افریقیہ کے لشکر میں افریقیہ آئے۔ سات برس کی عمر میں تونس گئے، اور نو برس وہاں قیام کیا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں اُنھوں نے قرآن حفظ کیا۔ قیروان کے مقام پر اُنھوں نے علی ابن زیاد سے طاسنی، پھر مشرق کا سفر کیا۔ جہاں وہ امام مالک کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ عراق میں وہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں یعنی ابویوسف، اسد ابن عمر اور محمد ابن حسن سے ملے یہیں عراق میں اُنھوں نے حدیث اور فقہ حاصل کی۔ امام مالک کی وفات کے بعد وہ مصر چلے آئے، اور ابن قاسم رحمۃ اللہ سے اسدیہ حاصل کی۔ اس طرح علم و فضل حاصل کرنے کے بعد وہ قیروان واپس آئے، اور بہت سے لوگوں نے اُن سے موطا اور دیگر کتب حاصل کیں۔ ۲۰۳ھ میں زیادۃ اللہ ابن ابراہیم اغلبی نے اِن کو افریقیہ کا قاضی مقرر کیا، اور جب اُس نے صقلیہ کے جزیرہ پر فوج کشی کی تو اِن ہی کو فوج کا افسر مقرر کیا۔ اسی جزیرہ میں اُنھوں نے ۲۱۳ھ میں زخموں کی وجہ سے شہادت پائی، رحمۃ اللہ۔ کہتے ہیں کہ افریقیہ میں وہ پہلے شخص ہیں،

---

[۵۱] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شہرستانی (مطبوعہ یورپ) صفحہ ۱۰۱ الخ۔

جن کے ہاتھ میں قضا اور امارت دونوں جمع کر دی گئی تھیں[۵۱] وہ فقہ مالکی کے متعلق اسدیہ نام ایک کتاب کے مصنف بھی ہیں۔

(۱۵) صاحب البرید۔ بقول ابن طقطقی[۵۲] سب سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ محکمہ قایم کیا۔ اس کی غرض و غایت یہ تھی کہ مختلف دور دراز صوبوں سے تمام خبریں بسرعت تمام دارالخلافہ پہنچ سکیں۔ برید[۵۳] کے لغوی معنی بارہ میل کی منزل کے ہیں، اور اغلب یہ ہے کہ دو منزلوں کے درمیان بارہ میل کا فاصلہ ہونے کی وجہ سے اس محکمہ کو یہ نام دیا گیا تھا۔ عبدالملک ابن مروان نے جہاں اور بہت سی اصلاحات کی تھیں وہاں اُس نے محکمہ برید کو بھی بہت ترقی دی، اور خبروں کے علاوہ یہ محکمہ اب مسافروں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانے لگا۔ بنی عباس کے زمانہ میں دوسرے محکموں کی طرح اس محکمہ میں بھی بہت ترقی ہوئی۔ اُس کے زمانہ میں صاحب البرید محض پوسٹ ماسٹر ہی نہیں رہ گیا بلکہ وہ مرکزی حکومت کا ایک افسر تھا جو عاملوں اور والیوں کی نگرانی کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا تھا۔ اُس کا کام یہ تھا کہ حکومت کو صوبے کے تمام حالات سے باخبر رکھے، چنانچہ ہم تک بعض واقعات ایسے پہنچے ہیں جن سے اس معاملہ میں صاحب البرید کی مستعدی معلوم ہوتی ہے۔ بنی عباس کے زمانہ میں اس محکمہ نے اتنی ترقی کر لی تھی کہ اگر انتظام سلطنت میں صرف اسی کو پیش نظر رکھا جائے تو بھی اُن کی عظمت کے لئے کافی و وافی ہے[۵۴]۔

---

۵۱ ریاض النفوس فی طبقات علماء قیروان و افریقیہ (منقول از ببلوتھیکا اربو سیکولا جمع کردہ اماری مطبوعہ یورپ ۱۸۵۷ء صفحہ ۱۸۵-۱۸۰)۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو میرا مضمون مطبوعہ رسالہ "معارف" بابت ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ۔ ۵۲ الفخری۔ مطبوعہ مصر صفحہ ۷۶۔ ۵۳ ایضاً۔ ۵۴ مزید دلچسپ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: صلاح الدین خدابخش کی "دی اورینٹ انڈر دی کیلفس" صفحہ ۲۲۶-۲۳۵ و ۲۲۹۔

(۱۶) بنی اغلب کا شجرۂ نسب:۔ سٹینلے لین پول کے مطابق اُن کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے :۔

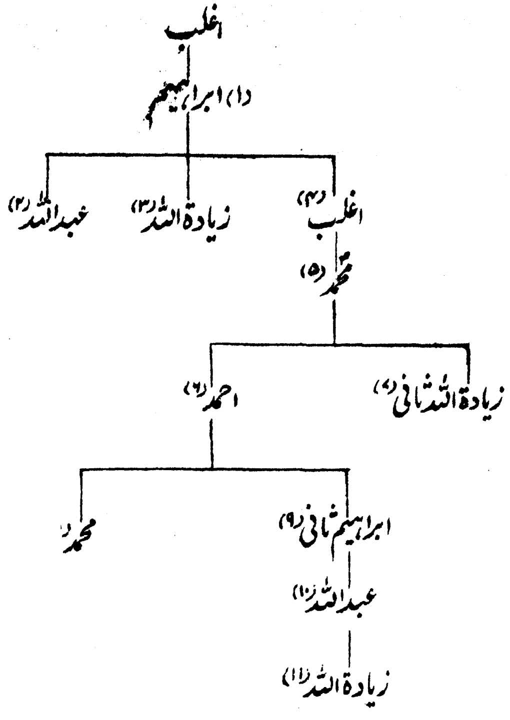

مگر ابن عذاری نے بالکل صاف لکھا ہے کہ بنی اغلب کا پانچواں بادشاہ محمدؒ لاولد (عقیم) تھا، اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا نہیں۔ بلکہ اُس کے بھائی محمد کا بیٹا بادشاہ ہوا تھا۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے اور ابن عذاری کے مطابق شجرۂ نسب تیار کیا جائے تو مکمل شجرۂ نسب حسب ذیل ہوگا۔

---

۵۱ محمڈن ڈائنسٹیز۔ صفحہ ۳۸ ۔

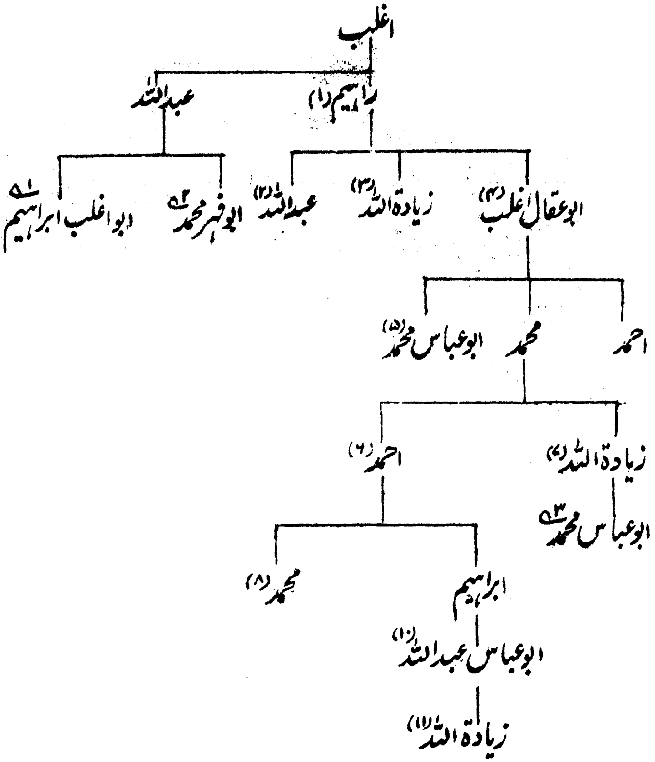

(۱۷) سحنون: — ابوسعید عبدالسلام بن سعید التنوخی الملقب بہ سحنون یکم رمضان سنہ ۱۶۰ھ کو پیدا ہوئے۔ ابن قاسم ابن وہب اور اشہب سے علم حاصل کیا اور آخر کار مغرب کے سب سے بڑے عالم تسلیم کئے گئے۔ وہ فقہ مالکی کے عالم تھے اور کہا کرتے تھے کہ افسوس ہے کہ ہمیں امام مالک کا زمانہ دیکھنا نصیب ہوا اور مفلسی کی وجہ سے ابن قاسم سے علم حاصل کرنا پڑا۔ آخر میں وہ قیروان کے قاضی مقرر ہو گئے تھے۔ انہوں نے مالکی فقہ میں کتاب المدونہ تصنیف کی تھی جس میں اپنے استاد ابن قاسم سے بہت کچھ مدد لی تھی۔ اہل قیروان میں یہی کتاب مستند مانی جاتی ہے سب سے

---

۹۱ والی صقلیہ۔ ۹۲ والی صقلیہ۔ ۹۳ قتیل اطرابلس۔

پہلے یہ کتاب قاضی ابن فرات نے عراق سے واپس آنے کے بعد لکھنی شروع کی تھی۔ حقیقت میں محض چند ایسے سوالات کے جوابات تھے جو ابن قاسم سے پوچھے گئے تھے۔ قاضی اسد نے اُس کا نام اسدیہ رکھا تھا۔ سحنون نے اُسے اُن سے نقل کیا، اور پھر خود ۱۸۸ھ میں ابن قاسم کے سامنے پڑھ کر اُس کی صحت کی، اور ۱۹۱ھ میں اُسے لے کر قیروان آئے۔ اسد ابن فرات کی کتاب غیر مرتب تھی۔ سحنون نے اُسے مرتب کیا، اور جو کچھ خود درست نہ کر سکے وہ ویسی ہی رہ گئی۔ اس محنت و مشقت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسد ابن فرات کے نسخے سے زیادہ سحنون کا نسخہ مستند سمجھا جانے لگا، اور کتاب المدونہ کے نام سے لوگوں میں مقبول ہوا۔ سحنون نے منگل کے روز ۹ رجب ۲۴۰ھ کو وفات پائی۔

ان کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ نہ صرف اُن کا شاگرد ہونا بلکہ اُن کے شاگرد کا شاگرد ہونا بھی افریقیہ میں باعث فخر و مباہات سمجھا جاتا تھا۔ حدت ذہن کی وجہ سے اُن کا نام سحنون[۵۲] پڑ گیا تھا۔

(۱۸) **بنی رستم:۔** اس خاندان کا بانی عبدالرحمٰن ابن رستم جنگ قادسیہ کے ایرانی سپہ سالار رستم کا بیٹا تھا۔ فتح ایران کے بعد اسلام لایا اور افریقیہ کی فتح کے لئے جو فوجیں بھیجی گئی تھیں اُن میں شامل ہو کر افریقیہ پہنچا[۵۳]۔ یہاں وہ اباضیہ فرقے میں شامل ہو گیا، اور یمنیوں کے طرفداروں سے مل گیا۔ عبدالرحمٰن ابن حبیب کے قتل کے بعد جب خارجیوں اور بربریوں نے افریقیہ اور مغرب میں فتنہ برپا کیا تو اسی فتنہ میں عبدالرحمٰن ابن رستم سب سے پہلے مشہور ہوا۔ زناتہ اور ہوارہ کے قیروان پر قبضہ کر لینے کے بعد اسی عبدالرحمٰن کو ۱۴۱ھ میں ابو الخطاب

---

۵۱ ابن خلکان مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۹۱۔ ۵۲ سحنون مصر کی ایک چڑیا کا نام ہے (اقرب الموارد) اردو نام معلوم نہ ہو سکا۔ ۵۳ ابن خلدون (دول الاسلامیہ) جلد اول صفحہ ۱۵۳ و ۱۳۹۔

عبداللہ بن سمح المعافری، امام اباضیہ نے اس شہر کا حاکم مقرر کیا۔ خلیفہ منصور عباسی کے عامل افریقیہ محمد ابن اشعث، کے افریقیہ آنے پر وہ قیروان بھاگا اور ۱۴۴ھ میں تاہرت کا شہر بسایا اور وہاں اپنے خاندان کی حکومت کی بنا ڈالی بربریوں نے اسے خلیفہ تسلیم کیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عبدالوہاب (یا عبدالوارث) بادشاہ ہوا۔ اس نے ۱۹۶ھ میں طرابلس کا محاصرہ کیا، اور آخر بنو اغلب کو اس سے صلح کرنی پڑی۔ عبدالوہاب کا جانشین اس کا بیٹا میمون (یا افلح) ہوا۔ اس شخص کو بھی اباضیہ اور صفریہ و اصیلہ اپنا امام اور خلیفہ مانتے تھے۔ اس طرح یہ حکومت ۲۹۶ھ تک برابر قایم رہی، اور انجام کار عبیداللہ المہدی شیعی کے ہاتھوں برباد ہوئی۔ عروبہ ابن یوسف کتامی نے اس علاقے کو فتح کیا، اور ابو حمید دواس ابن صولات کو یہاں کا والی بنایا*۔

بنی رستم کا شجرۂ نسب یہ ہے:۔

- رستم
  - (۱) عبدالرحمن
    - (۲) عبدالوہاب ۵۱
      - (۳) ابو سعید افلح ۵۲
        - (۷) یعقوب
        - (۴) ابوبکر
        - (۵) ابو الیقظان محمد
          - (۸) یقظان
          - (۶) ابوحاتم یوسف (دوبار)

---

* مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ابن خلدون (دول الاسلامیہ) جلد اول صفحہ ۱۴۸-۱۴۰ و صفحہ ۱۵۵-۱۵۴

۵۱ یا عبدالوارث (ابن خلدون جلد اول صفحہ ۱۵۳)۔ ۵۲ یا میمون (ایضاً)۔

(۱۹) جہمیہ:- جہم ابن صفوان کے پیروؤں کا ایک معتزلی فرقہ تھا۔ یہ شخص خود جبریہ خالصہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس کی بدعت سب سے پہلے ترمذ میں ظاہر ہوئی، اور سالم ابن احوز المازنی نے بنی اُمیہ کے آخری زمانہ میں اُسے مرو میں قتل کیا۔ جہم ابن صفوان صفات ازلیہ کے انکار میں عام معتزلہ کے ساتھ تھا۔ مگر اُس نے اُن میں چند اور عقائد کا بھی اضافہ کیا تھا[۵۱]۔

(۲۰) ادارسہ:- خلافت اموی کے عہد مروان حمار میں اختلال اور بنی عباس کے خلیفہ ہونے کے قبل تمام اہل بیت مدینہ میں جمع ہوئے تاکہ آئندہ خلافت کے متعلق فیصلہ کریں۔ اس مجلس میں ابوجعفر منصور بھی شامل تھا۔ یہاں یہ فیصلہ ہُوا کہ محمدؐ ابن عبداللہ الکامل نفس الزکیہ کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ منصور نے بھی محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آخر کار جب خلافت بنی عباس میں منتقل ہو گئی، اور منصور اپنے بھائی سفاح کے بعد خلیفہ ہُوا تو اُسے بنو علی کی طرف سے خوف ہُوا۔ اُس نے شروع سے ہی اُن کی مخالفت کی، اور خصوصاً محمد النفس الزکیہ اور اُن کے بھائی ابراہیم کی تلاش شروع کی۔ آخر جب محمدؐ اس طلب و تلاش سے بالکل تنگ آ گئے تو ۱۴۵ھ میں وہ مدینہ میں ظاہر ہوئے، اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے گزشتہ واقعہ کی بنا پر اُن کے حق میں فتوے دیئے[۵۲] اور لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ محمدؐ نے مہدی کا لقب اختیار کیا، اور بغاوت نے سخت خطرناک صورت اختیار کر لی۔ آخر کار منصور نے اپنے چچا زاد بھائی عیسے ابن موسےٰ کو اُن کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ محمدؐ کو شکست ہوئی اور وہ حمید ابن قحطبہ کے ہاتھ سے

۵۱۔ ان عقائد کے لئے ملاحظہ ہو شہرستانی۔ (مطبوعہ یورپ ۱۸۴۶ء) صفحہ ۶۱-۶۰، صفحہ ۶۵۔

۵۲۔ کتاب استقصا۔ جلد اول۔

شہید ہوئے۔ یہ نصف رمضان ۱۴۵ھ کا واقعہ ہے۔ اُن کے بیٹے علی نے سندھ میں پناہ لی اور وہیں وفات پائی۔ اس واقعہ کے بعد محمدؐ کے بھائی ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا، اُن کو بھی اسی سال ماہ ذیقعد میں عیسٰے ابن موسٰے ہی نے شکست دی اور شہید کیا۔ بنی عباس کے زمانہ میں بنو علی کی یہ پہلی سیاسی جدوجہد تھی۔

۱۶۹ھ میں موسٰے الہادی کے عہد خلافت میں حسین ابن علی ابن حسن ابن حسن ابن حسن ابن علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہم اجمعین نے مدینہ میں خروج کیا۔ اُن کے ساتھ اُن کے خاندان کے چند لوگ بھی تھے، جن میں محمد النفس الزکیہ اور ابراہیم کے بھائی ادریس، یحییٰ اور سلیمان شامل تھے۔ حسین نے مدینہ پر قبضہ کر لیا، اور وہاں کے لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد ماہ ذیقعد میں مکہ آئے، اور یہاں ۸ رذی الحجہ کو بنی عباس کے اُن آدمیوں نے جو حج کی غرض سے آئے تھے حسین سے لڑ کر انہیں شکست دی، اور اسی جنگ میں وہ کام آئے سلیمان بھی یہیں شہید ہوئے۔ دوسرے منہزمین نے حاجیوں میں مل جُل کر اپنی جان بچائی۔ یحییٰ یہاں سے بچ کر دیلم پہنچے، اور وہاں بغاوت کی۔ اس بغاوت کو فضل ابن یحییٰ برمکی نے فرو کیا اور یحییٰ کو لے کر ہارون کے پاس پہنچا، جہاں باوجود ہر قسم کے عہد و پیمان کے اُن کا کام تمام کر دیا گیا۔

اب صرف ادریس باقی رہ گئے تھے، وہ مصر بھاگے۔ یہاں کا صاحب البرید واضح مولائے صالح ابن منصور المعروف بہ مسکین شیعہ تھا۔ اُس نے اُن کو برید کے ذریعے سے مغرب بھیج دیا۔ اس طرح ادریس اور اُن کا مولےٰ راشد ولیلہ پہنچے، اور یہیں پر اُنہوں نے خاندان ادریسیہ کی بنا ڈالی۔

اُن کے خاندان کے حالات کو روشن تر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن کے شجرۂ نسب کو پیش نظر رکھا جائے، اور اسی خیال سے ذیل میں شجرۂ

نسب دیئے گئے ہیں جن سے اُن کے خاندان کے حالات بالکل منکشف ہو جائینگے۔ پہلا شجرۂ نسب[۵۱] صرف اُن بنو ادریس کا ہے' جو بادشاہ ہوئے' اور دوسرے[۵۲] شجرہ میں اس خاندان کے تمام افراد کے نام ہیں۔ جب تک اُن کو خیال میں نہ رکھا جائے کم از کم افریقیہ کی تاریخ کے ایک حصہ کا سمجھنا دشوار ہوگا۔

---

[۵۱] یہ شجرہ رعینی کی کتاب المونس فی اخبار تونس (مطبوعہ تونس) سے ماخوذ ہے۔ اس شجرہ کا لین پول کی فہرست سے مقابلہ کیا جائے تو دونوں میں بہت فرق معلوم ہوگا۔ لین پول بادشاہوں کی تعداد دس بتاتا ہے' اور رعینی بارہ۔ اسی طرح شجرہ میں بھی فرق ہے۔

[۵۲] یہ شجرہ یعقوبی کی صفتہ المغرب (ماخوذ من کتاب البلدان) مصحّحہ ڈ' خویہ مطبوعہ لیڈن سنہ ۱۸۶۰ء صفحہ ۱۲۲ سے منقول ہے

شجرہ نسب شاہان بنی ادریس

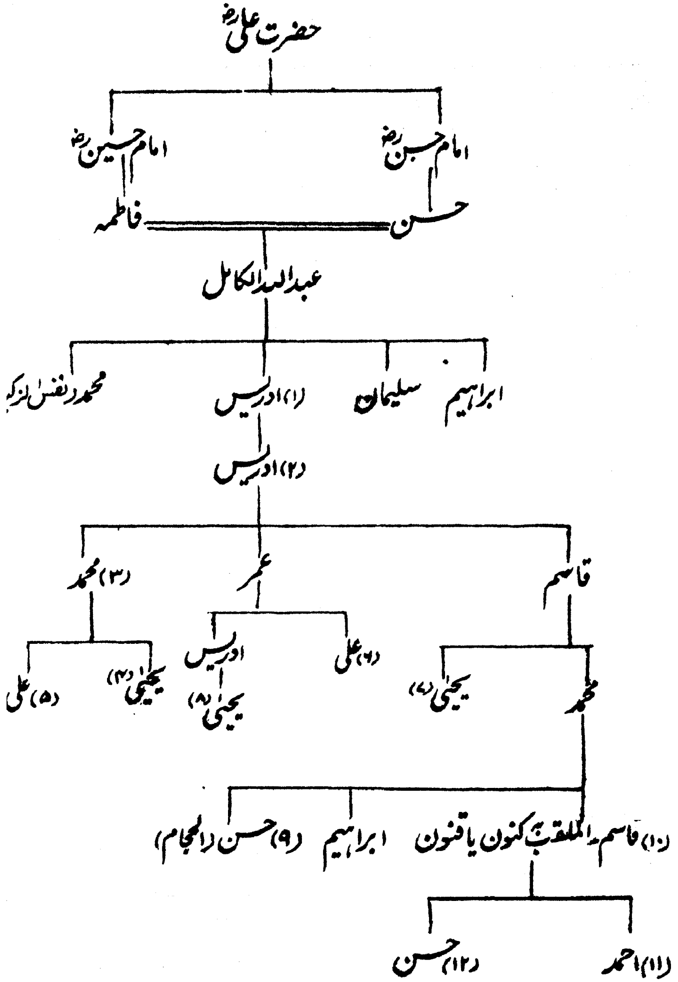

شجرۂ نسب خاندان بنوادریس

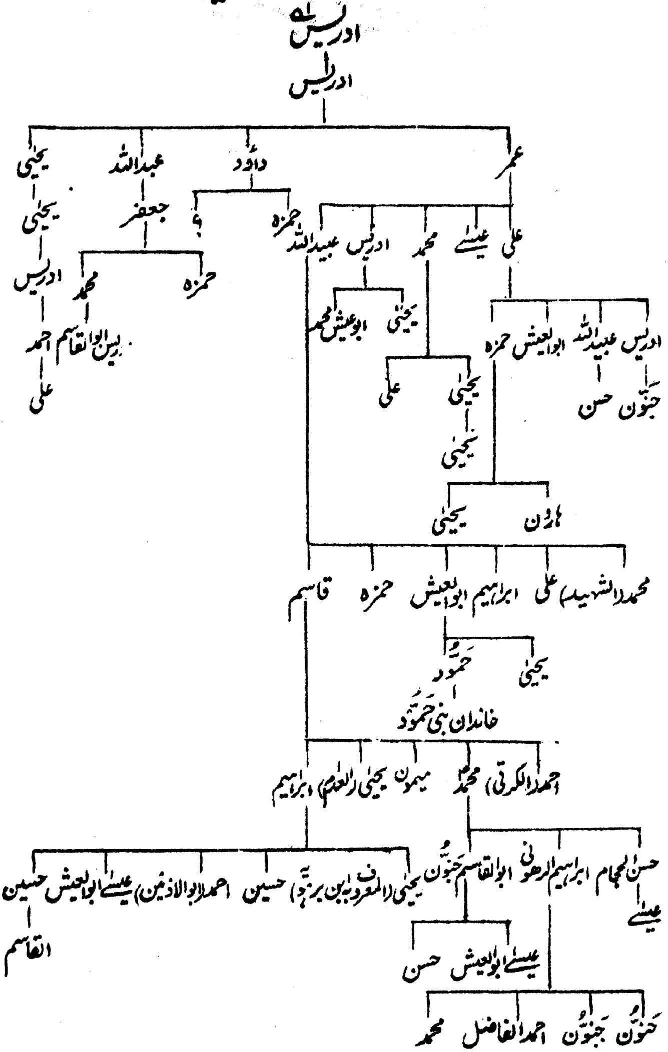

له اس سے بھی زیادہ مفصل اور قدر مختلف شجرۂ نسب کے لئے ملاحظہ ہو

شجرہ نسب نمبر (۷) سطر ۱۲۶ الخ ۔ (مترجم)

(۲۱) ابراہیم ابن احمد کی تخت سے دست برداری کی وجہ:۔
جیسا کہ ابن غذاری کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے، ابراہیم ابن احمد آخری زمانۂ حکومت میں ظلم و تعدی کا مجسمہ بن گیا تھا جب یہ ظلم بالکل ناقابل برداشت ہو گیا تو آخر اہل تونس نے خلیفہ معتضد عباسی (المتوفی جمادی الاول ۲۸۹ھ) کے پاس اس کی سوء سیرت اور بد اخلاقی کی شکایت کی، جس سے خلیفہ اُس سے ناخوش ہو گیا۔ مرنے سے پہلے ۲۸۹ھ میں اُس نے اپنا ایک ایلچی ابراہیم کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اپنے آپ کو معزول سمجھ کر اپنے بیٹے ابوالعباس کو افریقیہ کا عامل بنا دے اور خود خلیفہ کے پاس چلا آئے۔ ابراہیم تخت سے تو دست بردار ہو گیا مگر خلیفہ کے پاس جانے سے گھبرایا۔ پھر حج کا ارادہ کیا۔ مگر بنی طولون کے خوف اس ارادہ کو بھی فسخ کر دیا۔ آخر ۲۸ رجب ۲۸۹ھ کو جہاد کے قصد سے صقلیہ چلا گیا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے پہلے تو نظم و نسق درست کیا، اور پھر جہاد کے لئے تیار ہوا۔ اپنے دو بیٹوں کو مختلف جہات میں اس غرض کے لئے روانہ کیا، اور خود بہت سی فتوحات حاصل کرنے کے بعد کسنہ پہنچا مسلمان شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ ابراہیم بیمار ہوا، اور ۲۷ ذیقعد ۲۸۹ھ کو ہفتہ کی رات وفات پائی۔ مسلمانوں نے کسنہ کو امان دی، اور بلرم واپس آئے۔ یہیں ابراہیم کو دفن کیا گیا، اور اس کی قبر پر ایک عمارت بنائی۔[۵۰]

(۲۲) سفیان ابن عیینہ:۔ ابو محمد سفیان بن عیینہ بن ابو عمران میمون الہلالی نصف شعبان ۱۰۷ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ وہاں سے اُن کے باپ اُنہیں مکۂ معظمہ لے گئے ۔ اس کے بعد بیس برس کی عمر میں سفیان پھر

۵۰؎ نویری کی نہایۃ الارب فی فنون الادب (منقول انا ماری۔ کتاب مذکورہ بالا) صفحہ ۲۵۳-۲۵۱۔

کوفہ واپس آ گئے۔ فقہ اور حدیث کے زبردست عالم اور زاہد و عابد شخص تھے۔ الزہری، ابو اسحاق سبیعی، عمرو ابن دینار، محمدؐ ابن منکدر اور ابو الزناد سے اُنہوں نے، اور اُن سے امام شافعی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اُنہوں نے اپنی عمر میں ستر حج کئے تھے، اور عراق میں امام اعظم علیہ الرحمت نے اُن کو محدث تسلیم کیا تھا۔ جمادی الآخر یا رجب ۱۹۸ھ میں مکہ میں انتقال کیا [۵۱]۔

(۲۳) فرقۂ میمونیہ:۔ یہ فرقہ دراصل شیعوں کے فرقۂ خطابیہ کی ایک شاخ ہے۔ خطابیہ ابو الخطاب محمدؐ ابن ابو زینب الاسدی کے پیرو تھے۔ یہ شخص حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے طرفداروں میں شامل تھا، مگر جب امامؓ کو اُس کے غلوِ باطل کا علم ہوا تو اُنہوں نے اُسے دھتکار دیا اور اُس پر لعنت بھیجی۔ یہ دیکھ ابو الخطاب نے اپنی امامت کا دعوے کیا، اور یہ ظاہر کیا کہ امام ہی نبی اور خدا ہوتے ہیں؛ چنانچہ اُس نے خود امام جعفرؓ کو خدا مانا۔ جب یہ بدعت پھیلنے لگی تو منصور عباسی کے چچا زاد بھائی عیسٰے ابن موسٰے نے اُسے قتل کر دیا۔ اُس کے بعد یہ فرقہ مختلف گروہوں میں منقسم ہو گیا؛ مثلاً معمریہ، بزلغیہ، اور عجلیہ وغیرہ [۵۲]۔

(۲۴) افریقیہ اور مغرب میں عربوں کا داخلہ اور اُس کے اسباب

ابن عذاری کے پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ معز کے زمانہ میں دریائے نیل کے پار سے عربوں کے سیلاب کو یک بارگی افریقیہ اور مغرب کی طرف ڈھکیل دیا گیا، اور ان لوگوں نے خاصی اچھی بنی بنائی تہذیب اور حکومت کو بالکل تہ و بالا کر ڈالا۔ مگر ابن عذاری سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ عرب نیل کے کناروں پر کب آ

---

۵۱ ابن خلکان۔ مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۲۱۱۔

۵۲ شہرستانی (مطبوعہ یورپ) صفحہ ۱۳۷-۱۳۶۔

بسے تھے اور آخر کون سے۔ ابن خلدون نے اس کی تصریح کی ہے۔
ہلال اور سلیم کے قبیلے مضری تھے اور خلافت عباسی کے آغاز سے ہی اُنھوں نے بدوی زندگی اختیار کرلی تھی، اور حجاز سے لے کر نجد تک چراگاہوں کی تلاش میں گھوما کرتے تھے۔ بنو سلیم مدینہ کے قریب کے علاقے میں رہتے تھے اور بنو ہلال طائف کے قریب جبل غزوان میں۔ یہ لوگ گرمی اور جاڑے کے موسم میں عراق اور شام کے اطراف پر چھاپے مارتے تھے اور مسافروں کو لوٹا کرتے تھے۔ بسا اوقات بنو سلیم مکہ میں حاجیوں پر اور مدینہ میں زیارت نبوی صلعم کے لئے آنے والوں پر چھاپے مارنے سے دریغ نہ کرتے تھے، اسی لئے خلافت عباسیہ کو حاجیوں کی حفاظت وصیانت کے لئے اُن کے مقابلے میں برابر فوجیں بھیجنی پڑتی تھیں۔ آخر جب قرامطہ ظاہر ہوئے تو بنو سلیم اور ربیعہ ابن عامر کے قبیلہ کثیر(؟) کے لوگ اُن کے ساتھ مل گئے، اور بحرین اور عمان میں اُن کی فوجوں میں کام کیا۔ عبیدیین کے شام اور مصر پر غلبہ حاصل کرنے سے پہلے قرامطہ تمام شام کے علاقے پر قابض ہو چکے تھے۔ مگر عزیز عبیدی (۳۸۶-۳۶۵ھ) نے یہ علاقہ اُن سے فتح کرلیا اور اُنہیں پھر اُن کے پرانے مستقر بحرین کی طرف ڈھکیل دیا۔ اسی فتح میں اُس نے اُن کے عرب طرفداروں یعنی بنو سلیم اور بنو ہلال کو وہاں سے مصر صعید اور نیل کے شرقی کنارے پر منتقل کیا۔ یہ لوگ یہاں مقیم ہوئے اور حسب دستور شہروں کو نقصان پہنچاتے رہے۔

افریقیہ میں بادیس صنہاجی کے مرنے کے بعد ۴۰۶ھ میں اُس کا بیٹا معز بادشاہ ہوا اور الظاہر عبیدی نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کے مطابق اُس کو افریقیہ کا باضابطہ والی بنادیا۔ ۴۲۷ھ میں الظاہر مر گیا اور اُس کا

بیٹا مستنصر خلیفہ ہُوا۔ معز صنہاجی نے باپ دادا کے طریقہ کے خلاف اہل سنت والجماعت کے عقائد کا اظہار کیا۔ جس سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بے انتہا شیعہ مارے گئے اور افریقیہ سے شیعہ حکومت اُٹھ گئی، مگر الظاہر اور مستنصر دونوں نے چشم پوشی کی اور معز نے بھی معافی مانگ لی۔ اور مزید احتیاط کے لئے عبیدیین کے مشہور و معروف وزیر ابوالقاسم احمد ابن علی جرجرائی سے برابر خط و کتابت کرتا رہا، تاکہ صنہاجی حکومت کو کسی قسم کا خطر باقی نہ رہ جائے۔ جرجرائی سنہ ۴۱۸ھ سے سنہ ۴۳۶ھ تک خلافت عبیدیین پر پورا حاوی اور مستولی رہا، مگر اس کے مرتے ہی صورت حالات بدل گئی۔ ابو محمد حسن ابن علی الیازوری اب وزیر ہُوا۔ اس نے ثمال ابن صالح عامل حلب اور معز ابن بادیس عامل افریقیہ پر سختی کی نتیجہ یہ ہُوا کہ ان دونوں نے بغاوت کی، اور معز نے قسم کھائی کہ وہ بجائے ان کے عباسیوں کا مطیع ہو جائیگا، اور عبیدیین کا نام و نشان منبروں، جھنڈوں وغیرہ پر سے مٹا دیگا۔ چنانچہ اس نے القائم عباسی سے بیعت کی اور سنہ ۴۳۷ھ میں ان ہی کا نام خطبوں میں پڑھے جانے کا حکم دیا۔ القائم نے بھی اُسے سیاہ خلعت سے سرفراز کیا۔

خلیفہ مستنصر عبیدی کو یہ حال معلوم ہُوا تو اُسے اور دیگر اراکین سلطنت کو سخت تشویش ہوئی۔ اُس وقت بنو ہلال کے قبائل یعنی جشم، اثبج، زغبہ، ریاح، ربیعہ اور عدی بدستور مصر صعید کے میدانوں میں مقیم تھے۔ ان کی طرف سے تکلیفیں بڑھتی جاتی تھیں، اور شہر برباد ہو رہے تھے۔ مستنصر کو یازوری نے یہ مشورہ دیا کہ ان لوگوں کے رئیسوں کو بلایا جائے، اُن کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور اُن کو عمال افریقیہ کا والی بنا کر صنہاجیوں سے جنگ کرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح اگر یہ کامیاب ہو گئے تو افریقیہ کے دور اُفتادہ

صوبے کے یہ لوگ عامل ہو جائینگے، اور سلطنت کو اُن کے فسادات سے امن مل جائیگا۔ اور اگر ناکام رہے تو اُس کا انتظام پھر ہو سکتا ہے، کیونکہ بہرحال عرب صنہاجی حکومت کے مقابلے میں آسانی سے قابو آ سکتے ہیں۔ یازوری کے اس مشورہ پر عمل کیا گیا۔ مستنصر نے یازوری ہی کو ان عرب رئیسوں کے پاس بھیجا، اُن کو اپنی سخاوجود سے مالا مال کر دیا، اور اُن میں سے ہر شخص کو ایک پوستین اور ایک دینار عنایت کیا۔ اب تک اُن کو دریائے نیل عبور کرنے کی اجازت نہ تھی، اب اُن کو اس کی اجازت دی اور اُن سے کہا کہ میں نے مغرب اور معز ابن بادیس باغی کا تمام ملک ہمیشہ کے لئے تم کو دے دیا ہے۔ اُنھوں نے ۴۴۱ھ میں نیل عبور کیا[۵۱]۔

ابن غداری کا خیال ہے کہ ابو القاسم جرجرائی نے اُن کو نیل عبور کرنے کی اجازت دی تھی، مگر علامہ ابن خلدون اُس کو تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے نزدیک یازوری کی اجازت سے اُنھوں نے دریا کو عبور کیا تھا[۵۲]۔

(۲۵) لمتونہ:۔ قبیلۂ لمتونہ صنہاجہ کی ایک شاخ ہے اُن کا دعوے تھا کہ وہ عبد شمس ابن وائل بن حمیر کی اولاد سے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ بدوی تھے اور گوشت اور دودھ پر بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ مذہباً یہ لوگ سنی تھے۔

افریقیہ کی فتح کے بعد ایک عرصہ تک یہ لوگ بالکل خاموش زندگی بسر کرتے رہے اور تاریخ پر اُن کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ سب سے پہلے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اُس وقت برروئے کار آئے جبکہ عبد الرحمٰن الداخل اموی اندلس میں حکمران تھا۔ اس وقت اُن کا بادشاہ، جس کو سب سے پہلا بادشاہ کہا جا سکتا ہے، تیولثان ابن تیکلان تھا۔ اس کے عہد میں تمام بربری اور حبشیوں کے

---

[۵۱] ابن خلدون (دول الاسلامیہ) جلد اول صفحہ ۱۸-۱۶۔ [۵۲] ایضاً صفحہ ۱۸۔

بادشاہ اُس کے مطیع اور باج گزار ہوگئے تھے۔ وہ ۲۲۲ھ میں مرا، اور رافر بن بن نصیر بن فلویومان اُس کا جانشین ہوا۔ ۶۵ برس کی حکومت کے بعد وہ بھی ۲۸۷ھ میں مر گیا، اور نفیم بن اثیر بادشاہ ہوا۔ ۳۰۶ھ میں اُس نے بھی وفات پائی۔ اب صنہاجہ میں اختلاف پڑا، اور ایک سو بیس برس اسی فتنہ میں گزر گئے۔ آخر ابوعبداللہ محمد ابن تیفات لمتونی بادشاہ ہوا، اور لوگوں نے بھی اُس کی اطاعت قبول کر لی۔ مگر تین سال بعد ہی یہ ایک لڑائی میں شہید ہو گیا، اور یحییٰ ابن ابراہیم کدالی اُس کا جانشین ہوا۔ اُس نے ۴۲۷ھ تک حکومت کی، اور اُس کے بعد اپنے بیٹے ابراہیم کو حکومت کا کام سپرد کر کے خود حج کے ارادے سے مشرق چلا گیا۔ واپس آتے ہوئے وہ قیروان میں ٹھیرا، اور ابو عمران موسےٰ ابن ابوحجاج فاسی کی مجلس تدریس میں شامل ہوا۔ ان ہی سے اُس نے استدعا کی کہ اُس کے ساتھ کوئی ایسا آدمی کر دیا جائے جو اُس کی قوم کے محض جاہل اور کندۂ ناتراش لوگوں کو سنت وقرآن کی تعلیم سے بہرہ ور کرے۔ ابوعمران نے خود تو اُسے آدمی نہ دیا مگر وہاج ابن زلوا کے نام ایک سفارشی خط دے دیا۔ اُنہوں نے اپنا ایک طالب علم عبداللہ ابن یاسین جزولی اس غرض کے لئے اُس کے ساتھ کر دیا۔ یہ دونوں قبیلہ کدالہ میں پہنچے۔ عبداللہ نے نہایت تندہی اور سختی سے منکرات و بدعات کا سدباب کرنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوام الناس اُن سے بگڑ گئے، اور آخر تنگ آ کر عبداللہ نے وہاں سے رخصت ہونے کا ارادہ کر لیا۔ یحییٰ نے اُنہیں سمجھا کر ایک جزیرہ میں رہنے، سبزی اور مچھلی پر بسر اوقات کرنے اور خدا کی عبادت میں مشغول ہو جانے پر رضامند کر لیا۔ چنانچہ عبداللہ یحییٰ اور دوسرے سات آدمیوں کو لے کر اس جزیرہ میں مقیم ہو گیا اور وہاں ایک (فوجی) خانقاہ (رابطہ) کی بنا ڈالی۔ ان لوگوں کے زہد و عبادت کے قصے

عام طور پر مشہور ہونے لگے تو آہستہ آہستہ اور لوگ بھی شرائع اسلام اور قرآن کی تعلیم کے لئے اُن کے پاس جمع ہو گئے۔ یہی لوگ مرابطین کے نام سے مشہور ہوئے۔

جب اُن کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہو گئی، اور عبداللہ کو اپنی طاقت پر پورا بھروسہ ہو گیا تو اُس نے ان لوگوں کو جہاد کی تعلیم دینی شروع کی۔ یہ لوگ اس سے متاثر ہو کر خانقاہ سے نکلے اور پہلے تو قبائل میں مذہب کی تبلیغ کی، اور جب اُس کا کوئی اثر نہ ہوا تو جنگ شروع کی۔ سب سے پہلے اُن کی لڑائی قبیلہ کدالہ سے ہوئی۔ اُس کے بقیۃ السیف لوگ پکے مسلمان ہو گئے۔ اب لمتونہ کی باری آئی۔ اس عرصہ میں عبداللہ نے اُن کے لئے ایک بیت المال قائم کیا۔ آئین وقوانین وضع کئے، اور یحییٰ ابن ابراہیم کے مرنے کے بعد یحییٰ ابن عمر لمتونی کو بادشاہ بنایا۔ مگر حقیقت میں حکومت کا تمام کام خود اللہ کے ہی ہاتھ میں تھا۔ سنہ ۴۴۷ھ میں سجلماسہ اور درعہ کے فقہاء نے اپنے عامل کے ظلم وستم کے خلاف عبداللہ سے مدد چاہی۔ مرابطین نے ان دونوں شہروں کو لوٹا اور منہدم کر دیا۔ سنہ ۴۴۸ھ میں یحییٰ کے مرنے کے بعد عبداللہ نے اُس کے بھائی ابوبکر ابن عمر کو بادشاہ بنایا۔ یہ نہایت پرہیزگار اور دین دار آدمی تھا۔ اُس کے زمانہ میں مرابطین نے برغواطہ پر جو صالح ابن طریف کے مذہب کے معتقد تھے غلبہ حاصل کیا۔ ان ہی جنگوں کے دوران میں عبداللہ ابن یاسین رحمہ اللہ نے سنہ ۴۵۱ھ میں شہادت پائی۔ اب ابوبکر ابن عمر بلا شرکت غیری بادشاہ ہو گیا۔

سنہ ۴۵۱ھ میں ہی ابوبکر اپنے چچا یوسف ابن تاشفین کو مغرب میں اپنا قائم مقام بنا کر خود اہل سودان سے لڑنے کے لئے چلا گیا۔ سنہ ۴۸۰ھ میں ابوبکر ان ہی کے علاقے میں لڑتا ہوا شہید ہوا، مگر اُس کی موت کا مرابطین پر کوئی بُرا اثر

نہیں پڑا کیونکہ ۴۵۳ھ تک یوسف ابن تاشفین بلاد مغرب پر پورا تسلط جما چکا تھا۔ اسی نے مراکش کا شہر بسایا اور اہل اندلس کے مدعو کرنے پر تین مرتبہ (۴۷۹ھ و ۴۸۱ھ و ۴۸۳ھ) اس ملک پر حملہ کیا۔ آخری حملے میں وہ ملک دبا بیٹھا۔ جب اندلس اور مغرب پر اس طرح قبضہ کر چکا تو اس نے امیر المسلمین کا خطاب اختیار کیا۔ سنہ ۵۰۰ھ میں یوسف نے ایک سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس کے بعد مراکش میں اس کے بیٹے علی ابن یوسف کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، اور امیر المسلمین کا لقب بدستور قایم رہا۔ علی نے ان علاقوں پر بھی غلبہ حاصل کیا جو اس کے باپ کی دست برد سے بچ رہے تھے۔ اُسی کے زمانہ میں ۵۱۴ھ سے مہدی محمد ابن تومرت ظاہر ہوا، اور علی کی فوجوں کو متعدد مرتبہ شکست دی۔ یہ پہلا صدمہ تھا جو مرابطین کی سلطنت کو پہنچا۔ علی ابن یوسف نے ۵۳۷ھ میں وفات پائی[۱] ۔

قبیلۂ لمتونہ کو ہی ملثمین بھی کہتے ہیں۔ اس نام کی تین وجہیں بیان کی جاتی ہیں۔ ابن خلکان کا قول ہے کہ حمیر گرمی اور سردی کی شدت سے بچنے کے لئے اکثر اپنے چہروں کو ڈھکے رہتے تھے، اور چونکہ لمتونہ کو اُن کی اولاد ہونے کا دعوےٰ تھا اس لئے اُن کے شرفاء میں بھی یہ رسم پڑ گئی تھی، اور آہستہ آہستہ عام و خاص تمام میں رائج ہو گئی تھی۔ ابن خلکان کا قول ہے کہ ان میں اس رسم کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے بعض دشمن اُن پر چھاپے مارا کرتے تھے، اور اُن کے غیاب میں اُن کی عورتوں اور مال کو لوٹ لیتے تھے۔ یہ دیکھ کر اُن کے چند رئیسوں نے اُن کو صلاح دی کہ دشمنوں کو دھوکا دینے کے لئے عورتوں کو تو مردانے کپڑے پہنا کر کہیں باہر بھیج دو اور خود زنانہ کپڑے پہن کر اور چہرے چھپا کر دشمن کے

---

[۱] زرعینی کی کتاب المونس فی اخبار افریقیہ و تونس (مطبوعہ الجزیرہ ۱۲۸۶ھ) صفحہ ۱۰۱-۱۰۲

انتظار میں بیٹھ جاؤ۔ اس مشورے پر عمل کیا گیا، اور لمتونہ نے اپنے دشمنوں پر فتح پائی۔ اُس وقت سے اُن میں یہ رسم جاری ہوگئی۔ علامہ ابن اثیر کا قول ہے کہ ایک مرتبہ لمتونہ کی ایک جماعت اپنے دشمنوں پر چھاپا مارنے کے لئے نکلی اور شکست کھائی۔ دشمن نے اُن کے گھروں تک اُن کا تعاقب کیا۔ یہاں اُن کے گھروں میں صرف بڈھے بچے اور عورتیں موجود تھیں۔ بڈھوں نے جب خطرہ کو محسوس کیا تو فوراً عورتوں کو مردوں کا لباس پہنا اور چہرے ڈھک کر میدان میں لا کھڑا کیا۔ دشمن اُن کو دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے، اور مویشی کو ہانک لے جانے کا فیصلہ کر ہی رہے تھے کہ پیچھے سے لمتونہ کے مرد آ گئے۔ دشمن دونوں طرف سے گھر گئے، اور بے شمار قتل ہوئے۔ اس کے بعد لمتونہ نے تبرکاً اس رسم کو اختیار کر لیا[5]۔

(۲۶) قائد اسطول:۔ یا "قائد الاساطیل" کا عہدہ مغرب اور افریقیہ میں ہمیشہ سے موجود تھا۔ اس عہدے دار کا نام الملند بھی ہوتا تھا۔ اسی علاقے کے امراء اور بادشاہوں نے اس فن میں سب سے زیادہ ترقی کی تھی، کیونکہ یہی ممالک بحر روم کے جنوبی ساحل پر واقع ہونے کی وجہ سمندر کی طرف سے بالکل کھلے ہوئے تھے، اور فرانس، اندلس، صقالبہ اور روم وغیرہ کی وجہ سے ہر وقت مخدوش حالت میں رہتے تھے۔ قدیم زمانے میں یہاں کے باشندے سمندری زندگی سے مانوس، اور جہاز رانی سے پورے واقف تھے۔ مگر مسلمان اس سے محض ناواقف تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمرو ابن العاص سے سمندر کے

---

[5] کتاب الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصے۔ مصنفہ سلاوی (مطبوعہ مصر) جلد اول صفحہ ۹۸ و ۹۹۔ لمتونہ کی تاریخ کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ایضاً جلد اول صفحہ ۱۳-۹۸

متعلق اطلاعات طلب کیں تو انہوں نے لکھا کہ: "البحر خلقٌ عظیمٌ یرکبهُ خلقٌ ضعیفٌ دودٌ علی عودٍ" حضرت عمرؓ نے سلمانوں کو سمندر میں سفر کرنے سے بالکل منع کر دیا تھا، اور حکم عدولی کرنے والے کو سزا دی تھی۔ یہ ممانعت امیر معاویہ کے زمانہ تک جاری رہی۔ اُن کے زمانہ میں معاویہ ابن حدیج نے صقلیہ پر فوج کشی کی جب مغرب اور افریقیہ فتح ہو گیا تو مسلمانوں نے ان ممالک کے باشندوں سے فن جہاز رانی سیکھا، اور بہت جلد اس قدر ترقی کی کہ شاگردوں سے بڑھ گئے، بلکہ چند نئی ایجادیں بھی کیں۔ عبدالملک ابن مروان سب سے پہلا شخص ہے کہ جس نے اپنے عامل افریقیہ حسان ابن نعمان کو حکم دیا تھا کہ وہ تونس میں دارالصناعت قائم کرے۔ اس دارالصناعت (کارخانۂ جہاز سازی) کی تکمیل حضرت موسےٰ ابن نُصیر نے کی۔ اِس کے بعد مسلمان برابر اس فن میں ترقی کرتے گئے۔ جہازوں کا بیڑا اُن کے ہاں ہر وقت تیار رہنے لگا جس کے افسر اعلےٰ کا نام قائدالاصطول تھا۔ اس طرح مسلمان بہت جلد بحر روم پر بلا شرکت غیرے حاوی ہو گئے۔ یہ تفوق موحدین کے زمانہ تک برابر قایم رہا[۵۱]۔

(۲۷) نارمنوں (افرنجیوں) کا مہدیہ پر غلبہ: جب اُمرائے صنہاجیہ کی سلطنت میں زوال آگیا تو افریقیہ کے مختلف علاقوں میں خودمختار حکومتیں قایم ہونے لگیں۔ حسن ابن علی صنہاجیوں کا آخری بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت کے زمانہ میں ابویحییٰ ابن مطروح نے اطرابلس پر قبضہ کر لیا، اور خودمختار ہو بیٹھا اس سے کچھ عرصہ قبل نارمنوں کی طاقت بڑھ رہی تھی، اور وہ ہر طرف اپنی حکومتیں قائم کر رہے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے صقلیہ پر اپنا سکہ جمانا شروع کیا، اور آخر مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فایدہ اُٹھا کر ۴۴۳ھ میں رجار

---

۵۱ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون۔ مطبوعہ بولاق ۱۳۲۰ھ صفحہ ۲۳۸-۲۴۳

نے اُس پر مستقلاً قبضہ کر لیا اور اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد رجار صاحب صقلیہ نے مختلف جہات و اطراف میں اپنی سلطنت کو وسیع کرنا شروع کر دیا۔ اور اسی سلسلہ میں اُس نے ۵۳۷ھ میں اطرابلس کے خلاف اپنا بیڑا روانہ کیا، جس نے فصیل شہر میں شگاف بھی کر دیا۔ باشندگان شہر نے ایسے وقت میں عربوں سے مدد مانگی، اور اُنہوں نے نارمنوں کو شکست دے کر شہر کو بچا لیا۔ ۳ محرم ۵۴۱ھ میں یہ بیڑا پھر واپس آیا، اور خشکی اور سمندر، ہر طرف سے شہر کو گھیر لیا۔ اس مرتبہ نارمنوں کے حملے سے قبل اہل اطرابلس میں ایک انقلاب ہوا تھا اور بنو مطروح کو نکال کر اُن کی جگہ لمتونہ کے ایک امیر کو جو حج کے ارادے سے نکلا تھا، اپنا امیر بنا لیا۔ بہرحال اس موقع پر تین دن تک فریقین میں جنگ ہوتی رہی۔ تیسرے دن بنو مطروح کے طرفداروں نے لوگوں کے انہماک سے فایدہ اُٹھا کر بنو مطروح کو پھر شہر میں داخل کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نازک وقت میں شہر کے باشندوں میں لڑائی ٹھن گئی، اور شور و شغب واقع ہوا۔ نارمنوں نے اس سے فایدہ اُٹھایا، سیڑھیاں لگا کر فصیل پر چڑھ گئے، اور وہاں اپنا جھنڈا نصب کر دیا۔ اب اُنہوں نے شہر کو لوٹا اور عورتوں کو قید کیا۔ جو لوگ بھاگ سکے اُنہوں نے بھاگ کر عربوں اور بربریوں کے پاس پناہ لی۔ پھر نارمنوں نے بھی امن و امان کا اعلان کیا، اور چھ ماہ قیام کر کے شہر کی فصیلوں کو تعمیر کیا، خندقیں کھودیں اور واپس جاتے ہوئے باشندوں سے یرغمال لے گئے، اور ابن مطروح ہی کو شہر کا والی بنا دیا[۵]۔

---

[۵] نویری اور ابن خلدون (اماری کتاب مذکورہ بالا صفحہ ۴۵۷، ۴۸۹)۔

(۲۸) نارمنوں (افرنج) کے مہدیہ پر قبضہ اور توجیہ جرجرائی (ریا یا زوری) کے طرزِ عمل سے عربوں کو افریقیہ میں داخل ہوجانے کا موقع مل گیا، اور اُنہوں نے تمام ملک کو تہ و بالا کر ڈالا۔ اسی وجہ سے صنہاجیوں کی حکومت میں رخنہ پڑا، اور عرب قبائل مختلف اعمال کو دبا بیٹھے۔ ان ہی میں سے بنی دہمان نے ایک شخص رشید ابن کامل ابن جامع نے قابس پر قبضہ کر لیا۔ بنی دہمان، ریاح کا ایک قبیلہ تھا اور ریاح بنو ہلال کا ایک بطن ہے۔ رشید سنہ ۵۴۲ھ میں مر گیا۔ اُس کے مولےٰ یوسف نے اُس کے صغیر سن بیٹے محمد ابن رشید کو تخت پر بٹھایا اور بڑے بیٹے معمر کو نکال دیا۔ یوسف اب محمد پر پوری طرح حاوی ہو گیا اور اسی پر اکتفا نہ کرکے اُس نے شاہی حرم سے بھی خفیہ خفیہ ساز باز کرنا شروع کیا۔ ان عورتوں میں بنی ہلال کے بطن بنی قُرہ کی ایک عورت بھی تھی۔ اُس نے اپنے بھائی بندوں سے یوسف کے سلوک کی شکایت کی، اور اُنہوں نے اس عورت کو واپس مانگا۔ یوسف نے انکار کیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ بغاوت شروع ہو گئی۔ لوگ معمر ابن رشید کے گرد جمع ہو گئے، اور حسن ابن علی بادشاہ مہدیہ سے شکایت کی۔ حسن نے یوسف کو اس بارے میں لکھا۔ مگر اُس کا بھی کوئی اثر نہ ہُوا۔ بلکہ یوسف نے الٹی یہ دھمکی دی کہ قابس کو رجار شاہ صقلیہ کے حوالے کر دیگا۔ اس پر حسن نے لشکر تیار کیا اور یوسف نے یہ دیکھ کر رجار کو خط لکھا، اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور استدعا کی کہ قابس پر قبضہ کرکے اُسے بھی ابن مطروح کی طرح قابس کا والی بنا دیا جائے۔ اہل شہر کو یوسف کے افرنجیوں (نارمنوں) سے ساز باز کرنے کا پتہ لگ گیا۔ چنانچہ جب حسن کی فوجیں شہر کے قریب آئیں۔ تو سب اُس کے ساتھ مل گئے۔ یوسف نے محل میں پناہ لی۔ مگر اُنہوں نے محاصرہ کرکے

اُسے وہاں سے نکالا اور گرفتار کر لیا۔ اب معمر ابن رشید قابس کا بادشاہ بنایا گیا اور اُس نے یوسف کو طرح طرح کے عذاب دے کر قتل کر دیا۔ یوسف کا بھائی، عیسےٰ اور بیٹا، رجار کے پاس بھاگ گئے، اور مدد کے طالب ہوئے۔ ۵۴۲ھ میں افریقیہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا اور اس قدر گرانی تھی کہ بہت سے لوگ صقلیہ بھاگ گئے، آدمی ایک دوسرے کو کھا گئے۔ رجار نے وقت کو غنیمت سمجھا اور گزشتہ دو سال سے جو صلح اُس کے اور حسن ابن علی کے درمیان قائم تھی اُس کو یکایک توڑ کر ۲۵۰ جہازوں کا ایک بیڑا تیار کیا، اور سامان حرب اور سپاہیوں سے اُسے پر کر کے جرجی بن میخائیل کو اُس کا افسر بنایا۔ یہ بیڑا جزیرۂ قوصرہ کی طرف چلا، جہاں اُسے مہدیہ کا ایک جہاز ملا، جس کو جرجی نے لوٹا اور ایک پیغام کبوتر کے ذریعے، جو اسی جہاز میں اُسے ہاتھ لگا تھا اُس نے یہ پیغام مہدیہ بھیجا کہ صقلیہ کا بیڑا قسطنطنیہ روانہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اُس نے لنگر اُٹھایا اور ۲۰ صفر ۵۴۳ھ کو مہدیہ کے بندرگاہ میں داخل ہونا چاہا؛ مگر ہوا کی تندی کی وجہ سے کامیاب نہ ہوا۔ اب اُس نے حسن کو لکھا کہ وہ گزشتہ صلح پر قائم ہے اور صرف محمد ابن رشید کا بدلہ لینا اور پھر اُسے شہر قابس واپس دلانا چاہتا ہے۔ حسن نے لوگوں کو جمع کر کے اُن سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے جنگ کی صلاح دی۔ مگر حسن نے سامان رسد کی کمی کا عذر کر کے لڑنے سے انکار کر دیا، اور جو کچھ لے جا سکتا تھا اُس کو لے کر شہر سے کوچ کر گیا۔ لوگ بھی اُس کے ساتھ ہو گئے۔ اب افرنجی (نارمنی) بیڑا بندرگاہ میں پہنچا، اور فوج بلا مزاحمت کے شہر میں داخل ہو گئی۔ جرجی نے محل میں ہر چیز پر مہر لگا دی اور اہل شہر کو امان دی۔ پھر اُس نے اپنا بیڑا سوسہ بھیجا، جہاں مہدیہ کے بادشاہ کا بیٹا علی ابن حسن ابن علی حکمران تھا؛ وہ بھی اپنے باپ کی طرح شہر کو چھوڑ کر اپنے باپ سے

جاملا۔ نصف صفر کو افرنجی سوسہ پر بھی قابض ہو گئے۔ اب جرجی نے سفاقس کو ایک بیڑا بھیجا، اور عربوں نے شہر والوں کی مدد کی۔ مگر باوجود سخت لڑائی کے افرنجیوں نے فتح پائی، اور ۲۳ صفر کو شہر پر بزور شمشیر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد جرجی نے قلیبیہ کا رخ کیا۔ مگر یہاں عربوں کے مقابلے میں شکست کھائی، اور ناکام مہدیہ واپس آ گیا۔ اس اثنا میں رجار اور قسطنطنیہ کے بادشاہ میں جھگڑا شروع ہو گیا، جس کی وجہ سے رجار کو اس وقت افریقیہ کا خیال ترک کر دینا پڑا۔ ۵۴۶ھ میں جرجی بھی مرگیا اور چونکہ رجار کو کوئی ایسا آدمی میسر نہ آسکا اس لئے فتنہ کا خاتمہ ہو گیا۔[۵۰]

(۲۹) عبد المومن کا مہدیہ کو فتح کرنا: زویلہ اور مہدیہ پر افرنجیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد وہاں کے باشندوں نے عبد المومن کے پاس جا کر مدد کی درخواست کی۔ عبد المومن نے بھی مدد کا وعدہ کر لیا، اور اس وفد کو عزت و احترام سے اپنے ہاں ٹھیرایا۔ عبد المومن نے فوراً تیاریاں شروع کر دیں۔ اپنے عاملوں اور والیوں کو لکھا کہ غلہ جمع کریں اور تالاب کھدوائیں۔ آخر صفر ۵۵۴ھ میں وہ ایک لاکھ آدمیوں کی فوج لے کر روانہ ہوا۔ اس کے مقدمۃ الجیش میں مہدیہ کا معزول بادشاہ حسن ابن علی بھی شامل تھا۔ جمادی الثانی میں عبد المومن تونس پہنچا جہاں دولت صنہاجیہ کے باقی ماندہ حصہ پر احمد ابن خراسان حکمران تھا۔ عبد المومن کے بیڑے نے اس کا محاصرہ کیا، مگر شہر کے دس آدمیوں نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اور شہر والوں کی حفاظت کے وعدہ پر شہر کو اس کے حوالہ کر دینے کا اقرار کیا۔ عبد المومن نے اس شرط پر اسے منظور کیا کہ احمد ابن خراسان اس کے پاس آجائے۔ اس

---

[۵۰] ابن خلدون (اماری)۔ کتاب مذکورہ بالا صفحہ ۵۰۲-۴۹۹۔

معاملے کو طے کر کے وہ مہدیہ کی طرف چلا اور نصف رجب ۵۵۴ھ کو وہاں پہنچا۔
اُس کا بیڑا برابر ساتھ تھا۔ زویلہ میں امراء افرنج کی اولاد مقیم تھی عبدالمومن کے آتے
پر یہ لوگ مہدیہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ عبدالمومن نے فوراً تمام شہر پر قبضہ کر
لیا اور مہدیہ کے مضافات اُس کی فوجوں سے پر ہو گئے۔ اُس نے چند روز
مہدیہ کا محاصرہ رکھا اور سمندر کی طرف بیڑے کے ذریعے سے ناکہ بندی کر دی۔
خود عبدالمومن نے علی ابن حسن کی معیت میں کشتی میں سوار ہو کر تمام قلعوں کا معائنہ
کیا، اور اُن کے استحکام کا اندازہ کر کے غلہ جمع کرنا شروع کیا۔ سفاقس، اطرابلس
اور جبال نفوسہ کے باشندوں نے اُس کی اطاعت قبول کر لی، قابس بزور شمشیر
فتح ہو گیا۔ قفصہ کا بادشاہ یحییٰ ابن تمیم ابن المعتز مع اعیان سلطنت کے
اُس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطاعت قبول کر لی۔ اواخر ماہ شعبان میں
صقلیہ کا بیڑا جس میں ۱۵۰ کشتیاں تھیں، وہاں پہنچا، مقابلہ ہوا، عیسائیوں
نے شکست کھائی اور اپنے مستقر کو واپس چلے گئے۔ اس حالت میں
مہدیہ کے محصور افرنجی مدد اور کمک سے بالکل ناامید ہو گئے مگر پھر بھی آخر
سال تک وہ ثابت قدم رہے۔ آخر تنگ آ کر عبدالمومن سے امان کے طالب
ہوئے۔ اُس نے اُن کو مسلمان ہو جانے کی دعوت دی، جس کو اُنہوں نے
منظور نہ کیا۔ مگر اُس کی منت و سماجت میں برابر لگے رہے۔ آخر عبدالمومن نے
اُن کو امان دی، اور کشتیوں میں سوار کر کے اُن کو شہر سے روانہ کر دیا۔ مگر یہ
کشتیاں ہوا کی تندی کی وجہ سے غرق ہو گئیں، اور بہت ہی تھوڑے لوگ
اُن میں سے زندہ بچے۔ عیسائیوں کے قبضہ کے بارہ سال بعد محرم ۵۵۵ھ
میں عبدالمومن مہدیہ میں داخل ہوا، رسد کا سامان وہاں جمع کیا اور
اپنے ایک آدمی محمد ابن فرج الکومی کو مقرر کر کے حکم دیا کہ حسن ابن علی صنہاجی

کے احکام کی تعمیل کرتا رہے۔ اس کے بعد وہ خود مغرب کو واپس چلا گیا[1]۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ موحدین کا عہد مسلمانوں کے بحری تفوق کا آخری زمانہ تھا! اس کے بعد ترکوں کے عروج تک مسلمانوں کو پھر بحیرہ روم میں تفوق حاصل نہیں ہوا۔

تمت

---

[1] ابن خلدون اور کتاب تاریخ اولیہ فی بعض دولۃ الموحدیہ مصنفہ زرکشی (اماری صفحہ ۵۰۴ و ۵۲۲) مزید تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو ابن اثیر واقعات ۵۵۴ھ۔

اخبار الاندلس

"یہ کتاب ترجمہ ہے اسکاٹ کی مشہور کتاب ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ" کا جسے مولوی محمد خلیل الرحمن صاحب نے حد درجہ کاوش اور محنت کے بعد اُردو میں منتقل کیا ہے۔ مولوی صاحب اس سے قبل نفح الطیب اور تاریخ الخلفاء وغیرہ کا بھی نہایت کامیاب ترجمہ کر چکے ہیں اس لئے اخبار الاندلس کسی مبتدی کی کوشش نہیں بلکہ ایک ایسے مشاق اور پختہ کار دماغ کا نتیجہ ہے جس پر ہمیں اور سب کو کامل اعتقاد ہونا چاہئے اسکاٹ کی یہ کتاب سلطنت مور کی ایسی جامع و مکمل تاریخ ہے کہ مشکل سے کوئی کتاب اس موضوع پر ایسی مبسوط پیش کی جا سکتی ہے" (نگار۔ بھوپال)

"ترجمہ سلجھا ہوا اور عام فہم ہے"۔ (بمبئی کرانیکل)

"منشی محمد خلیل الرحمن نے انگریزی کتب کے مترجم ہونے کی حیثیت سے ایک نام پیدا کر لیا ہے اور ایس پی اسکاٹ کی اس کتاب کے ترجمہ سے اُن کی شہرت میں زیادتی ہوگی۔ (عبداللہ یوسف علی۔ آئی سی ایس ریٹائرڈ)

"یہ کتاب تمدن عرب سے بھی زیادہ ضروری ہے"۔ (مشرق۔ گورکھپور)

کاغذ طباعت وکتابت اعلےٰ درجہ کا

قیمت مکمل (ہر سہ جلد) غیر مجلد پچیس روپیہ مجلد تیس روپیہ

جلد اوّل دس روپے۔ جلد دوم آٹھ روپے۔ جلد سوم سات روپے

علاوہ محصولڈاک۔

مولدین

امریکی فاضل مسٹر چارلس لی کی مشہور کتاب مورسکوز کا اُردو ترجمہ۔ مولدین کی جلاوطنی، ان کا بالجبر عیسائی بنایا جانا، اسلامی رسوم کو ادا کرنے کے جرم میں

ان کو سخت سزائیں دیا جانا اور زندہ جلایا جانا یا دلی کو دون سے شیر خوار بچوں کو چھین کر عیسائی بنایا جانا، مسلم خواتین کی عصمت دری، مسلمانوں کو سؤر کا گوشت کھانے اور شراب پینے پر مجبور کیا جانا، ان کا بار بار قتل عام غرض مسلمانوں کی اسی قسم کی اور درد انگیز مصیبتوں کا تذکرہ ہے۔ اپنے موضوع پر اردو میں پہلی کتاب ہے۔ قیمت غیر مجلد چار روپے اور مجلد پانچ روپے معہ محصولڈاک۔

ترتیب القرآن

اگر آپ کو قرآن شریف کے موجودہ صورت میں لائے جانے کے اسباب، اس کے جمع کرنے کے طریق اور سورۂ توبہ پر بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ معلوم کرنے کا شوق ہو تو یہ رسالہ طلب کیجئے۔ قیمت صرف ۲ر

خلافت موحدین

مترجمہ محمد نعیم الرحمٰن صاحب ایم۔ اے۔ ایم آر اے ایس پروفیسر عربی و فیلو مدراس یونیورسٹی اندلس (اسپین) اور مراکش کی نہایت مستند تاریخ اور ہر لحاظ سے تمام اردو لٹریچر میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ آخر میں چار انڈکس ہیں۔

"یہ ترجمہ تمامتر سلیس، بامحاورہ اور دلچسپ ہے۔ کتاب کی ترتیب اور اشاعت میں خاصی خوش مذاقی کا ثبوت دیا گیا ہے۔ کتاب بارونق اور مرعوب کن نظر آتی ہے۔ ابواب اور فصول کے بنانے میں اور پیراگراف کے توڑنے میں بھی سلیقہ سے کام لیا گیا ہے۔ غرض ترجمہ بہمہ وجوہ قابل قدر ہے اور اردو ادبیات میں عمدہ اضافہ ہے۔" (معارف اعظم گڑھ)

لکھائی چھپائی صاف عمدہ۔ کاغذ نہایت نفیس ضخامت ۵۰۰ صفحے مجلد۔ قیمت باوجود ان تمام اوصاف کے صرف چھ روپے (علاوہ محصولڈاک)

المشتہر
مقتدر کلیم الرحمٰن بی اے۔ نصیر کاٹیج۔ ربانی روڈ۔ لاہور